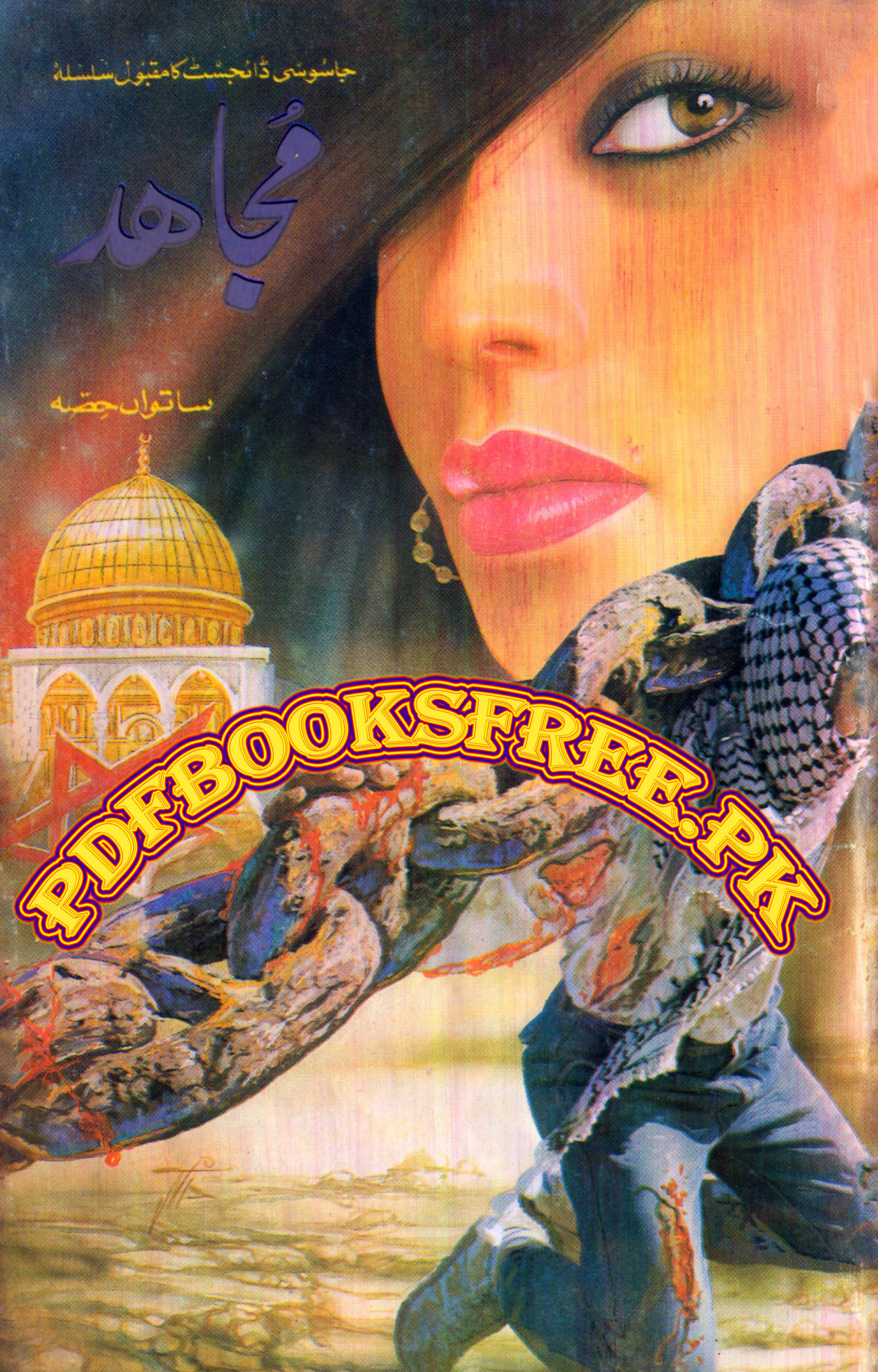
جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
مجاہد
ساتواں حصہ
PDFBOOKSFREE.PK

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

علی یار خان

ساتواں حصہ

2267 Phone : 61940
Shaheen Library
SAHIWAL

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

المجاہد

یہ ایک ایسے آشفتہ مزاج، شوریدہ سر نوجوان کی سرگزشت ہے جس کی رگوں میں دوڑتا ہوا لہو دہکتا ہوا لاوا بن گیا تھا۔ اُس کے ہر مسامِ جاں سے شرارے چھوٹنے لگے تھے۔ ایک بظاہر چھوٹے سے واقعے نے اُس کے کاروانِ حیات کی راہیں بدل دی تھیں اُس کی عقابی نگاہوں میں کچھ اور ہی منزلیں آ بسی تھیں ہر جگہ، ہر کوچۂ دہر میں فتنۂ یہود سے برسرِپیکار رہنا ہی اس کا مقصدِ حیات ٹھہرا۔

Shaheen Library
SAHIWAL.
Phone: 61940
2267

فکر و تدبیر، عزیمت و عمل اور کشاکشِ حیات کی ایک نئے رنگ کی داستان

میں نے اپنی حالت سنبھالنے کی کوشش کی۔ معاملہ خاصا پُراسرار تھا۔ یہ ضروری تو نہیں تھا کہ فوجیوں سے ہی لغزش سرزد ہوئی ہو۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ قید خانے کا کوئی ایسا خفیہ راستہ رہا ہو جس کے ذریعے وہ لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ قید خانے میں خفیہ راستے والی بات اگرچہ بہت دور از امکان تھی لیکن واسطہ چونکہ اولیو ہاورڈ جیسے شاطر حریف سے تھا اس لیے کوئی امکان بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا، ورنہ قید خانوں میں خفیہ راستوں کا کیا کام؟

میرے پاس سوچنے کے لیے وقت نہیں تھا اور میں صحیح صورتِ حال سے بھی لاعلم تھا۔ سوال یہ تھا کہ صحیح صورتِ حال معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟ واحد صورت یہ تھی کہ میں جزیرے پر کسی کو تلاش کرنے کی کوشش کروں۔ یہ شاید اتفاق ہی تھا کہ قید خانے تک آنے کے دوران مجھے کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا یا شاید اولیو ہاورڈ کے فرار ہونے والے آدمیوں نے جنرل شیریں کے فوجیوں پر قابو پا لیا ہو۔ لیکن اس صورت میں بھی سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ پھر وہ قیدی کہاں گئے؟

میں تیزی سے پلٹا اور دوڑتا ہوا اولیو ہاورڈ کے کیبن کی طرف بڑھا۔ اپنے گرد و پیش سے میں پوری طرح محتاط تھا لیکن کہیں کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے افسوس ہونے لگا کہ میں نے اولیو ہاورڈ کو اس قدر ڈھیل کیوں دی تھی۔ دیگر قیدیوں کی طرح اُس کی بھی سخت نگرانی ہونا چاہیے تھی۔ اس بات کا بھی امکان تھا کہ اُسی نے کوئی چال چل کر قیدیوں کو فرار کرا دیا ہو۔

اولیو ہاورڈ کے کیبن کے سامنے پہنچ کر میں رُک گیا۔ بے دھڑک اندر گھسنے کی کوشش کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ چند لمحے ساکت و صامت رہ کر میں نے آہٹ لینے کی کوشش کی لیکن اندر سناٹا تھا۔ کسی قسم کی بھی آواز نہیں سُنائی دے رہی تھی۔ کیبن کا دروازہ بھی باہر سے بند تھا جس کا مطلب یہی تھا کہ یا تو۔۔۔ اولیو ہاورڈ اندر ہی موجود ہے یا اگر باہر کہیں گیا ہے تو دروازے کی کنڈی باہر سے نہیں بند کی ہے۔ میں نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ گویا اولیو ہاورڈ اندر ہی موجود تھا اور غالباً سو رہا تھا۔ اگر وہ جاگ رہا ہوتا تو اندر سے کوئی نہ کوئی آہٹ ضرور سُنائی دیتی۔

میں نے دل ہی دل میں خدا کا نام لے کر دروازے پر دستک دے ڈالی۔ چند ہی لمحے بعد دروازہ کُھلا۔ دروازہ خود اولیو ہاورڈ نے کھولا تھا اور اس کی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ابھی ابھی سو کر اُٹھا ہے۔

"خیریت تو ہے علی یار خان؟" اُس نے مجھے دیکھ کر حیرت سے پوچھا: "اتنی صبح۔۔۔!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے اُسے گھور کر دیکھا مگر اُس کے تاثرات میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس کی بنیاد پر میں اُس کی حیرت کو مصنوعی قرار دے سکتا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ یا تو وہ جزیرے پر آنے والی تبدیلی سے بے خبر ہے یا پھر بہت اچھی اداکاری کا مظاہرہ کر رہا ہے۔
"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"اندر آ جاؤ، تھوڑی دیر بیٹھو، میں ذرا لباس تبدیل کر لوں تو..."
"اتنا وقت نہیں ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "لباس بعد میں تبدیل کر لینا۔"
اولیو ہاورڈ کے چہرے پر اُلجھن کے تاثرات نمودار ہوئے لیکن وہ فوراً ہی حرکت میں آ گیا۔ شاید اُس نے صورتِ حال کی سنگینی محسوس کر لی تھی۔ اُس نے فوراً ہی کیبن کا دروازہ بھیڑا اور میرے ساتھ چلنے لگا۔ "کیا کوئی بہت ہی خاص بات ہو گئی ہے؟" اُس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔
"بہت زیادہ خاص بات ہو گئی ہے اولیو ہاورڈ! ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔"
اس کے بعد اولیو ہاورڈ نے کچھ نہیں کہا۔ ہم تیز قدموں سے چلتے ہوئے قید خانے کے نزدیک پہنچے تو قید خانے کا کھلا ہوا دروازہ دیکھ کر اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔ اُس کے انداز میں تصنع نہیں تھا۔
"کیا تم نے میرے آدمیوں کو کہیں اور منتقل کرا دیا ہے؟" اُس نے تیزی سے پوچھا۔
"اُن کا غائب ہو جانا میرے لیے بھی حیران کن ہے اولیو ہاورڈ! میں سمجھ رہا تھا کہ اُن کے فرار کی سازش میں تم بھی شریک ہو گئے۔"
"فرار!" اولیو ہاورڈ نے چونک کر کہا۔ "یہ ناممکن ہے۔ یہاں سے کوئی فرار نہیں ہو سکتا۔ پھر تمہارے آدمی یہاں کی نگرانی بھی تو کر رہے تھے!"
"ذہن پر زور دو اولیو ہاورڈ! کہیں اس قید خانے سے باہر نکلنے کا کوئی خفیہ راستہ تو نہیں ہے؟"
"ہرگز نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے بڑی شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ "کوئی احمق ہی اس قسم کا رسک لے گا۔ اگر قید خانے میں کوئی خفیہ راستہ ہو تو کوئی بھی قیدی اُسے تلاش کر سکتا ہے۔ نہیں علی یار خاں! میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ قید خانوں میں خفیہ راستے رکھوں۔"
اُس کی بات میں وزن تھا اور میں اس کی تردید نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ میرا اپنا خیال بھی یہی تھا۔ میرا ذہن تفکرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس گتھی کو کس طرح سلجھایا جائے۔ دفعتاً میری سماعت سے وزنی بُوٹوں کی دھمک ٹکرائی۔ میں چونک پڑا اور خود کو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار کرنے لگا۔ اولیو ہاورڈ بھی پوری طرح چوکنا ہو گیا تھا۔ بوٹوں کی آوازوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کئی افراد ہیں۔ ابھی میں اپنی حفاظت کے لیے کوئی قدم بھی نہیں اُٹھانے پایا تھا کہ وہ لوگ سامنے آ گئے۔ میں اُنھیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ جنرل شیرین کے فوجی تھے جو مسعود طلحہ اور ابوحاتم کی سرکردگی میں چلے آ رہے تھے۔ اُن کی حالت دیکھ کر مجھے قدرے تعجب ہوا۔ وہ سب کے سب گرد میں اَٹے ہوئے تھے۔
"تم لوگ کہاں غائب ہو گئے تھے؟" اُن کے قریب آنے پر میں نے طلحہ سے پوچھا۔ "اور قیدی کہاں چلے گئے؟"
"اُنھیں یہاں سے منتقل کر دیا گیا ہے۔" طلحہ نے کہا۔
"اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔
"اُنھیں کسی محفوظ مقام پر منتقل کرنا ضروری تھا تاکہ اُن میں سے کسی کے فرار کا امکان نہ رہے۔" ابوحاتم نے کہا۔
"او ہو! کیا تمہارے خیال میں اُن کے یہاں سے فرار ہو جانے کا خدشہ تھا؟" میں نے کہا۔
"خدشہ تو نہیں کہہ سکتے البتہ یہ امکان نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔" ابوحاتم بولا۔
"لیکن اس جزیرے پر اس قید خانے سے زیادہ محفوظ جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ حیران دکھائی دے رہا تھا۔
"یہ صرف تمہارا خیال ہے اولیو ہاورڈ۔" طلحہ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "ہم نے اُنھیں جس مقام پر منتقل کیا ہے تم اُسے دیکھو گے تو خود بھی ہم سے متفق ہو جاؤ گے۔"
"میں نہیں مان سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے شدت سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں اس جزیرے کے چپّے چپّے سے واقف ہوں اور یہ قید خانہ تو خاص طور پر اسی مقصد کے تحت بنوایا گیا تھا۔ اس کا صرف ایک دروازہ ہے جو بے حد مضبوط ہے۔ اس کے علاوہ اسے قریب سے دیکھنے پر بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہاں کسی قسم کی تعمیر کی گئی ہو گی۔ فضا سے بھی اس کا دیکھا جانا ممکن نہیں ہے۔ یہ قید خانہ ہر طرح سے محفوظ ہے۔"
"تم نے اُن لوگوں کو کہاں منتقل کیا ہے؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔
"آؤ خود دیکھ لو۔" ابوحاتم نے کہا۔ "اولیو ہاورڈ تم بھی آ جاؤ تاکہ تمھیں پتا چل جائے کہ اس جزیرے پر کچھ ایسی تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں جو تمہارے علم سے باہر ہیں۔"
مسعود طلحہ اور ابوحاتم نے فوجیوں کو اُن کی ڈیوٹیوں پر روانہ

کیا اور مجھے اور اولیو ہاورڈ کو لیے ہوئے درختوں کے جھنڈ کے عقب کی طرف چل دیے۔ کافی طویل چکر کاٹ کر ہم قید خانے کے عقب میں پہنچ گئے۔
"تمہارے آدمیوں کو یہاں منتقل کیا گیا ہے اولیو ہاورڈ۔" طلحہ نے میدان کی طرف اشارہ کیا۔ "اب ہم ان کی طرف سے پوری طرح بے فکر ہو سکتے ہیں۔"
میں نے میدان پر نگاہ دوڑائی اور میرے پورے جسم میں ایک پھریری سی دوڑ گئی۔ میدان میں زمین پر تئیس قبریں اُبھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔
اولیو ہاورڈ کے چہرے پر زردی دوڑ گئی۔ "تم نے... تم نے..." وہ ہکلایا۔
"ہاں اولیو ہاورڈ! ہم نے اُن سب کو ہلاک کر دیا۔ یہ تمہارے ساتھیوں کی ہی قبریں ہیں۔" ابوحاتم نے سفاکی سے کہا۔
"یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔" اولیو ہاورڈ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں بھی تم لوگوں کے ساتھ یہی سلوک کر سکتا تھا مگر میں نے نہیں کیا۔"
"جھوٹ مت بولو اولیو ہاورڈ!" مسعود طلحہ برہم ہو گیا۔ "تم نے اگر ہمیں زندہ رکھا تو اس میں تمہارا اپنا مفاد تھا۔ ہم پر احسان جتانے کی کوشش مت کرو۔"
"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہارے آدمیوں کو ہلاک کر کے زیادتی کی ہے تو ہم اس کی تلافی کرنے کو تیار ہیں۔" ابوحاتم نے کہا۔ "ہم تمھیں اسی قید خانے میں بند کر دیتے ہیں اور وہاں تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو تمہارے آدمیوں نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ بولو منظور ہے؟"
اولیو ہاورڈ نے بے بسی سے اُن دونوں کی طرف دیکھا۔ "علی یار خاں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میرے آدمیوں نے کوئی گڑبڑ نہ کی تو اُنھیں ہلاک نہیں کیا جائے گا۔"
"پرانی بات ہوئی۔" طلحہ نے بے پروائی سے کاندھے اُچکائے۔ "اب تو اس مشن کے انچارج ہم ہیں۔ یہ فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔"
اولیو ہاورڈ خاموش ہو گیا۔ شاید طلحہ اور ابوحاتم کا سفاکانہ رویّہ اُس کے اعصاب پر اثر انداز ہوا تھا۔ اُس کے ذہن سے سکّی ہاورڈ نکل گئی تھی اور اب اُسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔
"لائن آف کروزل سے اسلحہ بردار جہاز کب روانہ ہو رہا ہے ہاورڈ؟" ابوحاتم نے پوچھا۔
"ٹرانسمیٹر پر میرا لائن آف کروزل سے رابطہ برقرار ہے۔ اسلحہ بردار جہاز روانہ ہو چکا ہے اور وہ کل کسی وقت یہاں پہنچ جائے گا۔"
"اس جہاز پر کُل کتنے افراد سفر کر رہے ہیں؟"
"پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس جہاز پر پہلے سے طے شدہ چودہ ہی افراد سفر کر رہے ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے۔" ابوحاتم نے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "علی، اب ہمیں اپنا آئندہ کا لائحۂ عمل طے کرنا ہے۔"
"ضرور کرو۔" میں مسکرایا۔ "میں نے تو تم لوگوں کو اس مُہم کا انچارج بنا دیا ہے۔"
"کیا ہم تمہارے مشوروں سے بھی محروم رہیں گے؟" طلحہ نے حیرت سے کہا۔
"نہیں، لیکن میں اس وقت کوئی مشورہ دوں گا جب ضرورت محسوس کروں گا ورنہ میری حیثیت خاموش تماشائی کی سی ہو گی۔" میں نے کہا۔ ابوحاتم اور طلحہ بڑے اعتماد سے کام کر رہے تھے اور میں اُن کے کام میں دخل اندازی کر کے اُن کے اعتماد کو مجروح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انھوں نے میرے مشورے کے بغیر جس طرح قیدیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا وہ اُن کے بے پناہ اعتماد کا مظہر تھا — میں نے اولیو ہاورڈ سے وعدہ کیا تھا کہ اُن لوگوں کو بلا وجہ کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لیکن طلحہ اور ابوحاتم نے میری لاعلمی میں اُن لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اُن کا یہ اقدام مجھے چند لمحوں کے لیے بہت کھلا تھا لیکن مجھے یہ اندازہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی کہ چونکہ طلحہ اور ابوحاتم خاصے عرصے تک اُن کی قید میں رہ چکے تھے اس لیے اُن کے بارے میں وہی لوگ زیادہ بہتر فیصلہ کر سکتے تھے۔ یقیناً وہ لوگ اسی سلوک کے مستحق رہے ہوں گے تبھی تو طلحہ اور ابوحاتم نے اُن کے لیے سزائے موت تجویز کی تھی۔
"تو پھر چلو، اپنے منصوبے کو حتمی شکل دے لیں۔" ابوحاتم نے کہا۔
ہم کیبن میں آ گئے۔ اولیو ہاورڈ اپنے کیبن میں چلا گیا تھا۔ میرے کیبن میں پہنچ کر اُن دونوں نے میرے سامنے اپنا منصوبہ رکھ دیا۔
"ہم نے عبوری طور پر جو منصوبہ بنایا ہے اگر اس میں تمہارے مشورے بھی شامل ہو جائیں تو اس کی نوک پلک سنور جائے گی۔" ابوحاتم نے کہا۔
مجھے اُس کی یہ بات سُن کر خاصی حیرت ہوئی کہ انھوں نے کوئی منصوبہ بھی ترتیب دے لیا ہے۔ "لیکن تم لوگوں نے یہ منصوبہ کب بنایا؟" میں نے پوچھا۔
"ہمارے پاس صرف کل کی رات ہی تو تھی۔ ظاہر ہے یہ منصوبہ ہم نے رات ہی بنایا ہے۔" مسعود طلحہ نے کہا۔
"یہ تو میں بھی سمجھ رہا ہوں مگر تم نے قیدیوں کو بھی رات میں ہی ٹھکانے لگایا ہو گا۔ تمہارے پاس اتنا وقت تو نہیں تھا۔ کیا تم لوگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رات میں سوئے نہیں؟"

"پورا عرب سو رہا ہے علی!" ابوحاتم نے بڑے کرب سے کہا۔ "اور تم ہمارے لیے جاگ رہے ہو۔ اگر ہم ایک رات نہیں سوئے تو کون سا فرق پڑ گیا!"

"لیکن کام کرنے کے لیے آرام بھی تو ضروری ہے!" میں نے کہا۔ "کام ضرور کرو مگر اعتدال کے ساتھ!"

"ٹھیک ہے، ہم آرام بھی کریں گے لیکن اس وقت کام کی اہمیت زیادہ ہے!" ابوحاتم بولا۔ "میں نے اور طلحہ نے کافی غور و خوض کے بعد جو منصوبہ بنایا ہے وہ یہ ہے کہ جب لائن آف کروزل سے اسلحہ بردار جہاز انگورہ پہنچے گا تو اولیو ہاورڈ جہاز کے عملے کا استقبال کرے گا..."

"اولیو ہاورڈ کا اُن لوگوں کے استقبال کے لیے جانا پہلے سے طے شدہ پروگرام ہے یا یہ بات تمہارے کہنے پر طے کی گئی ہے؟" میں نے ابوحاتم سے سوال کیا۔

"یہ اُن کا پہلے سے طے شدہ پروگرام ہے۔ اگر نہ ہوتا تو بھی ہم یہی پروگرام ترتیب دیتے۔ اس لیے کہ یہ ضروری ہے۔ اولیو ہاورڈ کے سارے آدمی مارے جا چکے ہیں۔ جیٹی پر اولیو ہاورڈ کی موجودگی سے جہاز کے عملے کو کسی قسم کے شبہے کا موقع نہیں ملے گا۔ اگر عملے کے افراد کو جیٹی پر ایک بھی شناسا چہرہ نظر نہ آیا تو وہ قبل از وقت مشکوک ہو جائیں گے جس سے صورت حال بگڑنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے گا اور ہماری راہ میں بے جا رکاوٹیں پیدا ہو سکتی ہیں!"

میں ابوحاتم کی بات بخوبی سمجھ گیا تھا لیکن میں نے اُسے مزید کُریدا۔ "تم نے اُن لوگوں کے سارے آدمی تو مار دیے، اب تم جیٹی پر متعین پہرے داروں کے لیے کیا کرو گے؟"

"جیٹی پر جنرل ٹیریں کے فوجی، اولیو ہاورڈ کے آدمیوں کے لباس میں پہرے پر موجود ہوں گے!" طلحہ نے کہا۔

"جہاز کے عملے کے لوگ اجنبی لوگوں کو پہرے پر دیکھ کر مشکوک نہیں ہوں گے؟" میں نے پوچھا۔

"جیٹی پر پہرے داروں کو کافی فاصلے پر رکھا جائے گا۔ جہاز اور پہرے داروں کے درمیان فاصلے کی وجہ سے انہیں شناخت نہیں کیا جا سکے گا، پھر اولیو ہاورڈ کی جیٹی پر موجودگی کی وجہ سے جہاز کے عملے کے لوگ نفسیاتی طور پر مطمئن ہوں گے۔ شبہ تو صرف اُسی وقت کیا جاتا ہے جب صورت حال میں کسی تبدیلی کا احساس ہو!"

"ٹھیک ہے۔ اس نکتے پر میں تم سے متفق ہوں۔ اب آگے چلو!"

"اولیو ہاورڈ جہاز کے عملے کے تمام افراد کو جہاز سے نیچے اُتارے گا اور انہیں جزیرے پر آنے کی دعوت دے گا۔ جب وہ لوگ اُس کے ساتھ جیٹی پر تعمیر شدہ سرنگ نما راستے کے وسط میں پہنچیں گے تو انہیں دونوں طرف سے گھیر لیا جائے گا اور پھر اُن پر قابو پانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا!"

"منصوبہ تو اچھا ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اولیو ہاورڈ جہاز کے عملے کے افراد کو جزیرے پر کس بہانے سے لے جائے گا؟" میں نے کہا۔

"یہ سوچنا اولیو ہاورڈ کا دردِ سر ہے۔ ہمیں اس معاملے میں دماغ سوزی کرنے کی کیا ضرورت ہے!" طلحہ بولا۔

"یہ تو ٹھیک ہے مگر اس معاملے میں اولیو ہاورڈ سے گفتگو کر لینا مناسب ہوگا!" میں نے کہا اور اولیو ہاورڈ کو اپنے پاس بلوا لیا۔ اولیو ہاورڈ آ گیا تو میں نے طلحہ اور ابوحاتم کا منصوبہ اُسے بتا دیا۔ منصوبے کی تفصیلات سُن کر اولیو ہاورڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"جہاز کے عملے کو جزیرے پر لے جانا پروگرام میں شامل نہیں ہے!" اولیو ہاورڈ نے ہکلا کر کہا۔

"کوئی بات نہیں!" ابوحاتم نے کہا۔ "نئے پروگرام کے مطابق جہاز کا عملہ پہلے جزیرے پر آئے گا، بعد میں کچھ اور ہوگا!"

"لیکن اس کا کوئی جواز بھی تو ہو؟" اولیو ہاورڈ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"جواز پیدا کرنا تمہارا کام ہے، ہمارا نہیں!" ابوحاتم نے خاصی بے رُخی سے کہا۔

"تم مجھ سے بڑے ناممکن قسم کے کام کے لیے کہہ رہے ہو، اگر اُن میں سے کوئی ایک شخص بھی مشکوک ہو گیا تو تمہی لوگوں کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی!"

"ہم تو خیر مشکلات سے نمٹنے کے فن سے واقف ہیں!" طلحہ بے رحمی سے مسکرایا۔ "لیکن بچّی ہاورڈ کے بارے میں سوچ لینا!"

"اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" اولیو ہاورڈ نے بے بسی سے ہونٹ کاٹ کر کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ ہمیں جس قسم کا بھی نقصان پہنچے گا اُس کا بدلہ بچّی سے لیا جائے گا!"

"تم سُن رہے ہو علی یار خاں!" اولیو ہاورڈ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "اس معصوم بچّی سے بدلہ لینا کتنی کم ظرفی کی بات ہے!"

"میں سُن بھی رہا ہوں اولیو ہاورڈ اور سب کچھ سمجھ بھی رہا ہوں لیکن بات ظرف کی نہیں ضرورت کی ہے اور اس وقت ہم سب ہی ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہیں!"

اولیو ہاورڈ کی آنکھیں غصّے سے سرخ ہو گئیں مگر اُس نے مُنہ سے کچھ نہیں کہا۔

"اسلحہ بردار جہاز یہاں پہنچنے کے کتنی دیر بعد تمہارا جنگی

جہاز یہاں آ جائے گا؟" میں نے اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔

"پروگرام کے مطابق لائن آف کروزل کے اسلحہ بردار جہاز کے یہاں لنگر انداز ہوتے ہی میں جنگی جہاز کو ٹرانسمیٹر پر مطلع کروں گا اور وہ یہاں کے لیے چل پڑے گا۔ اُسے یہاں پہنچنے میں چار گھنٹے سے زیادہ نہیں لگیں گے!"

"گویا جس وقت جنگی جہاز یہاں پہنچے گا، اسلحہ بردار جہاز سے اسلحہ اُتارا جا رہا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ہمیں اُس جہاز کے عملے سے بھی نمٹنا ہوگا!" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اگر اُس جہاز سے تمہیں کوئی نقصان پہنچا تو میں ذمّے دار نہیں ہوں گا۔ اس لیے کہ ذرا سے شبے پر بھی وہ لوگ جہاز پر سے ہی کارروائی کر بیٹھیں گے!"

"مجھے یہ بات بہت اچھی طرح معلوم ہے اولیو ہاورڈ! اسی لیے میں نے تم سے یہ معلومات حاصل کی ہیں۔ جیٹی پر اسلحے کے کریٹوں کے انبار دیکھنے کے بعد کون کیا شبہ کر سکے گا؟"

"اس کے باوجود یہ بات ذہن میں رکھنا کہ اُس جہاز کے عملے کا کوئی شخص کسی وقت بھی مشکوک ہو سکتا ہے!" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"بالکل مشکوک ہو سکتا ہے!" مسعود طلحہ نے بڑی تیزی سے کہا۔ میں اور ابوحاتم اُسے حیرت سے دیکھنے لگے لیکن وہ ہم دونوں کے تاثرات سے بے پروا ہو کر کہے جا رہا تھا۔ "دراصل مشکوک ہونے کی اپنی ایک فلاسفی ہے۔ علی یار خاں چونکہ نہایت غیر فلسفی آدمی ہیں اس لیے اُن کی سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئے گی۔ ابوحاتم کا بھی یہی حال ہے۔ لہٰذا اب صرف میں بچا جس کی سمجھ میں تمہاری بات آ سکتی ہے!"

اولیو ہاورڈ کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ "میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"حیرت ہے اولیو ہاورڈ! حالانکہ میں تمہاری بات کی تائید کر رہا ہوں۔ دیکھو نا، ہر شخص اپنے فعل میں آزاد ہے۔ اگر کوئی شخص بلاوجہ مشکوک ہونے پر تُل ہی گیا ہو تو ظاہر سی بات ہے، ہم اُسے روک تو نہیں سکتے۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"تم میرا مضحکہ اُڑا رہے ہو!" اولیو ہاورڈ بپھر گیا۔

"مضحکہ تو تم ہمارا اُڑانے کی کوشش کر رہے ہو اولیو ہاورڈ!" طلحہ نے ترکی بہ ترکی کہا۔ "بغیر کسی وجہ کے کوئی کیسے مشکوک ہو سکتا ہے؟ اگر تمہاری یہ بے ہودہ بات مان لی جائے تب بھی یہ تمہاری ذمّے داری ہے کہ کوئی ہماری جانب سے مشکوک نہ ہونے پائے۔ پتا نہیں کیوں بار بار یہ بات تمہارے ذہن سے نکل جاتی ہے کہ ہمارے مشن میں کسی بھی خرابی کا نتیجہ تمہاری بیٹی بچّی ہاورڈ کو بھگتنا پڑے گا!"

"تم غلط سمجھے!" اولیو ہاورڈ نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں تو کہہ رہا تھا..."

"جب وہ جنگی جہاز یہاں پہنچ جائے گا تو سب سے پہلے تم خود جہاز پر جاؤ گے!" ابوطلحہ نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اور جہاز کے ہر فرد کو نیچے اترنے کے لیے کہو گے۔ ہمیں یقین ہے کہ تمہاری ہدایات پر بے چون و چرا عمل کیا جائے گا لیکن ممکن ہے کہ جہاز کا کپتان کسی قسم کے شک و شبہے کا شکار ہو کر تمہاری بات ماننے سے انکار کرنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا ہو تو تم اُسے ریوالور یا پستول کے زور پر نیچے اُتار لاؤ گے!"

اولیو ہاورڈ کی بے چارگی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ "جس طرح سے مجھے اپنے ضمیر کے خلاف کام کرنے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے، وہ میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ میں یوں اپنی صلاحیتیں اپنے ہی ملک کے خلاف بروئے کار لاؤں گا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا علی یار خاں کہ میرا وقت بھی آئے گا اور اب میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا!"

طلحہ غصّے میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر میں نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے بولنے سے روک دیا۔ "یہ سب بعد کی باتیں ہیں اولیو ہاورڈ!" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "بے شک تمہارا وقت بھی آئے گا۔ تمہاری یہ بے بسی عارضی ہے لیکن فی الحال خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرو اور ہمارے ساتھ جیٹی پر چلو تاکہ سب مل کر کل کے لیے ریہرسل کر لیں!"

اُس روز ہم نے جنرل ٹیریں کے فوجیوں کے ساتھ مل کر ریہرسل کی اور منصوبے کی جزئیات تک کو حتمی شکل دے دی گئی۔ اس کے بعد طلحہ اور ابوحاتم سونے چلے گئے اور میں دیگر انتظامات کا جائزہ لینے میں مشغول ہو گیا۔

اگلے روز ہم سب مستعد تھے مگر اولیو ہاورڈ کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔

"خود کو سنبھالو اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "تمہارے انداز سے کسی کو شبہ نہ ہونے پائے!"

"بے فکر رہو!" اولیو ہاورڈ نے خشک انداز میں جواب دیا۔ "وقت آنے پر تم خود دیکھ لو گے!"

اور وقت آنے پر واقعی میں نے دیکھ لیا کہ اولیو ہاورڈ نے بالکمال طریقے سے اپنے تاثرات چھپا لیے تھے۔ دوپہر کے وقت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ جہاز جیٹی سے آ کر لگا۔ میں تھوڑی سی بدلی ہوئی شکل میں اولیو ہاورڈ سے نزدیک ہی موجود تھا جبکہ طلحہ اور ابو حاتم جیٹی کی گزرگاہ کے دوسری سمت جنرل ٹیریں کے فوجیوں سمیت موجود تھے۔

جہاز جیٹی پر لگا تو اولیو ہاورڈ نے عرشے پر کھڑے ہوتے ہوئے اے او ڈینیل اور جنرل اوکیونو کو ہاتھ ہلا کر خوش آمدید کہا۔ اولیو ہاورڈ کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص کچھ ہی دیر قبل کس قدر ملول اور افسردہ نظر آ رہا تھا۔ جہاز سے اے او ڈینیل اور جنرل اوکیونو نیچے اُترے تھے۔ وہ مسعود طلحہ اور ابو حاتم کے میک اپ میں تھے اور اُن کے میک اپ اتنے مکمل تھے کہ میں بھی اش اش کر اُٹھا۔ جیٹی پر جنرل ٹیریں کے فوجی، اولیو ہاورڈ کے آدمیوں کے لباس میں پہرے پر موجود تھے مگر وہ اتنی دور تھے کہ انھیں شناخت کرنا ممکن نہیں تھا۔

اولیو ہاورڈ نے ڈینیل اور جنرل اوکیونو سے پُر جوش طریقے سے مصافحہ کیا اور مشن کی کامیابی پر مبارک باد کے کلمات ادا کیے۔ میں پوری طرح چوکنا تھا اور اولیو ہاورڈ کی حرکات و سکنات پر میری گہری نظر تھی۔ میں اولیو ہاورڈ سے ذرا ہی فاصلے پر تھا۔ میں نے دیکھا کہ اولیو ہاورڈ نے ڈینیل سے کہا کہ وہ عملے کے تمام افراد کو جہاز سے نیچے بُلالے۔ ڈینیل نے جواب میں شاید کوئی اعتراض کیا تھا مگر اولیو ہاورڈ نے اُسے مطمئن کر دیا اور ڈینیل جہاز پر واپس چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ڈینیل عملے کے تمام افراد سمیت جہاز سے نیچے اُتر رہا تھا۔ اُس کے ساتھ جہاز کا کپتان بھی تھا۔ نیچے آنے کے بعد اُن سب نے اولیو ہاورڈ سے ہاتھ ملایا اور پھر ہاورڈ اُن سب کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ جہاز بالکل خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔

جیٹی سے جزیرہ انکورو پر تعمیر شدہ رہائش گاہوں کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ اولیو ہاورڈ اُن لوگوں سے گفتگو کرتا ہوا چل رہا تھا۔ عملے کے سارے افراد اُس کے ساتھ تھے۔ میں دانستہ سب سے پیچھے تھا۔

وہ لوگ سُرنگ نما راستے میں داخل ہوئے تو میرے ساتھ وہ چار افراد بھی آ ملے جو اُن لوگوں کو عقب سے گھیرنے پر مامور تھے۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اولیو ہاورڈ نے اُن لوگوں کو ذرا بھی مشکوک ہونے کا موقع نہیں دیا ہے۔ وہ سب بڑے مطمئن انداز میں باتیں کرتے ہوئے چل رہے تھے۔

وہ لوگ راستے کے وسط میں پہنچے تو سامنے سے اچانک کئی مسلح فوجی نمودار ہوئے اور تمام لوگوں سے ہاتھ بلند کر لینے کو کہا۔ ڈینیل، اوکیونو اور اُن کے سارے ساتھی اس اچانک اُفتاد پر دم بخود رہ گئے تھے۔ اُن کے سنبھلنے تک وہ لوگ ہر طرف سے فوجیوں کے نرغے میں آ چکے تھے۔

پھر ڈینیل اور اوکیونو دونوں ہی سنبھل کر اولیو ہاورڈ کی طرف پلٹے اور اُس سے کچھ کہا مگر اولیو ہاورڈ کا تو سر شرمندگی کے مارے جھکا ہوا تھا۔ اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جنرل اوکیونو نے غصیلے انداز میں اولیو ہاورڈ کا گریبان پکڑ لیا۔ وہ اُسے جھنجوڑ رہا تھا لیکن اولیو ہاورڈ جیسے غصہ ور شخص نے کسی جوابی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا۔ اُس کے چہرے پر غم آلود بے بسی طاری تھی۔

ذرا ہی دیر کے اندر اندر فوجیوں نے اُن سب کو جکڑ لیا اور اُن سب کے ہاتھ پُشت پر باندھ دیے گئے۔ پھر مسعود طلحہ اور ابو حاتم برآمد ہوئے اور جنرل اوکیونو اور اے او ڈینیل انھیں دیکھ کر سکتے کی سی حالت میں رہ گئے۔ مسعود طلحہ نے مسکراتے ہوئے اے او ڈینیل کو دیکھا اور بولا۔

"تم دوسروں کو بالکل ہی بے وقوف سمجھتے ہو۔ دیکھ لو تمھاری خوش فہمی نے تمھیں کس حال کو پہنچا دیا ہے۔" اُس نے ڈینیل کی گُدّی پر ایک گھونسا رسید کیا۔ "چلو آگے بڑھو۔"

طلحہ جذباتی نوجوان تھا اس لیے اُس نے ایسی حرکت کی ورنہ ابو حاتم بڑے تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

اُن سب کو قید خانے میں پہنچا دیا گیا۔ قید کرنے سے قبل سب کی جامہ تلاشی لے لی گئی تھی اور اُن کے پاس کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی گئی تھی۔

اُن لوگوں کو قید خانے میں دھکیلنے کے بعد میں اولیو ہاورڈ کی طرف متوجہ ہوا۔ "اب تمھیں فوراً جنگی جہاز سے رابطہ قائم کرنا ہے اولیو ہاورڈ! میں نہیں چاہتا کہ تاخیر کی وجہ سے وہ کسی شک و شبے کا شکار ہو جائیں۔"

اولیو ہاورڈ نے ہماری موجودگی میں ہی جنگی جہاز سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے اُنھیں روانہ ہو جانے کو کہا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی چل پڑنے کی اطلاع دی گئی۔ اولیو ہاورڈ نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔

"نکی ہاورڈ مجھے کب تک مل جائے گی؟" دفعتاً اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں مجھ سے پوچھا۔

"اُس کی واپسی تو مشن کی کامیابی کے بعد ہی ممکن ہو سکے گی۔" میں نے کہا۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم اپنا وعدہ پورا کرو گے اور مجھے گرفتار نہیں کرو گے؟"

"اس بات کی تو کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی اولیو ہاورڈ! تمھیں میری زبان پر بھروسا کرنا پڑے گا۔"

"لیکن یہ تو... یہ تو..."

"تمھارے شبہات افسوس ناک ہیں۔" میں نے اُس کی بات کاٹ دی۔ "کیا ماضی میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ میں نے جو کہا ہو اُسے پورا نہ کیا ہو؟"

"تم میرے اُن ساتھیوں کو بھول رہے ہو علی یار خاں جنھیں تمھاری یقین دہانی کے باوجود مار ڈالا گیا۔"

"اگر تم اُن کی موت کو میرے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو تو تمھاری مرضی۔" میں نے بے پروائی سے شانے اُچکائے۔

"نہیں، نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے بوکھلا کر کہا۔ "میرا یہ مطلب نہیں ہے۔" شاید اُسے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں میں اُس کی بے اعتباری سے چڑ کر کوئی قدم نہ اُٹھا بیٹھوں۔

"اس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اسلحہ وہیں پہنچے جہاں اسے بھیجا جا رہا ہے۔ باقی چیزوں سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"فرض کرو مجھ سے نادانستگی میں کوئی چُوک ہو گئی تو تم اُس کا ذمے دار مجھے قرار دو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ تمھاری کوئی نادانستہ بھول ہمارے علم میں رہے گی۔ مجھے بے خبر مت سمجھو اولیو ہاورڈ!"

وہ خاموش ہو گیا اور اس کے بعد میں اُسے ساتھ لے کر نکل آیا۔

جیٹی پر بڑی بڑی کرینوں کی مدد سے جہاز سے اسلحہ اُتارا جا رہا تھا۔ جہاز کے عملے کے لوگ مصروف تھے اور جیٹی پر اسلحے کے بڑے بڑے کارٹنوں کے ڈھیر میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔

جنگی جہاز کو انکورو تک پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی۔ ہم نے اُن سے نمٹنے کے لیے بھی تیاری کر لی تھی اور ہمارا منصوبہ ہر طرح سے مکمل تھا۔ جہاز کو جیٹی سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز کرا دیا گیا تھا اس لیے کہ جیٹی پر دوسرے جہاز کی گنجائش نہیں تھی۔

جہاز لنگر انداز ہونے کے بعد ایک اسٹیمر پر نو افراد جیٹی پر آئے۔ اُن میں سے ایک جہاز کا کپتان تھا۔ اس کے علاوہ وہ چھ افراد وہ تھے جو انکورو کے تمام آدمیوں سے واقف تھے اور وہ ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔ اُنھیں جزیرے پر رونما ہونے والی تبدیلی کا پتا فوراً ہی چل جاتا لیکن اس مسئلے کا حل یوں نکالا کہ جہاز کا کپتان تو دو افراد کے ساتھ اولیو ہاورڈ کی طرف آیا اور وہ خطرناک چھ افراد خود ہی انکورو کی طرف بڑھ گئے جہاں فوجیوں نے انھیں اس طرح چھاپا کہ اُن میں سے کسی کی آواز تک بلند نہیں ہونے پائی۔ کپتان اور اس کے دونوں ساتھی اس تبدیلی سے بے خبر رہے۔ اُنھوں نے اولیو ہاورڈ کے پاس پہنچ کر اُسے کامیابی پر مبارک باد پیش کی۔ اولیو ہاورڈ نے کپتان سے کہا کہ وہ جہاز کے سارے عملے کو جیٹی پر بُلا لے۔ اولیو ہاورڈ کے حکم کے مطابق کپتان نے ٹرانسمیٹر پر حکم جاری کر دیا۔

ذرا ہی دیر بعد جہاز کے عملے کے سارے افراد اسٹیمروں کے ذریعے جیٹی پر پہنچ گئے اور ایک بار پھر پہلے والا ڈراما دُہرایا گیا۔ اولیو ہاورڈ اُن لوگوں کو سُرنگ نما راستے میں لے گیا جہاں انھیں قابو میں کر لیا گیا۔

"تمھیں کچھ اندازہ ہے کہ تم نے میری پوزیشن کتنی خراب کر دی ہے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"نہیں، مجھے نہیں معلوم کہ تمھاری پوزیشن پر بھی کوئی اثر پڑا ہے۔" میں نے سادگی سے کہا۔

"کیا تم نے اُن لوگوں کی چہ مگوئیاں نہیں سُنیں؟ کسی کے خیال میں، میں بِک گیا ہوں اور کوئی یہ سمجھ رہا ہے کہ میں سرے سے اولیو ہاورڈ ہی نہیں ہوں۔"

"ہاں میرا خیال ہے ایسی کچھ باتیں میرے کان میں پڑی تو تھیں۔" میں نے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"اب تو مجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں رہی کہ اُن لوگوں کا سامنا کر سکوں جو کل تک میرے ماتحت تھے۔"

"دل چھوٹا نہ کرو اولیو ہاورڈ! ابھی تو ہمیں تمھارے ذریعے ان لوگوں سے بہت کام لینا ہے۔" میں نے کہا۔

"مجھے زیادہ مجبور نہ کرو۔" اولیو ہاورڈ نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ "میری جتنی بے عزتی ہو چکی ہے کیا اُس سے تمھیں تسکین نہیں ملی؟"

"کیسی بے عزتی اولیو ہاورڈ؟" میں نے کہا۔ "کیا عربوں کے مفاد میں کام کرنے سے بے عزتی ہوتی ہے؟" میرا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

"میرا مذاق نہ اُڑاؤ علی یار خاں، میرے ماتحت مجھے غدار سمجھ رہے ہیں۔"

"تو کیا تم واقعی غدار ہو؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"نہیں، میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے اسرائیل سے کوئی غداری نہیں کی ہے۔"

"تمھارے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے تو تم اتنے فکر مند کیوں ہو؟"

"بات ضمیر کی نہیں ہے۔ آخر میں کس کس کے سامنے اپنی صفائیاں پیش کرتا پھروں گا؟"

"مرضی کے مالک ہو اولیو ہاورڈ! جس کے سامنے چاہو صفائی پیش کرنا جس کے سامنے نہ چاہو نہ پیش کرنا۔ یہ تمھارا مسئلہ ہے جس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" ہاورڈ نے بے بسی سے پوچھا۔

"صبح تم ہماری رہنمائی کرو گے اور جہاز کے عملے کے افراد کو اس بات پر تیار کرو گے کہ وہ اسلحہ جنگی جہاز پر بار کرنے میں ہماری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مدد کریں۔"

اولیو ہاورڈ کے پاس ہامی بھرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

رات سکون سے گزر گئی۔ اسرائیل کے جنگی جہاز پر گوٹے ہل کے فوجی قبضہ کر چکے تھے۔ جزیرے پر بھی ہمارا راج تھا اور صورتحال پوری طرح ہمارے قابو میں تھی۔

صبح کے وقت میں، طلوہ اور ابوحاتم، اولیو ہاورڈ کو ساتھ لے کر قید خانے پہنچے۔ ہم قید خانے کے اندر داخل ہوئے تو سارے قیدی اولیو ہاورڈ کو دیکھ کر مشتعل ہو گئے۔ وہ اُس کے خلاف نہ صرف نعرے لگا رہے تھے بلکہ اُن میں سے کچھ نے تو اُس پر جھپٹ پڑنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن فوجیوں نے اُن پر اسٹین گنیں تان لیں اور وہ جہاں تھے وہیں رُک گئے مگر اُن کی زبانیں نہیں رُکی تھیں وہ مسلسل اولیو ہاورڈ کو بُرا بھلا کہے جا رہے تھے۔ جہاز کا کپتان، جنرل اوکیونو اور اسے اوڈینیل کے ساتھ کھڑا اولیو ہاورڈ کو کینہ توز نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

میں نے مسکرا کر اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا اور اُس سے نرم لہجے میں بولا: "ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرو اولیو ہاورڈ، ورنہ ان میں سے کچھ قبل از وقت اپنی زندگیوں سے محروم ہو جائیں گے۔"

"یہ میرے ساتھ حد سے بڑھی ہوئی زیادتی ہے۔" اولیو ہاورڈ نے مارے غصّے کے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اب میں ان لوگوں کو کیا جواب دوں۔ انھیں کس طرح مطمئن کروں؟"

"غصہ کرنے کے بجائے وہ وقت یاد کرنے کی کوشش کرو ہاورڈ جب تم نے میرے اکاؤنٹ میں کچھ رقم جمع کرا کے مجھے تنظیم کی نگاہوں سے گرانے کی کوشش کی تھی۔ تمھاری وہ سازش اتنی مکروہ تھی کہ میرے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لیے بھی کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ تم مجھ سے کس بات کا شکوہ کر رہے ہو اولیو ہاورڈ؟ تمھاری تو ساری زندگی سازشیں کرتے گزری ہے۔ مجھ سے کون واقف نہیں ہے! میں نے اپنی زندگی تنظیم آزادیٔ فلسطین کے مقاصد کے لیے وقف کر دی ہے مگر تمھاری سازش نے مجھے اُن کی نگاہوں میں ایک مجرم بنا دیا اور اس کے نتیجے میں مجھے بیروت چھوڑنا پڑا اور کافی عرصہ میں نے دربدری میں گزارا۔ دراصل ہمارے درمیان حساب کتاب کا توازن بگڑ گیا ہے۔ مجھے تمھارے بہت سے حسابات چکانے ہیں۔ کل تم نے میرے ساتھ جو کچھ کیا تھا یہ اس کا جواب ہے اور اب یہ تم پر منحصر ہے کہ ان لوگوں کو کیسے مطمئن کرتے ہو۔"

اولیو ہاورڈ کی پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی اور وہ خوفزدہ انداز میں اُن لوگوں کو دیکھ رہا تھا جنھیں اگر اسٹین گنوں کا خوف نہ ہوتا تو شاید وہ اُس کی تکا بوٹی کر ڈالتے۔ دفعتاً جنرل اوکیونو نے ہاتھ اُٹھا کر لوگوں کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور وہاں اچانک ہی سناٹا چھا گیا۔

"ہم تین افراد کو آگے آنے کی اجازت دی جائے۔" جنرل اوکیونو نے مجھ سے کہا۔

میں نے سر کی جنبش سے اُنھیں اجازت دے دی اور ڈینیل، جنرل اوکیونو اور جنگی جہاز کا کپتان رولینڈ ہمارے نزدیک آ گئے۔ اُن تینوں کی نظریں اولیو ہاورڈ پر مرکوز تھیں۔ وہ تینوں ہی اُسے شعلہ بار نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر اسے اوڈینیل نے بولنے میں پہل کی۔

"ہمیں وہ وجہ بتا دو اولیو ہاورڈ جس کے تحت تم دشمنوں سے جا ملے۔ اس پلان کے چار بڑوں میں تو تم خود بھی شامل تھے اور تم پر اس سارے مشن کی ذمے داری بھی تھی پھر یک بہ یک یہ تم کو کیا ہو گیا! سارے کام تمھارے ہی پروگرام کے مطابق ہوئے۔ ہم نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر ایک مہینے سے زیادہ عرصہ لائن آف کروزل جیسی خطرناک جگہ پر گزارا۔ تمھیں کیا اندازہ نہیں ہے کہ ہم نے یہ عرصہ کس طرح گزارا ہو گا؟ ہماری جانیں ہر وقت سولی پر لٹکی رہتی تھیں۔ ہماری ایک معمولی سی لغزش ہمیں اپنی زندگیوں سے محروم کر سکتی تھی۔ اور جب ڈیڑھ ماہ کے اس جاں گسل مرحلے کے بعد کامیابی نے ہمارے قدم چوم لیے تو پتا چلا کہ تم دشمنوں سے مل چکے ہو۔ ہمیں بتاؤ اولیو ہاورڈ کہ تمھیں کیا تکلیف پہنچی تھی جس کی وجہ سے تم دشمنوں سے جا ملے۔"

"میں دشمنوں کی سازش کا شکار ہوا ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔" جنرل اوکیونو نے گرج کر کہا۔ "اگر تم کسی سازش کا شکار ہوئے تھے تو کم از کم ہمیں اشارتاً ہی مُطلع کر دیتے۔ جنگی جہاز کی توپیں اس جزیرے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتیں۔ ہم چوہوں کی طرح تو ان کے چنگل میں نہ پھنستے لیکن تم نے ہمیں کوئی اشارہ نہیں دیا اور ان لوگوں کے درمیان تمھاری آزادی دیکھ کر یہ اندازہ کرنا بہت آسان ہے کہ تم نامعلوم وجوہات کے تحت دشمن کے آلۂ کار بن گئے ہو۔ فلسطینیوں نے ہمارے خلاف جو سازش کی ہے تم اس میں برابر کے شریک ہو۔ خود کو اس الزام سے بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش مت کرو بلکہ وہ وجہ بتاؤ جس کے تحت تم نے یہ بدترین حرکت کی ہے۔"

"میں کیا بتاؤں اور کیسے بتاؤں۔" اولیو ہاورڈ مضطربانہ لہجے میں بولا۔

"جیسے بھی بتاؤ لیکن تمھیں بتانا پڑے گا۔" کیپٹن رولینڈ نے اولیو ہاورڈ کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا اور پھر اُس کا زوردار گھونسا اولیو ہاورڈ کے منہ پر پڑا۔

گوٹے ہل کے فوجیوں نے میری طرف دیکھا مگر میں نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اولیو ہاورڈ کا گریبان بدستور رولینڈ نے پکڑ رکھا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے مدد طلب انداز میں میری طرف دیکھا تو میں نے ایک فوجی کو اشارہ کیا جس نے آگے بڑھ کر اولیو ہاورڈ کا گریبان کیپٹن رولینڈ کی گرفت سے چھڑا دیا۔

"یہودی قوم کا سر تم جیسے ننگ دین شخص کی وجہ سے ہمیشہ شرمندگی سے جھکا رہے گا۔" اسے اوڈینیل نے متنفرانہ لہجے میں کہا۔ "اور یقین کرو کہ اگر ہم میں سے کسی ایک فرد کو بھی تل ابیب پہنچنے کا موقع مل گیا تو ہم یہ ساری کہانی اعلیٰ حکام کو ضرور سنائیں گے اور انھیں بتائیں گے کہ سی آئی اے کا یہ معزول شدہ افسر اب فلسطینیوں کے ہاتھوں بک چکا ہے۔ یہ یہودی قوم پر بدنما داغ ہے اور اس کے پورے خاندان کو نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ کوئی بھی فرد جس کی رگوں میں اس کا گندہ خون دوڑ رہا ہو آئندہ کبھی اسرائیلی مفادات کو نقصان نہ پہنچا سکے۔"

"بس بہت ہو گیا۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "اب تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ۔"

اُن تینوں نے مجھ سے بھی اُلجھنے کی کوشش کی مگر فوجیوں نے اُن تینوں کو پیچھے دھکیل دیا۔

"اب اُن لوگوں کا انتخاب کر لو اولیو ہاورڈ جو کرینیں آپریٹ کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"تم حالات دیکھ رہے ہو۔" ہاورڈ نے جھنجلاتے ہوئے انداز میں مجھ سے کہا۔ "ان حالات میں کوئی میری بات نہیں سُنے گا۔"

"سوچ لو اولیو ہاورڈ۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں۔ مجھے وہ طریقہ بتا دو جسے اختیار کر کے میں ان لوگوں کو کام پر آمادہ کر سکوں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے اولیو ہاورڈ، تم پیچھے ہٹ جاؤ، میں خود انھیں دیکھتا ہوں۔"

اولیو ہاورڈ ہٹ گیا۔ میں نے کیپٹن رولینڈ کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا لیکن وہ اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھا۔

"میں تمھیں پکار رہا ہوں کیپٹن رولینڈ۔" میں نے سخت لہجے میں اُسے پکارا۔

کیپٹن رولینڈ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"جہاز پر کتنے کرین آپریٹر تھے؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" رولینڈ چونک پڑا۔

"تمھارے عملے میں ایسے کتنے افراد موجود ہیں جو کرینیں آپریٹ کر سکتے ہوں؟"

"میں مطلب جاننا چاہتا ہوں؟" کیپٹن نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"مطلب۔" میں نے ہونٹ بھینچ لیے اور پھر اگلے ہی لمحے میرا اُلٹا ہاتھ پوری قوت سے اُس کے منہ پر پڑا۔ اُس کا ہونٹ پھٹ گیا اور خون کی ایک پتلی سی لکیر بہتی ہوئی اُس کی ٹھوڑی تک آنے لگی۔ قیدیوں کے انداز میں میرے لیے غیظ و غضب پیدا ہوا لیکن گوٹے ہل کے فوجی مستعد تھے اور اُن کی اسٹین گنیں کسی بھی لمحے گولیاں اُگلنے کے لیے تیار تھیں۔ میں نے کیپٹن رولینڈ کا گریبان پکڑ لیا۔

"اگر تم نے ایک منٹ کے اندر اندر میری بات کا جواب نہ دیا تو میں تمھاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔" میں نے اُس کے گریبان کو جھٹکا دے کر کہا۔

کیپٹن رولینڈ کی آنکھوں میں خوفزدگی کے تاثرات دکھائی دیے پھر اُس نے فوراً ہی چھ افراد کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ لوگ کرینیں آپریٹ کرتے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"ان سب کو میرے پاس بھیج دو۔" میں نے کہا۔

"لیکن تم ان کا کیا کرو گے؟" کیپٹن رولینڈ نے اُلجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ کام کروں گا جسے اولیو ہاورڈ نے غداری کر کے سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"کیا مطلب؟" رولینڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ لوگ اسلحے کو جنگی جہاز پر بار کریں گے۔"

"لیکن تم ایسا کیوں کرو گے؟"

"تاکہ پروگرام کے مطابق یہ جنگی جہاز اسلحہ اسرائیل پہنچا سکے۔" میں مُسکرایا۔

"اس سے تمھارا کیا مفاد وابستہ ہے؟" کیپٹن رولینڈ نے پوچھا۔ وہ مارے حیرت کے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

"اس مرحلے پر تمھیں مزید تفصیلات نہیں بتائی جا سکتیں۔ وقت آنے پر سب کچھ تمھارے علم میں آ جائے گا۔"

کیپٹن رولینڈ کے انداز میں کچھ جھجک نظر آئی لیکن پھر اُس نے اُن چھ افراد کو حکم دیا کہ وہ میری ہدایت کے تحت کام کریں۔

چھ افراد قیدیوں کی صف سے آگے نکل آئے۔ میں نے انھیں ابوحاتم کے حوالے کر دیا۔

"کیا بقیہ افراد سے کام نہیں لیا جائے گا؟" ابوحاتم نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"یہ لوگ ہماری ضرورت ہیں ابوحاتم۔" میں نے کہا۔ "بقیہ افراد کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اور وہ اسلحہ اسرائیل لے جانے والی بات؟" ابوحاتم نے پوچھا۔
"اس سے ان لوگوں کو الجھانا مقصود ہے تاکہ یہ اسی الجھن میں گرفتار رہیں اور ہم ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام کرالیں۔"
"ٹھیک ہے۔" ابوحاتم نے کہا اور چار مسلح فوجیوں کی نگرانی میں کرین آپریٹروں کو قید خانے سے لے گیا۔ اولیو ہاورڈ کو بھی میں نے ابوحاتم کے ساتھ جیٹی پر بھیج دیا تاکہ اُن کی نگرانی میں اسرائیلی جہاز پر اسلحہ بار کیا جاسکے۔

اُن لوگوں کے جانے کے بعد میں نے گوٹے بل کے فوجیوں کو قیدیوں کی نگرانی مزید سخت کرنے کا حکم دیا اور خود بھی وہاں سے روانہ ہوگیا۔ میرا رُخ کیبن کی طرف تھا۔ کیبن میں پہنچ کر میں نے ٹرانسمیٹر پر جنرل ٹیرس سے رابطہ قائم کیا۔
"علی یار خاں بات کر رہا ہوں جنرل ٹیرس۔" رابطہ قائم ہوجانے پر میں نے جنرل ٹیرس سے کہا۔
"میں تمھاری آواز پہچانتا ہوں علی یار خاں۔" جنرل ٹیرس کی آواز آئی۔ "خیریت تو ہے؟"
"ہاں جنرل ٹیرس! سب ٹھیک ٹھاک ہے۔"
"تمھارے مشن کا کیا ہوا؟"
"مشن کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے جنرل۔" میں نے کہا۔
"کامیابی مبارک ہو علی! مجھے اور کیتھی براؤن دونوں کو تمھاری کامیابی کا یقین تھا۔"
"لیکن میری کامیابی میں تمھارے فوجیوں نے بھرپور کردار ادا کیا ہے جنرل۔"
"لیڈر اگر بہادر اور حوصلہ مند ہو تو اُس کے ماتحت اُس کے لیے جان بھی لڑا دیتے ہیں علی۔"
"بے حد شکریہ جنرل! لیکن تمھارے آدمیوں نے جس طرح میرا ساتھ دیا میں اُسے بھول نہیں سکوں گا۔"
"اب کیا ارادہ ہے علی؟"
"اب تم فوری طور پر اپنے آدمیوں کو واپس بلوانے کا بندوبست کرلو۔"
"ٹھیک ہے۔ میں اُن لوگوں کے لیے ایک جہاز بھجوا رہا ہوں۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔
"لیکن خیال رہے کہ یہ کام جلدی کرنا ہے۔ اس میں تاخیر مناسب نہیں رہے گی۔"
"بے فکر رہو۔ جہاز تمھاری توقع سے بھی بہت پہلے انگورو پہنچ جائے گا۔"
"او ہو! وہ کیسے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس لیے کہ میرا ایک جہاز انگورو سے نزدیک ہی سمندر میں گشت کر رہا ہے۔"
"انگورو کے نزدیک!" میں حیران رہ گیا۔ "لیکن تمھارا کوئی جہاز یہاں کیا کر رہا ہے؟"
"اس جہاز کے عملے کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ انگورو پہنچنے کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ یہ جہاز بہترین جنگی ساز و سامان سے لیس ہے۔"
"اس کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے مزید حیران ہو کر پوچھا۔
"میں نے سوچا ممکن ہے تمھیں کسی موقع پر مدد کی ضرورت پڑ جائے اس لیے میں نے اپنے طور پر یہ انتظام کرنا ضروری سمجھا۔"
"اس کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن خیر یہ انتظام بُرا بھی نہیں تھا۔ احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے۔ یہ بتاؤ کہ کیتھی براؤن تو خیریت سے ہے نا؟"
"ہاں، وہ بالکل خیریت سے ہے اور تمھاری کامیابی کی خبر سُن کر بہت خوش ہوگی۔"
"اور بگی ہاورڈ کا کیا حال ہے؟"
"وہ وہیں ہے جہاں تم اُسے چھوڑ کر گئے تھے۔ اُس کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"
"اوکے جنرل! اُس کے سلسلے میں تفصیل سے بعد میں بات کروں گا۔ اب تم اپنے جہاز کو انگورو کی جیٹی پر پہنچنے کی ہدایت کردو۔"
"ٹھیک ہے علی یار خاں۔ جلد ہی جہاز وہاں پہنچ جائے گا۔ خدا حافظ۔"
"خدا حافظ۔" میں نے کہا اور رابطہ منقطع کردیا۔
جنرل ٹیرس سے بات کرنے کے بعد میں جیٹی پر جا پہنچا جہاں برق رفتاری سے جہاز پر اسلحہ بار کرنے کا کام ہو رہا تھا۔
چند ہی گھنٹوں میں یہ کام مکمل ہوگیا۔ اسی دوران وہاں گوٹے بل کا جہاز بھی پہنچ چکا تھا۔ کام مکمل ہوتے ہی کرین آپریٹروں کو واپس قید خانے بھجوا دیا گیا اور گوٹے بل کے پچاس فوجیوں کو گوٹے بل کے جہاز پر بھیج دیا گیا۔
پھر تھوڑی ہی دیر بعد گوٹے بل کا جہاز فوجیوں کو لے کر روانہ ہوگیا۔
"اب تمھیں آئندہ کا لائحۂ عمل طے کرنا ہے۔" جہاز کی روانگی کے بعد میں نے طلحہ اور ابوحاتم سے کہا۔ اولیو ہاورڈ بھی وہیں موجود تھا۔
"میرے خیال میں تم نے اُن فوجیوں کو بھجوانے میں جلدی کی ہے۔" طلحہ بولا۔

"اب یہاں اُن کی ضرورت نہیں رہی تھی۔" میں نے کہا۔
"قیدیوں کو ہم میں سے پچاس افراد کی اچانک کمی کا علم ہوگا تو وہ شیر ہوجائیں گے۔" طلحہ بولا۔
"کیا خیال ہے؟" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا۔
"مجھے نہیں معلوم۔" اولیو ہاورڈ گڑبڑا گیا۔
"ہم قیدیوں کو بتائیں گے تبھی تو انھیں علم ہوگا کہ ہم میں سے کچھ لوگ کم بھی ہوگئے ہیں۔" ابوحاتم نے کہا۔
"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے ابوحاتم سے کہا۔ "یہ کوئی اتنا اہم مسئلہ نہیں ہے۔ ہم انھیں بہ آسانی قابو میں رکھ سکتے ہیں۔"
"مگر قیدیوں پر دیوانگی طاری ہو رہی ہے۔ انھیں قابو میں رکھنا آسان نہیں ہوگا۔" مسعود طلحہ نے تشویشناک لہجے میں کہا۔
"اگر ایسی بات ہے تو کیوں نہ انھیں بھی پچھلے قیدیوں کی طرح ٹھکانے لگا دیا جائے۔" ابوحاتم نے تجویز پیش کی۔
"نہیں۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اتنے بہت سے لوگوں کی لاشیں ٹھکانے لگانا بھی ایک بڑی دردسری ہوگی۔"
"پھر یقیناً تمھارے ذہن میں اس مسئلے کا کوئی متبادل حل بھی ہوگا؟" طلحہ نے پوچھا۔
"ہاں۔" میں نے آہستگی سے کہا پھر اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔ "کیا اس جنگی جہاز کے اسلحہ لے کر روانہ ہونے کا کوئی وقت متعین ہے؟"
"نہیں، جہاز کی روانگی کا پہلے سے کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے جواب دیا۔
"اس سلسلے میں کوئی پروگرام تو ترتیب دیا گیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "جہاز کی روانگی کا وقت مجھے طے کرنا ہے اور میں ایک مخصوص وقت پر متعلقہ لوگوں کو جہاز کی روانگی کے وقت سے مطلع کروں گا۔"
"تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا ہے؟ جہاز کی روانگی کب مناسب رہے گی؟" میں نے اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔
"میرا دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔ "تمھاری وجہ سے مجھے جس اذیت ناک کیفیت سے گزرنا پڑا ہے اس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میں اپنے ساتھیوں، اپنے ماتحتوں کی نظروں میں رُسوا ہو کر رہ گیا ہوں۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے قیدیوں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"
"انھیں لانچ آف کروزل والے جہاز پر سوار کرا کے یہاں سے روانہ کردیا جائے گا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق تم اپنے طیاروں کو اس جہاز پر بمباری کرنے کا حکم دوگے۔ ان لوگوں کے

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب
جسے
ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے
باتصویر
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات
قیمت ۳۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۴ روپے
اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں ...

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔
ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔
ملنے کا پتہ
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۱۴۹۰۳ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اُن کی زندگیاں ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں اس لیے مجھے افسوس ہے کہ انھیں زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

اولیو ہاورڈ نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں بعد اُس نے آنکھیں کھولیں تو اُس کا چہرہ پُرسکون تھا۔ "میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔" اُس نے بھاری آواز میں کہا اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ "تم نے یہ فیصلہ کر کے مجھے ایک اذیّت سے بچا لیا ہے ورنہ اُن میں سے اگر ایک آدمی بھی زندہ بچ کر اسرائیل پہنچ جاتا تو میں کہیں کا نہ رہتا۔ مجھ پر شاید کوئی بھی یقین نہ کرتا اور خود کو غدّار کہلوانے سے بہتر میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے موت آ جائے۔"

"میں تمھاری کیفیت سمجھ رہا ہوں اولیو ہاورڈ۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ "لیکن صرف اُن لوگوں کے مر جانے سے تو مسئلہ حل نہیں ہو جائے گا۔ تم تنہا آدمی ہو گے جو زندہ بچو گے۔ کیا تم سے اس بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا؟ تم اپنی پوزیشن کیسے صاف کرو گے؟"

"یہ میرے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اس پر غور نہیں کیا ہو گا؟"

"ایسا لگتا ہے کہ تمھارے پاس اس کا کوئی حل موجود ہے۔" میں نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" وہ مسکرایا۔ "میں کہہ دوں گا کہ میں جنرل بل کی قید میں تھا اور مجھے کچھ معلوم ہی نہیں کہ کیا ہوا؟"

"واہ!" میرے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔ "مجھے اس بات سے بے حد خوشی ہو گی۔"

"کیوں؟ تمھیں کیوں خوشی ہو گی؟" اولیو ہاورڈ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

"شی گورلانے کا حکمران جنرل بل اسرائیلی مفادات کا حامی ہے۔ اُس کی پوزیشن خراب ہونے سے مجھے لازماً خوشی ہو گی۔"

"ہاں، میری اس بات سے وہ اسرائیلی حکومت کی نگاہوں میں مشکوک ہو جائے گا . . ."

"مشکوک ہو جائے گا!" طلحہ نے حیرت سے کہا۔ "وہ تو یقینی طور پر اسرائیلی حکومت کا مخالف گردانا جائے گا۔"

"ایسا اُس وقت ہو گا جب میری بات پر یقین کر لیا جائے گا۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "جب تک معاملہ صاف نہیں ہو جاتا، ہم دونوں ہی اسرائیلی حکومت کی نظروں میں مشکوک رہیں گے۔"

"بہرحال صورت کوئی بھی ہو، نقصان اسرائیل کے کسی حامی کو ہی پہنچے گا۔" ابوحاتم نے کہا۔

"یہ بات میں بھی بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن میرے پاس اس کے سوا کوئی اور راستہ بھی تو نہیں ہے اور میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ جب انسان خود دلدل میں دھنسنے لگے تو کسی کا بھی سہارا لے سکتا ہے خواہ اُس کے ساتھ دوسرا شخص بھی دلدل میں دھنس جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک بھی شخص زندہ بچ کر میری کہانی کو عام کرے۔ اگر ایسا ہو گیا تو میری حیثیت ختم ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے اولیو ہاورڈ! تمھیں اس کا حق ہے مگر اس کے لیے شرط یہی ہے کہ تم ہمارے پروگرام کے مطابق عمل کرتے رہو۔" میں نے کہا۔

"اب اور کون سی شرائط منواؤ گے؟ میں نے ہر طرح تو تمھارا ساتھ دیا ہے۔"

"تو پھر قیدیوں کو لائن آف کروزل والے جہاز پر منتقل کرنے میں ہماری مدد کرو۔"

اولیو ہاورڈ کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ "یہ تم مجھ پر چھوڑ دو لیکن یہ بتاؤ کہ جہاز پر یہ لوگ آزاد ہوں گے یا قید رہیں گے؟"

"قیدی اس بات سے تو بخوبی واقف ہوں گے کہ جہاز کا انجام کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"کم از کم ڈینیل اور اوکیونو کو تو جہاز کے ہونے والے انجام کا بہت اچھی طرح علم ہے۔" ہاورڈ نے کہا۔

"تو پھر یہ لوگ اپنی خوشی سے تو جہاز پر جانا ہرگز پسند نہیں کریں گے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے طویل سانس لی۔ "میں اس کا بھی بندوبست کر لوں گا۔"

"لیکن جو بات میں پوچھ رہا تھا وہ تو رہ ہی گئی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "جہاز کا کپتان کون ہو گا؟"

"اس کے لیے میرے پاس پروگرام موجود ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی بتاؤ۔" اُس نے پوچھا۔

"جنگی جہاز پر تم ہمارے ساتھ ہی سفر کرو گے اور وہیں سے اُن طیاروں کو بمباری کا حکم دو گے۔ ہم اتنا وقفہ رکھیں گے کہ جہاز چلانے والے لوگ اسٹیمر کے ذریعے ہمارے جہاز تک پہنچ جائیں۔ اس طرح صرف قیدی مارے جائیں گے اور ہمارے آدمی بچ جائیں گے۔"

"نہایت مناسب تجویز ہے۔" اولیو ہاورڈ فوراً ہی متفق ہو گیا۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اولیو ہاورڈ اپنی بقا کے لیے ہمارے ساتھ مکمل تعاون کرنے پر مجبور ہو گیا ہے اور اُس پر کسی بھی قسم کا شبہ کرنا بے معنی ہے۔

اگلے روز صبح ناشتے کے بعد قیدیوں میں سے پانچ افراد الگ کر لیے گئے۔

"ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"تم سب کو دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا ہے۔" طلحہ نے درشت لہجے میں کہا۔

ان پانچ افراد کو جب لائن آف کروزل والے جہاز پر سوار کرایا جانے لگا تو انھوں نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن ہم میں سے کسی نے بھی اُن کے کسی سوال کا جواب دینے کی زحمت نہیں کی اور انھیں باندھ کر جہاز کے ایک کیبن میں ڈال دیا۔

تمام قیدیوں کو یکے بعد دیگرے پانچ پانچ کے گروپوں میں اس جہاز پر پہنچا دیا گیا۔ آخری گروپ میں ڈینیل، اوکیونو اور جہاز کا کپتان بھی تھا۔ جب ہم اُن لوگوں کو لے کر جہاز کے نزدیک پہنچے تو جنرل اوکیونو اور ڈینیل شاید صورتِ حال سمجھ گئے۔

"ہمارے خلاف سازش کی جا رہی ہے۔" ڈینیل نے کہا اور ہاتھ پاؤں چلانے کی کوشش کی۔ طلحہ نے بڑی بے دردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسے زخمی کر دیا۔

تمام قیدیوں کی جہاز پر منتقلی کے بعد میں نے مسعود طلحہ کو چند افراد کے ساتھ جہاز پر بھیج دیا۔ ان لوگوں کا کام یہ تھا کہ جہاز کو کھلے سمندر میں لے جائیں۔ وہ سب اسی جہاز کے عملے کے لوگ تھے جنھیں اولیو ہاورڈ نے اغوا کرا کے قید کر لیا تھا۔

سارے انتظامات مکمل ہونے کے بعد جہاز نے انکورو کا ساحل چھوڑ دیا۔ اس کے فوراً بعد ہمیں اسرائیل کا جنگی جہاز لے کر روانہ ہو جانا تھا۔

اسرائیلی جنگی جہاز کے روانہ ہوتے وقت اولیو ہاورڈ نے حسرت بھری نگاہوں سے جزیرۂ انکورو کی طرف دیکھا جہاں اب ایک بھی متنفّس موجود نہیں تھا۔

"تم نے سب کچھ خاک میں ملوا دیا علی یار خان!" اولیو ہاورڈ نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے یہاں سے کن حالات میں روانہ ہونا تھا لیکن . . . لیکن . . ."

میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "حسرتوں میں گھرے رہنے کے بجائے جا کر اپنی ذمّے داریاں سنبھالو۔" میں نے نرمی سے کہا۔

اولیو ہاورڈ نے زخمی نگاہوں سے مجھے دیکھا مگر کچھ کہے بغیر خاموشی سے چلا گیا۔

جہاز سمندر کے سینے پر رواں تھا۔ لائن آف کروزل والا جہاز ہم سے زیادہ دور نہیں تھا۔

اگلے روز جہاز اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں اُس جہاز پر بمباری کی جانا تھی۔ میرے کہنے پر اولیو ہاورڈ نے اسرائیلی طیاروں کو ایکشن لینے کا سگنل دیا۔ اس دوران ہم نے اپنے جہاز کو اُس جہاز سے نہ صرف دور ہٹا لیا تھا بلکہ اُس جہاز کو چلانے والے لوگ بھی ہمارے جہاز پر واپس آ چکے تھے۔

پھر جس وقت فضا میں اسرائیلی طیارے نمودار ہوئے اُس وقت دونوں جہازوں کا درمیانی فاصلہ خاصا بڑھ چکا تھا۔ اسرائیل کے جدید ترین لڑاکا طیارے لائن آف کروزل کے جہاز پر منڈلا رہے تھے۔ یہ طیارے دہشت اور موت کے پیغامبر تھے۔ یہ اس جارحیت کے علمبردار تھے جو عرب دُنیا کے درمیان یہودی آبادی کے قیام کا باعث بنی۔ آج وہ طیارے جنھوں نے ہمیشہ یہودیت کے فروغ کے لیے جارحیت کی تھی، پہلی بار عربوں کے حق میں کام کرنے جا رہے تھے لیکن اُن بدقسمت طیاروں کے ہواباز اس سانحے سے لاعلم تھے۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنے ہی ساتھیوں کو ہلاک کرنے جا رہے ہیں۔

طیاروں نے ایک ساتھ فضا میں غوطہ لگایا اور لائن آف کروزل والے جہاز پر جھپٹتے چلے گئے۔ ہم میں سے بیشتر افراد اسرائیلی جہاز کے عرشے پر کھڑے یہ دل خوش کُن منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اولیو ہاورڈ بھی ہمارے ساتھ موجود تھا مگر اُس کے لیے یہ منظر بڑا دل خراش تھا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے سے تاثرات تھے۔ وہ بڑے مضبوط اعصاب کا مالک تھا ورنہ اپنی آنکھوں سے اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا منظر دیکھنا آسان کام نہیں تھا۔

چاروں طیاروں نے ایک ساتھ جہاز پر بم گرائے اور فضا میں اوپر کی طرف اُٹھتے چلے گئے۔ زوردار دھماکوں کے ساتھ جہاز پر شعلے بھڑک اُٹھے اور گاڑھا دھواں اُٹھنے لگا۔

"واہ!" میرے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔ "صحیح نشانوں کا بڑا عمدہ مظاہرہ ہے۔"

اولیو ہاورڈ نے زخمی نگاہوں سے مجھے دیکھا مگر مُنہ سے کچھ نہیں بولا۔

چاروں طیارے دیر تک لائن آف کروزل والے جہاز پر بمباری کرتے رہے اور لائن آف کروزل کو مکمل تباہی سے دوچار کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ جانے سے قبل انھوں نے پیغام دیا تھا کہ اب اسرائیلی جہاز کی حفاظت کے لیے دوسری کھیپ بھیجی جائے گی کیونکہ اُن کے پاس ایندھن زیادہ مقدار میں موجود نہیں ہے۔

طیاروں کے واپس جانے پر میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اس حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مبارک ہو علی!" ابوحاتم نے کہا۔ "تم نے ایک اور بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔"

"اس وقتی کامیابی پر خوش ہونے کے بجائے ہمیں مستقبل کی فکر کرنی چاہیے۔" میں نے کہا۔

"اسے وقتی کامیابی تو نہ کہو۔" مسعود طلحہ بولا۔ "تم نے دُشمن کا منصوبہ اُلٹ پلٹ دیا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔"

"جانتے ہو کچھ دیر بعد اسرائیلی طیارے اس جہاز کی حفاظت کے لیے ہمارے سروں پر پہنچ جائیں گے؟" میں نے کہا۔

"یہ بات تو ہم سب کے ہی علم میں ہے۔" ابوحاتم نے کہا۔

"تمھیں یہ اندازہ بھی ہوگا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟" میں نے کہا

"میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" طلحہ اُلجھن آمیز لہجے میں بولا۔

"ابھی تو جہاز اُسی راستے پر سفر کر رہا ہے جو اس کا مقررہ راستہ ہے لیکن اگر ہم نے مسلسل اسی راستے پر سفر جاری رکھا تو کیا ہوگا؟"

"اوہ! میں سمجھ گیا۔" طلحہ اُچھل پڑا۔ "تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ اسرائیلی طیاروں کی وجہ سے ہم جہاز کا راستہ تبدیل نہیں کر سکیں گے؟"

"دیر سے سمجھے مگر ٹھیک سمجھے۔" میں مسکرایا۔

"بات تو واقعی تشویشناک ہے۔" ابوحاتم نے کہا۔

"اب اتنی زیادہ تشویشناک بھی نہیں ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"گویا تمھارے ذہن میں اس صورتِ حال کا کوئی توڑ موجود ہے؟" طلحہ نے پوچھا۔

"ہم ایک جنگی بحری جہاز پر سفر کر رہے ہیں۔ یہ کوئی عام جہاز نہیں ہے۔"

"اوہو!" طلحہ کی باچھیں کھل اُٹھیں۔ "گویا معرکہ ہوگا؟"

"اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"تو گویا اینٹی ایئر کرافٹ گنوں کا جائزہ لے لیا جائے۔" ابوحاتم نے کہا۔

"ظاہر ہے۔ یہی تو ہمارے کام کا ہتھیار ہیں۔" میں نے کہا۔

طلحہ اور ابوحاتم چند افراد کے ساتھ طیارہ شکن توپوں کا جائزہ لینے میں مشغول ہو گئے اور میں نے اولیو ہاورڈ کو جا گھیرا۔

"اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا تو تمھیں بہت دُکھ ہوگا؟" میں نے اس سے کہا

"کیا تم میرے زخموں پر نمک چھڑکنے آئے ہو؟"

"نہیں، میں تمھیں یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے کے لیے جو گڑھا کھودتا ہے اُس میں خود ہی گر جاتا ہے۔"

"میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں علی! مجھے اور پریشان مت کرو۔"

"مجھے معلوم ہے تم کبھی نہیں سُدھرو گے۔ تمھیں کوئی اچھی بات بتائی جائے تو وہ تمھیں ناگوار گزرتی ہے۔"

"تم جان بوجھ کر اس وقت ایسی باتیں کر رہے ہو جب میں ایک بہت بڑے صدمے سے دوچار ہوا ہوں۔"

"اوہو! بھلا میں بھی تو سنوں تمھیں کیا صدمہ پہنچا ہے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میرے تمام ساتھی میری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو گئے اور میں اُن کے لیے کچھ بھی نہ کر سکا۔"

"حیرت ہے اولیو ہاورڈ! حالانکہ جب تمھارے سامنے اُن کی ہلاکت کا منصوبہ رکھا گیا تھا تو تم نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا؟"

"وہ اور بات تھی۔ اُن کا مر جانا بہرحال میرے حق میں ہے لیکن میں نے طویل عرصے تک اُن کے ساتھ کام کیا ہے۔ میری اُن سے جذباتی وابستگی بھی تھی۔"

"خیر اب اُنھیں بھول جاؤ اور یہ بتاؤ کہ اسرائیلی طیارے کب تک پہنچ جائیں گے؟"

"میرا اندازہ ہے کہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر طیارے جہاز پر ہوں گے۔"

"اور اُن کی تعداد کیا ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"ایک وقت میں چار طیارے جہاز کی حفاظت کے لیے آئیں گے۔"

"اس مقصد کے لیے طیاروں کی کُل تعداد کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بارہ۔" اولیو ہاورڈ نے بتایا۔ "طیارے باری باری چار چار کی ٹکڑیوں میں جہاز پر پرواز کریں گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک وقت میں تمام طیاروں کو ٹھکانے لگانا ممکن نہیں ہوگا؟"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔ "تمھارے ارادے کیا ہیں؟"

"تم اتنے معصوم تو نہیں ہو اولیو ہاورڈ! نہ ہی میں نے کوئی بہت پیچیدہ بات کہی ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ ہم اُن طیاروں کو مار گرانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔" اولیو ہاورڈ نے تیزی سے کہا۔

"ہم ایک جنگی جہاز پر سفر کر رہے ہیں اولیو ہاورڈ! ہمیں بھلا ایسا کرنے سے کون روکے گا؟"

"اگر تم نے ایسی کوئی کوشش کی تو بے پناہ خطرات کو دعوت دو گے۔"

"تم اس کی پروا مت کرو۔ خطرات سے کھیلنا میری ہابی ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"یہ مت بھولو کہ تم اس وقت جس جہاز پر سفر کر رہے ہو اُس پر گولہ بارود کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"اگر اُنھوں نے جوابی کارروائی کر دی تو کیا ہوگا؟ گولے بارود کے ڈھیر میں جو آگ لگے گی اُسے کوئی بھی نہیں بجھا سکے گا۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر ہم اس کا موقع ہی نہیں آنے دیں گے۔ اسرائیلی طیاروں کو پہلے ہی مار گرایا جائے گا۔"

"اینٹی ایئر کرافٹ گن سے طیارہ مار گرانا آسان کام نہیں ہے۔ اور تمھیں تو بارہ طیارے گرانا ہوں گے۔"

"میں بھی جانتا ہوں کہ یہ کام کتنا مشکل ہے مگر ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ بھی تو نہیں ہے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو علی! محض اپنی اَنا کی خاطر تم دوسروں کی زندگیوں سے بھی کھیل رہے ہو۔"

"میں نہیں جانتا اَنا کس چڑیا کا نام ہے۔ میں تو ہر کام ضرورتاً کرنے کا عادی ہوں۔"

"مجھے بھی تو بتاؤ کہ آخر اُن طیاروں کو مار گرانے کی ایسی کون سی ضرورت پیش آ گئی ہے؟"

"یہ اسرائیلی جہاز ضرور ہے اولیو ہاورڈ مگر یہ اسرائیل نہیں جا رہا ہے۔ ہمیں اس کا راستہ تبدیل کرنا ہوگا جو طیاروں کی موجودگی میں ممکن نہیں ہوگا۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن جو طریقہ تم اختیار کرنے جا رہے ہو وہ کوئی یقینی طریقہ تو نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اگر تم کوئی یقینی طریقہ بتا سکو تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

اولیو ہاورڈ بغلیں جھانکنے لگا۔ کچھ دیر بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ہم لوگ جس قسم کی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں ان میں زندگیوں کی ضمانت تو کبھی بھی نہیں ہوتی۔ ہمیں اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لے کر گھومنا پڑتا ہے لیکن تمھارے ارادے سُن کر اس وقت میں اپنی زندگی کی طرف سے بالکل ہی مایوس ہو گیا ہوں۔ اگر کوئی طیارہ اس جہاز پر ایک بم بھی گرانے میں کامیاب ہو گیا تو بقیہ کام جہاز میں موجود گولہ بارود کی وجہ سے خود ہی ہو جائے گا۔"

اولیو ہاورڈ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مجھے خود بھی یقین نہیں تھا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں گا مگر میں خوفزدہ نہیں تھا۔ آزادیٔ فلسطین کے لیے کام کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرنے کا تصور اتنا خوش کُن تھا کہ کسی خطرے کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی تھی۔ صرف میرا نہیں میرے تمام ساتھیوں کا یہی حال تھا۔ ہم سب کے حوصلے بُلند تھے۔ ہم میں اور اولیو ہاورڈ میں یہی بنیادی فرق تھا۔

اُسے موت کا خوف تھا جبکہ ہمیں موت کی تمنا تھی۔

دفعتاً ابوحاتم اور مسعود طلحہ مجھے اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔

"کیا رہا؟" اُن کے قریب آنے پر میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"چاروں اینٹی ایئر کرافٹ گنیں بہترین حالت میں ہیں۔" ابوحاتم نے کہا۔

"بہت اچھے۔" میں مسکرایا۔ "اس کا مطلب ہے کہ قسمت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔"

"ہم نے چاروں گنوں پر بہترین نشانے باز متعین کر دیے ہیں اور وہ حرکت میں آنے کے لیے بے چین ہیں۔" طلحہ بولا۔

"علی یار خاں کو سمجھاؤ۔" اولیو ہاورڈ نے اچانک کہا۔ "اس کا یہ قدم ہم سب کے لیے تباہ کُن ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اطلاع کا شکریہ اولیو ہاورڈ۔" طلحہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تجربہ بتاتا ہے کہ علی یار خاں کے ہر اقدام سے ہمیشہ صرف یہودیوں اور یہودی نواز قوتوں کو ہی نقصان پہنچا ہے۔"

"وہ جدید ترین ساخت کے لڑاکا بمبار طیارے ہیں۔ اگر اُن میں سے ایک بھی بچ گیا اور جہاز پر ایک بم بھی گرانے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھو کہ اس جہاز میں موجود گولے بارود کے ذخیرے کی وجہ سے ہمارے جسموں کو چیتھڑوں میں تبدیل ہونے سے روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

"یہ بات تم علی کو خود کیوں نہیں سمجھاتے؟" ابوحاتم نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"میں نے بہت کوشش کی مگر علی کی سمجھ میں میری بات نہیں آئی۔" اولیو ہاورڈ نے بے بسی سے کہا۔

"تو تم ہمیں اس بات پر کیوں مجبور کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟" طلحہ نے کہا۔

"اس لیے کہ اسی میں ہم سب کی بقا ہے۔ جہاز پر کوئی تباہی آئی تو ہم میں سے ایک شخص بھی نہیں بچ سکے گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا

"علی ہمارا لیڈر ہے اولیو ہاورڈ! ہم تو فقط کارندے ہیں۔ ہمارا کام تو حکم بجا لانا ہے۔" ابوحاتم نے کہا۔ "اگر علی یار خاں کہے کہ جہاز سے سمندر میں چھلانگ لگا دو تو میں یہ ہرگز نہیں سوچوں گا کہ اس سے کیا فائدہ یا کیا نقصان ہوگا۔ میں تو بس سمندر میں کود پڑوں گا۔ اس یقین کے ساتھ کہ چونکہ لیڈر نے یہ حکم دیا ہے لہٰذا اس سے میری ذات کو تو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے لیکن جس مقصد کے لیے ہم کام کر رہے ہیں اُسے کوئی بڑا فائدہ ضرور پہنچے گا۔ اور کسی مقصد کے لیے کام کرنے والے ذاتی فائدے اور نقصان سے بالاتر ہوا کرتے ہیں اولیو ہاورڈ! ہمیں متاثر کرنے کی کوشش فضول ہے — ہمیں تو لیڈر کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اولیو ہاورڈ کا چہرہ اُتر گیا۔ اُسے اپنی جان کی بے حد فکر تھی۔ مگر جان بچتی نظر نہیں آتی تھی۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" طلحہ نے مجھ سے پوچھا۔

"فی الحال اپنے آدمیوں کو طیارہ شکن توپوں سے ہٹا دو۔" میں نے کہا۔

"کیا تم نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے؟" ابوحاتم نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "طیاروں کی کل تعداد چونکہ بارہ ہے اور وہ چار چار کی ٹکڑیوں میں باری باری جہاز پر پرواز کریں گے لہٰذا کوئی قدم اٹھانے سے قبل یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے کہ اُن کا طریقۂ کار کیا ہوگا تاکہ ہم یقینی کارروائی کر سکیں۔"

"تب تو اُن کو مار گرانا بہت مشکل ہوگا۔" طلحہ نے پریشان کُن لہجے میں کہا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے کہا۔ "ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔"

طلحہ اور ابوحاتم نے طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگوں کو ہٹا دیا اور اس کے فوراً بعد ہی فضا میں طیارے نمودار ہو گئے۔

"چلو اولیو ہاورڈ! طیارے ہم سے رابطہ قائم کریں گے۔ تم اُن سے بات کرو گے اور انھیں یہ احساس نہیں ہونے دو گے کہ جہاز کسی غیر معمولی صورتِ حال سے دوچار ہے۔" میں نے کہا۔

ہم دونوں جہاز کے ریڈیو روم میں پہنچ گئے۔ ریڈیو آپریٹر نے بتایا کہ طیاروں کی طرف سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں نے اولیو ہاورڈ کو اشارہ کیا اور وہ آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے قریب پہنچ گیا۔ ٹرانسمیٹر سے آواز آ رہی تھی: "ہیلو واٹ از سیگل، ہیلو واٹ از سیگل۔"

"یس سیگل اِٹ از سی وولف۔" اولیو ہاورڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔ "تم کون ہو؟"

"میں اسکواڈرن لیڈر لارسن ہوں جناب۔"

"اور میں اولیو ہاورڈ بات کر رہا ہوں، اس مشن کا انچارج۔"

"کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے جناب؟" اسکواڈرن لیڈر لارسن کی آواز آئی۔

"نہیں، ہمارا مشن کامیابی سے ہمکنار ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"میری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیے جناب! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔"

"ہم سب اسرائیل کے خادم ہیں۔ اس میں اعزاز کی کوئی بات نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"پھر بھی میری معلومات کے مطابق آپ موساد کے اعلیٰ عہدے دار ہیں۔ آپ کے ساتھ کام کرنا بہرحال اعزاز ہے۔"

"اس سے معلوم کرو کہ طیارے جہاز پر کس ترتیب سے پرواز کریں گے۔" میں نے سرگوشی میں اولیو ہاورڈ سے کہا۔

اولیو ہاورڈ نے میرا سوال دُہرا دیا۔

"تین طیارے جہاز پر رہیں گے جبکہ چوتھا طیارہ دور دور تک پرواز کر کے یہ دیکھتا رہے گا کہ کہیں کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے۔" اسکواڈرن لیڈر نے بتایا۔ "ڈیڑھ گھنٹے بعد دوسرے طیارے ہماری جگہ لے لیں گے اور ہم واپس چلے جائیں گے۔ اسی طرح ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹے کے دورانیے کے لیے طیاروں کا ہر گروپ جہاز کی حفاظت کے لیے فضا میں موجود رہے گا۔"

"تم اگلے طیاروں کے آنے کے بعد جاؤ گے یا اس درمیان کوئی وقفہ بھی ہوگا؟" اولیو ہاورڈ نے میرے کہنے پر پوچھا۔

"نہیں جناب، ہم ایک لمحے کے لیے بھی جہاز کو غیر محفوظ نہیں ہونے دیں گے۔ جب اگلے طیارے ہماری جگہ سنبھال لیں گے تبھی ہم واپس جائیں گے۔"

اولیو ہاورڈ نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا مگر میں نے سر کو نفی میں جنبش دے کر اُسے بتایا کہ اب مجھے کچھ اور نہیں پوچھنا۔

"ٹھیک ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "مشن بہت اہم ہے۔ تم لوگ ہر وقت مستعد رہنا۔ ایک لمحے کی غفلت بھی تباہی لا سکتی ہے۔"

"ہم سمجھتے ہیں جناب! آپ بالکل بے فکر رہیں۔"

اولیو ہاورڈ نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ "تم میری گفتگو سے مطمئن ہو؟" اولیو ہاورڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "آؤ اب عرشے پر چل کر ذرا طیاروں کی کارکردگی دیکھیں۔"

ہم عرشے پر آ گئے۔ تین طیارے جہاز کے اوپر تین مختلف سمتوں میں تھے۔ اُن کی بلندی اور رفتار بہت زیادہ نہیں تھی۔ وہ جہاز سے آگے نکل جاتے تھے اور پھر پلٹ کر عقب میں آ جاتے تھے۔ چوتھا طیارہ نسبتاً بلندی پر تھا۔ اُس کی رفتار بھی کافی تھی اور وہ جہاز سے بہت آگے نکل گیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ بہت دور فضا میں جہاز کی عقبی سمت میں نمودار ہوا۔ یہ وہی طیارہ تھا جسے فضا میں دور دور کا جائزہ لینا تھا۔

میں کافی دیر تک فضا میں طیاروں کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتا رہا۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ پہلے مرحلے میں ہم آٹھ طیاروں کو نشانہ بنائیں گے۔ اس نتیجے پر پہنچ کر میں نے طلحہ اور ابوحاتم کو بُلوا لیا۔

"تقریباً آدھے گھنٹے بعد دوسرے چار طیارے ان طیاروں کی جگہ لینے آ جائیں گے۔" میں نے اُن سے کہا۔ "اُس وقت چند منٹ کے لیے آٹھ طیارے ہماری زد میں ہوں گے۔ ہمیں اس

وقفے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُن پر حملہ کرنا ہوگا لیکن مشکل یہ ہے کہ چار طیارہ شکن توپوں کی موجودگی میں ایک وقت میں صرف چار ہی طیارے ہماری زد پر ہوں گے۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ پہلے کون سے چار طیاروں کو ٹھکانے لگائیں گے۔ نئے آنے والوں کو یا پہلے سے موجود طیاروں کو؟"

"پہلے ہم اُن طیاروں کو ٹھکانے لگائیں گے جو پہلے سے یہاں موجود ہیں۔" طلحہ نے کہا۔ "نئے آنے والوں سے بعد میں نمٹ لیں گے۔"

"ہمیں بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہے۔" میں نے کہا۔ "لہٰذا تم اس فیصلے کی کوئی وجہ بھی بتاؤ۔"

"ایک وجہ تو یہ ہے کہ پہلے سے جہاز کے نزدیک موجود ہونے کی وجہ سے یہ طیارے بہتر طور پر ہمارے نشانے پر ہوں گے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نئے آنے والے اُن طیاروں کو اچانک تباہ ہوتے دیکھ کر بوکھلا جائیں گے اور بوکھلائے ہوئے ہوا بازوں کے سنبھلنے سے قبل ہی ہم انھیں بھی ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے ابوحاتم کی طرف دیکھا۔

"طلحہ کی بات دل کو لگتی ہے۔" ابوحاتم نے مختصراً کہا۔

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔" میں نے کہا۔ "میرے خیال میں نئے آنے والے طیاروں کو پہلے گرانا ہوگا۔"

"اگر تمھارا یہ خیال ہے تو یوں ہی سہی۔" طلحہ نے بڑی فراخدلی سے جواب دیا۔

"یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔" میں نے طلحہ کو گھورا۔ "ہمیں ایک اہم فیصلہ کرنا ہے۔ آنکھ بند کر کے کام کرنے سے پورا مشن تباہ ہو سکتا ہے۔ تمھیں مجھ سے وجہ معلوم کیے بغیر مجھ سے متفق نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"ظاہر ہے تم نے فیصلہ کیا ہے تو کچھ سوچ کر ہی کیا ہوگا۔" طلحہ جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔

"نہیں۔" میں نے زور دے کر کہا۔ "فیصلہ مجھے تنہا نہیں کرنا۔ ہم سب مل کر بحث و تمحیص کے بعد اس فیصلے پر عمل کریں گے جو زیادہ بہتر ہوگا۔ ہر تجویز کی موافقت اور مخالفت میں جو دلیلیں دی جائیں اُن پر ہر زاویے سے غور کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہوگا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ابوحاتم بولا۔ "اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ زیادہ بہتر صورت ہے۔ لہٰذا اب تم بتاؤ کہ تم نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے؟"

"پہلے میں طلحہ کی دلیلوں پر تنقید کروں گا۔" میں نے کہا۔ "طلحہ کے کہنے کے مطابق نئے آنے والے طیارے پہلے سے موجود طیاروں کو تباہ ہوتے دیکھ کر بوکھلا جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اگر پہلے سے موجود طیارے نئے آنے والوں پر حملہ ہوتے اور انھیں تباہ ہوتے دیکھیں گے تو کیا وہ نہیں بوکھلا جائیں گے؟"

"ہاں، اس کا بھی امکان ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "لیکن۔۔۔"

"نہیں طلحہ! اس کا امکان نہیں ہے بلکہ یہ بات زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ ڈیڑھ گھنٹے سے یہاں موجود ہوں گے۔ ان کا لیڈر ہم سے بات کر چکا ہے اور ہم سے پوری طرح مطمئن ہے۔ یہ لوگ نئے آنے والوں پر حملہ ہوتے دیکھنے کے باوجود فوری طور پر ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے بلکہ زیادہ سے زیادہ وہ پہلے ہم سے رابطہ قائم کر کے ہمارے اس اقدام کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے بغیر وہ ہرگز ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔"

"بات معقول ہے۔" طلحہ نے کہا۔

"اس کے برعکس نئے آنے والے چونکہ نئے ہوں گے، انھیں کسی بات کا علم بھی نہیں ہوگا۔ جہاز پر کسی سے اُن کی بات بھی نہیں ہوئی ہوگی لہٰذا اُن کا بوکھلا جانا تو اپنی جگہ مسلّم مگر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ بوکھلاہٹ میں ہم پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کر بیٹھیں گے؟"

"کوئی ضمانت نہیں ہے۔" ابوحاتم نے کہا۔ "بلکہ میرے خیال میں تو وہ اضطراری طور پر جہاز پر حملہ کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

"اور ہم یہ خطرہ مول لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ کسی ایک بھی طیارے کو جہاز پر حملہ کرنے کا موقع دیں۔ وجہ وہی ہے کہ اگر جہاز پر ایک بھی بم گر گیا تو پھر اس جہاز کو تباہ ہونے سے کوئی بھی نہیں روک سکے گا۔"

"لہٰذا یہ بات طے ہو گئی کہ نئے آنے والوں پر پہلے حملہ کیا جائے گا۔" طلحہ نے کہا۔

"ابھی کوئی بات بھی طے نہیں ہوئی۔ ابھی تو ہم مختلف امکانات کا جائزہ لے رہے ہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "یہ مت بھولو کہ مختلف حالات میں مختلف لوگوں کا ردِّعمل مختلف ہوتا ہے۔ ہم کسی کے ردِّعمل کی گارنٹی تو نہیں دے سکتے۔"

"ہاں، یہ بات تو ہے۔" طلحہ نے بوکھلا کر کہا۔ وہ میرے لہجے کی خشکی سے گھبرا گیا تھا۔

مجھے ہنسی آ گئی۔ "یہ بھی تو ممکن ہے کہ جہاز پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرنے والے مسلسل کوششوں کے باوجود ناکام ہو جائیں۔" میں نے کہا۔ "اور جہاز کو کوئی بھی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ ممکن ہے اُن میں سے ایک آدھ تباہ بھی ہو جائے مگر سب تباہ نہ ہو سکیں۔ ایسی صورت میں بچ جانے والے ایک یا ایک سے زائد طیاروں کے ہوا بازوں کا کیا ردِّعمل ہوگا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دو ہی صورتیں ممکن ہیں" ابوحاتم نے کہا "یا تو وہ اپنی کوششیں جاری رکھیں گے یا فرار ہو جائیں گے"

"بالکل ٹھیک" میں نے کہا "یہی سب سے اہم نکتہ ہے کہ اگر کسی نے فرار ہونے کی کوشش کی تو کیا ہوگا؟"

"میں سمجھا نہیں کہ تم کیا واضح کرنا چاہتے ہو" طلحہ نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس کی دو صورتیں ہیں۔ یہ تو طے ہے کہ پہلے ہلّے میں ہم چار طیاروں کو تو بہ آسانی گرا لیں گے۔ اب اگر ہم نے نئے آنے والوں کو پہلے نشانہ بنا دیا تو فرار ہونے والوں کا تعلق پہلے سے موجود طیاروں میں سے ہوگا بصورتِ دیگر وہ نئے آنے والوں میں سے کوئی ہوگا"

"یہ تو ظاہر سی بات ہے" ابوحاتم نے کہا "مگر یہ بات اب بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کی کیا اہمیت ہے؟"

"ایندھن" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" طلحہ چونک پڑا۔

"تم لوگوں نے بنیادی چیز تو نظر انداز ہی کر دی۔ اور بنیادی چیز یہ ہے کہ فرار ہونے والے کے طیارے میں ایندھن کی پوزیشن کیا ہوگی؟"

"میں سمجھ گیا" ابوحاتم اُچھل پڑا "تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ اگر ہم نئے آنے والے طیاروں کو پہلے تباہ کر دیں تو بالفرض پہلے سے موجود طیاروں میں سے کسی نے فرار ہونے کی کوشش کی بھی تو کچھ دیر گزر جانے کے بعد ہی کرے گا اور یہ امکان موجود رہے گا کہ ایندھن کی کمی کے باعث وہ اپنے مستقر تک نہ پہنچنے پائے۔ جبکہ اگر پوزیشن برعکس ہوتی تو فرار ہونے والے کا تعلق نئے آنے والے طیاروں سے ہوگا اور اس کے پاس ایندھن کی فراوانی ہوگی"

"حد ہو گئی" طلحہ نے اپنے سر پر ہاتھ مارا "ہم نے کتنی اہم بات نظر انداز کر دی تھی"

"سوچنے کی عادت ڈالو طلحہ" میں نے نرمی سے کہا "کوئی بھی قدم اُٹھانے سے قبل اُس کے ہر پہلو کا جائزہ لو۔ سرسری طور پر کوئی فیصلہ کبھی مت کرو۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس طرح تم ہمیشہ ہی کامیاب ہوتے رہو گے لیکن یہ ضرور ہے کہ کامیابی کے امکانات بہت بڑھ جائیں گے"

"کاش تم ہمارے ساتھ مل کر کام کرتے" اولیو ہاورڈ نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"مجھ سے کچھ فرمایا؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"پہلی بار میں نے تمھیں کوئی عملی قدم اُٹھانے کے لیے منصوبہ بندی کرتے قریب سے دیکھا ہے۔ اس سے پہلے یہ اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ کبھی کبھی میں سوچتا تھا کہ شاید تمھاری کامیابیاں اتفاقات کی مرہونِ منت ہوتی ہیں لیکن آج میری رائے تبدیل ہو گئی" اولیو ہاورڈ کہہ رہا تھا "جو شخص اتنی زبردست قوتِ تجزیہ کا مالک ہو اور کوئی عملی قدم اُٹھانے سے قبل اتنی باریک بینی سے کسی منصوبے کے ایک ایک پہلو کا جائزہ لیتا ہو، اُسے مات دینا ناممکنات میں سے ہے"

"اس تعریف پر میں تمھارا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا ہاورڈ" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے رسماً تمھاری تعریف نہیں کی ہے علی بلکہ یہ حقیقت ہے کہ میں تم سے بے حد متاثر ہوا ہوں ورنہ ہرگز تعریف نہ کرتا"

"میرے الفاظ بھی رسمی نہیں تھے۔ میں تو شرمندہ ہو رہا ہوں۔ کیونکہ ابھی اس منصوبے کے کئی پہلو تشنہ رہ گئے ہیں۔ میں نے اُن پر بحث نہیں کی"

"نہیں" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ اُس کی حیرت دیدنی تھی "میں یقین سے کہتا ہوں کہ تم ہر پہلو کا جائزہ لے چکے ہو"

"بے شک میں نے ہر پہلو کا جائزہ لیا ہے" میں نے کہا "لیکن اُن میں سے چند ایسے ہیں جو زیرِ بحث نہیں آئے"

"اب اس منصوبے کا کون سا پہلو رہ گیا ہے؟" ابوحاتم نے پوچھا۔

"مجھے خوشی ہوتی اگر تم دونوں میں سے کوئی مزید امکانات زیرِ بحث لاتا" میں نے افسردگی سے کہا "لیکن خیر، فی الحال تو ہمیں اپنی تیاریاں مکمل کرنی ہیں۔ پہلے ان آٹھ طیاروں سے نمٹ لیں اُس کے بعد بات کریں گے"

"ہمیں بے حد شرمندگی ہے کہ ہم تمھاری توقعات پر پورے نہیں اُترے" طلحہ نے کہا۔

"شرمندہ ہونے سے کام نہیں چلے گا دوستو! غور کرنے کی عادت ڈالو۔ یقین کرو تمھیں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ تم بھی میری طرح ہر معاملے پر حاوی ہونے لگو گے"

"ہم کوشش کریں گے" طلحہ اور ابوحاتم نے بیک آواز کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب ہم اپنا لائحہ عمل طے کریں گے" میں نے کہا "طیاروں کی آمد کا وقت ہوا ہی چاہتا ہے۔ تم اپنے آدمیوں کو تیار رہنے کا حکم دے دو۔ جیسے ہی طیارے فضا میں نمودار ہوں گے تمھارے آدمی طیارہ شکن توپوں پر پوزیشن سنبھال لیں گے۔ ہر طیارہ شکن توپ کے نشانے پر نئے آنے والے طیاروں میں سے ایک طیارہ ہوگا۔ تم لوگ اس بات کو یقینی بناؤ گے کہ کہیں دو مختلف توپوں کی زد پر ایک ہی طیارہ نہ ہو۔ ہر آدمی الگ الگ طیاروں کو زد میں رکھے گا اور چاروں توپیں ایک ہی وقت میں گولے اُگلنا شروع کریں گی۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی توپ کے پہلے چل جانے کے باعث دوسرے طیاروں کو ہوشیار ہونے کا

موقع ملے۔۔۔"

"کہیں ان طیاروں کے ہوا باز ہمارے آدمیوں کو طیارہ شکن توپوں پر جاتے دیکھ کر نہ کھٹک جائیں؟" ابوحاتم نے کہا۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ جب طیاروں کی نئی کھیپ فضا میں نمودار ہو جائے اس وقت یہ لوگ اپنی پوزیشنیں سنبھالیں۔ یہ وہ وقت ہوگا جب چاروں طیاروں کے ہوا بازوں کی توجہ نئے آنے والے طیاروں کی طرف ہوگی۔ اُس وقت وہ عرشے پر ہونے والی غیر معمولی نقل و حرکت کو نہیں دیکھ سکیں گے"

"ٹھیک ہے" طلحہ نے کہا "اب یہ بھی بتا دو کہ چاروں طیارہ شکن توپیں ایک وقت میں کیسے حرکت میں آئیں گی؟"

"اس کا تعین میں خود کروں گا" میں نے کہا "میں یہاں عرشے پر موجود رہوں گا اور طیاروں پر نظر رکھوں گا۔ اس دوران ہر توپچی اپنے حصّے میں آنے والے طیارے کو مسلسل نشانے پر رکھے گا جیسے ہی میں دیکھوں گا کہ طیارے مناسب مقام پر آ گئے ہیں، میں پستول سے فائر کروں گا۔ فائر کی آواز سنتے ہی بیک وقت چاروں توپیں گولے اُگلنا شروع کر دیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ پہلے چار طیارے تو آنِ واحد میں شکار ہو جائیں گے لیکن توپچیوں کو برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیگر طیاروں پر بھی حملہ آور ہو جانا ہوگا۔ پہلے مرحلے کی طرح اس دوسرے مرحلے میں بھی یہ بات یقینی بنانا تم لوگوں کی ذمّے داری ہوگی کہ ہر طیارہ شکن توپ کی زد پر ایک علیحدہ طیارہ رہے۔ یاد رکھو، ہم کسی ایک طیارے کے بھی بچ نکلنے کا خطرہ مول نہیں لیں گے"

"ٹھیک ہے، ہم ابھی جا کر سارے انتظامات کر لیتے ہیں"

طلحہ اور ابوحاتم چلے گئے۔

"اس منصوبے میں اگر تم شریک نہ ہوتے تو سارا مزہ کرکرا ہو جاتا" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"اس پورے مشن میں بندوق چلانے کے لیے تم نے میرے ہی کندھے تو استعمال کیے ہیں"

"ظاہر ہے" میں مسکرایا "اب جبکہ ہم آخری مراحل میں داخل ہو رہے ہیں کہ تم اپنے کندھے بچانا چاہتے ہو؟"

"نہیں" اولیو ہاورڈ نے کہا "میں چاہوں بھی تو ایسا نہیں کر سکتا۔ بولو، مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"تم ریڈیو روم میں موجود رہو گے۔ اگر کوئی ہوا باز جہاز سے رابطہ قائم کرے تو تم اُسے باتوں میں اُلجھاؤ گے۔ سمجھ گئے؟"

"خوب اچھی طرح سمجھ گیا" اولیو ہاورڈ نے طویل سانس لی۔

"بس تو تم ریڈیو روم میں پہنچو۔ طیاروں کی آمد کا وقت ہوا ہی چاہتا ہے"

اولیو ہاورڈ مُردہ سے انداز میں چلتا ہوا عرشے سے رخصت ہو گیا اور میں نے دور اُفق پر نظریں جما دیں جہاں سے نئے آنے والے طیاروں کو نمودار ہونا تھا۔ جہاز کے اوپر موجود تینوں طیارے جہاز سے نزدیک تر موجود تھے جبکہ چوتھا طیارہ دور فضاؤں میں گشت کر رہا تھا۔

دفعتاً دور اُفق پر چار چمکدار نقطے نمودار ہوئے جو تیزی سے جہاز کی طرف آ رہے تھے۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ مجھے یقین تھا کہ چاروں طیارہ شکن توپوں پر متعین افراد بھی اپنے کام میں مصروف ہو گئے ہوں گے۔

چاروں طیارے تیزی سے قریب آ رہے تھے۔ اس دوران پہلے سے موجود طیاروں میں سے چوتھا طیارہ بھی جہاز سے نزدیک آ گیا تھا۔ میں پستول ہاتھ میں لیے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگا۔

چند ہی لمحوں کے اندر اندر وہ وقت آ گیا جس کا مجھے انتظار تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب آٹھوں طیارے یکجا ہو گئے تھے۔ میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پستول فضا میں بلند کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ پستول چلنے کی آواز سنتے ہی بیک وقت چاروں طیارہ شکن توپوں کے دہانوں سے درجنوں گولے نکل کر فضا میں منتشر ہو گئے۔ طیارہ شکن توپوں کی دھمک سے جہاز میں شدید ارتعاش پیدا ہوا تھا لیکن اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اہمیت تو اس بات کی تھی کہ پہلے ہی ہلّے میں شکار ہونے والے طیاروں کی تعداد چار نہیں بلکہ آٹھ تھی۔ آٹھوں طیارے قلابازیاں کھاتے ہوئے سمندر کی طرف گر رہے تھے۔ سارے ہی طیاروں سے آگ کی لپٹیں اُٹھتی دکھائی دے رہی تھیں۔ بدنصیب طیارے بہت آسان ہدف ثابت ہوئے تھے۔ اُن کے ہوا بازوں کو کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت تک نہیں مل سکی ہوگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آٹھوں طیارے سمندر کی سطح سے جا ٹکرائے۔

میرا دل خوشی سے بلیّوں اُچھلنے لگا۔ اتنی آسانی سے کامیابی حاصل ہونے کا تو میں نے تصوّر بھی نہیں کیا تھا۔ جہاز کے عملے کے افراد نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ اکبر کی بلند آواز سے جہاز دہل کر رہ گیا۔

مسعود طلحہ دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ "کامیابی مبارک ہو علی" اُس نے ہیجانی آواز میں کہا "یہ سب تمھارا کمال ہے"

"ہرگز نہیں طلحہ، یہ تو خدائے بزرگ و برتر کی رحمتِ خاص ہے جس کی وجہ سے ہم اتنی آسانی سے کامیاب ہو گئے ہیں" میں نے کہا۔

"بے شک" ابوحاتم کی بلند آواز سنائی دی "اگر اُس کا کرم شاملِ حال نہ ہوتا تو ہم لاچار بندے کچھ نہیں کر سکتے تھے"

اولیو ہاورڈ عرشے پر نمودار ہوا۔ اُس کی حالت کسی ہارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے جواری کی سی تھی۔ "مبارک ہو علی۔" اُس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "اچھا ہوا میں جہازوں کے گرنے کا دل خراش منظر دیکھنے کے لیے یہاں موجود نہیں تھا۔"

"مجھے افسوس ہے ہاورڈ! تمہیں شاید اپنا کردار ادا کرنے کا موقع نہیں ملا۔" میں نے کہا۔

"نہیں، کسی ہوا باز نے جہاز سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"انھیں اتنا موقع ہی نہیں ملا ہاورڈ! سب کچھ آناً فاناً ہو گیا۔"

"مجھے یقین تھا کہ یہی ہوگا۔ اگر ان لوگوں کو تم میسر نہ ہوتے علی تو صورتِ حال بالکل برعکس ہوتی۔"

"یہ تمہاری خام خیالی ہے اولیو ہاورڈ! میرے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"میں اولیو ہاورڈ سے اتفاق کرتا ہوں۔" طلحہ نے کہا۔ "علی نے جو کارنامے سرانجام دیے ہیں اُن کے باعث اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔"

"اس کی چھوٹی سی مثال تو یہی ہے کہ اسرائیل کے آٹھ جہاز کتنی کامیابی سے مار گرائے گئے۔" ابوحاتم بولا۔

"اس میں تو طیارہ شکن توپچیوں کے نشانوں کا کمال ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔" ابوحاتم بولا۔ "اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اتنے صحیح وقت پر فائر نہ کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری جگہ جو بھی ہوتا وہ جلد بازی کا مظاہرہ ضرور کرتا مگر تم نے کمال کر دیا۔ کتنے سکون سے آخری لمحے تک انتظار کیا۔ حالانکہ چار جہاز بہت پہلے سے ہماری زد پر تھے۔"

"اب اگلے مرحلے کی فکر کرو۔" میں نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب کیا بچا ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "ڈیڑھ گھنٹے بعد جب باقی ماندہ چار طیارے آئیں گے تو اُن کا بھی یہی حشر ہوگا۔"

"یہ تم سے کس نے کہا کہ بقیہ چار طیارے ڈیڑھ گھنٹے بعد آئیں گے؟" میں نے طلحہ کو گھورا۔

"کمال ہے!" طلحہ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "تم خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ ہر ڈیڑھ گھنٹے بعد طیاروں کے گروپ تبدیل ہوا کریں گے۔"

"میں نہیں کہہ رہا تھا بلکہ ان لوگوں کا پروگرام یہی تھا۔"

"جب ان کا پروگرام ہی یہی ہے تو کس بات کی فکر ہے؟"

طلحہ حیران تھا۔

"شاید خوشی کی وجہ سے تمہاری عقل خبط ہو گئی ہے۔" ابوحاتم نے نرمی سے کہا۔ "طیاروں کو پروگرام کے مطابق ڈیڑھ گھنٹے بعد ہی آنا تھا مگر جب طیاروں کا پہلا گروپ واپس نہیں پہنچے گا تو لامحالہ انھیں تشویش لاحق ہوگی اور وہ تفتیش کی غرض سے قبل از وقت ہی یہاں پہنچ جائیں گے۔"

طلحہ بے حد شرمندہ نظر آنے لگا۔ "مجھے افسوس ہے کہ اتنی سامنے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ دل چھوٹا نہ کرو اور اُن چار طیاروں سے نمٹنے کی تدبیر سوچو جو یہاں قبل از وقت ہی پہنچنے والے ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"توپچیوں کے حوصلے بہت بلند ہیں۔ اللہ نے چاہا تو اُن میں سے ایک بھی طیارہ بچ کر نہیں جا سکے گا۔" طلحہ بولا۔

"یعنی آنے والے طیاروں سے نمٹنے کے لیے صرف توپچیوں کے بلند حوصلے ہی کافی رہیں گے؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" طلحہ گڑبڑا گیا۔ "جنگ میں حوصلے کی بہت اہمیت ہوتی ہے پھر طیارہ شکن توپیں بہترین حالت میں ہیں۔ ہمارے پاس گولوں کی کمی بھی نہیں ہے۔ میں ابھی توپچیوں کو ہدایت دے دیتا ہوں کہ وہ کسی بھی لمحے طیاروں کا استقبال کرنے کے لیے تیار رہیں۔"

"بس؟" میں نے مایوسی سے کہا۔

"اور کیا چاہیے؟" طلحہ نے بوکھلا کر کہا۔

"تمہارے خیال میں آنے والے طیاروں کے ہوا باز پہلے ہوا بازوں کی طرح غافل ہوں گے؟"

"ہاں... مم... میرا مطلب ہے نہیں، وہ تو تفتیش کے لیے آئیں گے نا؟"

"لہٰذا ہوشیار ہوں گے اور ہمارے لیے آسان ہدف ثابت نہیں ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"بے شک ہوشیار ہوں گے مگر ہم انھیں بچ کر نہیں جانے دیں گے۔ آخر ہمارے پاس ہر طیارے کے لیے ایک طیارہ شکن توپ موجود ہے۔"

"میں شرطیہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر تم اس انداز میں سوچتے رہے تو چاروں طیارے بچ کر نکل جائیں گے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"پتا نہیں تمہارے ذہن میں کیا ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آرہا۔" طلحہ بولا۔

"وہ لوگ ہوشیار ہوں گے اور شاید میلوں دور سے دیکھ لیں گے کہ جہاز کی طیارہ شکن توپیں اُن کا شکار کرنے کے لیے پوری طرح مستعد ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے، اس کے باوجود بھی وہ تمہاری رینج میں آنے کی حماقت کے مرتکب ہوں گے؟"

"ہرگز نہیں۔" طلحہ نے آہستگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے وہ واپس جا کر اعلیٰ حکام کو مطلع کر دیں گے۔"

"بالکل درست۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "اب اس کا کوئی توڑ بھی سوچو۔"

"توڑ؟" طلحہ اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بولا پھر اچانک اُچھل پڑا۔ "جہاز پر ترپالیں موجود ہیں۔ ہم طیارہ شکن توپوں پر متعین افراد پر ترپالیں ڈال دیں گے۔ اس طرح وہ لوگ فضا سے نظر نہیں آئیں گے۔ پھر جیسے ہی طیارے نزدیک پہنچیں گے وہ لوگ ترپالیں ہٹا کر ان پر گولوں کی بارش کر دیں گے۔"

"ترپال والا آئیڈیا بہت شاندار ہے۔ اس طرف تو میرا ذہن بھی نہیں گیا تھا مگر ابھی اس منصوبے میں تشنگی ہے۔" میں نے کہا۔

"شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ لوگ پھر بھی جہاز کے قریب نہیں آئیں گے۔" ابوحاتم بولا۔

"قدرتی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "اُن کے آٹھ طیارے لاپتا ہیں۔ ظاہر ہے وہ حد سے زیادہ محتاط ہوں گے۔"

"تب تو ہمیں اس طرف سے مایوس ہو جانا چاہیے۔" طلحہ نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اُنھیں جہاز کے قریب بُلا کر شکار کریں گے۔"

"وہ کیسے؟" مسعود طلحہ اور ابوحاتم نے حیران ہو کر بہ یک آواز پوچھا۔

"اولیو ہاورڈ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" اُمِ لیلیٰ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ دور سے ہی رابطہ قائم کریں گے۔ اولیو ہاورڈ کی ذمے داری یہ ہوگی کہ انھیں مطمئن کرے۔"

"میں اُنھیں کیسے مطمئن کر سکوں گا؟" اولیو ہاورڈ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"بہت آسانی سے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم اُن سے اُن کے کوڈ نمبر پوچھو گے اور اُنھیں اُن کی بے پروائی پر سرزنش کرو گے۔"

"لیکن وہ تو خود مجھ سے اپنے گم شدہ طیاروں کے بارے میں استفسار کریں گے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"کیا یہاں کوئی طیارہ بھی آیا تھا؟" میں نے طلحہ اور ابوحاتم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"ہم نے تو نہیں دیکھا۔" دونوں کا مشترکہ جواب تھا۔

"سمجھ گئے اولیو ہاورڈ! تم بھی اُن سے یہی کہو گے کہ یہاں ایک بھی طیارہ نہیں پہنچا۔ تم اُنھیں دھمکی دو گے کہ اُن کی رپورٹ اسرائیل کے اعلیٰ حکام سے کرو گے۔ ظاہر ہے کہ اسرائیل کے لیے اس مشن کی بہت اہمیت ہے۔ اگر دُشمن کے طیارے جہاز پر حملہ کر دیں تو تمام لوگ اور سارا اسلحہ جہاز سمیت تباہ ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" اولیو ہاورڈ نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "میں یہ کام کر لوں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ اس جال میں پھنس جائیں گے لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ تم نے مجھے بڑے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر اُن میں سے ایک بھی ہوا باز بچ نکلا تو میں کہیں کا بھی نہیں رہوں گا۔ میری غداری کی کہانی عام ہو جائے گی اور جس قدر نقصان اب تک میری وجہ سے اسرائیل کو پہنچ چکا ہے اُس کے بعد میری کوئی بات بھی نہیں سُنی جائے گی۔ بہت ممکن ہے مجھے دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم جاری کر دیا جائے۔"

"یہ نہ بھولو اولیو ہاورڈ کہ ان چار طیاروں کی تباہی پر ہم سب کی ہی زندگیوں کا دار و مدار ہے۔" میں نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "لیکن میری ذلت تو شاید ہر صورت میں مقدر ہو چکی ہے۔"

"اگر چاروں طیارے تباہ ہو گئے تو تم پر کوئی آنچ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"یہ کہانی تمہاری یا تمہارے کسی ساتھی کی زبانی بھی تو عام ہو سکتی ہے۔" ہاورڈ نے کہا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔ "میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں کہ اس پورے قصے میں تمہارا نام نہیں آنے پائے گا۔"

"کبھی نہ کبھی تم کسی نہ کسی کو ضرور بتاؤ گے کہ تم نے اولیو ہاورڈ کو پہلے سی آئی اے سے نکلوایا اور اُس کے بعد موساد کے سربراہ کی حیثیت سے شکست دی۔"

"اپنے ذہن سے یہ خیال بالکل باہر نکال پھینکو۔" میں نے کہا۔ "میں یا میرا کوئی ساتھی کبھی اس معاملے میں تمہارا نام نہیں لے گا۔"

"کیا تمہاری یہ خواہش نہیں ہوگی کہ سی آئی اے کے بعد اب مجھے موساد سے بھی نکلوا دو؟"

"میری خواہش اس کے برعکس ہے۔ میں تمہیں موساد میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس سے مجھے بھی کچھ فائدے ہیں۔"

"کیا فائدے ہیں؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"یہ نہیں بتاؤں گا۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے ذہن سے یہ بوجھ اُتار پھینکو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے وعدے پر یقین کیے لیتا ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم اُن طیاروں کے ہوا بازوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو باتوں میں اُلجھا کر مطمئن کر دو گے اور جب وہ جہاز کے قریب آ جائیں گے تب اچانک ترپال پوش طیارہ شکن توپیں اپنی ترپالیں ہٹا دیں گے اور طیاروں کو نشانہ بنانے کی کوشش کریں گے۔"

"اس بار شاید ہمیں مشکل سے کامیابی ہو۔" ابوحاتم بولا۔ "ہوا باز بہرحال محتاط ہوں گے اس لیے چاروں طیارے ایک ساتھ شکار نہیں ہو سکیں گے۔"

"میں جانتا ہوں ابوحاتم۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن پہلے حملے میں اگر ایک طیارہ بھی گرا لیا گیا تو ہمارا کام خود بخود آسان ہو جائے گا۔"

"وہ کیسے؟" طلحہ نے پوچھا۔

"اس طرح کہ ہر طیارہ شکن توپ کے حصے میں ایک طیارہ ہو گا۔ جب ایک طیارہ گر جائے گا تو بقیہ تین طیاروں میں سے کسی ایک کے لیے توپوں کی تعداد دو ہو جائے گی۔ دو توپیں اگر کسی ایک طیارے کے پیچھے پڑ جائیں تو اُس کا بچنا محال ہو جاتا ہے۔ جب دو طیارے گر جائیں گے تو بقیہ دو میں سے ہر ایک کے پیچھے دو توپیں لگی ہوئی ہوں گی اور وہ بہت آسانی سے مارے جائیں گے۔ بس خیال یہ رکھنا ہو گا کہ دو طیارے گرنے کے بعد کہیں سارے توپچی ایک ہی طیارے کے پیچھے نہ پڑ جائیں۔ اُن کے پاس ایسی ہدایات ہونی چاہئیں جن کے تحت ہر توپچی کو یہ معلوم ہو کہ کس اسٹیج پر اُسے کس طیارے کو نشانہ بنانا ہو گا۔"

"اس طرف سے بے فکر رہو۔" ابوحاتم نے کہا۔ "ہم طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگوں کو مکمل ہدایات دے دیں گے۔"

"اس کے علاوہ طیاروں کے ہوا بازوں کی توجہ مبذول کرانے کے لیے عملے کے زیادہ تر لوگ عرشے پر موجود ہوں گے۔ طیارے جہاز سے قریب آنے لگیں گے تو وہ سب مل کر طیاروں کی طرف دیکھتے ہوئے خیر مقدمی انداز میں ہاتھ ہلائیں گے۔ انداز ایسا ہو گا جیسے سب لوگ طیاروں کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں۔ اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ ہوا باز ایک تو جہاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ انھیں طیارہ شکن توپوں کی طرف دیکھنے کی مہلت نہیں ملے گی۔ اس دوران طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگ ترپالوں سے باہر آ جائیں گے اور تیزی سے طیاروں کو زد پہ لیں گے۔ پہلے کی طرح اس بار بھی چاروں توپیں ایک ساتھ حرکت میں آئیں گی اور اس بار بھی پہلے ہی کی طرح وہ میری طرف سے پستول کے فائر کا انتظار کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ عمدہ منصوبہ ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "تمام لوگوں تک تمہاری ہدایات پہنچا دی جائیں گی۔"

"میرے ذہن میں ایک خلش ہے۔" ابوحاتم بولا۔ "جب بارہ کے بارہ طیارے اپنے مستقر تک واپس نہیں پہنچیں گے تو کیا وہ لوگ تشویش میں مبتلا ہو کر کوئی اور کارروائی نہیں کریں گے؟"

"شکر ہے تمھیں اس چیز کا خیال تو آیا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ بات شروع سے ہی میرے ذہن میں موجود ہے لیکن میں اس طرف سے زیادہ فکر مند اس لیے نہیں ہوں کہ ان لوگوں کی طرف سے فوراً ہی کوئی کارروائی نہیں ہو سکے گی۔ اس میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگے گا۔ اور اب تھوڑی دیر بعد رات ہونے والی ہے۔ باقی ماندہ چار طیاروں سے نمٹنے کے فوراً بعد جہاز کا راستہ تبدیل کر دیا جائے گا۔ اسرائیلی حکام زیادہ سے زیادہ یہی کریں گے کہ جہاز کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے جو رات کے اندھیرے میں اُن کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔ ہمارا سفر زیادہ طویل تو ہے نہیں۔ صبح ہونے سے قبل ہی ہم اپنی منزل تک پہنچ چکے ہوں گے اور وہ لوگ جھک مارتے رہ جائیں گے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ابوحاتم نے کہا۔ "اب میں مطمئن ہو گیا۔"

"ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔" میں نے کہا۔ "اب تم لوگ جاؤ اور تمام انتظامات مکمل کر لو۔"

سعود طلحہ اور ابوحاتم چلے گئے۔ اولیو ہاورڈ کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو اولیو ہاورڈ؟" میں نے کہا۔

اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔ "تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔" اُس نے کہا۔ "ماضی میں تمہارے ساتھ رعایت برت کے میں نے بھیانک غلطی کی ہے۔ اگر صرف تمھیں ختم کر دیا جائے تو عربوں کی قوت آدھی رہ جائے گی۔"

"تو اب کیا ارادہ ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا علی یار خاں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر تم نے مجھے آزاد کر دیا اور نکی ہاورڈ کو بھی رہا کر دیا تو آئندہ میں تمھیں کوئی رعایت نہیں دوں گا۔ پہلا موقع ملتے ہی میں تمہارا خاتمہ کر دوں گا۔ تم جیسے خطرناک شخص کو کوئی رعایت دینا اسرائیلی مفادات سے غداری کے مترادف ہے۔"

"میں تمہاری صاف گوئی سے بہت خوش ہوا ہوں ۔۔۔ ہاورڈ۔ یقین کرو کہ اس صاف گوئی کے باوجود میں اپنے ہر وعدے کا پاس کروں گا۔ یہ مشن مکمل ہو لینے دو، وعدے کے مطابق تمھیں کوئی بھی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیا جائے گا۔ نکی کو بھی میں رہا کر دوں گا۔ یہ تو ایک اٹل حقیقت ہے کہ ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور یہ دشمنی کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ ہم دونوں اپنی اقوام کے مفادات کی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ہمیں ایک دوسرے سے یہ توقع رکھنی بھی نہیں چاہیے کہ ہم

میں سے کوئی بھی دوسرے فریق کے ساتھ کوئی رعایت روا رکھے گا۔"

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو پھر تم مجھے زندہ کیوں چھوڑ دو گے؟ اس لحاظ سے تو تمھیں چاہیے کہ مجھے ہلاک کر دو۔"

"یہ میرے ذاتی اصول کی بات ہے۔ چونکہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ تمھیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا لہٰذا میں خود کو وعدہ نبھانے کا پابند تصور کرتا ہوں۔"

"کاش کوئی ایسی صورت ممکن ہوتی کہ تم میرے ساتھ مل کر کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے۔" اولیو ہاورڈ نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو اولیو ہاورڈ! اور اب میرے ساتھ ریڈیو روم میں چلو۔ طیارے کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

"لیکن تمھیں تو اس دوران عرشے پر موجود رہنا ہو گا۔ کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟"

"طیارے آسانی سے جہاز کے قریب نہیں آئیں گے۔" میں نے کہا۔ "میں وہ گفتگو سننا چاہتا ہوں جو تمہارے اور ہوا بازوں کے درمیان ہو گی۔ رہی عرشے پر میری موجودگی کی بات تو تم اُس کی طرف سے بے فکر رہو۔ میں معینہ وقت تک عرشے پر پہنچ جاؤں گا۔"

میں اولیو ہاورڈ کو لے کر ریڈیو روم میں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے میں نے متعلقہ لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ طیاروں کے فضا میں نمودار ہونے کے بعد ہر لمحے مجھے اُن کی پوزیشنوں سے آگاہ رکھا جائے۔

ہمیں ریڈیو روم میں پہنچے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہونا شروع ہو گئے۔

"ہیلو ایٹ ازسی گل، ہیلو ایٹ ازسی گل ۔۔۔" ٹرانسمیٹر سے مسلسل آواز آ رہی تھی۔

"لو تمہارے سمندری پرندے آ گئے۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔ "اب ان سے تم ہی نمٹو۔"

اولیو ہاورڈ بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے نزدیک پہنچ گیا۔ "ہیلو سی گل ایٹ ازسی وولف۔" اُس نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "تم لوگ کہاں رہ گئے تھے؟"

"پہلے اپنا کوڈ نمبر دہراؤ پھر کسی سوال کا جواب ملے گا۔" دوسری جانب سے کہا گیا۔

"کرنل ریڈمون۔" اولیو ہاورڈ غرایا۔ "اب میں تم سے بھی یہی مطالبہ کرتا ہوں۔"

"وی آر اسکواڈرن تھرٹی سر۔" اس بار آواز حیرت انگیز طور پر مؤدبانہ تھی۔ "آپریشن آرس کڈنیپ۔"

"ٹھیک ہے، میں مطمئن ہو گیا لیکن ہم ڈھائی گھنٹے سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ جہاز کے عملے میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ میں اعلیٰ حکام سے تمہاری رپورٹ کروں گا اور تم سب کو ملازمتوں سے برطرف کر دینے کی سفارش کروں گا۔" اولیو ہاورڈ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہماری کوئی غلطی نہیں ہے سر۔" بوکھلائی ہوئی آواز آئی۔ "کیا یہاں کوئی طیارہ نہیں پہنچا؟"

"میں تم سے اور کیا کہہ رہا ہوں۔" ہاورڈ غرایا۔ "پچھلے ڈھائی گھنٹے سے ہم تمہارے انتظار میں سولی پہ لٹکے ہوئے ہیں۔"

"لیکن سر وہاں سے تو طیاروں کے دو گروپ روانہ ہو چکے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ اگر طیارے روانہ ہوئے ہوتے تو یہاں ضرور پہنچے ہوتے۔"

"ہم انھی طیاروں کی تلاش میں یہاں آئے تھے جناب لیکن آپ یہ حیرت انگیز خبر سنا رہے ہیں۔"

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تب تو یہ بڑی تشویش ناک بات ہے۔" اولیو ہاورڈ نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں جناب! اور دوسرے گروپ کی روانگی کے بعد جب پہلا گروپ واپس نہیں پہنچا تو ہمیں تشویش ہوئی اور ہم دریافتِ حال کی غرض سے قبل از وقت ہی ادھر چلے آئے۔ اب سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کیا جائے؟"

"تم اپنے گروپ کے ساتھ جہاز پر پرواز کرو۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "یہ بہت اہم ہے۔ اس دوران میں وائرلیس پر اسرائیلی حکام کو صورتِ حال سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

اس مرحلے پر مجھے اطلاع ملی کہ طیارے جہاز کی طرف آ رہے ہیں۔ میں نے فوری طور پر اولیو ہاورڈ کو چھوڑا اور ریڈیو روم سے نکل کر عرشے کی طرف دوڑ پڑا۔

عرشے پر میری ہدایت کے مطابق عملے کے بہت سے افراد جمع تھے اور قریب آتے ہوئے طیاروں کی جانب دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے تھے۔ چاروں طیارے نیچی پرواز کر رہے تھے۔ میں نے طیارہ شکن توپوں کی طرف دیکھا۔ اُن پر متعین لوگ ترپالوں میں پوشیدہ تھے۔

چاروں طیارے پرواز کرتے ہوئے جہاز کے اوپر سے گزر گئے۔ اُن کے جہاز سے آگے نکلتے ہی طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگوں نے اپنے اوپر سے ترپالیں اُتار پھینکیں اور طیارہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شکن توپوں کو حرکت دینے میں مصروف ہو گئے۔ وہ طیاروں کے نشانے لے رہے تھے۔ میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور طیاروں کی طرف متوجہ ہو گیا جو ایک طویل چکر کاٹنے کے بعد دوبارہ جہاز کی طرف آ رہے تھے۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

ابھی طیارے جہاز سے خاصے فاصلے پر تھے کہ دفعتاً انھوں نے اوپر کی جانب اُٹھنا شروع کر دیا۔ اُن کی بلندی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ میں یہ تو نہیں سمجھ سکا کہ اُن کا مقصد کیا ہے لیکن یہ بات واضح تھی کہ طیاروں کی بلندی جتنی زیادہ ہوتی، طیارہ شکن توپوں کے لیے اُنھیں گرانا اتنا ہی دُشوار ہوتا چلا جاتا۔

میں نے سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع کیے بغیر پستول سے فائر کر دیا اور اُس کے ساتھ ہی چاروں طیارہ شکن توپیں گرجنے لگیں۔ فضا میں سرخ چمکدار گولوں کی دھواں اُڑاتی لکیریں بچھ گئیں۔ میری نگاہیں چاروں طیاروں پر جمی تھیں جو بڑی تیزی سے دائیں بائیں ہٹ رہے تھے۔ پھر فوراً ہی میں نے اُن میں سے ایک طیارے سے دُھواں اُٹھتے دیکھا اور طیارہ فضا میں قلابازیاں کھانے لگا۔ عرشے پر موجود لوگوں نے نعرے لگا کر خوشی کا اظہار کیا۔

تینوں طیارے مختلف سمتوں میں فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے مگر اُن کی بد قسمتی یہ تھی کہ اُن پر مسلسل طیارہ شکن توپوں کے گولوں کی بارش ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ ہموار پرواز نہیں کر پا رہے تھے۔ چند ہی لمحوں کے اندر اندر دوسرے طیارے کو بھی مار گرایا گیا۔

اب فضا میں فقط دو طیارے رہ گئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ ان طیاروں کے ہوا باز صد درجہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو چکے ہوں گے، اس لیے کہ وہ اب تک جہاز سے دور نہیں نکل پائے تھے۔ وہ کسی ایک سمت میں پرواز نہیں کر رہے تھے۔ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ ہر طرف تو اُن کی راہ میں طیارہ شکن توپیں حائل تھیں اور اب تو ایک طیارے پر دو دو توپیں گولے برسا رہی تھیں۔ میں واضح طور پر دیکھ رہا تھا کہ ایک توپ طیارے کے آگے گولے برسا کر اُسے آگے بڑھنے سے روک رہی تھی اور دوسری طیارہ شکن توپ طیارے کو نشانہ بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

چند ہی منٹ کے اندر اندر یہ فیصلہ کُن مرحلہ بھی اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ دونوں طیاروں کو کامیابی سے ہٹ کر لیا گیا اور اس جھنجٹ سے ہماری جان چھوٹ گئی۔

مسعود طلحہ اور ابو حاتم طیارے تباہ ہونے کے فوراً بعد عرشے پر نمودار ہوئے۔

"اب تو ہماری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی" طلحہ نے آتے ہی کہا۔

"ہاں!" میں نے کہا "جہاز کے کپتان سے کہو کر فوراً جہاز کا راستہ تبدیل کر دے۔"

"ہم نے پہلے ہی اُسے ہدایت کر دی تھی کہ طیارے تباہ ہوتے ہی جہاز کا رُخ بدل دے۔" ابو حاتم نے کہا "اس وقت وہ اسی کام میں مصروف ہوگا۔"

"لو اولیو ہاورڈ بھی آ گیا!" میں نے کہا "اس بار اس کے ساتھ جتنی زیادتی ہوئی ہے اُس کے پیشِ نظر مجھے اس سے ہمدردی ہو چلی ہے۔"

"درندے کسی حال میں بھی ہمدردی کے مستحق نہیں ہوتے۔" ابو حاتم نے کہا۔

میں ابو حاتم کو کوئی جواب نہ دے سکا کیونکہ اولیو ہاورڈ نزدیک پہنچ چکا تھا۔

"مجھے بقیہ چار طیاروں کی تباہی کی خبر بھی مل چکی ہے۔" اُس نے آتے ہی کہا۔

"ہماری یہ کامیابی تمھارے تعاون کی رہینِ منت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا "تمھارے تعاون کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔"

"اس بات پر میرا ضمیر مجھے ہمیشہ کچوکے لگاتا رہے گا۔" اولیو ہاورڈ نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تمھیں آرام کی ضرورت ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے ہمدردی سے کہا "جاؤ، نیچے کیبن میں جا کر آرام کر لو۔"

"اب میرے مقدر میں آرام کہاں، اسرائیل کے اتنے بے گناہ لوگوں کا خون میری گردن پر ہے کہ شاید اب میں کبھی سکون کی نیند نہیں سو سکوں گا۔"

"میرے ساتھ چلو اولیو ہاورڈ۔" میں نے نرمی سے اُسے بازو سے پکڑ کر کہا "میں تمھیں نیند کی گولی دوں گا۔ تمھیں پُرسکون نیند کی ضرورت ہے۔"

میں اولیو ہاورڈ کو اُس کے لیے مخصوص کیبن تک لایا اور اُسے اپنے سامنے نیند کی گولی کھلوائی اور اُس وقت تک اُس کے پاس ہی بیٹھا رہا جب تک کہ وہ گہری نیند نہیں سو گیا۔ وہ بہت بجھا بجھا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اُس وقت ہمدردی کا مستحق بھی تھا۔ میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور تھا کہ وہ آہنی اعصاب کا مالک ہے، اُس کی جگہ کسی اور کو اپنی مرضی کے خلاف اتنے بڑے بڑے کام کرنے پڑتے تو یقیناً وہ پاگل ہو گیا ہوتا۔

اولیو ہاورڈ کے کیبن سے نکل کر میں طلحہ اور ابو حاتم کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں مجھے ایک کیبن میں ملے۔ میں اُن کے مقابل والی دیوار گیر نشست پر بیٹھ گیا۔ "کیا مذاکرات ہو رہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ جب ایک اجنبی جنگی جہاز اُس عرب ملک کی سمندری سرحد میں داخل ہوگا تو کیا ہوگا؟" طلحہ نے کہا۔

"تمھی لوگ اُنھیں مطمئن کرو گے۔" میں نے کہا "کیا خیال ہے ہم کب تک وہاں پہنچ جائیں گے؟"

"صبح پانچ بجے کے قریب ہم اُس ملک کی سمندری حدود میں داخل ہو چکے ہوں گے۔" ابو حاتم نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ اُمید تو یہی ہے کہ اب ہمیں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن احتیاط ضروری ہے۔ ہم رات بھر جاگتے رہیں گے۔" میں نے کہا۔

"ہمارا بھی یہی خیال تھا۔" ابو حاتم بولا "کچھ لوگ رات بھر باری باری جاگتے رہیں گے تاکہ کسی بھی ہنگامی صورتِ حال کا مقابلہ کیا جا سکے۔"

لیکن ہمیں کسی ہنگامی صورتِ حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور پوری رات سکون سے گزر گئی۔

صبح پانچ بجے کے قریب جب ہمارا جہاز اُس ملک کی سمندری حدود میں داخل ہوا تو ہمارے جہاز کا ٹرانسمیٹر جاگ اُٹھا۔

"ہیلو، تم کون ہو اور بلا اجازت ہمارے ملک کی حدود میں کیوں داخل ہوئے ہو۔ تم اجنبی ہو اور اگر تم نے اپنی شناخت نہ کرائی تو تمھارا جہاز تباہ کر دیا جائے گا۔ ہیلو تم کون ہو؟ تمھیں وارننگ دی جاتی ہے کہ فوراً اپنی شناخت کراؤ ورنہ تمھیں تباہ کر دیا جائے گا۔"

اس موقع پر مسعود طلحہ نے اُن لوگوں سے بات کی اور اُنھیں اس بات پر رضامند کر لیا کہ ہم اُن کے اعلیٰ حکّام کو اپنی شناخت کرا دیں گے۔

ملگجی روشنی میں ہم اپنے جہاز کے اطراف میں اُن کے چار فریگیٹ دیکھ سکتے تھے جنھوں نے پوری طرح ہمیں گھیرے میں لے رکھا تھا۔ میں اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ لوگ پوری طرح مستعد ہیں۔ جہاز کے آلات ایک آبدوز کی بھی نشاندہی کر رہے تھے۔ میں مطمئن ہو گیا۔ اس ملک کی بحری قوّت خاصی مستحکم معلوم ہو رہی تھی۔

ہمارے سفر کا اختتام ایک ایسی بندرگاہ پر ہوا جو خالصتاً فوجی مقاصد کے استعمال کے لیے مخصوص تھی۔ بندرگاہ پر اعلیٰ فوجی اور سول حکّام کی خاصی بڑی تعداد موجود تھی۔ طلحہ اور ابو حاتم کے لیے اُنھیں مطمئن کرنا بہت آسان کام ثابت ہوا لیکن اُن سب کے چہرے پر ناقابلِ بیان حیرت کے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

"یہ علی یار خاں ہیں۔" طلحہ نے اُن سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا "تنظیم آزادیٔ فلسطین کے لیے انھوں نے بے شمار کارنامے سر انجام دیے ہیں اور اگر یہ نہ ہوتے تو یہ سارا اسلحہ اسرائیل پہنچ گیا ہوتا۔ اس کے علاوہ ہم میں سے ایک بھی فرد زندہ نہ بچ پاتا۔"

اُن لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے میرا خیر مقدم کیا اور پھر ہمیں بڑے احترام سے ایک رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ اولیو ہاورڈ کو میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا اور اُس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔

اُسی روز شام کو ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں حکومت کے اہم عہدے دار موجود تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ لائٹ آف کرونل کو اسلحے کی وصولیابی کا پیغام بھیج دیا گیا ہے۔ جہاز کی تبدیلی کے بارے میں اُنھیں کچھ نہیں بتایا گیا۔ اسی میٹنگ میں طلحہ اور ابو حاتم سے کہا گیا کہ وہ اس مہم کی تفصیلات سے تمام لوگوں کو آگاہ کریں۔

طلحہ اور ابو حاتم نے اپنے اغوا سے لے کر طیاروں کی تباہی اور پھر جہاز کی یہاں آمد تک کی تمام باتیں بڑی تفصیل سے بیان کیں۔ تمام لوگوں کے چہروں پہ بے یقینی کے تاثرات تھے اور سب کی نگاہیں بار بار میری جانب اُٹھ جاتی تھیں۔ میری ہدایت کے مطابق اولیو ہاورڈ کے تذکرے سے گریز کیا گیا تھا۔

میٹنگ کے اختتام پہ مجھے اُس ملک کی شہریت پیش کی گئی اور اس کے بعد میٹنگ برخاست ہو گئی۔

ان ہنگاموں سے ذرا فرصت ملی تو میرے دل میں پھر وہی میٹھی سی کسک جاگ اُٹھی جس میں ایک عجیب سی لذّت ہوتی تھی۔ جب تک میں مصروف رہا... تہذیب ما لکم ایکس ...... کا خیال تک نہیں آیا تھا لیکن اب یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تہذیب کے بغیر میری دُنیا ہی تاریک ہو گئی ہو۔ مجھے تشویش تھی کہ خدا جانے وہ کہاں ہوگی؟

اب پہلی فرصت میں مجھے گوٹے ہل پہنچنا تھا اور وعدے کے مطابق نکی ہاورڈ کو اولیو ہاورڈ کے حوالے کرنا تھا۔ وہیں میری ملاقات تارینا ہارڈ ونے سے ہو سکتی تھی جس کے متعلق مجھے معلوم تھا کہ اُس نے میری خاطر تہذیب ما لکم ایکس کی تلاش میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہوگی۔ ہر چند کہ مجھے اپنا مشن

Shaheen Library
SAHIWAL

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تہذیب ما لکم ایکس سے کہیں زیادہ عزیز تھا لیکن اس کے باوجود جی چاہتا تھا کہ عرصے سے بچھڑی ہوئی تہذیب کے ساتھ بھی کچھ وقت گزاروں اور اس دوران کسی اور جھنجھٹ میں نہ اُلجھوں۔ اور کچھ نہیں تو اُس کی نشاندہی تو ہو۔ یہ تو معلوم ہو کہ وہ ہے کہاں؟

کچھ دیر بعد طلحہ اور ابو حاتم میرے کمرے میں پہنچ گئے۔ طلحہ مسکرا رہا تھا: "اب کیا ارادے ہیں علی؟" اُس نے کہا: "یہاں کی ہی شہریت اختیار کرو گے یا کہیں اور جاؤ گے؟"

"کسی ایک جگہ مستقل رہائش کا تو میری زندگی سے تصوّر تک خارج ہو چکا ہے!" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا: "اب یہاں سے گوٹے ہل جانے کا ارادہ ہے تاکہ بی ہاورڈ کو اولیو ہاورڈ کے حوالے کر کے اپنا وعدہ پورا کر دوں۔"

"اولیو ہاورڈ تمھارا بدترین دُشمن ہے!" مسعود طلحہ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہاں ہے!" میری پیشانی شکن آلود ہو گئی: "لیکن اس بات سے تمھارا کیا مقصد ہے؟"

"اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا!" طلحہ کی آواز سرگوشی میں تبدیل ہو گئی: "اُسے ٹھکانے لگا کر ہمیشہ کے لیے اُس سے جان چھڑا لو!"

"یہ تم کہہ رہے ہو طلحہ!" میں نے حیرت سے کہا: "مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا!"

"میں تو صرف پوچھ رہا ہوں!" طلحہ نے جلدی سے کہا۔ "دراصل میں نے کسی سے شرط لگا لی ہے!"

"اس بات پر شرط لگائی ہے کہ میں اولیو ہاورڈ کو چھوڑوں گا یا نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، اسی بات پر شرط لگائی ہے!" طلحہ بولا۔

"تم نے اس شرط میں کیا دعویٰ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اگر یہ بات میں نے تمھیں پہلے بتا دی تو یہ ناؤل ہو گا!"

"مجھے حیرت ہے طلحہ کہ تم مجھ سے اس قدر واقف ہونے کے باوجود مجھ پر کوئی ایسی شرط بھی لگا سکتے ہو جس میں تمھارے ہارنے کا خدشہ ہو!"

"مجھے دو ٹوک الفاظ میں بتاؤ، یہ تو بعد میں پتا چلے گا کہ میں نے کیا شرط لگائی ہے!"

"وعدہ پورا کرنا میرا ایمان ہے طلحہ! میں نے اولیو ہاورڈ سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کروں گا!"

"آداب عرض کرتا ہوں جناب ابو حاتم!" طلحہ نے قدرے خم ہو کر کہا: "آپ شرط ہار گئے۔ ایک ہزار ریال کی رقم میرے حوالے کر دیجیے!"

"میں اس کا پابند ہوں طلحہ!" ابو حاتم نے مسکراتے ہوئے کہا: "بے فکر رہو، ایک ہزار ریال کی رقم تمھاری ہوئی!"

"او ہو! تم دونوں آپس میں ہی شرط لگا بیٹھے تھے!"

"ہاں، ابو حاتم اس بات پر مُصر تھے کہ علی یار خان اولیو ہاورڈ کو کبھی رہا نہیں کریں گے!" طلحہ نے کہا۔

مجھے ہنسی آ گئی لیکن میں نے اُن سے مزید کچھ نہیں کہا۔

"تو تمھیں اب یہاں سے گوٹے ہل روانگی کے انتظامات کرنا ہوں گے؟" ابو حاتم نے پوچھا۔

"میں تو فی الحال گوٹے ہل ہی جاؤں گا اور تم لوگ ظاہر ہے لائن آف کروزل کا رُخ کرو گے۔ مجھے تو ابھی جب کہ تہذیب مالکم ایکس کو بھی تلاش کرنا ہو گا!"

"کیا اس سلسلے میں اولیو ہاورڈ تمھاری مدد نہیں کر سکتا؟" طلحہ نے پوچھا۔

"میں تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اب تہذیب اُس کے قبضے میں نہیں ہے اور وہ خود بھی نہیں جانتا کہ تہذیب مالکم ایکس اب کہاں ہو گی؟"

ابھی ہم لوگ باتیں کر ہی رہے تھے کہ کمرے کے باہر راہداری میں وزنی بوٹوں کی آوازیں سنائی دیں اور کچھ ہلچل سی محسوس ہوئی۔ ہم چونک کر صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے کمرے سے باہر نکلے۔ راہداری میں کچھ فوجی نظر آئے۔ ابھی ہم کچھ سمجھنے بھی نہ پائے تھے کہ اُس کمرے کا دروازہ کھلا جس میں اولیو ہاورڈ مقیم تھا۔ کمرے سے ایک کرنل باہر نکلتا نظر آیا۔ اُس کے عقب میں اولیو ہاورڈ تھا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دی گئی تھیں۔ کرنل نے ہمیں دیکھا تو لپکتا ہوا ہماری طرف آیا۔

"میں معذرت خواہ ہوں حضرات!" اُس نے کہا: "اصولاً تو مجھے پہلے آپ کے پاس آنا چاہیے تھا لیکن حفظِ ماتقدم کے طور پر میں نے پہلے یہ کارروائی مکمل کر لی۔ اب آپ پر یہ انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کا نام اولیو ہاورڈ ہے۔ سی آئی اے کا ایک سابق عہدے دار اور موجودہ موساد کا ایک خطرناک کارکن۔ یہ شخص یہودی ہے اور تل ابیب میں رہتا ہے!"

میرے جبڑے بھنچ گئے: "آپ کی تعریف؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کرنل سے کہا۔

"میں کرنل وحدت ہوں!" اُس نے کہا: "جب آپ لوگ اعلیٰ حکام کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھے اُس وقت میں نے اسے دیکھا تھا اور بادی گمان سے اس کی گرفتاری کی

اجازت لینے چلا گیا تھا!"

"تو آپ اجازت نامہ حاصل کر چکے ہیں؟"

"جی ہاں!"

"اگر میں آپ سے کہوں کہ اس شخص کو فوراً چھوڑ دیں تو کیا آپ میری بات مان لیں گے؟"

"جی!" کرنل کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"میں اس شخص سے بہت اچھی طرح واقف ہوں کرنل لیکن اس وقت یہ میرا ساتھی ہے اور میں اس کی رہائی کا خواہاں ہوں!"

"یہ ناممکن ہے مسٹر علی!" کرنل نے کہا: "یہ شخص ہمارا بدترین دُشمن ہے۔ تل ابیب کے ایک کیمپ میں، میں اور میرے چند ساتھی اس کے قیدی رہ چکے ہیں۔ وہاں اس نے ہم پر جو مظالم کیے تھے وہ بھلائے نہیں جا سکتے۔ جو لوگ میرے ساتھ قید تھے آپ اُن سے بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ شخص عربوں کا کتنا بڑا دُشمن ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ آپ اس انکشاف پر حیران رہ جائیں گے لیکن آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ آپ کا ساتھی ہے!"

"میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے چھوڑ دیا جائے!" میں نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے سر!" کرنل نے جواب دیا۔

"آپ اسے کہاں لے جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہیڈ کوارٹر!" کرنل نے کہا: "اسے اعلیٰ فوجی حکام کے سامنے پیش کیا جائے گا!" کرنل ایڑیوں کے بل گھوما اور واپس چل دیا۔ اولیو ہاورڈ کا چہرہ سپاٹ تھا۔

مسعود طلحہ اور ابو حاتم سنّاٹے میں رہ گئے تھے۔ جب تمام فوجی چلے گئے تو میں نے کہا: "اس انکشاف کے بعد کوئی کارروائی کرنے سے قبل ان لوگوں کو ہم سے رابطہ تو قائم کرنا چاہیے تھا، وہ ہم سے مشورہ تو کر سکتے تھے!"

"ہاں، یہ ضروری تھا!" طلحہ نے کہا: "لیکن تم پریشان نہ ہو۔ میں اس سلسلے میں بات کرنے جا رہا ہوں!"

"اولیو ہاورڈ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے طلحہ!" میں نے کہا: "کسی قیمت پر بھی میں یہ بات برداشت نہیں کروں گا!"

"میں سمجھتا ہوں علی!" طلحہ نے کہا اور پھر ابو حاتم کو اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔

میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ اُن لوگوں کی یہ حرکت مجھے بہت ناگوار گزری تھی۔ یہ صرف زیادتی ہی نہیں غیر اخلاقی حرکت بھی تھی۔

طلحہ اور ابو حاتم کئی گھنٹوں بعد واپس آئے۔ اُن کے چہروں سے ناکامی ٹپک رہی تھی: "وزیرِ داخلہ تم سے ملنا چاہتے ہیں!" طلحہ نے آتے ہی کہا۔

"تمھاری کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا؟" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"حکّام کے دلوں میں ہاورڈ کے خلاف بے حد نفرت ہے۔ ان کے کچھ لوگوں کو اس سے براہِ راست نقصانات پہنچے ہیں۔ وزیرِ موصوف تو تمھاری یہ خواہش سُن کر ہی حیران رہ گئے کہ تم اُس کی رہائی چاہتے ہو!"

"گویا وہ اُسے رہا کرنے پر تیار نہیں ہیں؟"

"میں اس سلسلے میں بیروت سے رابطہ قائم کروں گا۔ ویسے میں نے کوششیں ترک نہیں کی ہیں تاہم بہتر یہی ہو گا کہ تم وزیرِ داخلہ سے مل لو!" مسعود طلحہ کے لہجے میں شکست خوردگی تھی۔ میں خاموش ہو گیا۔

وزیرِ داخلہ نے مجھ سے دوسرے روز صبح ملاقات کی۔ مجھے وزارتِ داخلہ کے دفتر میں طلب کیا گیا تھا۔

"کیا یہ حقیقت ہے علی یار خان کہ آپ اپنے بدترین دُشمن کی رہائی چاہتے ہیں؟" وزیرِ داخلہ نے مجھ سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ شاید آپ کو معلوم ہو کہ وہ میرا سب سے سخت جان حریف ہے لیکن چند وجوہات کے تحت میں اُسے آزاد دیکھنا چاہتا ہوں!"

"یہ ناممکن ہے علی! یہ تو اتفاق ہے کہ وہ ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ اگر اُسے چھوڑ دیا گیا تو ایسا موقع دوبارہ نہیں ملے گا۔ ہمارے لیے وہ اُس اسلحے سے کم قیمتی نہیں ہے جو لائن آف کروزل سے یہاں پہنچا ہے۔ اُسے کسی قیمت پر رہا نہیں کیا جا سکتا!"

"اگر مجھے اُس سے کچھ معلومات درکار نہ ہوتیں تو کبھی اصرار نہ کرتا۔ لیکن وہ معلومات فلسطینی مقاصد کے لیے بے حد ضروری ہیں!"

"ہم صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ جب تک تم اُس سے مطلوبہ معلومات نہ حاصل کر لو ہم اُسے سزا نہ دیں!" وزیرِ داخلہ نے کہا: "تمھیں اس سے ملاقات کی اجازت دی جا سکتی ہے اور جب تک تم نہیں کہو گے اُس پر کوئی تشدّد بھی نہیں کیا جائے گا!"

"اس نوازش کے لیے بے حد مشکور ہوں!" میں نے نیاز مندی سے کہا۔ وزیرِ داخلہ نے مجھے اولیو ہاورڈ سے کسی بھی وقت بلا روک ٹوک ملاقات کرنے کا اجازت نامہ جاری کر دیا تھا۔

واپس رہائش گاہ پہنچا تو طلحہ اور ابو حاتم میرے منتظر تھے۔ میں نے اُنھیں اپنی اور وزیرِ داخلہ کی گفتگو کا ماحصل بتا دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم نے یہ پیشکش کیوں قبول کرلی علی؟" ابوحاتم بولا۔ "میں اور طلحہ یہاں سے سیدھے بیروت جارہے ہیں۔ ہم ان لوگوں پر اولیو ہاورڈ کی رہائی کے لیے دباؤ ڈلوائیں گے۔"

"تم لوگ یہاں سے سیدھے لاٹن آف کروزل جاؤ گے۔" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ "جو کام میرے ہاتھوں بگڑا ہوا ہے سنوارنا میں اپنی ذمّے داری تصوّر کرتا ہوں۔"

طلحہ کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ میرے الفاظ کی تہ میں بہت سے طوفان پوشیدہ ہیں۔

"آدمی کو بہت سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔" اُس نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "تم بہت جذباتی ہو۔ اپنے لیے کوئی مصیبت نہ کھڑی کرلینا۔"

"ہاں طلحہ میں بہت جذباتی ہوں۔ وہ بھی صرف ایک جذبہ ہی تو تھا جس نے میری زندگی کا رُخ بدل ڈالا۔ ایبرن ہال میں فضول گوئی کرنے والے یہودی رہنما کچھ بھی کہتے رہتے۔ اگر میں وہاں صرف خاموش تماشائی بنا رہتا تو آج اپنے ملک میں وکیل ہوتا اور دولت کے انبار لگا رہا ہوتا۔ اور اب میں نے اولیو ہاورڈ سے ایک وعدہ کرلیا ہے۔ چونکہ میں جذباتی ہوں لہٰذا اپنی جان پر کھیل کر بھی وعدہ پورا کروں گا۔ ممکن ہے غیر جذباتی لوگ اپنے وعدے بھول جاتے ہوں۔ کسی کو صرف جذباتی کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔ کہنے والا خود بھی جذباتی ہوتا ہے کہ زندگی تو عبارت ہی جذبات سے ہے۔ آدمی میں اگر جذبات ہی نہ رہیں تو وہ مُردہ کہلائے گا۔"

طلحہ اور ابوحاتم بہت دیر تک مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر تھک ہار کر وہ لوگ رخصت ہوگئے۔ اُن کے جانے کے بعد میں اولیو ہاورڈ سے ملنے جا پہنچا۔ مقصد صرف یہ دیکھنا تھا کہ اُسے اذیت تو نہیں دی جارہی۔ میں اولیو ہاورڈ سے تنہائی میں نہیں ملا حالانکہ مجھ پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی مگر میں نے کرنل وحدت کی موجودگی میں اُس سے ملاقات کو زیادہ بہتر سمجھا۔ ایسا کرنے میں میری ایک خاص مصلحت تھی۔ میں نے اولیو ہاورڈ سے چند اُلٹے سیدھے سوالات کیے۔ اُس نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے ہمیں گھورتا رہا۔ اس کے انداز میں تحقیر تھی۔ اُس کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آیا۔

"آپ کا رویّہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔" کرنل وحدت نے مجھ سے کہا۔ "اگر آپ کو اُس سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں تو اُن کے لیے یہ طریقہ تو مناسب نہیں ہے۔"

"آپ کو اس سلسلے میں اوپر سے کچھ ہدایات ضرور ملی ہوں گی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں، وہ تو ملی ہیں لیکن اولیو ہاورڈ جیسے لوگ اس طرح راہِ راست پر نہیں آتے۔ ان کے ساتھ سختی برتنا پڑتی ہے۔"

"پہلے آپ مجھے کوشش کرلینے دیجیے۔ میں کامیاب نہ ہوسکا تو پھر آپ کو ضرور زحمت دوں گا۔"

کرنل وحدت خاموش ہوگیا اور میں اُس سے رخصت ہوکر اپنی رہائش گاہ پر واپس آگیا۔

اگلے روز طلحہ اور ابوحاتم لاٹن آف کروزل روانہ ہوگئے۔ میں اُنھیں الوداع کہنے گیا۔

"ہمیں اجازت دو علی تو ہم اولیو ہاورڈ کی رہائی کے لیے ان لوگوں پر دباؤ ڈلوائیں۔" طلحہ نے کہا۔

"میں تمھیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن شاید تم مجھے کچھ بھی نہیں سمجھتے ورنہ میری مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر اس قدر اصرار کبھی نہ کرتے۔ میں نے ایک بار کہہ دیا کہ جو کام میرے ہاتھوں بگڑا ہے اُسے میں خود سنواروں گا، یہ بات آخر تمھاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟"

"ٹھیک ہے علی، تمھیں اس بات سے تکلیف پہنچی، میں معافی چاہتا ہوں لیکن جب تک تمھاری کامیابی کی خبر نہیں سُن لوں گا شاید ٹھیک سے سو بھی نہ سکوں۔"

"آج تک میں ہمیشہ دُشمنوں کے چنگل میں پھنستا رہا مگر مجھے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ کامیابی نے ہمیشہ میرے قدم چومے۔ یہ لوگ تو پھر بھی دوست ہیں، کچھ نہ کچھ رعایت تو ضرور ہی کریں گے۔ تم دیکھ لینا، میں اولیو ہاورڈ کو ان کی قید سے لے کر صاف نکل جاؤں گا۔"

"میری دعائیں تمھارے ساتھ رہیں گی علی۔" طلحہ نے کہا۔ پھر وہ دونوں رخصت ہوگئے۔

میں جلد از جلد یہاں سے گوٹے بل کے لیے روانہ ہوجانا چاہتا تھا مگر اولیو ہاورڈ کی وجہ سے مجبور تھا۔ اُسے چھوڑ کر چلے جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اُسے اُن کی قید سے رہا کرانے کے لیے میرے ذہن میں کوئی قابلِ عمل منصوبہ بھی نہیں تھا۔

اسی عالم میں چند روز گزر گئے۔ میں روزانہ کرنل وحدت کی موجودگی میں اولیو ہاورڈ سے ملاقات کرتا، اُس سے بے ربط سوالات کرتا اور واپس چلا آتا۔

اُس ملک کے لوگوں سے مجھے اس کے علاوہ اور کوئی شکایت نہیں ہوئی کہ اُنھوں نے اولیو ہاورڈ کو قید کر رکھا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ فوجی اور سول حکّام سے میرے روابط ہوگئے

تھے۔ وہ سب میری بہت عزت کرتے تھے۔ میں اُن سب سے تعلقات بڑھانے میں معروف رہا۔

انھی لوگوں میں ایک نوجوان ابراہیم وسعت بھی تھا۔ اس کا تعلق ایئر فورس سے تھا۔ ابراہیم بہت ہنس مکھ اور خوش مزاج نوجوان تھا اور میرا کچھ زیادہ ہی گرویدہ تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ میرے بہت کام آسکتا ہے۔

"جب تک آپ کا قیام یہاں ہے مسٹر علی، میں آپ کی خدمت میں حاضری دیتا رہوں گا۔" ابراہیم نے ایک روز مجھ سے کہا۔

"ضرور ملتے رہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "لیکن معلوم نہیں کب تمھیں کسی مہم پر روانہ کردیا جائے۔"

"نہیں جناب! ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ میں ابھی تربیتی مراحل میں ہوں چنانچہ کسی مہم پر بھیجے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"اوہو ابراہیم! کیا تم اپنی تربیت میں بھی نامکمل ہو؟"

"یہ بات نہیں مسٹر علی! میں نے سب سے اپنی صلاحیتیں تو تسلیم کرالی ہیں لیکن مجھے کسی مہم پر اُس وقت تک نہیں بھیجا جاسکتا جب تک کہ میں تربیت کی ایک خاص مدّت مکمل نہ کرلوں اور اُس میں ابھی پورا ایک ماہ باقی ہے۔"

"کیا تمھارے سپرد کوئی طیارہ نہیں کیا جاتا؟"

"کیوں نہیں۔ روزانہ ہی میں کسی نہ کسی طیارے پر تربیتی پرواز کرتا ہوں اور اُسے لے کر دور دور تک نکل جاتا ہوں۔"

"تم نے کوئی ایسا کارنامہ بھی سرانجام دیا ہے جس کے باعث تمھاری مہارت تسلیم کی گئی ہو؟"

"میں خود کیا بتاؤں مسٹر علی۔" ابراہیم جھینپتے ہوئے انداز میں بولا۔ "اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات ہوجائے گی۔"

"نہیں تم بتاؤ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہمارے ملک میں سرحد کے قریب ایک علاقہ ہے جسے فوجی اصطلاح میں وائٹ ٹیری ایٹ کہا جاتا ہے۔ وہاں چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ایک مسطح میدان ہے۔ میں نے اُس میدان میں طیارہ اُتار دیا تھا اور پھر اُسے وہاں سے واپس بھی لے آیا تھا جبکہ دوسرے ہوا باز یہ خطرہ مول نہیں لیتے۔"

"واقعی یہ تو کمال کی صلاحیت ہے۔" میں نے معترفانہ انداز میں کہا۔ "لیکن کیا سرحدی محافظوں نے اس پر اعتراض نہیں کیا؟ اُس ملک کا کیا نام ہے جس کی سرحد میں تم نے طیارہ اُتارا تھا؟"

جواب میں ابراہیم نے اُس ملک کا نام بتایا۔ "اس ملک سے ہمارے برادرانہ تعلقات ہیں جناب! اس لیے کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے ابراہیم۔" میں نے کہا۔ "کسی روز تمھارا یہ کمال بھی دیکھیں گے۔"

"ضرور جناب، مجھے بے حد خوشی ہوگی۔"

"لیکن کیا تم مجھے اپنے ساتھ جہاز پر لے جاسکو گے؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں مسٹر علی، میں بہ آسانی آپ کے لیے اجازت نامہ حاصل کرلوں گا۔"

"کمال ہے! کیا ایسا ممکن ہے؟ میرا مطلب ہے ایئر فورس کے جہاز پر۔۔۔"

"وہ ایئر فورس کے طیارے ضرور ہیں جناب لیکن تربیتی طیارے ہیں۔ اُن کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔"

"پھر کب چل رہے ہو؟"

"جب بھی آپ کا پروگرام ہو، صرف ایک روز قبل مجھے مطلع کردیں۔ میں اجازت نامہ حاصل کرلوں گا۔"

اُس روز میں حسبِ معمول اولیو ہاورڈ سے ملنے گیا۔ کرنل وحدت اُس روز بھی میرے ساتھ تھا۔ اولیو ہاورڈ سے وہی بے تکے سوالات کرکے جب میں باہر نکلا تو معمول کے مطابق کرنل وحدت نے پھر اپنے مکالمے دُہرائے۔

"گھی کبھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلتا مسٹر علی! اس کے لیے انگلیاں ٹیڑھی کرنا پڑتی ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا۔

"پھر کیا کرنا چاہیے؟"

"آپ مجھے اجازت دیں۔ میں اُسے الف کی طرح سیدھا کردوں گا اور وہ فرفر بولنے لگے گا۔"

"میرا خیال ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پھر اس نیک کام کی ابتدا کب کردی جائے؟"

"نیک کام میں دیر کس بات کی۔" کرنل وحدت نے بے حد خوش ہوکر کہا۔ "ابھی لے چلتے ہیں اُسے۔"

"ابھی نہیں کرنل۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کل میں آخری کوشش کروں گا۔ اُس کے بعد آپ کو اجازت ہوگی۔ اس کے ساتھ جو بھی سلوک چاہیں کیجیے گا۔"

کرنل وحدت کے پاس سے اپنی رہائش گاہ پر واپس آنے کے بجائے میں ابراہیم کے گھر چلا گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اُس کے گھر بھی آسکتا ہوں۔ وہ مجھے سیدھا اپنے کمرے میں لے گیا۔ "آپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کیوں زحمت کی۔ مجھے بُلوالیا ہوتا۔" اُس نے کہا۔
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" میں ہنس پڑا۔ "میں اِدھر سے گزر رہا تھا، سوچا تم سے بھی ملتا چلوں۔"
"میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائے۔"
"کل مجھے کوئی کام نہیں ہے ابراہیم! میں نے سوچا تمھیں بتا دوں کہ کل میں تمھارے ساتھ پرواز پر چلوں گا۔"
"ٹھیک ہے جناب! کل شام چار بجے فوجی ایئرپورٹ پہنچ جائیے گا یا اگر آپ کہیں تو میں آپ کو ساتھ ہی لیتا چلوں۔"
"اس کی ضرورت نہیں ہے ابراہیم! میں کل شام چار بجے فوجی ایئرپورٹ پہنچ جاؤں گا۔"
ابراہیم کے پاس سے میں جلد ہی اُٹھ گیا۔ جو پروگرام میرے ذہن میں تھا اُس پر عمل درآمد کے لیے بہت سے کام کرنا تھے۔ میں نے بازار کا رُخ کیا۔ مجھے چند مخصوص اشیا درکار تھیں جو وہاں کی دُکانوں پر بڑی مشکل سے دستیاب ہو سکیں۔ یہ ساری چیزیں میک اپ کے کام میں استعمال ہوتی تھیں لیکن اُس ملک میں چونکہ میک اپ کا کوئی تصور نہیں تھا اس لیے کسی کو معلوم ہی نہیں تھا کہ میں نے جو سامان خریدا ہے وہ میک اپ کے کام میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔
بازار سے واپسی میں مجھے کافی دیر ہو چکی تھی مگر میرے لیے وقت سے زیادہ اس بات کی اہمیت تھی کہ مجھے تمام مطلوبہ سامان مل گیا تھا۔
اپنے کمرے میں پہنچتے ہی میں کام میں مصروف ہو گیا۔ کام بہت مشکل تھا مگر میں بھی ناتجربے کار نہیں تھا۔ اس کے باوجود مجھے اپنا کام مکمل کرنے میں کئی گھنٹے لگ گئے۔ اور جب میں سونے کے لیے لیٹا تو تین بج چکے تھے۔
اگلے روز حسبِ معمول میں دوپہر کے وقت اولیو ہاورڈ کے پاس جا پہنچا۔ میں کرنل وحدت کو ساتھ لینا نہیں بھولا تھا۔ میں نے اولیو ہاورڈ کے پاس پہنچ کر اپنا معمول دُہرایا یعنی اُس سے کچھ سوالات کیے اور اُس نے حسبِ عادت خاموشی اختیار کیے رکھی۔ میں نے کرنل وحدت کو کوٹھری سے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔
"دیکھ لیا آپ نے" کرنل وحدت نے باہر نکلتے ہی کہا۔ "یہ شخص کتنی ڈھٹائی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔"
"میں اسی لیے آپ کو باہر لایا ہوں۔ میری سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے کہ اب یہ بغیر تشدد کے زبان نہیں کھولے گا۔۔۔"
"تو پھر اسے اذیت خانے میں لے چلیں۔" کرنل وحدت کھِل اُٹھا۔
"دراصل میں خود اس پر تشدد کر کے اس کی زبان کھلوانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔
"ضرور ضرور! مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ ٹھہریں، میں ابھی اسے اذیت خانے لے چلنے کا انتظام کرتا ہوں۔" کرنل وحدت نے کہا اور چلا گیا۔ میں وہیں ٹھہر کر اُس کا انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد کرنل وحدت واپس آ گیا۔ اُس کے ساتھ دو فوجی بھی تھے۔ اُن دونوں فوجیوں نے کوٹھری کا دروازہ کھول کر۔۔۔ اولیو ہاورڈ کو باہر نکال لیا۔
اُس کے بعد ہمیں ایک جیپ میں سفر کرنا پڑا۔ سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ جیپ سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی ایک عمارت کے سامنے رُکی تھی۔ دونوں فوجیوں نے اولیو ہاورڈ کو جیپ سے اُتارا۔ ہم سب عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ عمارت کے دروازے پر فوجی تعینات تھے جنھوں نے کرنل وحدت کو سیلوٹ کیا تھا۔
کئی راہداریوں سے گزر کر ہم جس وسیع و عریض کمرے میں داخل ہوئے اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہاں اذیت رسانی سے متعلق ہر قسم کا جدید ترین ساز و سامان موجود تھا۔ کرنل وحدت کے بارے میں میرا اندازہ تو یہی تھا کہ وہ ایذا رساں فطرت کا مالک ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اُس نے اس قدر جدید عقوبت خانہ بنا رکھا ہے۔
فوجیوں نے اولیو ہاورڈ کی ہتھکڑیاں کھول لیں اور اُسے ایک شکنجے سے جکڑ کر واپس چلے گئے۔ اولیو ہاورڈ کے چہرے پر حقارت پھیلی ہوئی تھی اور ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ بکھری نظر آ رہی تھی۔
"ہر آدمی کبھی نہ کبھی اپنی سطح سے گرتا ضرور ہے۔" اولیو ہاورڈ نے متنفرانہ انداز میں کہا۔ "میں نے کئی بار تمھیں قتل کرنے کی کوشش کی اور ہمیشہ یہی سمجھتا رہا کہ تمھارے مقابلے میں میں نے کمینگی کا ثبوت دیا ہے لیکن آج تم بھی اپنی سطح سے گر گئے اور میرا ضمیر مطمئن ہو گیا۔"
"کیا تم بھی ایسی جذباتی حماقتیں کرتے رہتے ہو علی؟" کرنل وحدت نے حیرت سے کہا۔ "یہ باتیں، قصّے کہانیوں میں تو اچھی لگتی ہیں لیکن عملی زندگی میں ایسا نہیں ہوا کرتا۔ شاید یہ تمھاری ناتجربے کاری ہے۔ لیکن خیر! عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ تم میں پختگی آ جائے گی۔"
"آپ جیسے تجربے کار لوگوں کی صحبت حاصل رہی تو یقیناً میری خامیاں دور ہو سکتی ہیں۔" میں نے انکساری سے کہا۔ "اب میں اپنا کام شروع کر دوں؟"
"بالکل، دیر کس بات کی ہے۔" کرنل نے کہا۔

"کوئی ہمیں ڈسٹرب تو نہیں کرے گا؟"
"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی میری مرضی کے خلاف یہاں قدم بھی رکھ سکے۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن لہجے میں کہا۔ "ذرا ایک بات تو سُنیں کرنل!" میں نے اس انداز میں کہا جیسے جو بات میں کرنا چاہتا ہوں اُسے اولیو ہاورڈ سے چھپانا مقصود ہے۔
"ہاں کہو کیا بات ہے؟" کرنل وحدت نے میرے قریب آ کر پوچھا۔
میں نے کچھ کہے بغیر اچانک ہی کرنل وحدت کی گردن دونوں ہاتھوں سے جکڑ لی۔ اُس کے ہوش اُڑ گئے اور اُس نے جدوجہد کرنا شروع کر دی مگر میں اُس کی گردن کی مخصوص رگوں پر دباؤ ڈال رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے ہاتھ پیر ڈال دیے اور بے ہوش ہو کر میرے بازوؤں میں جھول گیا۔ میں نے اُسے کمرے کے فرش پر لٹا دیا۔
اولیو ہاورڈ کے چہرے پر حیرت ہی حیرت بکھری ہوئی تھی اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف توجّہ دیے بغیر جیب سے ایک سرنج نکالی جس میں پہلے سے دوا بھری ہوئی تھی۔ میں نے نہایت اطمینان سے اُس کے بازو میں انجکشن لگایا اور خالی سرنج واپس جیب میں ڈال لی۔ مجھے یقین تھا کہ اس دوا کے باعث جو میں نے اُس کے بازو میں انجیکٹ کی ہے، وہ دو تین گھنٹے سے قبل ہوش میں نہیں آئے گا۔
اس کام سے فارغ ہو کر میں اولیو ہاورڈ کی طرف بڑھا اور جلدی جلدی اُس کی بندشیں کھول دیں۔ "کرنل وحدت کے لباس سے اپنا لباس تبدیل کر لو ہاورڈ!" میں نے اُس سے کہا۔
اولیو ہاورڈ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے کرنل وحدت کا لباس پہن لیا۔ اپنے کپڑے اس نے کرنل وحدت کو پہنا دیے تھے۔
میں نے اپنے لباس میں سے وہ ماسک نکالا جو میں نے بڑی محنت سے تیار کیا تھا۔ یہ کرنل وحدت کے چہرے کا مکمل ماسک تھا جو میں نے کئی گھنٹوں کی محنت سے تیار کیا تھا۔ ماسک کے آخری حصّے اولیو ہاورڈ کی گردن پر چپکانے کے بعد میں نے تنقیدی نگاہوں سے اُس کا جائزہ لیا۔ اب اُسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کرنل وحدت نہیں ہے۔ اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں کرنل وحدت کے پاس جا بیٹھا اور اُس کے چہرے پر اولیو ہاورڈ کا میک اپ کرنے لگا۔ مجھے کوئی جلدی نہیں تھی اس لیے میں سکون سے اپنا کام کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد یہ کام بھی مکمل ہو گیا۔
"کرنل وحدت کے لباس کی جیبوں میں اُس کے سارے کاغذات ہوں گے۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔ "اُنھیں چیک کر لو۔"
اولیو ہاورڈ نے لباس کی جیبیں چیک کیں۔ "سارے کاغذات موجود ہیں۔" اُس نے بتایا۔
"اب تمھیں کرنل وحدت کی حیثیت میں میرے ساتھ باہر نکلنا ہے اور تمھیں کرنل وحدت کی جیپ ڈرائیو کرنی ہے۔ مختصر سا فاصلہ طے کر کے ہمیں فوجی ایئرپورٹ پہنچنا ہے۔ وہاں ایک طیارہ ہمارا منتظر ہو گا۔ طیارے کے ہواباز کا نام ابراہیم وسعت ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو کرنل وحدت کی آواز کی نقل اتار لینا ورنہ زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر فوجی علاقے میں داخل ہونے کے لیے کسی قسم کی پوچھ گچھ ہو تو اس شخص کے کاغذات دکھا دینا جس کے میک اپ میں تم ہو۔ اس کا نام کرنل وحدت ہے اور چونکہ یہ ایک بارُعب آدمی ہے اس لیے تمھیں۔۔۔"
"میرے لیے اتنی معلومات بہت ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "وقت آنے پر میں سب کچھ کر لوں گا۔"
میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ چار بجنے ہی والے تھے۔ میں نے کمرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور اولیو ہاورڈ کو چلنے کا اشارہ کیا۔ کمرے سے باہر نکل کر ہم نے دروازہ باہر سے بند کیا اور عمارت سے باہر نکل آئے۔ عمارت میں جو لوگ ملے اُنھوں نے اولیو ہاورڈ کو کرنل وحدت سمجھ کر سیلوٹ کیا تھا اور اُس نے سر کی جنبش سے سب کا جواب دیا تھا۔
اولیو ہاورڈ بڑے بااعتماد انداز میں کام کر رہا تھا۔ وہ سیدھا کرنل وحدت کی جیپ میں بیٹھا اور اُسے ڈرائیو کرتا ہوا روڈ پہ نکال لایا۔ میں اُس کے برابر ہی بیٹھا تھا۔
"میں راستوں سے واقف نہیں ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "مجھے راستے بتاتے رہنا۔"
ٹھیک چار بجے ہم ایئر فورس ایئرپورٹ کے داخلی گیٹ پر پہنچ گئے جہاں ابراہیم وسعت میرا منتظر تھا۔
"یہ دیکھیے!" اُس نے میری آنکھوں کے سامنے ایک کاغذ لہراتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ کے لیے اجازت نامہ حاصل کر لیا ہے۔"
"شکریہ!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ان سے ملو! یہ کرنل وحدت ہیں اور یہ بھی ہمارے ساتھ ہی چلنا چاہتے ہیں۔"
"ان کے تذکرے تو بہت سُنے ہیں لیکن ملاقات آج پہلی بار ہوئی ہے۔" ابراہیم نے بڑی گرم جوشی سے اولیو ہاورڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے معانقہ کیا۔" ملٹری انٹیلی جنس سے متعلق ہونے کی وجہ سے ان کو ساتھ لے جانا ذرا مشکل نہیں ہوگا۔"

کرنل وحدت کی ہی جیپ میں ہم رن وے تک پہنچے۔ ابراہیم نے کرنل وحدت کو ساتھ لے جانے کے بارے میں متعلقہ لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

ہم نہایت اطمینان سے ابراہیم وسعت کے ساتھ تربیتی طیّارے میں جا بیٹھے اور اپنے جسموں کے گرد سیٹ بیلٹس کس لیے۔ وہ ایک فائیو سیٹر طیّارہ تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد طیّارہ فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ ابراہیم وسعت نے ٹرانسیٹر پر کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کیا اور اُن سے اپنی پرواز کے سلسلے میں ہدایات حاصل کیں۔

میں نے ابراہیم سے اُس میدان کی طرف چلنے کی فرمائش کی تھی جس کا اُس نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا اور طیّارہ اسی جانب رواں تھا۔

ہمیں پرواز کرتے ہوئے کوئی آدھا گھنٹا گزرا ہوگا کہ جہاز کے ٹرانسیٹر کا بلب اسپارک کرنے لگا۔ ابراہیم نے مائیک آن کیا اور ٹرانسیٹر پر بات کرنے لگا۔ میری پوری توجہ اُسی جانب تھی اس لیے میں آوازیں سُننے میں کامیاب ہوگیا ورنہ جہاز کے شور میں یہ ممکن نہ ہوتا۔

"کوڈ زیرو زیرو فور ناٹن، کوڈ زیرو زیرو فور ناٹن!" اسپیکر سے آواز آ رہی تھی۔

"یس، ابراہیم وسعت!" ابراہیم نے جواب دیا۔

"ہم ایک سازش کا شکار ہو گئے ہیں۔ تمھارے ساتھ جو شخص کرنل وحدت کی حیثیت سے سفر کر رہا ہے وہ موساد کا یہودی ایجنٹ اولیو ہاورڈ ہے اور علی یار خاں بھی اس وقت اس کے ساتھ مل گیا ہے۔ ان دونوں کو بے خبر رکھ کر چالاکی سے رن وے پر واپس لے آؤ۔ تین طیّارے تمھارے تعاقب میں روانہ ہو چکے ہیں جو ذرا دیر میں تم تک پہنچ جائیں گے۔ ضرورت پڑنے پر تم اُن سے مدد لے سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟" ابراہیم وسعت نے پوچھا۔

"جو کچھ کہا گیا ہے اُسے دُہرانا ضروری نہیں ہے۔ جلدی کرو۔ ایک لمحے کی تاخیر بھی تمھارے لیے مہلک ہو سکتی ہے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ ابراہیم نے پلٹ کر ہماری طرف دیکھا لیکن میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رُخ اپنی جانب دیکھ کر وہ بُری طرح بوکھلا گیا۔

"طیّارہ اُسی جگہ لینڈ کرے گا ابراہیم وسعت جہاں کے لیے ہم روانہ ہوئے ہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"م... مگر مسٹر علی...!" ابراہیم ہکلا کر رہ گیا۔ اُس کے انداز میں بڑی بے بسی تھی۔ میرا دل کٹ کر رہ گیا مگر میں بھی تو مجبور تھا۔

"میرے ساتھ تعاون کرو ابراہیم!" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "جو کچھ میں کر رہا ہوں عربوں کے مفاد میں ہی کر رہا ہوں۔ تم تو مجھے جانتے ہی ہو۔ میں نے کبھی عرب مفادات کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ میری مجبوری ہے لیکن مجھ سے تعاون کرکے تم کسی غدّاری کے مرتکب نہیں ہو گے۔ یقین کرو!"

ابراہیم اُلجھ کر رہ گیا۔ اُس کی اُلجھن اتنی شدید تھی کہ تھوڑی دیر کے لیے وہ خود کو بھی فراموش کر بیٹھا۔ وہ تو جب طیّارے نے غوطہ کھایا تو وہ اچانک سنبھلا اور تھروٹل کھینچ کر اُس نے طیّارہ اوپر اُٹھا لیا۔ شاید وہ یہ فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میری بات ماننے یا نہ مانے۔

پھر شاید اُس پر فرض غالب آ گیا۔ اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں مجھ سے کہا: "میں مجبور ہوں مسٹر علی! اگر کوئی ذاتی مسئلہ ہوتا تو میں جان دے کر بھی آپ کی ہدایات پر عمل کرتا لیکن یہ قومی مسئلہ ہے اس لیے میں آپ کی بات ماننے سے قاصر ہوں اور طیّارہ واپس موڑ رہا ہوں!"

"میں تمھیں گولی مار کر ہلاک کر دوں گا ابراہیم وسعت! اور یہ میرے لیے زیادہ مشکل نہیں ہوگا اس لیے کہ میرا مشن تمھاری زندگی سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ میری بات مان لو دوست، میں تمھارا شکر گزار رہوں گا!"

"تو پھر آپ مجھے گولی ہی مار دیجیے مسٹر علی! میں سمجھوں گا دوستی کا حق ادا ہو گیا۔ میرا جی تو چاہتا ہے کہ آپ کے کسی کام آؤں لیکن میں اپنے فرض کے ہاتھوں مجبور ہوں لہٰذا یہ صرف اُسی وقت ہو سکتا ہے جب میں زندہ نہ رہوں۔ میں نے طیّارے کا رُخ بدل دیا ہے۔ اب آپ لوگ فرار نہیں ہو سکیں گے!"

ابراہیم وسعت کی باتوں میں وزن بھی تھا اور اُس کی باتیں متاثر کُن بھی تھیں۔ میں چاہتا بھی تو اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں مخمصے میں پھنس گیا۔ ایک طرف میری اپنی ساکھ اور آزادی داؤ پر لگی ہوئی تھی اور دوسری طرف ابراہیم ہٹ دھرمی پر آمادہ تھا۔ مجھے فوراً ہی کسی فیصلے پر پہنچنا تھا اس لیے کہ کچھ ہی دیر بعد وہ تین طیّارے بھی وہاں پہنچنے والے تھے۔

دفعتاً میری نگاہ اُن پیراشوٹس پر پڑی جو طیّارے میں

موجود تھے۔ میں نے فوراً ہی اولیو ہاورڈ کی توجہ اُن کی طرف مبذول کرائی اور اُسے پیراشوٹ باندھنے کا اشارہ کیا۔ اولیو ہاورڈ نے نہایت برق رفتاری سے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے بھی جلدی جلدی ایک پیراشوٹ اپنے جسم پر کس لیا۔ معاً ابراہیم نے پلٹ کر دیکھا۔ ہمارے جسموں پر پیراشوٹ دیکھ کر پلک جھپکتے میں سب کچھ اُس کی سمجھ میں آگیا۔ اُس نے ہمیں روکنے کے لیے طیّارے کو فضا میں غوطے دینا شروع کر دیے۔ ناہموار اُڑان کے باعث ہمارے جسموں کو زبردست جھٹکے لگ رہے تھے اور ہمارے لیے اپنے پیروں پر کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا تھا لیکن ہم دونوں ہی بہت منجھے ہوئے لوگ تھے ہم نے سیٹوں کا سہارا لے کر نہایت چابک دستی سے خود کو گرنے سے محفوظ رکھا۔

ابراہیم وسعت مسلسل طیّارے کو فضا میں دائیں بائیں اور اوپر نیچے جھٹکے دے رہا تھا۔ اُس نے اپنی تمام تر توجہ اس بات پر مرکوز رکھی تھی کہ ہم کچھ کرنے نہ پائیں۔ وہ خود بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نہ تو اُس کے پاس اور نہ ہی طیّارے میں کوئی ہتھیار تھا جس سے وہ ہم پر قابو پا سکتا۔

میرے لیے اپنا توازن برقرار رکھنا ناممکن ہو رہا تھا لیکن اپنی تمام تر مہارت کو استعمال میں لاتے ہوئے میں جدّوجہد میں مصروف تھا۔ میرا رُخ ایمرجنسی ڈور کی طرف تھا۔ شدید جدّوجہد کے بعد میں ایمرجنسی ڈور تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب مجھے ایمرجنسی ڈور کھولنا تھا۔

ابراہیم نے اندازہ کر لیا تھا کہ میرے ارادے کیا ہیں۔ اُس نے اور بھی شدومد سے طیّارے کو جھٹکے دینا شروع کر دیے۔ وہ ہر قیمت پر مجھے ایمرجنسی ڈور کھولنے سے روکنا چاہتا تھا اور مجھے ہر قیمت پر یہ کام کرنا تھا اس لیے کہ اب اس سے ہی میرا سب کچھ وابستہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اگر میں فوری طور پر فرار ہونے میں ناکام ہو جاتا تو نہ صرف وہ لوگ مجھے گرفتار کر لیتے بلکہ اولیو ہاورڈ کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جاتی جو مجھے ہرگز منظور نہیں تھا۔

میں بہ ہزار دقت ایمرجنسی ڈور کھولنے میں کامیاب ہوا۔ اولیو ہاورڈ پہلے ہی میرے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ میں نے اُسے طیّارے کے دروازے سے باہر دھکیل کر خود بھی پھرتی سے چھلانگ لگا دی۔ طیّارہ آگے نکلا چلا گیا۔

ہزاروں فٹ کی بلندی سے میں اور اولیو ہاورڈ وزنی بوریوں کی طرح زمین کی طرف گر رہے تھے۔ ہم دونوں نے تقریباً ایک ہی وقت میں اپنے پیراشوٹس کھولے۔ میرے جسم کو ایک جھٹکا لگا اور ہوا سے بھرے ہوئے پیراشوٹ نے میرے جسم کو تیزی سے گرنے سے روک لیا۔ اب میں اور اولیو ہاورڈ دونوں تیز ہوا کے رُخ پر گویا تیر رہے تھے۔ اولیو ہاورڈ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ ابراہیم وسعت کا طیّارہ ہم سے بہت بلندی پر تھا اور کافی دور نکل گیا تھا۔

دفعتاً میں نے طیّارے کو واپس پلٹتے دیکھا۔ طیّارہ نہ صرف واپس پلٹا تھا بلکہ اُس کی بلندی بھی کم ہو رہی تھی۔ پہلے تو میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا اور جب ابراہیم کے ارادے مجھ پر آشکارا ہوئے تو کچھ کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ میں زمین سے ہزاروں فٹ اوپر فضا میں معلّق تھا اور ابراہیم اپنا طیّارہ مجھ سے ٹکرانے کے لیے آ رہا تھا۔ خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ زندگی میں پہلی بار میں اتنی بُری طرح پھنسا تھا اور افسوس یہ تھا کہ ایک دوست کے ہاتھوں مرنے جا رہا تھا۔

طیّارے کی صورت میں موت میری طرف جھپٹ رہی تھی۔ درمیانی فاصلہ بڑی تیزی سے گھٹتا جا رہا تھا۔ اب بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی۔ میں نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

خوابوں، ان کی تعبیر، ان کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

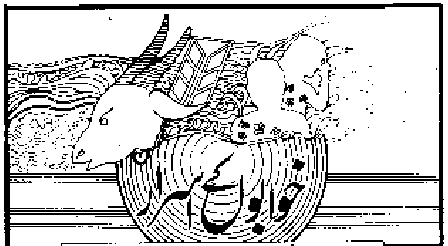

قیمت: ۲۵ روپے ڈاک خرچ: ۴/- روپے

خواب کیا ہوتے ہیں؟
ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
خواب کیوں نظر آتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جنگی

تربیتی طیارہ مہیب آواز کے ساتھ گرجتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ اُس کی آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی۔ میری آنکھیں بند تھیں مگر مجھے معلوم تھا کہ اولیو ہاورڈ مجھ سے چند گز کے فاصلے پر میری ہی طرح پیراشوٹ کے سہارے فضا میں معلق ہے۔ میری ہی طرح وہ بھی بے بس تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اُس کی کیا کیفیات ہیں۔ موت کو اتنا قریب دیکھ کر بڑے بڑے حوصلہ مند لوگ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے اُس وقت اولیو ہاورڈ بھی حواس باختہ ہو گیا ہو۔ میں تو صرف اپنی کیفیات کے بارے میں جانتا ہوں۔ اُس وقت میں ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھا مگر میرا دل رو رہا تھا۔ میرے مقابلے پر بڑے بڑے باصلاحیت لوگ آئے۔ وہ سب میرے دشمن تھے۔ اُن میں بڑے تجربہ کار، ذہین اور زیرک لوگ بھی تھے۔ اُن میں ایسے لوگ بھی تھے جو میرے خون کے پیاسے تھے۔ مجھے صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنا اُن کا مشن تھا مگر میں نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی اور ہمیشہ اُن سب کے مقابلے میں سرخرو ہوا لیکن آج میری زندگی اپنے ایک دوست کے رحم و کرم پر تھی اور کمال یہ تھا کہ . . . .

ابراہیم وسعت میرے دشمنوں کے برعکس کچھ بھی نہیں تھا۔ اُس کے پاس نہ تو تجربہ تھا اور نہ ہی میں اُسے ذہانت میں اپنے دشمنوں کا ہم پلہ قرار دے سکتا تھا۔ وہ تو ایک زیرِ تربیت پائلٹ تھا جس نے ابھی تک اپنی تربیت بھی مکمل نہیں کی تھی۔

میں بڑے کرب سے گزر رہا تھا۔ مجھ پر وہ ہاتھ اُٹھنے جا رہا تھا جس کی مضبوطی کی خاطر میں نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ ابراہیم وسعت عرب تھا اور میں عربوں کے مفاد میں اسرائیل کے خلاف ڈٹا ہوا تھا۔ یہ بات میرے سان و گمان میں بھی نہیں تھی کہ میں کبھی اس طرح کسی دوست کے ہاتھوں مارا جاؤں گا۔

لیکن میں ابراہیم کو موردِ الزام بھی نہیں ٹھہرا سکتا تھا جو کچھ بھی وہ کرنے جا رہا تھا ایک غلط فہمی کی وجہ سے کرنے جا رہا تھا۔ فرض ادا کرنے کے خیال نے اُس پر دیوانگی طاری کر دی تھی۔ اُسے یہ ہوش بھی نہیں رہا تھا کہ اگر اُس نے ہم سے طیارہ ٹکرانے کی کوشش کی تو ہمارے ساتھ اُس کا طیارہ بھی تباہ ہو سکتا ہے۔

دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا۔ ممکن ہے وہ صرف اولیو ہاورڈ کو ہلاک کرنا چاہ رہا ہو۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں نے آنکھیں کھول دیں اور آنکھیں کھولتے ہی میرے اس خیال کی تردید ہو گئی۔

طیارہ ہمارے بے انتہا نزدیک آ چکا تھا اور اُس کے گونج دار آواز کانوں کے پردے پھاڑے ڈال رہی تھی طیارے کا رُخ ایسا تھا کہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی اُس کی زد میں آ سکتا تھا بلکہ یہ بھی ممکن تھا کہ بیک وقت ہم دونوں ہی اُس کی زد میں آ جاتے میں نے بڑی بے بسی سے طیارے کی طرف دیکھا۔ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر اُس وقت میں اور اولیو ہاورڈ دونوں ہی مکمل طور پر بے بس تھے۔ ہم اپنے دفاع میں ہاتھ پیر بھی نہیں چلا سکتے تھے۔ مجھے کچھ دیر پہلے کا وہ وقت یاد آیا جب ابراہیم مکمل طور پر میرے رحم و کرم پر تھا مگر میں نے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ میں اُسے نقصان پہنچا بھی نہیں سکتا تھا آخر وہ میرا دوست تھا۔

لیکن اب معاملہ بالکل اُلٹ چکا تھا۔ ابراہیم کے پاس طیارہ بھی تھا اور اُسے اُڑانے کی مہارت بھی تھی۔ ہم اُس کے مقابلے میں نہ صرف نہتے تھے بلکہ ہم نہ زمین پر تھے نہ آسمان پر۔ ہم فضائے بسیط میں پیراشوٹوں میں ٹنگے ہوئے تھے۔ ہم اپنی مرضی سے جنبش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اولیو ہاورڈ تو خیر بالکل ہی نہتا تھا البتہ میرے پاس ایک پستول ضرور موجود تھا لیکن اب اُسے استعمال کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ اگر مجھے پستول استعمال کرنا ہی ہوتا تو میں جہاز میں ہی استعمال کر چکا ہوتا۔

زندگی میں پہلی بار میں اس قدر بے بس ہوا تھا۔ پہلی بار یوں ہوا تھا کہ میری زندگی کسی دوسرے کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ میں مکمل طور پر ابراہیم وسعت کے رحم و کرم پر تھا۔ ایک نوجوان زیرِ تربیت پائلٹ اپنی مہارت اپنے ہم مذہبوں کے مفادات کے خلاف استعمال کرنے جا رہا تھا۔ ادائیگیِ فرض کے جنون نے اُسے ہوش و حواس سے بالکل بے گانہ کر دیا تھا۔ وہ بھلے بُرے کی تمیز تک کھو بیٹھا تھا۔ ایک ذرا دیر کے لیے وہ اپنے ذہن پر زور دے لیتا تو اپنے اس بھیانک ارادے پر عمل پیرا ہونے کے خیال سے تائب ہو جاتا لیکن وہ تو پہلے ہی اپنی حدود سے تجاوز کر چکا تھا۔ اُسے ہرگز میری جان لینے کی ہدایات نہیں ملی تھیں۔ اُس سے تو یہ کہا گیا تھا کہ ہمیں ہماری لاعلمی میں ایئرپورٹ پر واپس لانے کی کوشش کرے۔ اس کا صاف اور واضح مطلب یہی تھا کہ ہمیں زندہ رکھنا مقصود ہے ورنہ اُسے احتیاط کی تلقین کیوں کی جاتی لیکن وہ نوجوان تھا۔ زیرِ تربیت تھا اور اُس پر یہ جنون بھی سوار تھا کہ کوئی بڑا کارنامہ کر کے دکھائے تاکہ خود کو دوسروں سے برتر ثابت کر سکے۔ برتری ثابت کرنے کے اس بے جا جنون کے باعث وہ دنیائے اسلام کو شاید ایک عظیم نقصان سے دوچار کرنے جا رہا تھا۔ اگر اُس کی تربیت مکمل ہو چکی ہوتی تو وہ ہمارے لیے اتنا بڑا خطرہ نہ بن سکتا جتنا اپنی ناتجربہ

کاری کے باعث وہ ہمارے لیے بن چکا تھا۔ کوئی بھی ایسا شخص جو اپنی تربیت میں مکمل ہوتا اس موقع پر زمینی کنٹرول سے مزید ہدایات لیے بغیر ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی حماقت ہرگز نہ کرتا۔ ابراہیم وسعت کو جو ہدایت ملی تھی وہ اُسے پورا کرنے میں ناکام ہو گیا تھا تو اُسے چاہیے تھا کہ زمینی . . . . . .

کنٹرول کو اپنی ناکامی سے مطلع کرتے ہوئے ہمارے بارے میں تازہ ہدایات حاصل کرتا اور پھر اُن ہدایات پر عمل کرتا . . . ابراہیم وسعت کی ناتجربہ کاری میرے لیے ہلاکت خیز ثابت ہونے والی تھی۔ اُس کی یہی ناتجربہ کاری تھی جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اُسے اپنا آلۂ کار بنانے میں کامیاب ہوا تھا۔ اُس کی جگہ اگر کوئی تجربے کار افسر ہوتا تو شاید میں اُسے اتنی آسانی سے اپنا آلۂ کار نہ بنا پاتا لیکن وہ کچھ دیر قبل کی بات تھی۔ اب تو پوری بساط ہی اُلٹ کر رہ گئی تھی۔ میرے ساتھ اولیو ہاورڈ کی زندگی بھی داؤ پر لگی ہوئی تھی۔

دو بدترین دشمن ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ میری اور اولیو ہاورڈ دونوں کی زندگیوں کا انحصار اب صرف خدا کی ذات پر رہ گیا تھا۔ زندگی کا انحصار تو خیر ہوتا ہی خدا کی ذات پر ہے۔ ہر شخص کو ایک معین وقت پر موت آتی ہے۔ جب تک اُس کی مرضی نہ ہو کسی کو مارنا تو کیا کوئی کسی کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا لیکن وہ وقت اس قدر کٹھن تھا کہ اُمید کی ہر کرن دم توڑ گئی تھی گرجتے چنگھاڑتے ہوائی جہاز کی شکل میں موت ہم سے فقط چند گز کے فاصلے پر تھی اور یہ مختصر سا فاصلہ بھی محض چند لمحوں میں طے ہو جاتا تھا۔

دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے جھکولا دیا ہو۔ شاید ہوا کے شدید دباؤ سے پیراشوٹ کی سمت تبدیل ہوئی تھی میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ میرا جسم ہوا میں بے ہنگم طریقے سے جھکولے کھا رہا تھا اور میں نے خود کو مرنے کے لیے پوری طرح تیار کر لیا تھا۔

کان پھاڑ دینے والی گرج دار آواز کے ساتھ ہوائی جہاز میرے برابر سے گزر گیا اور میرے جسم کو لگنے والے جھکولے بے حد شدید ہو گئے۔ ساتھ ہی میرے نیچے گرنے کی رفتار بھی بہت تیز ہو گئی۔ میں نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔

سب کچھ جوں کا توں تھا۔ میرا بال بھی بیکا نہیں ہوا تھا۔ لمحاتی طور پر میں حیران رہ گیا۔ میرے زندہ بچ جانے کا معجزہ کیسے رونما ہو گیا تھا؟ چند لمحوں تک میری سمجھ میں کچھ بھی نہ آ سکا پھر دفعتاً ہی ایک خیال بجلی کی طرح میرے ذہن میں کوندا۔ یہ ممکن تھا کہ صرف اولیو ہاورڈ کو نشانہ بنایا گیا ہو۔

اس خیال کے ساتھ ہی میں نے سر گھما کر اولیو ہاورڈ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ وہ مجھے نظر آ گیا۔ اب میرے اور اُس کے درمیان فاصلہ کافی بڑھ گیا تھا لیکن میں اُسے صاف دیکھ سکتا تھا۔ میری طرح وہ بھی صحیح و سالم تھا اور میری ہی طرح وہ بھی پیراشوٹ سے لٹکا بے ہنگم طریقے سے بُری طرح جھول رہا تھا۔ خود کو متوازن رکھنے کے لیے وہ چاروں ہاتھ پیر چلا رہا تھا۔ مجھے یہ اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ اُسے بھی کوئی گزند نہیں پہنچی تھی۔

میں اور بھی اُلجھ گیا۔ ہم دونوں میں سے ایک کو ضرور نقصان پہنچنا چاہیے تھا۔ میں اپنے بچنے پر یہ سمجھا تھا کہ شاید جہاز سے اولیو ہاورڈ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی ہو مگر وہ بھی زندہ تھا۔ آخر کیوں؟

میں فضا میں جھولتا اور ذہن پر زور دیتا رہا۔ میں نے جہاز کی آخری پوزیشن جو دیکھی تھی اُس سے یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا کہ جہاز سے کسے نشانہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ درحقیقت جہاز کا رُخ ہم دونوں میں سے کسی کی طرف بھی نہیں تھا۔ وہ تو ہم دونوں کے درمیان سے گزرنا چاہ رہا تھا۔ مقصد یقیناً یہ تھا کہ ہمارے درمیان سے گزرتے وقت جہاز کے پر پیراشوٹوں کی ڈوریوں سے ٹکرائیں اور ڈوریاں کٹ جائیں لیکن ہوا یہ تھا کہ جہاز کے قریب آنے سے ہوا کے زبردست دباؤ نے ہم دونوں کو جہاز سے دور کر دیا تھا اور یوں وقتی طور پر ہم دونوں کی جانیں بچ گئی تھیں ورنہ اگر پیراشوٹ کی ایک بھی ڈوری کٹ گئی ہوتی تو ہم خود کو متوازن نہیں رکھ سکتے تھے۔ ہمارے نیچے گرنے کی رفتار بھی تیز ہو جاتی اور پھر اتنی تیزی سے اگر ہم نیچے زمین پر گرتے تو ہم دونوں کی ہڈیاں تو ضرور ٹوٹ جاتیں۔

میں نے پلٹ کر جہاز کی سمت دیکھا جو ہم سے بہت دور چلا گیا تھا اور اب چکر کاٹ رہا تھا۔ مجھے یہ اندازہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ جہاز کا نوجوان پائلٹ جو ابھی زیرِ تربیت ہے ہمیں ہلاک کرنے کی ایک اور کوشش ضرور کرے گا۔ اُس پر جنون سوار تھا۔ میں تن بہ تقدیر ہو گیا۔ اولیو ہاورڈ نے بھی یہی کیا ہو گا۔ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

جہاز نے فضا میں ایک طویل چکر کاٹا اور اُس کا رُخ ایک بار پھر ہماری جانب ہو گیا لیکن اس بار وہ مختلف زاویے سے ہماری جانب بڑھ رہا تھا۔ نوجوان پائلٹ نے پہلی بار کی ناکامی سے فوری سبق حاصل کیا تھا اور دوسری کوشش میں شاید یقینی طور پر کامیابی حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ہماری سمت بڑھنے کا بدلا ہوا انداز اس بات کا گواہ تھا۔ پچھلی بار وہ جس زاویے سے حملہ آور ہوا تھا اُس میں ایک وقت میں ایک ہی فرد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو نشانہ بنایا جا سکتا تھا جب کہ اس مرتبہ میں اور اولیو باورڈ دونوں ہی جہاز کی لائن میں تھے۔ اگر جہاز سیدھا پرواز کرتا چلا آتا تو پہلے میرے چیتھڑے اڑتے اور اس کے بعد اولیو باورڈ کا قیمہ بن جاتا۔ بعد میں جہاز کا جو بھی حشر ہوتا۔ یہ تو ناممکن تھا کہ دو افراد سے ٹکرانے کے بعد جہاز صحیح و سالم واپس ایئرپورٹ تک پہنچ سکتا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر اس جنونی پائلٹ نے جہاز ہم سے ٹکرا دیا تو پھر ہماری طرح اُسے بھی اپنی جان بچانے کے لیے جہاز سے پیراشوٹ کے ذریعے چھلانگ لگانا پڑے گی۔

تربیتی طیارے کا رُخ ہماری جانب تھا اور میں دل ہی دل میں خدا سے دُعا کر رہا تھا کہ جو کچھ بھی ہونا ہے جلد ہو جائے۔ جہاز طوفانی رفتار سے میری طرف آرہا تھا مگر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وقت رک گیا ہو۔ میرے اعصاب پر بے انتہا دباؤ پڑ رہا تھا۔ بے یقینی کی اس صلیب پر زیادہ دیر لٹکنا مجھ جیسے آہنی اعصاب کے مالک کے لیے بھی ناممکن ہو رہا تھا۔ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر ایک دوست کے رحم و کرم پر بے یار و مددگار رہنے کا وہ اعصاب شکن تجربہ میری زندگی کا یادگار ترین تجربہ تھا۔ مجھے ایسا کوئی دوسرا موقع یاد نہیں آتا جب موت اتنے یقینی انداز میں میرے سامنے آئی ہو۔

طیارہ ابھی مجھ سے خاصے فاصلے پر تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ اُسے مجھ تک پہنچنے میں محض چند سیکنڈز ہی لگیں گے۔ ممکن ہے وقت کے بارے میں میں نے غلط اندازہ لگایا ہو اور جہاز کو مجھ تک پہنچنے میں ایک منٹ یا اس سے بھی زیادہ وقت لگ جاتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس بار پائلٹ سے اندازے کی غلطی ہو جائے اور جہاز مجھ سے ٹکرانے کے بجائے میرے اوپر سے نکل جائے لیکن اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ اگر بفرضِ محال جہاز مجھ سے کچھ اوپر سے بھی گزرتا تو کتنے اوپر سے گزرتا؟ چند فٹ سے زیادہ فرق پڑنا ممکن نہیں تھا اور اس صورت میں پیراشوٹ کی ڈوریوں کا جہاز میں اُلجھ جانا لازمی امر تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو یہ میرے جہاز سے براہِ راست تصادم سے بھی زیادہ ہولناک صورتِ حال ہوتی۔ موت تو آتی مگر سسک سسک کر . . . پیراشوٹ کی ڈوریاں یکے بعد دیگرے کٹ جاتیں اور پھر میں ہزاروں فٹ کی بلندی سے زمین پر گرتا تو میری ہڈیوں تک کا سُرمہ بن جاتا۔ آزادیٔ فلسطین کے ایک پاکستانی علمبردار کا یہ انجام بڑا عبرت ناک ہوتا۔ میں براہِ راست جہاز کی زد میں آکر مرتا یا زمین پر گر کر مرتا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اصل بات تو یہ تھی کہ میں اپنے دوستوں کے ہاتھوں اس لرزہ خیز انجام کو پہنچنے جا رہا تھا۔ جو کام بڑے بڑے سورما نہیں کرسکے تھے، دشمنوں کے بڑے بڑے ماہر اور تجربے کار لوگ جس حسرت کو لیے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، وہ کام ایک ایسے شخص کے ہاتھوں ہونے والا تھا جو نہ صرف میرا دشمن نہیں تھا بلکہ ابھی تو اُس کی تربیت بھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ فلسطین کی آزادی کے لیے میں نے کیا کیا جتن نہیں کیے تھے۔ میرے دل میں کیسی کیسی آرزوئیں تھیں۔ میں نے کیا کیا منصوبے بنائے تھے۔ فلسطین کو اسرائیل کے تسلط سے نجات دلانا اور یہودیوں کے ناپاک وجود سے پاک کرنا میرا مقصد تھا۔ یہ میرا مقصدِ حیات میرا نصب العین تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے، اپنے اس سنہرے خواب کو تعبیر دینے کے لیے میں نے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے تھے۔ کون سی ایسی قربانی تھی جو میں نے نہیں دی تھی۔ میں نے اپنا گھر بار، عزیز و اقارب، اپنی ساری اُمنگیں، آرزوئیں، ہر چیز اس مقصد کے لیے قربان کر دی تھی۔ میں تو خود سے بھی بے گانہ ہو گیا تھا۔ میرا گھر فلسطین میں نہیں پاکستان میں تھا۔ عرب میرے ہم وطن نہیں تھے۔ فلسطین پر یہودیوں کے قبضے سے میرے ملک کی آزادی پر تو کوئی آنچ نہیں آتی تھی نہ ہی یہ میرا کوئی ذاتی معاملہ تھا۔ یہ تو خالص مذہبی معاملہ تھا۔ مذہب کے رشتے سے یہودی میرے دشمن تھے اور عرب میرے بھائی تھے۔ ایک بھائی کبھی دوسرے بھائی پر آنچ آتے نہیں دیکھ سکتا۔ دوسری طرف وہ یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ اُسے خود اپنے ہی بھائی سے کوئی نقصان پہنچے۔ اخوت کا یہی رشتہ تھا جس نے مجھے سرگرداں کر رکھا تھا۔ اپنے بھائیوں کے دفاع کے لیے، اُن کے حقوق کے تحفظ کے لیے میں زندگی کے ہر شعبے میں ہر محاذ پر یہودیوں کے خلاف برسرِپیکار ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی زندگی ایک ہی مقصد کے لیے وقف کر دی تھی لیکن کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس جدوجہد کا اختتام یوں ہوگا کہ میں اپنے ہی ایک بھائی کے ہاتھوں زندگی سے محروم ہو جاؤں گا تو شاید میرا طرزِ عمل مختلف رہا ہوتا۔ میں اپنی کوششوں میں اس حد تک آگے نہ بڑھا ہوتا۔ میں نے کچھ حدود ملحوظ رکھی ہوتیں جن سے کبھی تجاوز نہ کرتا یا شاید اس راہ پر قدم ہی نہ رکھا ہوتا۔

لیکن نہیں . . . اگر مجھے پہلے سے سب معلوم ہوتا، مجھے بتا دیا جاتا کہ تمہارا انجام اس قدر عبرت ناک ہوگا تب بھی میں خود کو یہودیوں کے خلاف سرگرمِ عمل ہونے سے نہ روک پاتا۔ شاید میں اپنے بارے میں بڑی خوش فہمیوں میں مبتلا تھا۔ میں خود کو بے حد عملی اور بے انتہا غیر جذباتی سمجھتا تھا جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ میں تو بے حد جذباتی تھا اور جذباتی لوگ ویسے چاہے کتنے بھی غیر عملی ہوں کم از کم اپنے جذبات کی حد تک تو بہت عملی ثابت ہوتے ہیں۔ یہی معاملہ میرے ساتھ بھی تھا۔ میں چونکہ جذباتی طور پر یہودیوں اور اسرائیل کے خلاف تھا لہٰذا میں اپنی پوری قوت سے اُن کے خلاف عمل پیرا ہو گیا تھا۔ میں نے کچھ سوچنے سمجھنے کی بھی تو زحمت نہیں کی تھی ورنہ کہاں میں اور کہاں وہ ملک جسے دنیا کی طاقتور ترین حکومتوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ میرے پیشِ نظر تو صرف یہ مقصد تھا کہ کسی بھی طرح فلسطینیوں کو اُن کے حقوق دلا دوں۔ میں اُن لوگوں میں سے نہیں تھا جو کسی بات سے دل برداشتہ ہو جاتے ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں اُس وقت اپنے مشن سے دست بردار ہو گیا ہوتا جب اولیو باورڈ کی سازش کے نتیجے میں مجھے غدار سمجھ لیا گیا تھا۔

تربیتی طیارہ بھیانک آوازیں نکالتا ہوا میری جان لینے کے لیے میری طرف جھپٹ رہا تھا۔

زندگی کے فقط چند ہی لمحے باقی رہ گئے تھے اور ان چند لمحات میں میرے سوچنے کی رفتار بے انتہا تیز ہو گئی تھی۔ اس قدر تیز کہ اس کے سامنے تیز رفتار جہاز کوئی سست رفتار چیونٹی معلوم ہونے لگا تھا۔

مجھے تہذیب مالکم ایکس یاد آئی جس کے فراق میں میں نے ایک طویل عرصہ گزار دیا تھا۔ کون سی ایسی جدوجہد تھی جو میں نے اُسے تلاش کرنے کے لیے نہیں کی تھی لیکن شاید قدرت کو یہی منظور تھا۔ شاید ہم دونوں نے ایک دوسرے کی رفاقت کے دن پورے کر لیے تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میری موت کی خبر تہذیب تک پہنچ بھی سکے گی یا نہیں؟ ممکن ہے وہ مجھے تلاش ہی کرتی رہ جائے اور اُسے میرے بارے میں کہیں سے کوئی خبر نہ مل سکے۔ شاید گمنامی کی موت میرا مقدر ہو چکی تھی۔

مجھے کلی باورڈ بھی یاد آئی جو جنرل ٹیریس کے تہ خانے میں قید تھی۔ اُس کی رہائی اُس وقت تک ناممکن تھی جب تک میں خود جنرل ٹیریس سے اُسے رہا کرنے کو نہ کہتا۔ دوسری صورت میں اُس کی رہائی اُسی وقت ممکن ہو سکتی تھی کہ جنرل ٹیریس کو میرے مرنے کی خبر مل جاتی جس کا بظاہر کوئی امکان نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرے مرنے کی خبر چھپالی جائے گی۔ کوئی بھی عرب ملک میری موت کی ذمے داری قبول کرنے کو تیار نہ ہوتا۔ عربوں کے لیے میں نے اتنے کارنامے انجام دیے تھے کہ میری وجہ سے اُن میں آپس میں بھی خون ریزی ہو سکتی تھی۔

قریب آتے ہوئے جہاز کا فاصلہ خاصا کم ہو چکا تھا اور اب وہ کسی بھی لمحے مجھ سے ٹکرا کر میرے پرخچے اُڑا دینے والا تھا۔

دفعتاً جہاز نے غوطہ لگایا اور میں حیران رہ گیا۔ جہاز میرے نیچے سے گزر گیا تھا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے گئیں۔ محض چند لمحوں کے فرق سے میں ایک بار پھر موت کے منہ سے نکل آیا تھا لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ عین وقت پر جہاز کا رُخ کیوں تبدیل کر دیا گیا؟

جہاز بتدریج مجھ سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک طویل چکر لیا اور واپس چلا گیا۔ میں اُلجھن زدہ انداز میں جہاز کو واپس جاتے دیکھتا رہا۔ جو کچھ ہوا وہ میرے لیے قطعی ناقابلِ فہم تھا . . . ابراہیم دستک کا واپس چلے جانا خاصا حیرت انگیز تھا۔

جلد ہی طیارہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے اپنے ذہن سے ہر خیال جھٹکا اور اولیو باورڈ پر نظریں جما دیں جو میری ہی طرح پیراشوٹ کے سہارے ہوا کے دوش پر تیرتا ہوا زمین کی جانب جا رہا تھا۔ میرے اور اُس کے درمیان پہلے کی نسبت فاصلہ کچھ بڑھ گیا تھا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ اُسے کوئی گزند نہیں پہنچا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں وہ میری طرف سے بدگمانی کا شکار رہے۔

زمین کی جانب ہمارا سفر جاری رہا اور پھر آخرکار میرے پیروں نے زمین چھو لی۔ زمین کیا اُسے تو ریت کہنا چاہیے جو تاحدِ نگاہ بکھری ہوئی تھی۔ اولیو باورڈ بھی زمین پر پہنچ گیا تھا

دُنیا کے حیرت انگیز فن تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں۔
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
قیمت ۲۵ روپے — ڈاک خرچ روپے
○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کرسکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دُور کی جاسکتی ہیں
ملنے کا پتہ: مکتبہ لطافت، پوسٹ بکس ۹۴۲ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس نے جلدی جلدی پیراشوٹ کی ڈوریاں کھولیں۔ اس دوران پیراشوٹ زمین پر بچھ گیا تھا۔ ڈوریاں کھلتے ہی اولیو ہاورڈ بے جان سے انداز میں پیراشوٹ پر لیٹ گیا۔ اُس نے تپتی ہوئی ریت کی بھی پروا نہیں کی تھی۔ وہ چت لیٹا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور اُس کی نگاہیں آسمان پر جمی ہوئی تھیں۔

میں نے خود کو پیراشوٹ کی ڈوریوں کی بندشوں سے آزاد کرایا اور پیراشوٹ کو سلیقے سے لپیٹ کر اُس کا ایک بنڈل سا بنالیا۔ ہم اس ملک کی حدود میں ہی تھے اور جس علاقے میں ہم پیراشوٹ سے کودے تھے وہ سارا کا سارا ریگستان تھا۔ دور تک ریت اور ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ سورج اچھا خاصا مغرب کی جانب جھک چکا تھا مگر ریت ابھی تک تپ رہی تھی اور جھلسا دینے والی ہوا چل رہی تھی۔

میں تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ قرب وجوار میں کوئی آبادی ہونے کا امکان نہیں تھا اور میں صحرائی سفر کی ہولناکیوں سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ بعض اوقات سازوسامان سے لیس قافلے بھی ریگستان کی ہلاکت خیزی کا شکار ہو جاتے ہیں جب کہ ہمارے پاس سازوسامان ہونا تو بہت دور کی بات تھی، ہمیں تو سمتوں تک کا اندازہ نہیں تھا۔ سامان کے نام پر میرے پاس ایک پستول، تھوڑی سی کرنسی اور پیراشوٹ تھا۔

میں نے سر جھٹک کر تفکرات سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی اور اولیو ہاورڈ کی طرف چل دیا۔ اولیو ہاورڈ کی نگاہیں ابھی تک آسمان پر جمی تھیں۔ میرے قریب پہنچنے پر اُس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا۔

"مجھے افسوس ہے علی۔" اولیو ہاورڈ نے دھیمی آواز میں کہا۔

"کس بات پر؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا زندہ بچ جانے پر؟"

"نہیں، میں تمھاری طرف سے بدگمانی کا شکار ہوگیا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ تم نے مجھے اُن لوگوں کے حوالے کردیا ہے لیکن تم نے جس طرح اپنی جان پر کھیل کر مجھے اُن لوگوں کے چنگل سے نکالا ہے اُس کے پیشِ نظر مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ تم ایک عالی ظرف انسان ہو۔۔۔" اولیو ہاورڈ یہ کہہ کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہوا پھر دوبارہ بولا۔ "تم واحد پاکستانی ہو جس سے میرا سابقہ پڑا ہے۔ اگر سارے پاکستانی تم جیسے ہی ہوتے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اسرائیل کو کبھی پاکستان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اگر کبھی ایسا ہوگیا تو اسرائیل کو بدترین حالات کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے اس کا وجود ہی ختم ہوجائے۔"

"حالات جتنی تیزی سے تبدیل ہوئے اور جتنی تیزی سے واقعات پیش آئے اُس کے پیشِ نظر میں تمھیں موردِ الزام نہیں ٹھہراؤں گا اولیو ہاورڈ! اگر تمھاری جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی اس بدگمانی سے نہیں بچ سکتا تھا۔"

"تم اپنی جان خطرے میں ڈال کر مجھے نکال تو لائے لیکن اب ہم اس ریگستان میں کدھر جائیں گے؟"

"زندگی کے پُرخطر تجربات میں ایک تجربے کا اضافہ اور ہوجائے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"بشرطیکہ یہ اضافی تجربہ زندگی کا آخری تجربہ نہ ثابت ہو۔" اولیو ہاورڈ بولا۔

"اگر تم نے ہمت نہ ہاری تو مجھے یقین ہے کہ ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔"

"تم اتنے یقین سے یہ بات کیسے کہہ رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"تم اسے مری چھٹی حس کہہ سکتے ہو۔" میں نے کہا۔

اولیو ہاورڈ مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ "نہیں، یہ صرف چھٹی حس کی بات نہیں ہے۔" اُس نے کہا۔ "کوئی خاص وجہ ضرور ہے جس کے تحت تم نے یہ بات کہی ہے۔ اگر کسی مصلحت کے تحت تم مجھے بتانا نہیں چاہتے تو الگ بات ہے۔"

"زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے اولیو ہاورڈ! اور اس بات پر میرا یقین بہت پختہ ہے۔ ابھی ہم جس صورتِ حال سے بچ کر نکلے ہیں اُس میں ہمیں یقینی موت کا سامنا تھا لیکن شاید ابھی ہماری زندگیوں کے دن پورے نہیں ہوئے ہیں ورنہ اس وقت ہم زندہ نہ ہوتے۔ فضا میں ہم بالکل بے بس تھے جبکہ یہاں ہم اپنے بچاؤ کے لیے بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ جب ہم بے بس تھے تو قدرت نے ہمیں بچالیا لیکن اب چونکہ ہم بے بس نہیں ہیں لہٰذا ہمیں اپنے لیے خود کچھ کرنا ہوگا۔ اگر ہم خود ہی اپنے لیے کچھ نہیں کریں گے تو قدرت کو کیا پڑی ہے کہ وہ ہماری مدد کرے۔ اسی لیے میں نے تم سے یہ بات کہی۔ یہاں سے نکلنا آسان نہیں ہوگا۔ صحرا سے نکلنے کے لیے خدا جانے ہمیں کتنے سخت حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ میں تو خیر خاصے طویل عرصے تک سخت حالات کا مقابلہ کرسکتا ہوں لیکن مجھے تمھاری طرف سے خدشہ ہے [illegible] طور پر تم اتنے توانا نہیں ہو۔"

اولیو ہاورڈ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "تم نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے علی! میں تم سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں رہوں گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" میں نے کہا۔ "اب ہماری زندگیوں کا انحصار اسی بات پر ہوگا کہ ہم کتنی جدوجہد کرسکتے ہیں۔"

"جان ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے علی! اور جان بچانے کے لیے ہر شخص آخری حد تک کوشش کرتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ہاورڈ! مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ابراہیم وسعت واپس کیوں چلا گیا؟"

"کیا واقعی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی؟" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"میں بالکل نہیں سمجھ سکا۔" میں نے کہا۔ "میں تو صرف اتنا سمجھ سکا ہوں کہ پہلی مرتبہ ہم صرف ابراہیم کی ناتجربے کاری کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ اُس نے ہم دونوں کے درمیان سے جہاز گزار کر یہ کوشش کی تھی کہ جہاز کے پروں سے ہم دونوں کے پیراشوٹوں کی ڈوریاں کٹ جائیں اور ہم غیر متوازن ہوکر تیز رفتاری سے زمین پر گر کر ختم ہوجائیں۔"

"تمھارا یہ خیال بالکل درست ہے۔ اُس نے یہ خیال نہیں رکھا تھا کہ جہاز قریب آنے سے ہم پر ہوا کا جو دباؤ پڑے گا وہ ہمیں جہاز سے دور کردے گا اور ہم اُس کی زد سے بچ جائیں گے۔"

"لیکن دوسری بار وہ جس زاویے سے ہماری طرف آرہا تھا اس سے ہمارے بچنے کا کوئی امکان نہیں تھا پھر وہ واپس کیوں چلا گیا؟"

"بڑی سیدھی سی بات ہے علی!" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "عربوں کے لیے تم نے بے شمار کارنامے سرانجام دیے ہیں وہ تمھارے خلاف اس حد تک کبھی نہیں جاسکتے کہ تمھاری جان لینے کے درپے ہوجائیں۔ یقینی طور پر ابراہیم کو ٹرانسمیٹر پر واپس چلے آنے کی ہدایت ملی ہوگی۔"

"یہ بات تم کہہ رہے ہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "حالاں کہ اس سے قبل تمھاری ایک سازش کے نتیجے میں پہلے بھی یہ لوگ مجھ سے بدظن ہوچکے ہیں۔"

"وہ اور بات تھی۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "اس بار معاملہ بہت مختلف ہے۔ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب تم اُن کے خلاف کتنا ہی بڑا قدم کیوں نہ اٹھا لو وہ تمھاری زندگی سے کھیلنے کی حماقت ہرگز نہیں کریں گے۔"

"کیوں، اب کیا فرق پڑ گیا؟"

"تمھارے کارناموں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے۔ اس کے علاوہ تمھارا تازہ ترین کارنامہ اُن کے سامنے ہے۔ اسلحے کی کھیپ تمھارے ہی توسط سے اُن تک پہنچی ہے یہی نہیں بلکہ اپنے ایک جہاز کی قیمت پر اسرائیل کا جدید ترین جنگی جہاز بھی اُن کے ہاتھ لگا ہے اور یہ بات وہ کبھی نظرانداز نہیں کرسکتے۔"

"اگر تمھاری بات مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب وہ ہمیں تلاش کر کے گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"سامنے کی بات ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "میرا اندازہ ہے کہ اب تک اطراف کی ساری آبادیوں کو ہمارے بارے میں مطلع کیا جاچکا ہوگا۔ ممکن ہے کہ ہماری تلاش میں کچھ لوگ اس جانب روانہ بھی ہوچکے ہوں۔"

"تم اس علاقے سے کچھ واقفیت رکھتے ہو؟" میں نے اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔

"نہیں۔ اس ملک میں آنے کا یہ میرا پہلا اتفاق ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "کیوں؟ تم نے یہ بات کیوں پوچھی؟"

"جب تک ہمیں یہ علم نہ ہو کہ ہم کسی شہری آبادی سے کتنی دور ہیں، ہم یہ اندازہ نہیں کرسکتے کہ ہماری تلاش میں کوئی ٹیم روانہ ہوئی ہوگی یا نہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"اگر یہ کوئی شہر ہوتا تو یہ بات یقین سے کہی جاسکتی تھی کہ ہماری تلاش میں کوئی ٹیم روانہ ہوچکی ہوگی لیکن چونکہ یہ ایک ریگستان ہے لہٰذا یہاں کسی کو تلاش کرنے کی مُہم کا دارومدار اس بات

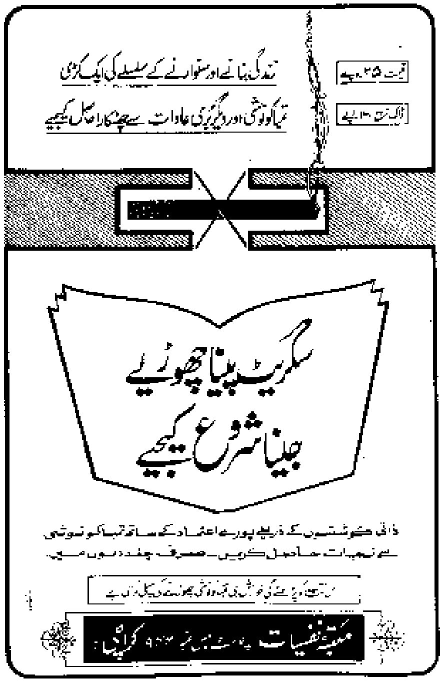

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پتہ ہے کہ جس کو تلاش کیا جا رہا ہے، وہ ریگستان میں کتنے فاصلے پر ہے۔ فرض کرو اس وقت ہم ریگستان کے وسط میں ہیں تو کوئی پارٹی ہمیں کیسے تلاش کرے گی۔ کیا ہم دو افراد کی خاطر کئی آدمیوں کی جانوں کا خطرہ مول لیا جائے گا؟"

"میں مانتا ہوں کہ تمھاری بات میں وزن ہے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ جس مقام پر اس وقت ہم موجود ہیں، اس کا فاصلہ کسی شہر سے بہت زیادہ نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں تلاش کرنے کے لیے کوششیں ضرور کی جائیں گی۔"

"ہاں، اس امکان کو بہرحال رد تو نہیں کیا جا سکتا۔"

"تو پھر تم سوچ کیا رہے ہو؟ ہمیں وقت ضائع کیے بغیر یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"دراصل میں شدید اُلجھن کا شکار ہوں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ لوگ کس چکر میں ہیں؟"

"ابھی تم نے خود اعتراف کیا تھا کہ وہ لوگ ہمیں تلاش کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے کہا۔

"میں نے یہ کہا تھا کہ یہ امکان رد نہیں کیا جا سکتا لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اُن لوگوں نے سیدھا راستہ کیوں اختیار نہیں کیا؟"

"ریگستان میں کسی کو تلاش کرنے کے لیے اور کیا صورت اختیار کی جا سکتی ہے؟"

"سب سے آسان طریقہ تو یہ تھا کہ ہمیں روکنے یا گرفتار کرنے کے لیے فضائی ذرائع استعمال کیے جاتے۔"

"تمھارا مطلب ہے کہ ہماری نگرانی ہوائی جہازوں سے کی جاتی؟"

"ہوائی جہازوں سے نگرانی کرنا تو بہت مشکل ہوتا لیکن ہمیں گرفتار کرنے کے لیے چھاتا بردار فوجی اُتارے جا سکتے تھے۔ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ہمیں گھیرا جا سکتا تھا۔"

"ممکن ہے وہ اسی قسم کی کسی اسکیم پر عمل پیرا ہونے والے ہوں۔"

"نہیں، وہ لوگ کسی اور ہی چکر میں ہیں۔ ہوائی جہازوں والا معاملہ اس لیے خارج از امکان ہے کہ انھوں نے ابراہیم کو واپس بلا لیا۔ اُس کی مدد کے لیے مزید طیارے روانہ کیے گئے تھے مگر اُن میں سے ایک بھی طیارہ یہاں تک نہیں پہنچا۔ اس کا مطلب ہے کہ انھوں نے اُن طیاروں کو بھی واپس بلا لیا ہوگا۔"

"ان سب باتوں سے تم کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"میں کچھ ثابت نہیں کرنا چاہتا۔ میں تو صرف یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ اس وقت ہم اُن دیکھے خطرے کی زد میں ہیں۔"

"میں بھی تو تم سے یہی کہہ رہا تھا۔" اولیو ہاورڈ نے قدرے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"دونوں باتوں میں فرق ہے اولیو ہاورڈ!" میں نرم لہجے میں بولا۔ "تم نے ایک امکان کا جائزہ لیا تھا اور میں نے تمھیں بالکل سامنے کی بات بتائی ہے یعنی اگر وہ لوگ فضائی ذرائع اختیار کرتے تو ہمیں بڑی آسانی سے گرفتار کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ کیا انھیں احمق سمجھ لیا جائے؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ لوگ احمق ضرور ہو سکتے ہیں لیکن اتنی بڑی حماقت نہیں کر سکتے۔"

"گویا انھوں نے جان بوجھ کر سامنے کا راستہ اختیار کرنے سے گریز کیا ہے؟"

"یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"اب یہ سوچو کہ جو لوگ سامنے کا راستہ چھوڑ سکتے ہیں، وہ کوئی امکانی راستہ کیوں اختیار کریں گے؟"

"تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو علی! میں تمھاری یہ بات نہیں مان سکتا۔"

"مت مانو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یقین رکھو کہ ہماری تلاش میں کوئی پارٹی نہیں روانہ کی جائے گی۔"

"تم اتنے پُریقین کیوں ہو؟" ہاورڈ نے پوچھا۔

"جو لوگ ایک یقینی طریقے کو نظر انداز کر دیں، اُن سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ کوئی بھی امکانی راستہ اختیار کریں گے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ اس امکانی راستے کو اختیار کرنے کی صورت میں کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوں۔"

"تو کیا انھوں نے ہم پر صبر کر لیا ہوگا؟"

"یہ بھی ناممکن ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "وہ ہمیں اتنی آسانی سے تو فرار نہیں ہونے دیں گے۔"

"وہ ہمیں گرفتار بھی نہیں کریں گے اور تلاش بھی نہیں کریں گے اور فرار بھی نہیں ہونے دیں گے۔" اولیو ہاورڈ بُری طرح جھنجلا گیا۔ "تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو علی؟ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تمھارے دماغ میں خلل واقع ہو گیا ہے؟"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "میرے دماغ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔" میں نے کہا۔ "میرے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ تلاش کرنے اور گرفتار کرنے کے لیے ایسے ذرائع اختیار کریں گے جن کی طرف ہمارا ذہن منتقل نہ ہونے پائے۔"

"اور وہ ذرائع کیا ہوں گے؟" ہاورڈ نے پوچھا۔

"کاش میں اُن لوگوں کے وسائل سے پوری طرح آگاہ ہوتا۔" میں نے کہا۔ "تبھی میں یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ ہماری گرفتاری کے لیے کون سے ذرائع اختیار کیے جا سکتے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ اتنا گھماؤ پھراؤ کیوں اختیار کریں گے؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ ہمیں سیدھے سادے طریقے سے کیوں گرفتار نہیں کر لیتے؟"

"انھیں معلوم ہے کہ ہم آسانی سے اُن کے ہاتھ نہیں لگیں گے۔ اگر انھوں نے یہاں چھاتہ بردار لوگ اُتارنے کی کوشش کی تو ظاہر سی بات ہے وہ ہماری نظروں میں آ جائیں گے۔ اس صورت میں مقابلہ ضرور ہوگا اور مقابلے میں کسی بھی فریق کا جانی نقصان ہو سکتا ہے جس سے وہ گریز کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انھوں نے ہماری تلاش میں کوئی پارٹی روانہ کی تب بھی یہی صورت پیدا ہونے کا امکان ہے لہٰذا لامحالہ وہ کوئی تیسرا ایسا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہیں جس کی طرف ہمارا ذہن ہی نہ جا سکتا ہو اور ہم بے خبری میں گرفتار ہو جائیں۔"

"تمھاری باتیں تو دل کو لگتی ہیں لیکن یہاں بیٹھ کر احمقانہ انداز میں سوچتے رہنے سے تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

"میں چاہ رہا تھا کوئی عملی قدم اٹھانے سے قبل خوب غور و خوض کر لیا جائے تاکہ ہم نادانستگی میں کسی گڑھے میں گرنے سے محفوظ رہ سکیں۔"

"جب تم کسی تیسری امکانی صورت کا اندازہ نہیں لگا سکتے تو ہم اپنا بچاؤ کیسے کر سکیں گے؟"

"ہاں، فی الحال تو ہمیں ہر قدم تاریکی میں ہی اٹھانا ہوگا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"تو پھر اب کچھ کرنے کا بھی ارادہ ہے یا ہم یہیں بیٹھے سوچتے رہیں گے؟"

"ظاہر ہے کہ ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا ہے۔ ہم جلد از جلد اس مقام سے جتنا دور نکل جائیں اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"لیکن ہم سفر کس سمت میں کریں گے؟"

"ہاں، یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ میرے خیال میں ہمیں اسی سمت سفر کرنا چاہیے جس رُخ پر طیارہ پرواز کر رہا تھا۔"

"اوہو، وہ سمت تو بے حد مخدوش ہوگی۔ ہمیں اسی سمت میں زیادہ تلاش کیا جائے گا۔"

"بے شک وہ سمت مخدوش ہے لیکن اُس سمت میں سفر کرنے سے ہمیں صرف اپنی گرفتاری کا خطرہ ہوگا۔ ہم کسی ایسے خطرے کا مقابلہ کر سکتے ہیں جب کہ کسی اور سمت سفر کرنے کی صورت میں ہمیں دیگر بے شمار خطرات کا سامنا ہوگا۔ ایسے خطرات جن کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے پاس ساز و سامان تک نہیں ہے، جن کے سامنے ہم بالکل بے بس ہوں گے۔ ہمارے پاس نہ تو کھانے کے لیے کچھ ہے اور نہ ہی پینے کے لیے پانی ہے۔ تم تو مجھ سے بہتر جانتے ہو گے اولیو ہاورڈ کہ پانی کے بغیر ریگستان میں آدمی کا ایک دن بھی زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں علی!" اولیو ہاورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بس تو پھر چلنے کی تیاری کرو۔ شکر کرو کہ یہ شام کا وقت ہے اور صحرا کی تمازت دم توڑ چکی ہے ورنہ پہلے ہی مرحلے پر ہماری توانائیوں کا امتحان شروع ہو جاتا۔ اب کم از کم اتنا تو ہے کہ ہم پیدل سفر کر سکیں گے۔"

"اس ریت پر ہم کتنی دیر پیدل چل سکیں گے؟"

"اگر یہ دن کا وقت ہوتا تو سرے سے چلنا ہی ناممکن ہوتا لیکن خوش قسمتی سے یہ شام کا وقت ہے۔ ہم آسانی کے ساتھ تمام رات پیدل سفر کر سکیں گے۔"

"اور اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"یہ اسی وقت سوچیں گے اولیو ہاورڈ! اس وقت تو چلنے کی تیاری کرو۔"

"تیاری کیا کرنی ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "بس میں اس پیراشوٹ کا بنڈل بنائے لیتا ہوں۔"

"میرا اندازہ ہے کہ ریت پر ہماری رفتار دو میل فی گھنٹا سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اگر ہم نے تمام رات رُکے بغیر سفر کیا تو تقریباً چوبیس میل کا سفر طے کر لیں گے۔"

"چوبیس میل تو کچھ بھی نہیں ہوتے۔" اولیو ہاورڈ نے پیراشوٹ کا بنڈل بناتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہوتے اور بہت کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "لیکن اگر ہم اپنے جوتے اُتار دیں تو ہماری رفتار میں کم از کم آدھا میل فی گھنٹا کا اضافہ ضرور ہو جائے گا اور ہم بارہ گھنٹوں کے دوران کم از کم تیس میل کا سفر طے کر سکیں گے۔"

"تو میں جوتے اُتار دیتا ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے پیراشوٹ کا بنڈل بنا کر فارغ ہوتے ہوئے کہا۔

"ابھی ایسی حماقت بھی مت کرنا۔ ریت ابھی بہت گرم ہے۔ غروبِ آفتاب کے کچھ دیر بعد جب ریت ٹھنڈی ہونا شروع ہو جائے گی اُس وقت سے ہم ننگے پیر چلنا شروع کریں گے۔ فی الحال تو جوتے پہنے ہی رکھو۔"

ہم دونوں نے اپنے اپنے پیراشوٹوں کے بنڈل کمر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے باندھ لیے تھے اور ہمارا سفر شروع ہو گیا تھا۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنوں نے ریگستان میں دور تک نارنجی رنگ بکھیر دیا تھا۔ سورج ہماری پشت کی طرف تھا۔ ہم مشرق کی سمت میں چل رہے تھے۔ ہمارے طویل سائے ہمارے سامنے ہم سے آگے متحرک تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم سے زیادہ انھیں منزلِ مقصود پر پہنچنے کی جلدی ہو۔

ہم بہت سست رفتاری سے چل رہے تھے۔ ریت کے اس طوفان میں تیز چلنا ممکن بھی نہیں تھا۔ ہمیں ایک ایک قدم اٹھانے کے لیے محنت کرنا پڑ رہی تھی۔ ریگستان میں ہلکی ہوا چل رہی تھی جو اپنے ساتھ ریت کے ذرات اڑائے لیے پھر رہی تھی۔ ہوا میں ابھی خاصی تمازت موجود تھی۔

ریت پر سست رفتاری سے سفر کے دوران میرا ذہن تفکرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ سب سے زیادہ فکر مجھے اولیو ہاورڈ کی تھی۔ ۔ ۔ ۔ وہ عمر کی اُس منزل پر تھا جہاں زیادہ جسمانی مشقت کرنا ممکن نہیں رہتا۔ میں جانتا تھا کہ اگر جلد ہی ہم کسی آبادی تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوئے تو اولیو ہاورڈ ڈھیر ہو جائے گا۔ وہ میرا جانی دشمن سہی مگر اس وقت میں اُسے اپنی ذمے داری تصور کر رہا تھا۔

ہمارا سفر خاموشی سے جاری تھا۔ کچھ دیر بعد سورج غروب ہو گیا۔ مجھے شدید پیاس لگ رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اولیو ہاورڈ کو بھی پیاس ستا رہی ہوگی مگر اس نے ابھی تک تو صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا تھا اور کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لایا تھا۔

سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹے کے اندر اندر موسم کی شدت میں کمی ہونا شروع ہو گئی۔ ہوا خوشگوار ہو گئی تھی اور ریت کی تپش بھی دم توڑ گئی تھی۔

"اب تو جوتے اُتارے جا سکتے ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے رُک کر کہا۔

"ہاں، اب موسم اس قابل ہو گیا ہے۔" میں بھی رُک گیا۔ اور ہم دونوں نے اپنے جوتے اُتار کر پیراشوٹوں کے بنڈلوں کے ساتھ باندھ لیے۔ موزے کوٹ کی جیبوں میں پہنچ گئے تھے۔

"کتنا خوشگوار موسم ہے۔ کس قدر سکون ہے یہاں۔" اولیو ہاورڈ نے ریت پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "جی چاہتا ہے کہ سارے بکھیڑوں سے چھٹکارا حاصل کر کے بقیہ زندگی یہیں بسر کر دوں۔"

"اٹھو اولیو ہاورڈ! اٹھو۔" میں نے تنبیہی لہجے میں کہا۔ "کسی محفوظ مقام تک پہنچنے کی کوشش کرو ورنہ کل تمھاری پوری زندگی تمھیں ایک ہی دن میں بسر کر کے رکھ دے گی۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ خوف زدہ سے انداز میں ہنسا۔

"تمھارے ہی بھلے کی بات کر رہا ہوں اولیو ہاورڈ! ورنہ جی تو میرا بھی یہی چاہ رہا ہے کہ یہیں رہ پڑوں۔"

"شہری زندگی میں کس قدر ہنگامہ، کتنا شور و غل ہوتا ہے اور یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کائنات ساکن ہو گئی ہو۔"

میں نے حیرت سے اولیو ہاورڈ کو دیکھا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ اُس جیسا سفاک صفت شخص ایسی جمالیاتی حس بھی رکھتا ہوگا لیکن فوراً ہی میری سمجھ میں وہ وجہ بھی آ گئی جس کے تحت وہ اس قسم کی گفتگو کر رہا تھا۔ وہ تھک گیا تھا اور اپنی تھکن چھپانے کے لیے ایسی گفتگو کر رہا تھا تاکہ وہ میری توجہ مبذول کرا کے کچھ دیر سستا سکے۔ یہ اُس کی شخصیت کا اصل روپ تھا۔ وہ ایک شاطر شخص تھا اور یہ ناممکن تھا کہ وہ کسی بھی موقع پر اپنی فطرت کا مظاہرہ کرنے سے باز رہے۔ اُس کے بارے میں کبھی کبھی تو مجھے یہ گمان گزرنے لگتا تھا کہ اگر اُس کا بس چلا تو وہ موت کے فرشتے کو بھی کم از کم ایک بار تو ضرور جُل دینے کی کوشش کرے گا۔

"تم واقعی ٹھیک کہہ رہے ہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ زندگی کے ہنگاموں سے تھک جانے کے بعد تمھیں یہاں کتنا سکون مل رہا ہوگا لیکن مجھے ابھی بہت سے ہنگامے برپا کرنے ہیں۔ لہٰذا تم یہاں سکون سمیٹو۔ میں تو چلا۔" میں اٹھ کر چل پڑا۔

"ارے سنو تو سہی۔" اولیو ہاورڈ بوکھلا کر بولا۔ "ٹھہرو، میں بھی چل رہا ہوں۔"

"اتنی جلدی ارادہ ملتوی کر دیا اولیو ہاورڈ!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میرا کوئی واقعی یہاں رہ پڑنے کا ارادہ تو نہیں تھا۔ میں تو اپنے محسوسات کی بات کر رہا تھا۔"

"زندگی بخیر رہی تو کل دن میں تم سے تمھارے محسوسات پوچھوں گا۔"

"کل دن میں کیا ہوگا؟" اولیو ہاورڈ نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ تھکن نے اُس کی عقل خبط کر دی تھی۔

"سورج آگ برسا رہا ہوگا، ریت جلتے توے کی طرح تپ رہی ہوگی اور گرم ہوا کے جھپکے تمھاری کھال جھلسانے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔"

"میں جانتا ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"اور یہ جو اس وقت تم ٹھنڈی سانسیں لے رہے ہو، اس

وقت وہ بھی گرم ہو چکی ہوں گی۔"

"تم اتنی خوفناک باتیں کیوں کر رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے خاصے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"تاکہ تم ذہنی طور پر ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہو۔"

"میں خوب جانتا ہوں کہ ریگستانوں میں کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے ناگواری سے کہا۔ "بار بار مجھے جتانے کی کوشش مت کرو۔"

"اس کے باوجود بھی کچھ دیر قبل تم بہانے بازیوں سے آرام کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔" میرا لہجہ تلخ ہو گیا۔

اولیو ہاورڈ اچانک ہی نرم پڑ گیا۔ "اگر ہم چند لمحے آرام کر لیتے تو کیا فرق پڑ جاتا؟" اُس نے کہا۔

"یہی تو میں تمھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس وقت چند لمحوں کا آرام کل ہمیں بہت مہنگا پڑے گا۔"

"عمر کی جس منزل میں میں ہوں، جب تم اس منزل کو پہنچو گے تو تمھیں پتا چلے گا۔"

"یہ بات کرنے سے بہتر ہے کہ ریٹائرمنٹ لے لو۔ کسی نے تمھیں کام کرنے کے لیے مجبور تو نہیں کیا۔"

"اب مجھے اتنا بھی گیا گزرا مت سمجھو۔ اس عالم میں بھی میں ہزاروں سے بہتر ہوں۔"

"میں اس بات سے بہت اچھی طرح واقف ہوں، لیکن یاد رکھو کہ ہر مقام پر صرف چالاکی ہی کام نہیں آتی۔ کہیں کہیں واقعی مشقت بھی کرنا پڑ جاتی ہے۔ تم اپنی فطری مکاری سے کام لے کے مجھے تو دھوکا دے سکتے ہو لیکن اس صحرا پر تمھاری کوئی چال کارگر نہیں ہو سکے گی۔"

اولیو ہاورڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے چلتا رہا۔ چند لمحوں تک اُس نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے اُس سے کہا۔ "ابھی تو یہ پہلا مرحلہ ہے اولیو ہاورڈ! ابھی ہماری جسمانی توانائیاں بڑی حد تک بحال ہیں۔ تم نے ابھی سے ہمت ہار دی تو بعد میں کیا ہوگا؟ مجھے احساس ہے کہ طویل عرصے سے تم نے خود کو ذہنی جدوجہد تک محدود کر رکھا ہے۔ اس لیے ابھی تم محنت و مشقت کے عادی نہیں رہے لیکن موجودہ ہنگامی حالت میں تمھیں خود پر جبر کرنا ہی پڑے گا۔"

"تمھاری بات دل کو لگی ہے علی! یہاں سے واپس جا کر میں ریٹائرمنٹ لینے کے بارے میں، سنجیدگی سے غور کروں گا۔"

"یہ تمھارا اپنا دردِ سر ہے کہ تم کیا کرتے ہو اور کیا نہیں کرتے۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ اس وقت ہمت نہ ہارو۔"

"میں کوشش کروں گا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک ایجنٹ کو ذہنی اور جسمانی دونوں اعتبار سے چاق و چوبند ہونا چاہیے۔ میں یا تو اس کام سے مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کر لوں گا یا پھر خود کو صرف فائلوں تک محدود کر لوں گا۔ جسمانی طور پر میں واقعی فٹ نہیں رہا۔"

"ابھی اس بارے میں کچھ نہ سوچو تو بہتر ہے۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟" اولیو ہاورڈ حیران ہو کر بولا۔ "اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"اس وقت تمھاری ذہنی کیفیت معمول پر نہیں ہے۔ تم ڈپریشن کا شکار ہو۔ یہ باتیں اُس وقت سوچنا جب تم ہر طرح سے نارمل ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ اُس وقت تم برعکس فیصلہ کرو گے۔"

"یہ تجربہ اتنا تلخ ہے کہ میرا خیال ہے اس کے بعد میں کوئی مختلف فیصلہ نہیں کر سکوں گا۔"

"یہ ماحول دیکھ رہے ہو اولیو ہاورڈ! ملگجا اندھیرا، آہ! سناٹا، خوشگوار ہوا اور سرسراہٹ پیدا کر کے اُڑتی ہوئی ریت۔ کیسا جادوئی ماحول ہے۔"

"ہاں، یہ بڑا سہانا ماحول ہے اور اس میں بڑی کشش ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"یہ بڑا مسحور کن ماحول ہے اولیو ہاورڈ! اور اگر آدمی ذرا بھی کمزوری کا مظاہرہ کرے تو یہ ماحول آدمی پر سحر طاری کر دیتا ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے اُلجھے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"کسی سحر زدہ آدمی کی باتوں پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"شاید یہ بات تم میرے لیے کہہ رہے ہو؟"

"ہاں اولیو ہاورڈ! اس طلسمی ماحول نے تمھیں اسیر کر لیا ہے اور تم خرافات بکنے لگے ہو۔ اگر ابھی سے یہ حال ہے تو خدا جانے کل دن میں تمھاری کیا کیفیت ہوگی۔ خود کو سنبھالو اولیو ہاورڈ! ہمیں بہت طویل سفر طے کرنا ہے۔"

"تم میرا مضحکہ اُڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔" اولیو ہاورڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ صحرا میں سفر کرنے کا یہ میرے لیے پہلا موقع نہیں ہے۔"

"اگر تم یہ کہو کہ تم پہلی بار صحرا میں سفر کر رہے ہو تب بھی میں تمھاری بات پر یقین نہیں کروں گا۔ تم جیسے مہم جو شخص کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اُس کا واسطہ صحرا سے نہ پڑا ہو لیکن اس کے باوجود میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تم صحرا سے بالکل بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واقف نہیں ہو۔"

"یہ کہہ کر تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں اولیو ہاورڈ! میں بھلا تمھاری توہین کیوں کرنے لگا۔ میں تو اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں۔ اگر تمھیں بُرا لگا ہے تو چلو یہ بتادو کہ سراب کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟"

"سراب کی قسمیں؟" اولیو ہاورڈ نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ اس کی کوئی قسم نہیں ہوتی۔ وہ تو ایک ہی قسم کا ہوتا ہے جس سے سب واقف ہیں۔"

"اس کے علاوہ ایک اور بھی سراب ہوتا ہے اولیو ہاورڈ! اور یہ وہ سراب ہے جو آدمی کے خیالات پر اثرانداز ہوتا ہے۔ اُسے یہ نہیں معلوم ہونے پاتا کہ جو کچھ وہ سوچ رہا ہے، آیا وہی سوچنا چاہتا ہے یا اُس کے عزائم کچھ اور ہیں۔ سراب کی اس قسم کا تعلق ریگستانوں کے رات کے ماحول سے ہوتا ہے۔ غالباً کسی بھی مصنف نے اپنے ایسے تجربات کا خصوصاً ذکر نہیں کیا اسی لیے لوگ اس سے ناواقف ہیں۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ نہیں میں تمھاری بات نہیں مان سکتا۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو کسی نہ کسی نے تو ضرور اس کا ذکر کیا ہوتا۔"

"تم نہیں مانتے تو مت مانو لیکن میری بات یاد رکھنا اگر ریگستان سے صحیح وسالم واپسی کے بعد تم اپنی ریٹائرمنٹ والے فیصلے سے دست بردار ہو گئے تو پھر تو تم میری بات تسلیم کر لوگے یا پھر بھی مجھے غلط سمجھنے پر ہی مصر رہو گے؟"

"اگر ایسا ہوا تو میں تمھاری بات مان لوں گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "لیکن مجھے حیرت ہے کہ یہ بات تمھارے تجربے میں کیسے آگئی؟"

"پاکستان میں ایک صوبہ ہے جسے سندھ کہتے ہیں . . ."

"میں نے کبھی اس کا نام نہیں سنا۔" اولیو ہاورڈ نے میری بات کاٹ دی۔

"سندھ کے دارالحکومت کا نام کراچی ہے . . ."

"او ہو! ہاں کراچی سے تو میں واقف ہوں۔ ایک بار وہاں جا بھی چکا ہوں۔ خوب صورت شہر ہے میں وہاں انٹرکانٹی نینٹل ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔"

"میں تمھیں بتا رہا تھا کہ سندھ ایک صحرائی علاقہ ہے اور صحرا سے متعلق جو بات میں نے تمھیں بتائی ہے وہ وہاں کے مقامی لوگوں کی ایک روایت ہے چونکہ یہ بات پہلے سے میرے علم میں تھی لہٰذا میں نے اس کا تجربہ کیا اور اسے سو فی صد درست پایا۔ ریگستان رات میں بھی اتنے ہی خطرناک ہوتے ہیں جتنے کہ دن میں . . . بلکہ رات میں تو میرے خیال میں ان کی خوف ناکی زیادہ ہی بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے کہ رات میں غیر محسوس طریقے پر وہ ہمارے اعصاب اور خیالات پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ اسی لیے میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ خود کو سنبھالو اور زیادہ سوچنے سے گریز کرو۔"

"حیرت ہے!" اولیو ہاورڈ بڑبڑا کر چپ ہو گیا۔

اس کے بعد بڑی دیر تک ہم خاموشی سے سفر کرتے رہے۔ ریگستان پر تاریکی کا راج تھا اور ہم تاروں کی چھاؤں میں ناک کی سیدھ میں آگے بڑھ رہے تھے۔

"کیا وقت ہو گیا ہے علی؟" بہت دیر بعد اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"دس بجنے والے ہیں۔" میں نے کہا۔

"گویا ہمیں چلتے ہوئے چار گھنٹے ہو چکے ہیں؟"

"ہاں، اور اس دوران ہم نے دس میل کا فاصلہ تو ضرور طے کر لیا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"فضا میں خنکی کتنی بڑھ گئی ہے۔ اگر ہم مستقل چل نہ رہے ہوتے تو شاید ٹھنڈ لگنے لگتی۔"

"ابھی تو خنکی اور بڑھے گی اولیو ہاورڈ! ممکن ہے کہ آدھی رات کے بعد ہمیں ٹھنڈ لگنے لگے۔"

"تمھیں بھوک نہیں لگ رہی علی؟" اولیو ہاورڈ نے معصومیت سے پوچھا۔

"بالکل لگ رہی ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔ "شاید مجھے تم سے زیادہ ہی بھوک لگ رہی ہوگی۔"

"ہاں، یقیناً تمھیں مجھ سے زیادہ بھوک لگ رہی ہوگی مگر تمھاری قوتِ برداشت بھی تو مجھ سے بہت زیادہ ہے۔"

"اس وقت ہم جس مجبوری سے دوچار ہیں اُس میں کسی گلے شکوے کی گنجائش تو نہیں نکلتی۔"

"میں کوئی شکوہ نہیں کر رہا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور اُس کی آواز سے مجھے اندازہ ہوا کہ تھکن اس پر بُری طرح اثرانداز ہونا شروع ہو گئی ہے۔ "پتا نہیں یہ لوگ بھی کس قماش کے ہیں؟ ہم فرار ہو گئے اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔"

"ضرور رینگ رہی ہوگی۔" میں نے بے ساختہ کہا۔ "وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں ورنہ ہمیں جوں ضرور نظر آتی۔"

"انھوں نے شاید ہمارے فرار کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی ورنہ ہمارا تعاقب ضرور کرتے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا تمھیں اپنی آزادی بُری لگ رہی ہے؟"

"اس آزادی سے تو قید ہی بہتر تھی کم از کم لوگوں کے درمیان تو تھے۔ ذرا دیکھو تو یہاں کیسا خوف ناک سناٹا مسلط ہے۔"

"کچھ ہی دیر قبل تم کہہ رہے تھے کہ بقیہ زندگی یہیں گزارنے کو جی چاہتا ہے اور اب تم اس ماحول سے نکل کر دشمن کی قید میں جانا چاہ رہے ہو۔"

"تم ہر بات میں بحث کیوں کرنے لگتے ہو؟" اولیو ہاورڈ چلتے چلتے رُک گیا۔ اُس کے انداز سے شدید جھلاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

"چلتے رہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے کہا۔ "مشکل یہ ہو گئی ہے کہ اب تم خود سے گرفتار ہونا چاہو بھی تو نہیں ہو سکتے۔"

"مجھے اس حال کو پہنچانے کی ذمے داری تم پر عائد ہوتی ہے۔" اولیو ہاورڈ غرّایا۔

"یہ الزامات عائد کرنے کا وقت نہیں ہے اولیو ہاورڈ!" میں نے مصلحتاً نرمی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ اولیو ہاورڈ کی حالت خاصی خراب تھی، وہ جسمانی محنت کا ذرا بھی عادی نہیں رہا تھا یہی وجہ تھی کہ ریگستان میں صرف دس میل پیدل چلنے کے بعد اُس کا ذہن اُس کے قابو سے باہر ہو گیا تھا۔ "خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرو ورنہ ہم اس صحرا سے کبھی نہیں نکل سکیں گے۔"

"ریت پر پیدل چلنا آسان کام نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے اپنے لہجے کے ہیجان پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "شہر کے پختہ راستوں پر بھی دس میل چل کر آدمی ہانپ جاتا ہے اور اس ریت پر دس میل کم از کم سو میل کے برابر تو ضرور ہوں گے۔ یہاں تو اگر کسی پہلوان کو بھی اتنا چلنا پڑے تو وہ بھی ہانپ جائے گا۔"

"تم عام آدمی کی بات کر رہے ہو اولیو ہاورڈ! جب کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک بھی عام آدمی نہیں ہے۔ ہم تو بہت خاص قسم کے لوگ ہیں جو صرف خاص قسم کے کام انجام دیتے ہیں۔ چونکہ ہم خاص قسم کے لوگ ہیں لہٰذا ہمیں حالات بھی خاص قسم کے ہی درپیش آتے ہیں۔ عام آدمی کو اس قسم کے حالات کا سامنا کرنا ہی نہیں پڑتا۔ ہم تو لتنے خاص قسم کے لوگ ہیں اولیو ہاورڈ، کہ دنیا کا بڑے سے بڑا پہلوان بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم نے کسی پہلوان کی مثال دے کر نہ صرف اپنی بلکہ میری بھی توہین کی ہے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم جیسا خاص آدمی یوں عام انداز میں بھی سوچ سکتا ہوگا۔"

میری 'خاص آدمی' والی بات اولیو ہاورڈ پر اثر کر گئی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی۔" اُس نے جھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "جس قسم کے حالات ہمیں پیش آتے ہیں ایسے حالات سے کسی بڑے سے بڑے پہلوان کا بھی سابقہ پڑے تو اُس کے اعصاب جواب دے جائیں گے۔"

"اعصاب جواب نہیں دے جائیں گے بلکہ چٹخ جائیں گے۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو قابو میں رکھنے کے لیے اُسے مکھن لگایا۔ "بلکہ اگر یہ بات بالکل درست انداز میں بیان کرنی ہو تو یوں کہا جائے گا کہ بڑے سے بڑے پہلوان کو بھی ویسے حالات کا سامنا کرنا پڑ جائے جیسے ہم لوگوں کو اکثر درپیش ہوتے ہیں تو اُس پہلوان کے اعصاب ایک زوردار دھماکے کے ساتھ پھٹ جائیں گے۔"

اولیو ہاورڈ خوش ہو گیا۔ اُس کی خوشی کا اندازہ مجھے اُس کی آواز سے ہوا جو زندگی سے بھرپور تھی۔ "حالانکہ جسمانی طور پر پہلوان ہم سے بہت زیادہ مضبوط اور طاقت ور ہوتے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"جسمانی طاقت اور مضبوطی اور چیز ہوتی ہے اولیو ہاورڈ اور مختلف قسم کے سخت حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت اور چیز ہوتی ہے۔ اس کے لیے آہنی اعصاب درکار ہوتے ہیں۔ تم بھی آہنی اعصاب کے مالک ہو مگر تم نے خود پر جو احساس طاری کر لیا ہے وہ تمھاری اعصابی قوتوں میں دراڑیں ڈال رہا ہے۔"

"کون سا احساس؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر کہا۔

"تم نے خود پر یہ احساس مسلط کر رکھا ہے کہ تمھاری عمر ڈھل رہی ہے اور اس کے ساتھ ہی تمھارے قویٰ جواب دیتے جا رہے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر یہی بات ہوتی تو تم کبھی ریت پر دس میل کا سفر اتنی آسانی سے طے نہیں کر سکتے تھے۔"

"میں نے تو خود پر کوئی احساس مسلط نہیں کیا۔ ڈھلتی ہوئی عمر تو ایک حقیقت ہے اور میں نے تو صرف . . ."

"نہیں اولیو ہاورڈ، یہ سوچ ہی غلط ہے کہ تمھاری عمر ڈھل رہی ہے۔ توانائیوں کا منبع تو قوتِ ارادی ہوا کرتی ہے عمر، جسم اور طاقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تمھاری باتوں سے میرے اندر توانائیوں کی نئی لہریں دوڑا دی ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اس میں بھی تمھاری شخصیت کا ہی کمال ہے اولیو ہاورڈ، یہی باتیں اگر میں کسی اور شخص سے کرتا تو ہرگز اُس پر اثرانداز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہ ہو تمھیں۔"

"شکریہ علی! تم ایک ایسے شخص ہو جس کی دوستی تو خیر بہت بڑا اعزاز ہے لیکن جس سے تمھاری دشمنی ہو وہ بھی فخریہ انداز میں تم سے اپنے اس تعلق کا ذکر کر سکتا ہے۔"

"گویا تمھیں اس بات پہ فخر ہے کہ میرا تم سے دشمنی کا رشتہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں کیوں فخر نہ کروں علی! جتنی مشکلات تم میرے لیے اٹھا چکے ہو اتنی تو کوئی کسی دوست کے لیے بھی برداشت نہیں کرتا۔"

"یہ بات ذہن سے نکال دو اولیو ہاورڈ کہ میں تمھاری وجہ سے کوئی صعوبت برداشت کر رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے کر رہا ہوں۔ تمھاری جگہ کوئی بھی ہوتا تو میں اپنا وعدہ نبھانے کے لیے یہی کچھ کرتا۔"

"تمھاری انھی باتوں کی وجہ سے کبھی کبھی افسوس ہونے لگتا ہے کہ تم ہم میں کیوں شامل نہیں ہو۔"

"تم کسی موقع پر جھوٹ بولنے سے باز نہیں رہ سکتے اولیو ہاورڈ!" میں نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔ "جب میری وجہ سے تمھیں کوئی ہزیمت برداشت کرنا پڑتی ہے یا کسی محاذ پر میری وجہ سے تمھیں شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تب تو یقیناً تم یہ بات سوچتے ہو گے لیکن کسی اور موقع پر یہ خیال تمھارے ذہن میں نہیں آسکتا۔"

"تم جو بھی سمجھو لیکن ہم.... جوہر شناس لوگ ہیں اور باصلاحیت لوگوں کی قدر کرنا جانتے ہیں۔"

"میں نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ مجھے بہت زیادہ اہمیت دی جائے۔ نہ ہی مجھے کسی عہدے وغیرہ کا لالچ ہے۔ میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ مجھے اپنی مرضی سے اپنے ضمیر کے مطابق کام کرنے کی آزادی مل جائے جو مجھے حاصل ہے۔"

"اُن لوگوں کو تمھاری قدر نہیں ہے علی! تمھاری بے قدری دیکھ کر مجھے افسوس ہوتا ہے۔"

"ہوتا ہو گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اور جو لوگ آج میری قدر نہیں کر رہے ایک روز ضرور کریں گے تم دیکھ لینا۔"

اولیو ہاورڈ خاموش ہو گیا۔ اندھیری رات میں ہم چلتے رہے۔ اولیو ہاورڈ کے اعتماد میں اب خاصا اضافہ ہو چکا تھا لیکن میں اب بھی اُس کی طرف سے تشویش میں مبتلا تھا۔ اگر وہ اپنی قوتِ ارادی کے بل پہ رات گزار دیتا تب بھی یہ بات یقینی تھی کہ کل وہ مزید سفر نہیں کر سکے گا اور اُس وقت خود میری حالت ایسی ہو گئی تھی کہ اگر صبح تک ہم کسی محفوظ مقام تک نہ پہنچ جاتے تو شاید کل کا دن گزارنا میرے لیے بھی محال ہوتا۔ ریگستان کی جھلسا دینے والی گرمی کا بغیر کچھ کھائے پیے پورا دن مقابلہ کرنا کسی بھی آدمی کے لیے ناممکن تھا۔ ہم دونوں کی زندگیاں خطرے میں تھیں اور میں اس خطرے کے خلاف برسرِ پیکار تھا۔

"اب کیا وقت ہو گیا ہے علی؟" بڑی دیر بعد اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ رات تو شیطان کی آنت کی طرح لمبی ہو گئی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا — اُس کی آواز سے نقاہت ٹپک رہی تھی۔

"موجودہ صورتِ حال کے بارے میں سوچو گے تو وقت بڑی مشکل سے گزرے گا۔ مت سوچو کہ تم کس صورتِ حال سے دوچار ہو۔"

"میں نے بڑی کوشش کی مگر کچھ اور سوچا ہی نہیں جا رہا۔ یوں جیسے سوئی ریکارڈ پر اٹک جاتی ہے!"

"جو ہونا ہے اولیو ہاورڈ، وہ تو ہو کر رہے گا۔ اس کے بارے میں قبل از وقت سوچ کر کیوں خود کو پریشان کرتے ہو؟ فی الحال صحرا کی رات دیکھو اولیو ہاورڈ۔ کتنی حسین ہے۔ کبھی شہر میں بھی آسمان پر اتنے ستارے دیکھے ہیں؟"

"مجھے کبھی اتنی فرصت ہی نہیں ملی کہ آسمان کے ستارے دیکھنے بیٹھوں۔"

"مناظرِ فطرت میں دلچسپی لیا کرو اولیو ہاورڈ! ... روح کو جلا ملتی ہے۔"

"اس خونی ریگستان سے بچ کر نکل گیا تو مناظرِ فطرت میں دلچسپی لینے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے کبھی آسمان پہ لٹکتے ستاروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اولیو ہاورڈ! ذرا دیکھو تو کتنا خواب ناک منظر ہے۔"

"مجھے تو اس منظر میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔ میرے خیال میں تو آسمان پر روز ہی اتنے ستارے ہوتے ہیں۔"

"ستارے تو اتنے ہی ہوتے ہیں اولیو ہاورڈ! مگر نظر نہیں آتے۔ شہر کی روشنیوں میں ان بے چاروں کی جھلملاہٹ شہر والوں تک نہیں پہنچ پاتی۔"

"ہوتا ہو گا کچھ۔" اولیو ہاورڈ نے بیزاری سے کہا۔ "مجھے ان فضولیات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔"

"یہ فضولیات ہیں؟" میں نے حیرت آمیز لہجے میں کہا۔

Shaheen Library
SAHIWAL

"صدہا سال سے یہ ننھے منے ستارے یونہی پلکیں جھپکا رہے ہیں۔ ان کی چھاؤں میں ہزاروں رومان پرور جوڑوں نے عہد و پیمان کیے ہیں۔ کیا تمھیں ان میں کوئی اسرار محسوس نہیں ہوتا؟"

"میں رومان وغیرہ کا قائل نہیں ہوں۔ یہ سب فضول لوگوں کے دھندے ہیں۔"

میں اولیو ہاورڈ کا دھیان بٹانے کے لیے اوٹ پٹانگ گفتگو کرتا رہا۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میری ذہنی رو بھی بھٹکنے لگی ہو اور پھر مجھے خود پر قابو پانے کے لیے جدوجہد کرنا پڑتی تھی۔

کوئی چار بجے کے قریب اولیو ہاورڈ کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو گئی۔ اس سے پہلے بھی وہ چلتے ہوئے ڈگمگا رہا تھا مگر اب لڑکھڑاہٹ نمایاں ہو گئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اب وہ مزید زیادہ دیر نہیں چل سکے گا۔

"خود کو سنبھالو اولیو ہاورڈ!" میں نے اُسے سہارا دیتے ہوئے کہا۔

"اب مجھ سے بالکل نہیں چلا جا رہا علی!" اولیو ہاورڈ کی آواز سے شدید نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔

"تھوڑی سی ہمت اور کر لو۔ بس اب صبح ہونے ہی والی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیسے ہمت کروں!" اُس نے کہا اور دفعتاً اس کے پیروں نے جواب دے دیا۔ اُس کا سارا بوجھ مجھ پر آ گیا۔ میں اس اچانک بوجھ کو برداشت نہ کر سکا اور اُسے لیے ہوئے ریت پر گر پڑا۔ اولیو ہاورڈ بے ہوش ہو گیا تھا۔

مجھے پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ اولیو ہاورڈ آخر کار میرے لیے مسئلہ ضرور بنے گا اور وہی ہوا بھی تھا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اولیو ہاورڈ کی پشت سے بندھا ہوا پیراشوٹ کا بنڈل علیحدہ کیا اور اُسے کھول کر ریت پر بچھا دیا۔ اُس کے جوتے میں نے ایک طرف رکھ دیے تھے۔ پھر میں نے اولیو ہاورڈ کو ریت پر بچھے ہوئے پیراشوٹ پر منتقل کر دیا۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔

اُسے پیراشوٹ پر لٹا کر میں نے اپنے لیے بھی پیراشوٹ بچھایا اور لیٹ گیا۔ لیٹنے سے قبل میں نے موزے اور جوتے بھی پہن لیے تھے۔ میری اپنی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔ ذہن پر دھند سی چھائی ہوئی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں برسوں پیدل چلتا رہا ہوں۔

تھکن نے مجھے زیادہ سوچنے کی مہلت نہیں دی اور نیند نے مجھے بھی اولیو ہاورڈ کی طرح تمام تفکرات سے بے نیاز کر دیا۔

میری آنکھ اس احساس کے ساتھ کھلی کہ میرے نزدیک کوئی موجود ہے۔ میں نے ہڑبڑا کر اُٹھنے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ پیراشوٹ بہت بُری طرح میرے جسم کے گرد لپٹا ہوا ہے۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال پیدا ہوا کہ میں پھنس گیا ہوں۔

میں نے جیسے تیسے خود کو پیراشوٹ سے باہر نکالا۔ سورج طلوع ہو چکا تھا مگر اس کی کرنوں میں ابھی تمازت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اپنے نزدیک کھڑی شخصیت کو دیکھا اور میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ وہ ایک حسین و جمیل دوشیزہ تھی جس نے عرب کا لباس زیبِ تن کر رکھا تھا۔ مجھے اُٹھتے دیکھ کر وہ خوفزدہ سے انداز میں پیچھے ہٹی اور آنکھیں پٹ پٹا کر مجھے دیکھنے لگی پھر اُس کے لب کھلے اور خوف زدہ سی آواز برآمد ہوئی۔ "ت... تم کون ہو؟"

اُس کی آواز میں اتنی نغمگی تھی کہ لمحے بھر کو تو میں جیسے کھو کر رہ گیا پھر اچانک مجھے جیسے ہوش آ گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں ورنہ اس لق و دق ویران صحرا میں کسی حسین و جمیل دوشیزہ کا کیا کام ہو سکتا تھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ ہر سمت صحرا کی ریت بکھری ہوئی تھی۔ میرے برابر ہی اولیو ہاورڈ خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا اور سامنے وہ شعلۂ جوالہ موجود تھی۔

میں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ پونے سات بجے تھے۔ میں یقیناً کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہر چیز اپنی پوری تفصیل سمیت میری نگاہوں کے سامنے تھی اور... خوابوں میں جزئیات بہرحال واضح نہیں ہوا کرتیں۔

پھر سوال یہ تھا کہ وہ خوب رُو دوشیزہ کون تھی؟ ظاہر ہے وہ آسمان سے تو نہیں اُتری ہو گی۔ یقیناً کہیں نہ کہیں سے آئی ہو گی۔ اُس کی سانولی رنگت بتاتی تھی کہ اُس کا تعلق اسی صحرا سے ہے۔ لیکن جن حالات سے میں دوچار تھا اُس کے پیشِ نظر میں ہر چیز کو شک و شبے کی نظر سے دیکھنے کے لیے مجبور تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اُس کا تعلق ہمیں تلاش کرنے والی کسی پارٹی سے رہا ہو۔ وہ لوگ مجھے دھوکے سے گھیر کر گرفتار کرنا چاہتے ہوں۔ انھوں نے کسی ایسے ذریعے سے ہمارا سراغ لگا لیا ہو جس کے بارے میں میں کوئی اندازہ نہ لگا سکتا ہوں اور اس کے بعد انھوں نے حسین و جمیل دوشیزہ بھیج دی ہو جس کا مقصد یہ ہو کہ ہمیں دھوکے سے کسی مخصوص مقام تک لے جائے اور گرفتار کرا دے۔

"ہم مسافر ہیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "اپنے قافلے سے بچھڑ گئے ہیں۔"

... نے حیرت سے ہم دونوں کو دیکھا۔ "مسافر ہو!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مگر تمھارا سامان کہاں ہے؟" اُس نے کہا۔ وہ عربی بول رہی تھی مگر اُس کی عربی عام طور پر بولی جانے والی عربی سے بہت مختلف تھی۔
"ہماری بدقسمتی کی داستان بہت طویل ہے خاتون اور اُسے سنانے کے لیے بڑا وقت درکار ہوگا۔" میں نے کہا۔ "تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو اور یہاں اس ویرانے میں کیا کر رہی ہو؟"
"میرا نام مرجانہ ہے اور میرا تعلق جراعت قبیلے سے ہے۔"
"جراعت قبیلے کا نام میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔" میں نے ذہن پر زور دینے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔
"ہمارا قبیلہ کوئی مشہور قبیلہ نہیں ہے۔" مرجانہ نے کہا۔ "بس ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے اور ہم نخلستان میں رہتے ہیں۔"
"نخلستان میں؟" میں چونک پڑا۔ "نخلستان کہاں ہے؟"
"ادھر۔" اُس نے ہاتھ اُٹھا کر شمال مغرب کی طرف اشارہ کیا۔ "یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"
میں نے اُس کی بتائی ہوئی سمت میں دیکھا مگر مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ درمیان میں ریت کے ٹیلے حائل تھے لیکن اگر اُس کا کہنا درست تھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر اس وقت اتفاق سے مرجانہ ہمیں نہ دیکھ لیتی تو ہم اُٹھنے کے بعد مخالف سمت میں چل دیتے اور اُس کے بعد خدا جانے ہمارا کیا انجام ہوتا۔
میں نے ایک طویل سانس لے کر مرجانہ کی طرف دیکھا۔ "ادھر تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔" میں نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم تو کہہ رہی ہو ادھر نخلستان ہے۔"
"ایسے تمھیں کیا نظر آئے گا؟" مرجانہ نے حیرت سے کہا۔ "دیکھ نہیں رہے سامنے ریت کے ٹیلے ہیں اور پھر وہ نخلستان اتنا قریب بھی نہیں ہے۔"
میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ امکان رد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ یہ اُن لوگوں کی کوئی چال ہو مگر اس ریگستان میں پیاس سے بلک بلک کر مر جانے سے تو یہی بہتر تھا کہ خود کو ان لوگوں کے حوالے کر دیا جائے۔ بے سروسامانی کے عالم میں اس ریگستان سے زندہ بچ کر نکلنا ناممکنات میں سے تھا جب کہ ان لوگوں کی قید سے فرار ہونا بہت آسان تھا۔
"کیا تم ہمیں اُس نخلستان تک لے چلو گی؟" میں نے مرجانہ سے کہا۔
"تو اور تمھارے خیال میں میں یہاں کیوں رُکی ہوئی ہوں؟" مرجانہ نے تعجب سے کہا۔ "اس بے سروسامانی کے عالم میں تم کہیں جا بھی نہیں سکتے۔ تمھارے پاس تو پانی بھی نظر نہیں آ رہا۔ پانی کے بغیر صحرا میں دن کے وقت چند گھنٹوں کے اندر اندر آدمی مر جاتا ہے۔ کیا تم اتنی سی بات نہیں جانتے؟"
"بالکل جانتا ہوں محترم خاتون۔" میں نے کہا۔ "مگر اس وقت ہم بہت مجبور ہیں۔ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اگر آپ ہمیں نخلستان تک لے چلیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔"
"تم کیسی باتیں کر رہے ہو اجنبی۔" مرجانہ نے ناگواری سے کہا۔ "میرا باپ قبیلے کا سردار ہے اور تم ہمارے مہمان ہو گے۔ کیا تم عرب روایات سے واقف نہیں ہو؟"
"بہت اچھی طرح واقف ہوں سیدہ مرجانہ۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "لیکن میں نے سوچا شاید آپ کے قبیلے کی روایات کچھ مختلف ہوں۔"
"ہرگز نہیں، اجنبی مسافر۔" مرجانہ بڑی تمکنت سے بولی۔ "مہمان نوازی کی عرب روایات کبھی کسی جگہ تبدیل نہیں ہو سکتیں۔ اب اپنے ساتھی کو اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو۔ تمھارا ساتھی بہت گہری نیند سو رہا ہے۔ کیا یہ بے ہوش ہے؟"
"نہیں سیدہ مرجانہ! یہ بے حد تھک گیا ہے۔ ہم نے تمام رات پیدل سفر کیا ہے۔"
"او ہو! اب تو تم بھی بے حد تھکے ہوئے ہو گے۔ تمھارے حلیے سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے۔ کیا تمھیں تھکن محسوس نہیں ہو رہی؟"
"معمولی سی تھکن ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے جھوٹ بولا۔ ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ ریگستان میں پچیس میل کے قریب پیدل چلنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے جسم کا جوڑ جوڑ ہل کر رہ گیا ہو۔
میں نے اولیو ہاورڈ کو جھنجوڑ کر اُٹھانے کی کوشش کی مگر وہ بالکل بے سُدھ پڑا ہوا تھا۔
"تم نے اپنا نام نہیں بتایا اجنبی مسافر؟" مرجانہ نے پوچھا۔
"مجھے علی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے سیدہ۔" میں نے کہا۔
"اور تمھارا یہ ساتھی کون ہے۔ اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟"
"یہ میرا دوست ہے سیدہ۔ ترکی کا باشندہ ہے اور اس کا نام ذکریا پاشا ہے۔"
"یہ اٹھ کیوں نہیں رہا ہے علی؟ کیا یہ بہت زیادہ تھک گیا ہے؟"
"یہ زیادہ مشقت کا عادی نہیں ہے سیدہ مرجانہ! پھر اس کی عمر بھی زیادہ ہے ورنہ عموماً یہ گہری نیند نہیں سوتا۔"
میں نے اولیو ہاورڈ کو جھنجوڑ ڈالا۔ "اٹھو ذکریا پاشا!

آج تو تم گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو۔"
"اسے اٹھاؤ علی! ورنہ اگر دیر ہو گئی تو سورج آگ برسانے لگے گا اور تمھارے دوست کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ زیادہ سفر کر سکے۔"
اولیو ہاورڈ نے کسمسا کر کروٹ بدلی اور پھر بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔ میں اُسے ذکریا پاشا کہہ کر مخاطب کر رہا تھا اور اٹھتے ہی اُس نے اپنے سامنے مرجانہ کو موجود پایا۔ اجنبیت کے شدید احساس نے اُسے بھونچکا بنا کر رکھ دیا۔
"ہم کہاں ہیں؟ یہ کون ہے؟ یہ سب کیا چکر ہے؟" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
"تمھارا نام ذکریا پاشا ہے، میں علی ہوں اور تم میرے دوست اور ترکی کے باشندے ہو۔" میں نے جلدی جلدی اولیو ہاورڈ سے کہا۔
"یہ تم کون سی زبان میں باتیں کر رہے ہو علی؟" مرجانہ نے کہا۔ "ہم انگریزی میں گفتگو کر رہے تھے۔" "کیا تمھارے دوست کو عربی نہیں آتی؟"
"نہیں سیدہ مرجانہ! اسے عربی نہیں آتی۔ جتنی عربی اسے آتی ہے وہ نہ آنے کے ہی برابر ہے۔"
"یہ تو بڑی افسوس ناک بات ہے۔ خیر تم اس سے کہو کہ یہ جلدی سے چلنے کے لیے تیار ہو جائے۔ زیادہ دیر انتظار نہیں کیا جا سکتا۔"
"یہ کون ہے علی؟ اور تم اس سے کیا باتیں کر رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے مجھ سے پوچھا۔
"اس کے بیان کے مطابق یہ قریبی نخلستان کے ساتھ رہنے والے قبیلے جراعت کے سردار کی بیٹی ہے اور اس کا نام مرجانہ ہے۔" میں نے کہا۔
"اس کا قبیلہ یہاں سے کتنی دور آباد ہے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔
"اس کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ نخلستان یہ ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تو ضرور ہوگا۔"
"صحرا میں اتنا فاصلہ بہت ہوتا ہے علی۔" اولیو ہاورڈ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔
"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے اولیو ہاورڈ کو گھورا۔
"یہ اس ویران جگہ پر اتنی دور کیا کرنے آئی ہے؟"
"ابھی مجھے اس سے اتنی باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا۔" میں نے کہا۔
"تمھیں اس سے یہ بات ضرور معلوم کرنی چاہیے تھی علی۔"
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"
"دیکھو نا یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس کا تعلق انھی لوگوں سے ہو اور ہم دوبارہ گرفتار ہو جائیں۔"
"یہ بات تو ہے۔" میں نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اسے واپس کر دیتے ہیں۔"
"کیا کہہ رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ بوکھلا گیا۔ "اگر یہ واپس چلی گئی تو ہمارا کیا بنے گا؟"
"تم عجیب آدمی ہو اولیو ہاورڈ! خود ہی گرفتار ہونے کا خدشہ بھی ظاہر کرتے ہو اور خود ہی اس طرف سے بھی تشویش کا شکار ہو کر اگر یہ واپس چلی گئی تو ہم کہاں جائیں گے؟ جلدی سے کسی فیصلے پر پہنچ کر مجھے مطلع کرو۔ ظاہر ہے یہ تمام دن تو ہمارا انتظار نہیں کرتی رہے گی۔"
"تم لوگ کیا باتیں کرنے لگے؟" مرجانہ کہا۔ "کیا تمھیں یہ احساس نہیں کہ سورج کی تمازت بڑھتی جا رہی ہے؟"
"دراصل میرا ساتھی بڑی نقاہت محسوس کر رہا ہے سیدہ مرجانہ۔ کہہ رہا ہے کہ اسے چکر آ رہے ہیں۔ شاید اپنے پیروں پر نہ چل سکے۔"
"اس سے کہو کہ ہمت کر کے چلنے کی کوشش کرے ورنہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ کہیں اسے لُو تو نہیں لگ گئی؟"
"میں اسے یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں سیدہ۔" میں نے کہا اور پھر اولیو ہاورڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تم نے کیا فیصلہ کیا اولیو ہاورڈ؟"
"تمھارا کیا خیال ہے؟" اُس نے جواب دینے کے بجائے اُلٹا مجھ سے ہی سوال کر ڈالا۔
"ہمارے پاس اس کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں ہے کہ اس کے ساتھ چلے چلیں ورنہ ہمارے لیے صحرا کا ہر راستہ ہلاکت کی طرف جاتا ہے۔"
"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی۔" اولیو ہاورڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ہمیں اس کے ساتھ جانا ہی پڑے گا۔ ہم اس کے لیے مجبور ہیں۔"
"پیراغوط کا بنڈل بنا لو اور جوتے پہن کر جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"
اولیو ہاورڈ کے جسم میں جیسے بجلی سی بھر گئی۔ اُس نے تیاری کرنے میں بہت تیزی دکھائی۔
"تم تو کہہ رہے تھے کہ تمھارا دوست نقاہت محسوس کر رہا ہے۔ جب کہ اسے کام کرتے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس سے زیادہ پھرتیلا آدمی کوئی ہوگا ہی نہیں۔" مرجانہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

[illegible] سے دھمکی دے رہی تھی سیدہ مرجانہ کہ اگر [illegible] کے اندر اندر چلنے کے لیے تیار نہ ہو گیا تو ہم اسے [illegible] چلے جائیں گے۔" میں نے کہا۔

مرجانہ ہنس پڑی۔ بڑی خوب صورت ہنسی تھی۔ جیسے یوں [illegible] جیسے جلترنگ بج اٹھے ہوں اور صحرا میں بہار آ گئی۔

"تم بہت چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اسے دھمکی دینے کی ضرورت تھی۔ وہ تو پہلے ہی لب دم معلوم ہو رہا ہے۔"

"اس کی زندگی بچانے کے لیے یہ دھمکی بے حد ضروری تھی سیدہ۔ ورنہ اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔"

مرجانہ نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور مسکرا کر رہ گئی۔ ولیو ہاورڈ چلنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ میں نے بھی شوٹ کا بنڈل بنا کر کمر سے باندھ لیا۔ "چلیں سیدہ مرجانہ؟" میں نے کہا۔

"ہاں چلو۔" مرجانہ نے کہا اور ہم اس کے ساتھ روانہ ہو [illegible] مجھے شدت کی پیاس لگ رہی تھی اور حلق میں کانٹے پڑتے [illegible] تھے لیکن میں اپنے کسی انداز سے کوئی غیر معمولی [illegible] نہیں ہونے دے رہا تھا جب کہ ولیو ہاورڈ بار بار اپنی زبان ہونٹوں پر پھیر کر اپنے ہونٹ تر کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو آپ سے ایک ذاتی سا سوال کر لوں [illegible]" میں نے مرجانہ سے کہا۔

[illegible] مرجانہ نے [illegible]

"آپ اپنے قبیلے سے تن تنہا یہاں کیا کرنے آئی تھیں؟"

"اس سوال کا جواب ضروری ہے علی؟" مرجانہ نے [illegible] میں نے محسوس کیا کہ اس کے لہجے میں ہلکی سی اداسی تھی۔

"اگر کوئی بہت ہی ذاتی بات ہے سیدہ تو میں جواب پر [illegible] نہیں کروں گا۔"

"تم ہمارے مہمان ہو علی! اور ہم لوگ مہمانوں کو اپنی پریشانیوں سے دور رکھتے ہیں۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں جواب پر اصرار کروں گا سیدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔

"تم مصر ہو تو میں تمھیں بتائے دیتی ہوں۔ دراصل کچھ دنوں سے ہماری بستی ایک مشکل کا شکار ہے۔ صحرائی قزاقوں نے ہمارا سکون درہم برہم کر دیا ہے۔"

"کیا انھوں نے آپ کی بستی پر حملہ کیا ہے سیدہ مرجانہ؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن ہمیں ان کی جانب سے برابر دھمکیاں مل رہی ہیں۔ انھوں نے ہم سے ایک خطیر رقم کا مطالبہ کیا تھا جس کا بندوبست کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں تھا۔ انھوں نے رقم کی فراہمی کے لیے ہمیں دو بار مہلت دی مگر ہم ان کی مطلوبہ رقم کا بندوبست نہیں کر سکے۔ انھوں نے ہمیں آخری بار تین روز کی مہلت دی تھی جو آج شام کو ختم ہو رہی ہے۔ اگر آج شام قزاقوں کو مطلوبہ رقم فراہم نہ کر دی گئی تو وہ ہماری بستی کو تاخت و تاراج کر ڈالیں گے۔"

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی سیدہ مرجانہ کہ قزاقوں اور آپ کی یہاں آمد میں کیا نسبت ہے۔ کیا آپ یہاں رقم کا بندوبست کرنے آئی تھیں؟"

"یہی سمجھ لو۔" مرجانہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔ "دراصل ہماری بستی کے مطوّع نے ایک عمل بتایا تھا جو دفع مصائب کے لیے بہت مجرب ہے مگر اس عمل کے لیے دو کڑی شرائط ہیں۔ ایک تو یہ کہ عمل کوئی ایسی دوشیزہ کرے جو باکردار ہو اور دوم یہ کہ عمل ایسے مقام پر کیا جائے جہاں ویرانہ ہو اور آبادی سے کم از کم اتنی دور ہو کہ وہاں تک کوئی آواز نہ پہنچ سکتی ہو۔ چنانچہ میں نے عمل کرنے کے لیے یہ مقام منتخب کیا تھا۔"

میں نے حیرت سے مرجانہ کو دیکھا۔ وہ عجیب ناقابل یقین باتیں کر رہی تھی۔ اس قسم کی [illegible] باتوں سے تو عام آدمی بھی مطمئن [illegible] کیا جا سکتا تھا۔ مرجانہ [illegible] لیکن مجھے ان لوگوں پر حیرت ہوئی [illegible] چھلنے کے لیے اس ذہین ایجنٹ [illegible] کیسے وقوف [illegible] میں موجودگی [illegible] علاوہ کوئی جواز پیش بھی تو نہیں کر سکتی تھی۔

"مجھے اس طرح مت دیکھو۔" مرجانہ نے قدرے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں ضعیف الاعتقاد نہیں ہوں لیکن راسخ العقیدہ ضرور ہوں۔ میں نے کبھی کوئی وظیفہ یا عمل نہیں کیا۔ لیکن اس بار معاملہ ایسا آ پڑا کہ میں مجبور ہو گئی۔ عمل کے لیے باکردار دوشیزہ ہونے کی شرط ایسی تھی کہ سردار کی بیٹی ہونے کے ناتے میں نے اس عمل کو کرنے کی ذمے داری اپنے اوپر محسوس کی۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "بڑے عجیب قزاق ہیں سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔ "انھیں تو لوٹ مار کر کے چلا

جانا چاہیے تھا۔ قزاق دھمکیاں تو نہیں دیا کرتے۔"

"شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ہم بستی والوں کے پاس زیادہ مال و متاع نہیں ہے۔ یہاں اس ریگستان میں ہمارے ذرائع بے حد محدود ہیں۔ وہ ہمیں اسی لیے دھمکیاں دے رہے ہیں کہ ہم اپنے سارے ذرائع استعمال کر کے کہیں نہ کہیں سے ان کی مطلوبہ رقم کا بندوبست کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ مطلوبہ رقم ملنے کے بعد بھی وہ بستی میں لوٹ مار ضرور کریں گے۔"

"جب بستی والوں کے ذرائع ہی محدود ہیں تو وہ رقم کا بندوبست کیسے کر سکیں گے؟" میں نے کہا۔

"ہماری بستی کے تمام نوجوان شہروں میں کام کرتے ہیں۔ سال میں ایک آدھ بار جب وہ یہاں آتے ہیں تو اپنے ساتھ ضروریات کی چیزیں لے آتے ہیں۔ ظاہر ہے اس ریگستان میں رقم تو ہمارے کسی کام نہیں آ سکتی۔ بستی والوں کا خیال ہے کہ قزاق اس بات سے واقف ہیں کہ ہمارے نوجوان شہروں میں کام کرتے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے ہمیں لوٹنے کے بجائے دھمکیاں دینے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے کہ ہم لوگ شہروں میں موجود اپنے نوجوانوں کے ذریعے رقم کا بندوبست کر دیں۔ اگر قزاق ویسے یہاں لوٹ مار کریں گے تو انھیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

میں حیران رہ گیا۔ مرجانہ نے اچانک ہی منطقی انداز میں مدلل گفتگو کرنا شروع کر دی تھی۔ اس کی باتوں میں وزن تھا اور انھیں رد کرنا آسان نہیں رہا تھا۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے یا سچ بول رہی ہے۔ اس کے انداز میں اتنی معصومیت اور بے ساختگی تھی کہ اس پر یقین کر لینے کو جی چاہتا تھا لیکن اس کے جھوٹے یا سچے ہونے کی بات زیادہ اہمیت رکھتی بھی نہیں۔ وہ جو کچھ بھی تھی میرے لیے تو فرشتۂ رحمت ہی بن کر نازل ہوئی تھی۔ وہ ہماری گرفتاری کے خواہاں لوگوں کی ایجنٹ ثابت ہوتی یا سچ مچ کسی قبیلے کے سردار کی بیٹی نکلتی مجھے اس سے کوئی غرض رکھنی بھی نہیں چاہیے تھی۔ کچھ ہی دیر بعد حقیقت سامنے آنے والی تھی اور اس ذرا سی دیر کے لیے اس لایعنی مسئلے میں دماغ سوزی کرنا عبث تھا۔ میں نے ذہن سے سارے خیالات جھٹک دیے۔

"صبح جب عمل پورا کر کے میں واپس ہو رہی تھی تو معاً میری نگاہ تم دونوں پر پڑی۔" مرجانہ کہہ رہی تھی۔ "جذبۂ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں تمھارے نزدیک آئی۔ تمھاری نیند پتا نہیں کیسی ہے؟ جیسے ہی میں تمھارے نزدیک پہنچی تم اٹھ گئے۔"

"میں بہت کچی نیند سونے کا عادی ہوں سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔

"اب ایسی بھی کیا کچی نیند کہ آدمی ہوا کے جھونکے سے بھی اٹھ جائے۔" مرجانہ نے مسکرا کر کہا۔ "جب تم میری آہٹ پا کر اٹھ گئے تو میں ڈر گئی۔ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں تم لوگوں کا تعلق انھی قزاقوں سے نہ ہو۔"

"پھر یہ شبہ دور کیسے ہوا سیدہ مرجانہ؟"

"تمھارے حلیوں سے۔" مرجانہ نے کہا۔ "قزاق تو الگ سے پہچانے جاتے ہیں۔"

"آپ کو قزاقوں کی بڑی پہچان ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں صحرائی بستیوں میں ان کے حلیے مشہور ہیں۔ وہ بڑے قوی الجثہ اور بوش مند قسم کے لوگ ہیں۔ ان کی داڑھیاں گھنی اور بے ترتیب ہیں۔ رنگ کالے ہیں اور ان کی آنکھوں سے سرخی اور بشرے سے درندگی جھلکتی ہے۔ اس کے علاوہ تمھارے پاس کوئی ساز و سامان بھی نہیں ہے۔ اگر تمھارا تعلق ان قزاقوں سے ہوتا تو کم از کم تمھارے پاس سواری کے لیے اونٹ تو ضرور ہوتے۔"

میں جھنجلا گیا۔ وہ ہر بات کا معقول جواب دے رہی تھی جب کہ میں اسے گھیر لینے کے درپے تھا۔ شاید [illegible] اس بات کا خواہاں تھا کہ آخر میں جب وہ مجھے گرفتار کرائے تو مجھے یہ احساس نہ ہو کہ میں ایک لڑکی کے ہاتھوں بے وقوف بن گیا۔ بے وقوف بننے کا احساس تو ویسے ہی بہت تکلیف دہ [illegible]

[illegible] سیدہ مرجانہ! آپ نے سواری کے لیے اونٹ [illegible] نہیں کیا؟"

"[illegible] ہمارے عمل میں خلل پڑنے کا امکان تھا۔ اونٹ بلبلانا شروع کر دیتا تو میں اسے سنبھالتی یا وظیفہ جاری رکھتی؟" مرجانہ نے بڑی معصومیت سے کہا۔

میری جھنجلاہٹ میں اضافہ ہو گیا۔ کم بخت کسی صورت گرفت میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ہر سوال کا جواب اس کی نوک زبان پر رکھا ہوا ہو۔ مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ ایک ذہین ایجنٹ ہے۔ اس نے بہت ہی کم وقت میں یہ سارے جھوٹ در جھوٹ گھڑے ہوں گے۔

"ان قزاقوں کے بارے میں آپ کو کچھ اور بھی معلوم ہے سیدہ مرجانہ؟" میں نے کہا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میرا لہجہ کچھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جارحانہ ہو گیا تھا۔

"مجھے ان کے بارے میں کچھ زیادہ تو نہیں معلوم لیکن یہ قزاق پچھلے چھ ماہ سے اس ریگستان میں لوٹ مار کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی قزاق ہوا کرتے تھے مگر وہ اتنے منظم نہیں تھے اور کبھی کبھار کسی چھوٹے موٹے قافلے کو لوٹ لیتے تھے۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ قزاق کہاں سے آئے ہیں۔ اُن کی سرگرمیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہیں اور اب یہ عالم ہو گیا ہے کہ صحرا سے گزرنے والا کوئی قافلہ بھی اُن کی زد سے محفوظ نہیں ہے۔ اب کوئی چھوٹا قافلہ صحرا سے نہیں گزرتا مگر یہ قزاق اتنے منظم اور جدید اسلحے سے لیس ہیں کہ بڑے قافلے بھی ان سے نہیں بچ پاتے۔ ان قزاقوں نے صحرائی بستیوں کو بھی نہیں بخشا۔ قبیلہ عجاجہ کی آبادی شاید وہ واحد آبادی ہے جو ابھی تک اُن کی دست برد سے محفوظ رہی تھی مگر اب اس کے دن بھی پورے ہو گئے۔ آج شام اس کی قسمت کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔"

میں ایک بار پھر کشمکش و پیچ میں پڑ گیا۔ جتنی روانی سے اُس نے مجھے یہ ساری باتیں بتائی تھیں اُن سے تو یہی گمان گزرتا تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے۔

"تو آپ کے قبیلے کے لوگ رقم کا بندوبست نہیں کر سکے سیدہ مرجانہ؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" مرجانہ نے اداسی سے کہا۔ "ہم نے رقم کا بندوبست کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

"کیوں؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔ "کیا آپ لوگوں کو اپنی جانوں اور مال و متاع سے دلچسپی نہیں ہے؟"

"وہ نخلستان کب آئے گا؟" اولیو ہاورڈ نے نحیف آواز میں پوچھا۔ "مجھ سے اب بالکل نہیں چلا جا رہا۔"

میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا۔ اُس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے اور چہرے پر سیاہی دوڑ گئی تھی۔ اُس کی حالت واقعی بے حد خراب تھی مگر اُس وقت اُس سے اظہارِ ہمدردی کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا لہٰذا میں نے بے رُخی سے اُس سے کہا۔ "اگر تم سے چلا نہیں جا رہا تو بیٹھ جاؤ، میں تو جلد از جلد نخلستان پہنچ کر خوب جی بھر کر پانی پینا چاہتا ہوں لہٰذا میں تمھارے ساتھ نہیں رُکوں گا۔ جب تھکن اُتر جائے تو تم بھی چلے آنا۔"

"اتنی بے مہری نہ برتو علی! میری حالت نہیں دیکھ رہے میں گرنے ہی والا ہوں۔"

"مجھے ڈسٹرب مت کرو۔ میں بہت ضروری گفتگو کر رہا ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں اُس سے کہا پھر مرجانہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "ہاں تو سیدہ مرجانہ، میں نے پوچھا تھا آپ لوگوں نے رقم کا بندوبست کیوں نہیں کیا؟"

"جب قزاقوں کی طرف سے پہلی دھمکی موصول ہوئی تو بستی کے سارے لوگوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ اُن کا مطالبہ پورا نہیں کیا جائے گا۔ اس بات پر سبھی متفق تھے کہ مطالبہ پورا ہونے کے بعد بھی قزاق لوٹ مار ضرور کریں گے۔"

سورج کی تمازت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ صحرا کا درجۂ حرارت بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ ابھی سے لو چلنا شروع ہو گئی تھی جو ہماری جلدوں کو جھلسائے دے رہی تھی۔ میں تو شاید اس موسم میں بھی چند گھنٹے گزار لیتا لیکن اولیو ہاورڈ شاید ایک گھنٹا بھی دُشوار پاتا۔

"وہ نخلستان۔" اولیو ہاورڈ نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "کتنی دور رہ گیا ہے؟"

میں نے اُس کی بات مرجانہ کے سامنے دُہرا دی۔

"وہ سامنے جو ٹیلہ نظر آ رہا ہے نا اُس کے دوسری طرف نخلستان ہے جس میں ہماری بستی ہے۔" مرجانہ نے کہا۔

"وہ کہہ رہی ہے اُس ٹیلے کے دوسری طرف نخلستان ہے۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو انگریزی میں بتایا۔

"دیکھو وہاں تک پہنچ بھی پاتا ہوں یا نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے نحیف آواز میں کہا۔

"تمھیں کچھ اندازہ ہے اُن قزاقوں کی کُل تعداد کیا ہو گی؟" میں نے اولیو ہاورڈ کی تشفی اَن سنی کرتے ہوئے مرجانہ سے پوچھا۔

"اُن کی زیادہ سے زیادہ جو تعداد سننے میں آئی ہے وہ پچیس ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔" مرجانہ نے کہا۔

"صرف پچیس!" میں نے حیرت سے کہا۔ "صرف پچیس آدمی تو پورے ریگستان میں تہلکہ نہیں مچا سکتے۔"

"مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن سنا یہی ہے کہ اُن کا سردار ایک ایسا شخص ہے جو اپنا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپائے رہتا ہے۔"

"لیکن یہ کوئی اتنی بڑی تعداد تو نہیں کہ جس پر قابو نہ پایا جا سکے۔ کوئی بھی قافلہ اُن کا مقابلہ کر سکتا ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ قافلے میں عام لوگ ہوتے ہیں، عورتیں اور بچے ہوتے ہیں۔ لوگ تربیت یافتہ نہیں ہوتے نہ ہی سارے قافلے والے مسلح ہوتے ہیں۔ ایک آدھ بار کچھ قافلے والوں نے اُن کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو انھیں جانی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ اب تو یہ حال ہے کہ کوئی اُن قزاقوں سے مقابلہ کرنے کے بارے میں سوچتا تک نہیں ہے۔ اُن کے پاس بڑے خطرناک ہتھیار ہوتے ہیں اور اُن کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔"

"حکومت نے اُن کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا؟"

"جہاں تک مجھے معلوم ہے پولیس نے کچھ کوششیں کیں مگر صحرا میں قزاقوں کو تلاش کرنا ہی اُن کے لیے ممکن نہ ہو سکا لہٰذا انھوں نے بھی اپنی کوششیں ترک کر دیں۔"

"اور تم جو عمل کر رہی تھیں اُس کے نتیجے میں قزاقوں کو کوئی نقصان پہنچایا نہیں؟"

"میرا مذاق مت اُڑاؤ۔" مرجانہ نے اُداسی سے کہا۔ "اگر بستی کے تمام لوگوں کا معاملہ نہ ہوتا تو میں ہرگز اس چکر میں نہ پڑتی۔"

"ارے نہیں۔" میں نے گڑبڑا کر کہا۔ "میں تمھارا مذاق تو نہیں اُڑا رہا، میں تو صرف معلوم کر رہا تھا۔"

"عملیات پر میرا کبھی یقین نہیں رہا۔ میں تو سیدھی سی بات جانتی ہوں، جو کچھ بھی ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے پھر ہم عملیات کیوں کریں؟"

میں نے مرجانہ کو غور سے دیکھا۔ یا تو وہ بے حد معصوم تھی یا پھر بے حد چالاک تھی۔ اُس کی سنائی ہوئی داستان میرے حلق سے نہیں اُتری تھی اور دوسری طرف اُس کے انداز میں اس قدر بے ساختگی تھی کہ اُسے کسی بھی طرح بناوٹ قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔

ہم ریت کے ٹیلے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اولیو ہاورڈ کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ بس وہ خود کو کسی نہ کسی طرح گھسیٹ ہوا وہاں تک پہنچا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے زور پر ٹیلے کے اوپر نہیں چڑھ سکے گا۔ میں نے خاموشی سے اولیو ہاورڈ کا بازو پکڑا اور اُسے اوپر چڑھنے میں مدد دینے لگا۔ میں بہ ہزار دقت اُسے ٹیلے کے اوپر تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکا۔ ٹیلے پر سے نخلستان صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ ہم سے بمشکل آدھ میل کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ کھجوروں کے لہلہاتے درخت دیکھ کر اولیو ہاورڈ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"نخلستان . . . نخلستان۔" وہ ہذیانی انداز میں دونوں ہاتھ اُٹھا کر چلایا۔

"کیا کر رہے ہو۔" میں نے اسے پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "ذہن کو قابو سے باہر نہ ہونے دو۔"

"پانی . . . پانی۔" اولیو ہاورڈ نے پاگلوں کے سے انداز میں کہا۔ "مجھے پیاس لگ رہی ہے، میں پانی پیوں گا۔ مجھے مت روکو، چھوڑ دو مجھے، میں کہتا ہوں چھوڑ دو مجھے۔"

اولیو ہاورڈ پر دیوانگی طاری ہو رہی تھی۔ میں اُسے قابو میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا مگر اُس کی دیوانگی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی ہی جا رہی تھی پھر اچانک وہ پلٹ کر مجھ سے لپٹ پڑا اور میرے بازو میں دانت گاڑنے کی کوشش کی۔ میں اُس کی اس حرکت کے لیے تیار نہیں تھا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اُسے چھوڑ کر بوکھلاہٹ میں پیچھے ہٹ گیا۔ میرے پیچھے ہٹتے ہی اولیو ہاورڈ پلٹا اور اُس نے نخلستان کی جانب دوڑ لگانے کی کوشش کی۔ ڈھلان پر وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گر پڑا۔ گرنے کے بعد وہ لڑھکتا چلا گیا اور ٹیلے کے نیچے جا کر ہی اُس کا جسم ساکت ہوا۔

"اسے سنبھالو علی۔" مرجانہ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "ریگستان میں دماغ اُلٹتے دیر نہیں لگتی۔"

"مجھے معلوم ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔ "اور میں نے اُسے قابو میں رکھنے کی کوشش بھی کی تھی۔ اب شاید وہ بے ہوش ہو گیا ہے اور اسے اُٹھا کر ہی لے جانا پڑے گا۔"

ہم دونوں سنبھل سنبھل کر ٹیلے سے اُترے۔ اولیو ہاورڈ بے سُدھ پڑا تھا۔ میں نے اُسے ہلایا جُلایا مگر اُس کے جسم میں کوئی جنبش نہیں پیدا ہوئی۔

"کیا یہ مر گیا؟" مرجانہ نے بوکھلا کر پوچھا۔

"نہیں سیدہ مرجانہ، یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔" میں نے کہا۔

"پھر یہ نخلستان تک کیسے پہنچے گا؟ کیا میں سواری کے لیے کوئی اونٹ لے کر آؤں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔ "میں اسے اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر لے چلوں گا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" مرجانہ نے بوکھلا کر کہا۔ "یہ خاصا وزنی آدمی ہے اور پھر تمھاری حالت بھی زیادہ اچھی نہیں ہے۔"

"چھوٹی موٹی باتوں سے مجھے کچھ نہیں ہوتا سیدہ مرجانہ! میں محنت و مشقت کا عادی ہوں۔ بہ آسانی اسے اٹھا کر نخلستان تک لے جا سکوں گا۔"

"تم یہ خطرہ مول نہ لو تو بہتر ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم دونوں میں سے کم از کم ایک فرد تو صحیح و سالم بستی تک پہنچ جائے۔"

"آپ سمجھ رہی ہیں میں بھی اسی کیفیت کا شکار ہو جاؤں گا۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "بے فکر رہیے سیدہ مرجانہ، میں بہت سخت جان آدمی ہوں۔ اس بے چارے صحرا کا موسم بھی آسانی سے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" میں نے جھک کر اولیو ہاورڈ کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دونوں ہاتھوں پر اُٹھایا اور اُسے اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ "چلیے سیدہ مرجانہ!" میں نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"تمھاری آواز سے قطعاً یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ تم نے کوئی وزنی چیز اٹھا رکھی ہے۔" مرجانہ نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اس کے وزن کا غلط اندازہ لگایا ہے سیدہ مرجانہ! یہ اتنا زیادہ وزنی نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہی ہیں۔"

"میں بے وقوف نہیں ہوں علی! یہ اچھا خاصا وزنی آدمی ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تمھاری رفتار پر بھی کوئی خاص اثر نہیں پڑا ہے۔"

"میں نے آپ سے کہا تھا نا سیدہ مرجانہ! کہ میں محنت کا عادی ہوں۔ اتنا وزن اٹھا کر چلنے سے مجھے کچھ نہیں ہوگا۔"

"تم ایک غیر معمولی آدمی ہو علی! اس شدید موسم میں ریت پر اتنا وزن لے کر چلنا اچھے خاصے طاقت ور آدمی کے لیے بھی بہت دشوار ہوتا ہے۔"

"ارے نہیں سیدہ۔" میں ہنس پڑا۔ "میں تو بہت معمولی سا آدمی ہوں۔ میرے خیال میں وقت پڑنے پر آدمی کو تھوڑی بہت مشقت کرنے کے قابل تو ہونا ہی چاہیے۔"

مرجانہ نے کچھ نہیں کہا مگر اس کے بعد اُس کی نظریں مستقل مجھ پر جمی رہیں۔ اُس کی آنکھوں میں میرے لیے بے پناہ ستائش تھی۔ میں اولیو ہاورڈ کو کاندھوں پر اٹھائے ہموار قدموں سے ریت پر چل رہا تھا۔ میرے قدموں میں ذرا سی بھی لڑکھڑاہٹ یا لغزش نہیں تھی۔

تقریباً پندرہ منٹ میں ہم نخلستان کے پاس پہنچ گئے۔ کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ ہمیں خوش آمدید کہنے کے لیے موجود تھے۔ نخلستان کے باہر ایک مضبوط ہاتھ پیروں والا شخص مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کی نظریں ہم پر جمی ہوئی تھیں۔ اُس کی عمر پچاس سے زیادہ ہی رہی ہوگی مگر اُس کے سر اور داڑھی کے سارے بال سیاہ تھے۔

"یہ میرے والد ہیں۔" مرجانہ نے مجھے بتایا۔ "ان کا نام ابوالحسن ہے اور یہ قبیلہ جراعتہ کے سردار ہیں۔"

"تم نے اتنی دیر کہاں لگا دی مرجانہ؟" اُس شخص نے بلند آواز میں کہا جس کا نام مرجانہ نے ابوالحسن بتایا تھا۔ "اور یہ تمھارے ساتھ کون لوگ ہیں؟"

مرجانہ دوڑتی ہوئی ابوالحسن کے نزدیک پہنچ گئی۔ "یہ مسافر ہیں ابو المحترم! اپنے قافلے سے بچھڑ گئے تھے۔ ریگستان میں بغیر سازوسامان کے تھے۔ میں انھیں اپنے ساتھ لے آئی۔"

"الحمد للہ۔ مہمان آئے ہیں گویا اللہ کی رحمت آئی ہے۔" ابوالحسن نے پاٹ دار آواز میں کہا۔ "کتنے عرصے بعد ہماری بستی کی قسمت جاگی ہے۔ یہاں کوئی مہمان آیا ہے۔ لگتا ہے ہماری مشکلات کے دن پورے ہوگئے ہیں لیکن یہ دوسرے آدمی کو کیا ہوگیا ہے؟"

"کچھ تو تھکن ہے اور کچھ اسے لو بھی لگ گئی ہے سردار محترم! اس کا دماغ بھی متاثر ہوا ہے۔ یہ ہذیان بکنے لگا تھا۔" میں نے کہا۔

"فکر کی کوئی بات نہیں۔ اس کا علاج ہو جائے گا۔" ابوالحسن نے کہا۔ "تم اسے اندر لے آؤ۔"

میں اولیو ہاورڈ کو کاندھوں پر اٹھائے نخلستان کے اندر داخل ہوگیا۔ اندر کی دنیا ہی نرالی تھی۔ کھجور کے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں اندر کا موسم باہر کے موسم کے بالکل برعکس تھا۔ ذرا ہی دور چند اونٹ بندھے دکھائی دے رہے تھے اور اُس سے کچھ آگے جھونپڑی نما مکانات بنے ہوئے تھے۔ ان کی تعمیر میں کھجور کے تنے، پتے اور چھال استعمال کی گئی تھی۔ میں نے انھیں شمار کیا۔ کل بیس جھونپڑیاں تھیں۔ نخلستان کے وسط میں اُبلتا ہوا پانی کا چشمہ دور ہی سے نظر آرہا تھا۔

"اِسے اندر لے آؤ۔" سردار ابوالحسن نے سب سے بڑی جھونپڑی کے دروازے پر رکتے ہوئے کہا۔

میں اولیو ہاورڈ کو لیے ہوئے اندر داخل ہوگیا۔ اندر کھجور کی چھال کا ایک بستر فرش پر رکھا نظر آیا۔

"اسے اس پر لٹا دو۔" سردار نے کہا۔

میں نے اولیو ہاورڈ کو احتیاط سے بستر پر لٹایا اور اس کی کمر سے بندھا ہوا پیرا شوٹ کا بنڈل کھول کر علیحدہ کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی کمر سے بندھا ہوا بنڈل بھی اتار کر فرش پر ایک طرف ڈال دیا۔

"مرجانہ! تم اس کی دیکھ بھال کرو۔" سردار نے کہا پھر میری طرف متوجہ ہوگیا۔ "اور تم میرے ساتھ آؤ۔"

میں نے اولیو ہاورڈ پر نظر ڈالی تو سردار نے مجھ سے کہا۔ "اس کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ مرجانہ جانتی ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔ اللہ نے چاہا تو وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ میں کس چکّر میں پھنس گیا ہوں۔ ان لوگوں کا تعلق حکومت سے ہے یا واقعی یہ محض اتفاق ہے کہ ہم اُن کے ہاتھ لگ گئے۔ بات جو بھی ہو زیادہ دیر چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ میں نے خود کو حالات کے دھارے

پر بہنے کے لیے چھوڑ دیا۔

سردار جھونپڑی سے نکل کر ایک طرف جا رہا تھا۔ میں اُس کے پیچھے چل دیا۔ سردار مجھے لے کر سیدھا پانی کے چشمے پر پہنچا۔ "ریگستان کے مسافروں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اور نعمت نہیں ہو سکتی۔" اُس نے پانی کے چشمے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم ایک عقل مند، ذی فہم اور باحوصلہ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ یقیناً ریگستانوں کے مزاج سے بھی آشنا ہوگے۔ میں تمھیں یہ بچکانہ نصیحت نہیں کرنا چاہتا کہ پانی ذرا احتیاط سے پینا۔ تاہم کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو۔ تمھارے لیے لباس وغیرہ کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے سردار محترم! البتہ میں نہا دھو کر تازہ دم ہو جانا چاہتا ہوں۔"

"جی بھر کے نہاؤ اور جب تازہ دم ہو جاؤ تو وہیں چلے آنا۔" سردار نے اپنے جھونپڑے کی طرف اشارہ کیا اور واپس چلا گیا۔

میں آہستگی سے چشمے پر جھکا اور دونوں ہاتھ پانی میں ڈال دیے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے پانی کی ٹھنڈک میری روح تک میں سرایت کر گئی ہو۔ میں نے چند لمحے اپنے ہاتھ پانی میں رکھنے کے بعد دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر اپنے چہرے پر پانی کا چھپکا مارا۔ میرے چہرے سے پانی کے ساتھ گرد کی ایک تہ اُتری اور جسم سے تھکن کی کئی تہیں اُتر گئیں۔ منہ خوب اچھی طرح دھونے کے بعد میں نے ایک گھونٹ پانی پیا۔ پانی کا وہ گھونٹ مجھے دنیا کی سب سے بڑی نعمت معلوم ہوا۔ اُس ایک گھونٹ پانی کے ذائقے کے سامنے اُس وقت مجھے دنیا کا لذیذ ترین شربت بھی ہیچ معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے بڑی آہستگی سے گھونٹ گھونٹ کر کے پانی پیا۔ یہ بڑا صبر آزما کام تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ پانی پینے کے معاملے میں ذرا سی بے صبری بہت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

خوب سیر ہو کر پانی پینے کے بعد میں کپڑوں سمیت چشمے کے پانی میں اُتر گیا۔ میرے جسم پر گرد کی تہیں کم تھیں اور تھکن کی تہیں بہت زیادہ تھیں مگر چشمے کے تازہ پانی میں ایسا اعجاز تھا کہ ساری تھکن کافور ہوگئی۔

کافی دیر بعد میں پانی سے باہر نکلا تو میں بالکل تازہ دم ہو چکا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ نزدیک و دور کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ بستی کے مکین یا تو ابھی تک اُٹھے ہی نہیں تھے یا پھر گھروں میں ہی ناشتے وغیرہ میں مصروف تھے۔ میں نے کپڑے اُتارے اور انھیں نچوڑ کر دوبارہ پہن لیا۔ خشک ہوا انھیں بہت جلدی سُکھا دیتی۔

اب مجھے بھوک ستانے لگی تھی۔ میں آہستہ قدموں سے چلتا ہوا سردار کی جھونپڑی کی طرف چل دیا۔

"میں اندر آسکتا ہوں؟" جھونپڑی کے دروازے پر رُک کر میں نے آواز دی۔

"مہمانوں کے لیے اس بستی کے مکینوں کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔" مرجانہ کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "اندر آ جاؤ۔"

"اس کے جسم میں پانی کی مناسب مقدار پہنچ چکی ہے۔" مرجانہ نے کہا۔ "اب یہ بے ہوش نہیں ہے، سو رہا ہے۔ آؤ تم یہاں بیٹھ جاؤ۔" مرجانہ نے مجھے اپنے نزدیک بلایا۔ وہ فرش پر بچھی ایک چادر پر بیٹھی ہوئی تھی جس پر کھانے کی کچھ چیزیں بھی رکھی نظر آرہی تھیں۔

"میرے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔ چادر گیلی ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"تم نے کپڑے تبدیل کیوں نہیں کر لیے۔ دوسرے کپڑے لا دوں؟" مرجانہ نے اپنائیت بھرے انداز میں پوچھا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم صحرائی لوگ بڑے بے تکلف ہوتے ہیں۔ جو بات جیسی ہوتی ہے اُسے ویسے ہی بیان کرتے ہیں اور جو بات جس طرح کہی جائے اُس کا وہی مطلب لیتے ہیں۔ سنا ہے شہروں میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اگر تمھیں دوسرے لباس کی ضرورت نہیں ہے تو ایسے ہی بیٹھ جاؤ۔ چادر گیلی ہونے کی پروا مت کرو۔ تمھیں بھوک لگ رہی ہوگی۔ اطمینان سے بیٹھو اور کھانا کھاؤ۔"

"سردار محترم کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اندر ہیں۔" مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ابھی آتے ہیں۔ جب تک تم کھانا کھاؤ۔"

میں آگے بڑھ کر چادر پر بیٹھ گیا۔ کھانے میں تازہ کھجوریں، اُبلے ہوئے چاول اور اونٹنی کا دودھ تھا۔ میں نے ہاتھ روک کر کھانا شروع کر دیا۔ اکیس گھنٹے بعد کھانا کھاتے ہوئے احتیاط برتنا ضروری تھا۔

ابھی میں ناشتا کر رہا تھا کہ اندرونی حصے سے سردار ابوالحسن برآمد ہوا۔ میں نے اُسے دیکھ کر اُٹھنا چاہا مگر اُس نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھے رہنے کو کہا۔

"تم ناشتا کر لو۔ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔" سردار نے کہا۔

"میں ناشتا کر چکا ہوں سردار محترم!" میں نے کہا۔ "میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کل دوپہر کھانا کھایا تھا۔ اتنے طویل وقفے کے بعد کم کھانا ہی مناسب ہے۔"

"تم عقل مند آدمی ہو، تمھاری روشن آنکھیں تمھاری ذہانت کی غماز ہیں، تمھاری گھنی بھنوؤں سے پتا چلتا ہے کہ تم مضبوط اعصاب کے مالک ہو۔ جبڑوں کی بناوٹ ظاہر کرتی ہے کہ تم سخت گیر ہو جبکہ ہونٹ تمھارے رحم دل ہونے کو ظاہر کرتے ہیں اور تمھاری کشادہ پیشانی تمھارے بلند اقبال ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ تم یقیناً کوئی بہت بڑے آدمی ہو۔ کیا تم اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟"

ابوالحسن کے تجزیے نے مجھے بوکھلا کر رکھ دیا۔ یہ تو ظاہر تھا اُس نے مجھے ساری باتیں نہیں بتائیں۔ میں نے ان صحرائی باشندوں کے بارے میں سنا تو تھا کہ اُن میں بعض حیرت انگیز علوم سینہ بہ سینہ چلتے ہیں لیکن مجھے اس کا تجربہ نہیں ہوا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے اس طرح صرف چہرہ دیکھ کر میرا تجزیہ کرکے رکھ دیا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس شخص کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکوں گا اور یہ کہ اگر میں نے ایسی کوئی کوشش کی تو وہ میرا جھوٹ ضرور پکڑ لے گا۔ میں نے اُس کا امتحان لینے کا فیصلہ کر لیا۔

"تمھاری صلاحیت حیرت انگیز ہے سردار محترم! اس طرح صرف چہرہ دیکھ کر کسی کے بارے میں بتا دینا بڑی مشکل بات ہے۔"

"یہ ہمارا خاندانی علم ہے اور سینہ بہ سینہ چلتا ہے۔" ابوالحسن نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تمھارے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوں۔ میں نے اتنی متضاد خصوصیات کا حامل چہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"پہلے مجھے میرے دوست کے بارے میں کچھ بتاؤ۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا امتحان لے رہے ہو۔" سردار میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔ "تم نے مرجانہ کو جو اپنے بارے میں باتیں بتائی ہیں اُن سے وہ مجھے آگاہ کر چکی ہے۔ تم میرا امتحان ضرور لینا مگر ابھی نہیں اگر مناسب سمجھو تو مجھے بتاؤ کہ تم پر کیا اُفتاد پڑی ہے اگر مرجانہ اتفاق سے تمھیں نہ دیکھ لیتی تو تمھارا اس صحرا سے بچ کر نکلنا کسی معجزے کے تحت ہی ممکن ہو سکتا تھا۔"

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ بات قرین قیاس تھی کہ اُس شخص کا حکومت سے کوئی رابطہ ہو اور اُسے ہمارے فرار سے مطلع کر دیا گیا ہو۔ اُس کے پاس ٹرانسمیٹر کی موجودگی خارج ازامکان نہیں تھی۔ ممکن ہے اُسے ہمارے بارے میں کچھ باتیں بھی بتائی گئی ہوں جن کی روشنی میں اُس نے مجھے میرے بارے میں بتا کر مجھ پر رعب ڈالنے کی کوشش کی ہو۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں اُسے حقائق سے آگاہ نہیں کروں گا۔ "میں ایک تاجر ہوں سردار محترم! میرا دوست ذکریا پاشا جس کا تعلق ترکی سے ہے ریگستان کا سفر کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش پوری کرنے کی خاطر میں نے ایک قافلے میں شمولیت اختیار کر لی جو ریگستان میں سفر کرنے والا تھا۔ کل شام اس قافلے پر قزاقوں نے حملہ کر دیا۔ قافلے والوں نے اُن قزاقوں سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ ایسی افراتفری پھیلی کہ ہم اپنی جانیں بچانے کی کوشش میں قافلے سے بچھڑ گئے۔ ہم تمام رات پیدل سفر کرتے رہے اور صبح طلوع کے وقت تھک کر سو گئے۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ تمھاری بیٹی نے ہمیں دیکھ لیا ورنہ ہم اس نخلستان تک نہ پہنچ پاتے اس لیے کہ ہم مخالف سمت میں سفر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔"

ابوالحسن کی آنکھوں سے بے اعتباری مترشح تھی۔ مرجانہ بھی مجھے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی مگر اُس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ "تو تم بھی قزاقوں کے ستائے ہوئے ہو۔" مرجانہ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"ہم ابھی آ رہے ہیں۔" ابوالحسن نے اٹھتے ہوئے مرجانہ سے کہا اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

میں سردار کے ساتھ جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ نخلستان میں اب چہل پہل نظر آنے لگی تھی۔ عورتیں اور مرد مختلف کاموں میں مصروف تھے اور بچے کھیل رہے تھے۔ مجھے اُن لوگوں میں کوئی جوان آدمی نظر نہیں آیا اور مجھے اس پر حیرت بھی نہیں ہوئی۔ مرجانہ مجھے بتا چکی تھی کہ اس بستی کے نوجوان شہروں میں ملازمتیں کرتے ہیں۔

ابوالحسن مجھے نخلستان کے ایک دُور افتادہ گوشے میں لے گیا اور کھجور کے ایک کٹے ہوئے درخت کے خشک تنے پر بیٹھ کر مجھے بھی اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم نے جو داستان مجھے سنائی ہے اُسے جھوٹا قرار دینے کا میرے پاس کوئی جواز نہیں ہے۔" میرے بیٹھنے کے بعد سردار نے کہا۔ "لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ میں چہرے پڑھنے کا ماہر ہوں اور اسی لیے میں تمھاری بات کو اتنے یقین سے غلط قرار دے رہا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کس مصلحت کے تحت جھوٹ بولا ہے۔ اس لیے کہ تم نہ صرف جھوٹ بولنے کے عادی نہیں ہو بلکہ جھوٹ سے نفرت کرنے والے لوگوں میں سے ہو۔"

"اس کا اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" میں نے سردار کی بات کاٹ کر کہا۔ "کیا میری باتوں میں کہیں کوئی جھول تھا؟"

"تمھاری داستان ایسی ہے کہ ہر شخص اس پر یقین کر لے گا۔ میں بھی اگر چہرے پڑھنے کا ماہر نہ ہوتا تو تمھاری بات کو غلط قرار نہیں دے سکتا تھا۔" سردار نے کہا۔ "میں لوگوں کے چہرے دیکھ کر اُن کے کردار کے بارے میں سب کچھ بتا سکتا ہوں۔ لہٰذا تمھارے بارے میں یہ کہنا میرے لیے کچھ مشکل نہیں ہے کہ تم جھوٹ سے نفرت کرتے ہو۔ اس کے باوجود تم نے دروغ گوئی کی ہے تو اس کی کوئی بہت بڑی وجہ ضرور ہو گی۔ میں نے مرجانہ کے سامنے یہ بات اس لیے نہیں کہی کہ اگر تم اپنی اس بات پر اصرار کرو تو دوسروں کو یہ علم نہ ہونے پائے کہ تم نے ہم سے غلط بیانی کی ہے۔"

"اگر میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں ناقابلِ اعتبار آدمی ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" سردار نے بڑی شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ "تم انتہائی قابلِ اعتبار آدمی ہو۔ اس حد تک کہ میں اپنا مال و متاع گھر بار سب کچھ تم پر چھوڑ کر جا سکتا ہوں تمھارا کردار بہت اعلیٰ ہے اور تم میں کوئی اخلاقی برائی نہیں ہے۔"

"اچھا تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔

"میں تمھاری مدد کرنا چاہتا ہوں علی!" اُس نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا جو اُسے یقیناً مرجانہ نے بتایا ہو گا۔ "میں اور میری بستی دنیا سے کٹی ہوئی ہے۔ ہمارے علم میں اگر تم سے متعلق کوئی بات آ بھی جائے تو باہر کی دنیا تک نہیں پہنچے گی۔ اس کے باوجود میں تم سے اصرار نہیں کروں گا کہ اپنے متعلق ہمیں ضرور کچھ بتاؤ لیکن یہ درخواست ضرور کروں گا کہ اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتاؤ۔ جس حد تک بھی ممکن ہوا میں تمھارے کام آنے کی کوشش کروں گا۔"

"ممکن ہے میں کوئی ایسا شخص ہوں جو حکومت کی نظروں میں مجرم ہے؟" میں نے کہا۔

"میرے پاس حکومت کی نہیں اپنی نظر ہے۔ میں اُسی سے دیکھتا ہوں اور اپنی عقل سے فیصلہ کرتا ہوں۔ کسی بھی شخص کے بارے میں ایک رائے قائم کرتا ہوں اور پھر اُس سے نہیں ہٹتا۔ میرے علم نے آج تک دھوکا نہیں دیا۔ اگر حکومت تمھیں مجرم سمجھتی ہے تو حکومت غلط ہے۔ تم نہ خود کوئی جرم کر سکتے ہو اور نہ کسی مجرم کا ساتھ دے سکتے ہو۔"

"اور میرے ساتھی کے بارے میں تمھارا علم کیا کہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سننا چاہتے ہو؟" سردار نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔ سردار کا انداز بڑا عجیب تھا۔ میری چھٹی حس نے کسی خطرے کا اعلان کیا مگر میں نے اپنا چہرہ سپاٹ رکھنے کی کوشش کی۔

"ظاہر ہے سننا ہی چاہتا ہوں ورنہ تم سے پوچھتا ہی کیوں؟" میں نے سرسری لہجے میں کہا۔

"اُس کا چہرہ۔" سردار کا لہجہ پُراسرار ہو گیا۔ "اصل نہیں ہے اُس پر ایک مصنوعی خول چڑھا ہوا ہے۔"

مجھے محسوس ہوا جیسے مجھے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا اولیو ہاورڈ، کرنل وحدت کے میک اپ میں تھا لیکن یہ بات سردار کے علم میں کیسے آئی؟ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ حکومت کا ایجنٹ ہے اور اُسے ٹرانسمیٹر پر ہمارے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور بڑی پھرتی سے پستول جیب سے نکال کر سردار پر تان لیا۔ "اپنے ہاتھ اٹھاؤ ابوالحسن!" میں نے اپنی آواز زیادہ بلند نہیں ہونے دی۔ "یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تم حکومت کے ایجنٹ ہو۔"

سردار بڑے اطمینان سے بیٹھا رہا۔ "پستول جیب میں رکھ لو۔" اُس نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اور سکون سے بیٹھ جاؤ۔ جلد بازی سے کھیل بگڑ جاتا ہے، بنتا نہیں۔"

"اپنے ہاتھ اٹھاؤ ورنہ میں گولی مار دوں گا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں مارو گے"، سردار نے بڑے یقین سے کہا۔ اُس کے سکون میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔" مار ہی نہیں سکتے۔ یہ تمھاری فطرت کے خلاف ہے۔ تمھارے ہاتھوں سے اُس وقت تک کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ یہ اشد ضروری نہ ہو جائے۔"

"جو لوگ میری حکم عدولی کرتے ہیں، میں اُن کے ساتھ بہت خراب سلوک کرتا ہوں۔" میں نے سفاکی سے کہا۔" ہاتھ اُٹھا لو ورنہ میں بلا تامل گولی چلا دوں گا۔"

"کیوں اپنی توانائی ضائع کر رہے ہو۔" سردار نے ناصحانہ انداز میں کہا۔" جب تک تمھیں میرے بارے میں یہ یقین نہیں ہو جائے گا کہ مجھ سے تمھیں کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے، تم میرے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکو گے اور تم میرے بارے میں یقین سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔"

"مجھے کامل یقین ہے کہ تم حکومت کے ایجنٹ ہو۔"

"تمھارا چہرہ چغلی کھا رہا ہے کہ تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ تمھیں اس بات کا کامل یقین نہیں ہے۔ تم ابھی شک کے مراحل میں ہو۔ یقین کی منزل تک نہیں پہنچے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ میں واقعی اس بارے میں ابھی تک یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اور اُسے تو میں شاید ویسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ پتا نہیں کیوں۔

"تم شدید ذہنی انتشار کا شکار ہو۔" ابوالحسن نے کہا۔" تم پر تھکن بھی مسلط ہے اور تم ٹھیک سے سوچ بھی نہیں سکے۔ یہی وجہ ہے کہ تمھاری قوتِ فیصلہ متاثر ہوئی ہے ورنہ علم قیافہ کی رُو سے میں یہ بات کہتا ہوں کہ تم بہتر [illegible] قوتِ تجزیہ کے مالک ہو۔ اگر اس وقت تمھاری [illegible] قوتیں متاثر نہ ہوتیں تو تم بڑی آسانی سے کسی [illegible] سکتے تھے۔ تمھیں اسی بات سے حیرت ہوئی ہے نا کہ مجھے تمھارے ساتھی کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"ہاں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔" حکومت کے اہل کاروں کے سوا اُس کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں ہے۔"

"میں نے پہلی ہی نظر میں تمھارے ساتھی کے بارے میں اندازہ کر لیا تھا کہ اُس کے چہرے میں کوئی گڑبڑ ہے۔ وہ اتنی تکلیف میں تھا مگر اُس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا پھر جب تم چشمے پر نہا رہے تھے اُس وقت اس کا منہ گیلی روئی سے صاف کرنے کے دوران میں نے دیکھ لیا کہ اُس کی گردن پر مصنوعی جھلی چپکی ہوئی ہے۔ یہ بات مرجانہ کے علم میں بھی نہیں ہے اور میں نے اُسے اُس سے دُور رہنے کی تاکید کر دی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ایسی صورت میں میرا علم قیافہ اُس کا کیا بگاڑ سکتا ہے؟"

میرا پستول والا ہاتھ جھک گیا۔" مجھے افسوس ہے سردار محترم!" میں نے شرمندہ لہجے میں کہا۔" مجھے آپ کی طرف سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"حالاں کہ تم ابھی تک میری طرف سے مشکوک ہو۔" ابوالحسن نے مسکرا کر کہا۔

میں چکرا کر رہ گیا۔ وہ بہت خوف ناک آدمی تھا۔ اُس سے جھوٹ بولنا ناممکن تھا۔" مجھے تم سے خوف آنے لگا ہے ابوالحسن۔" میں نے کہا۔

"میں بہت بے ضرر آدمی ہوں علی! جس سے کسی کو بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے اور تم جیسے آدمی کو تو بالکل ہی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم تو ہتھیار بھی شاید تکلفاً ہی رکھ لیتے ہو۔"

"غضب خدا کا ابوالحسن!" میں نے کھجور کے تنے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔" کہیں تم جادوگر تو نہیں ہو؟"

"میں ایک عام آدمی ہوں اور دوسروں پر میری برتری صرف اس حد تک ہے کہ مجھے علم قیافہ میں کمال حاصل ہے۔ میں علم قیافہ کی رُو سے یہ تو بتا سکتا ہوں کہ تم کوئی بہت بڑے آدمی ہو لیکن یہ نہیں بتا سکتا کہ کون ہو۔"

"میرا نام علی یار خان ہے اور میں ایک محبِ وطن ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس بات کا تو مجھے ویسے ہی یقین ہے۔" ابوالحسن بولا۔

"میرے ساتھ جو شخص ہے اُس کا نام [illegible] اور وہ ایک یہودی ہے۔"

"تمھارے ساتھ کسی یہودی کا کیا کام؟" ابوالحسن نے حیران ہو کر پوچھا۔" کیا وہ عربوں کا دوست ہے؟"

"عربوں کا بدترین دشمن ہے مگر میں نے اُس سے ایک وعدہ کر لیا تھا اور اُس وعدے کے پورا ہونے تک وہ میرا دشمن نہیں ہے۔"

"اگر تم نے اُس سے کوئی وعدہ کیا ہے تو اُسے پورا کرنا تم پر لازم ہے۔"

"یہی تو سارا جھگڑا ہے۔ تمھاری حکومت اُسے گرفتار کرنے پر مصر ہے اور میں اپنی زندگی میں یہ نہیں ہونے دوں گا۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

میں نے ایک طویل سانس لی اور ابوالحسن کو مختصراً اپنے بارے میں بتانے لگا۔ اُس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ میں اُسے اپنے بارے میں بتا چکا تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ مجھے اتنی عظیم شخصیت کی میزبانی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔" ابوالحسن نے وارفتگی سے کہا۔" مجھ سے یا مرجانہ سے تمھاری شان میں کوئی گستاخی ہو گئی ہو تو معاف کر دینا۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔" میں بہت چھوٹا آدمی ہوں ابوالحسن! مجھے میرے مقام پر ہی رہنے دو۔" میں نے کہا۔

"نہیں، تم بہت عظیم کام کر رہے ہو۔ پاکستانی ہونے کے باوجود یہودیوں کے خلاف ڈٹے ہوئے ہو۔ ہماری حکومت بدقسمت ہے کہ وہ تم جیسے شخص کے خلاف کام کر رہی ہے [illegible] ایک اشارے پر تو ایک ہزار اولیوا ور ڈ چھوڑے [illegible] سکتے ہیں۔"

"جو کچھ بھی میں کر رہا ہوں، اپنا فرض سمجھ کر کر رہا ہوں [illegible] کسی [illegible] احسان نہیں ہے لیکن میں دوسروں سے اتنی توقع رکھنے [illegible] حق بجانب ہوں کہ اگر وہ میری کوئی مدد نہیں کر سکتے تو [illegible] کم میری راہ میں رکاوٹ بن کر نہ کھڑے ہوں۔"

"تم اپنا ذہن صاف کر لو علی! ہمارے وسائل بہت محدود ہیں لیکن اس کے باوجود جس حد تک ہمارے بس میں ہوگا، ہم تمھاری مدد کریں گے۔"

"میں کسی طرح اس ریگستان سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد تو میں اپنے راستے خود بنا لوں گا۔"

"یقیناً تم اپنے راستے خود بنا سکتے ہو۔ تم میں اس کی صلاحیت موجود ہے۔ میں تمھارے سفر کا انتظام کرا دوں گا۔"

[illegible] ذکر کر رہی تھی [illegible] تبدیل کرتے ہوئے کہا۔" اُن کا کیا سلسلہ ہے؟"

"ہاں، کچھ عرصے سے [illegible] قزاقوں نے ریگستان پر [illegible] قائم کر لیا ہے۔"

"کیا قزاقوں کی سرکوبی کرنا حکومت کے فرائض میں شامل نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ریگستان میں پولیس بے کار ہو کر رہ جاتی ہے۔ [illegible] نے کچھ کوششیں کیں مگر قزاقوں کے ٹھکانے کا سراغ نہیں لگا سکے۔"

"حالاں کہ میں نے عرب کے کھوجیوں کی بہت تعریفیں سُنی ہیں۔" میں نے کہا۔

"وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز ختم ہوتی جا رہی ہے۔" ابوالحسن نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔" یہ بھی ایک ایسا فن تھا جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوا کرتا تھا لیکن اب شاذ و نادر ہی اس فن کے جاننے والے لوگ بچے ہیں اگر پولیس کو ان کی خدمات حاصل ہو جائیں تو قزاق بچ نہیں سکتے تھے۔"

"تمھارے قبیلے کو بھی تو قزاقوں کی طرف سے حملے کا خطرہ لاحق ہے؟"

"تو مرجانہ نے تمھیں یہ بات بھی بتا دی۔" سردار چونک پڑا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہم لوگ مہمانوں کو اپنی پریشانیوں میں شریک نہیں کرتے۔"

"اب تو میں شریک ہو ہی گیا ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔" اب یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے قزاقوں کے سلسلے میں کیا طے کیا ہے۔ اُن کا مطالبہ تو تم پورا کرو گے نہیں۔"

"ہم نے کچھ بھی طے نہیں کیا۔ بس تقدیر پر تکیہ کر کے بیٹھے [illegible] ہیں، ہم کچھ کر بھی تو نہیں سکتے۔ ہماری تعداد بھی کم ہے [illegible] پاس اسلحے کے نام پر چند بندوقوں کے سوا کچھ نہیں [illegible] ہم اُن کا مقابلہ کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

"اب وہ قزاق تم سے کب رابطہ قائم کریں [illegible]"

"آج شام پانچ بجے اُن کی دی ہوئی آخری [illegible] ختم ہو جائے گا جس کے بعد مطالبہ پورا نہ ہونے پر [illegible] کے مطابق قزاق ہم پر حملہ کر دیں گے۔"

"وہ بستی کے لوگوں پر حملہ [illegible] گے ورنہ تم اُن کا [illegible] بھی نہیں کرو گے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ [illegible] سردار ہونے کے ناتے [illegible] لوگوں کے جو [illegible]

[illegible] اور دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب دیں

کتاب
مقناطیسیت
کا مطالعہ کریں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ذمے داری تم پر ہے۔"

"اسی لیے تو اُن کا مقابلہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔" سردار نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔ "اُن قزاقوں کی یہ روایت ہے کہ اگر اُن کا مقابلہ نہ کیا جائے تو وہ کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچاتے، صرف لوٹ مار پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ ہم اُن کا مقابلہ کرنے کے اہل نہیں ہیں لہٰذا مجھ پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے لوگوں کے لیے وہ فیصلہ کروں جو اِن کے لیے زیادہ بہتر ہو۔ مقابلہ نہ کرنے سے کم از کم لوگوں کی جانیں تو محفوظ رہیں گی۔ مال و اسباب تو بعد میں کسی اور ذریعے سے دوبارہ بھی مہیا ہو جائے گا۔ جانیں اگر ضائع ہو گئیں تو دوبارہ کہاں سے آئیں گی؟"

"دیگر سامان کے ساتھ قزاق تمھارے اونٹ بھی لے جائیں گے؟" میں نے کہا۔ "پھر تم ہمارے سفر کا بندوبست کیسے کرو گے؟"

"اسی لیے میں نے تمھارے لیے فیصلہ کیا ہے کہ تم شام سے پہلے ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ بعد میں پتا نہیں کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔"

"لول تو ادلیو با ورڈ شام تک سفر کرنے کے قابل نہیں ہو سکے گا لیکن اگر اُس کی حالت ٹھیک ہوتی تب بھی میں آج یہاں سے نہ جاتا۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" سردار نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میزبانوں کو مصیبت میں چھوڑ کر چلے جانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔"

"ہرگز نہیں۔" ابوالحسن نے سختی سے کہا۔ "یہ ہمارا معاملہ ہے اور اس سے ہم خود ہی نمٹیں گے۔ اپنے ساتھ ہم تمھیں ہرگز خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔"

"مجھے اُن قزاقوں سے دلچسپی پیدا ہو چلی ہے۔" میں مسکرایا۔ "اور جس چیز سے مجھے دلچسپی ہو جائے اُسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑتا۔ اگر تم نے مجھے موقع نہ دیا تو میں نخلستان سے باہر جا کر کھلے میں انھیں دیکھوں گا۔"

"ضد نہ کرو علی۔" ابوالحسن نے ناصحانہ انداز میں کہا۔ "تم انھیں نہیں جانتے۔ وہ بہت وحشی قسم کے لوگ ہیں اور اُن کے پاس جدید اسلحہ ہوتا ہے اور وہ اُس کے استعمال میں مہارت بھی رکھتے ہیں۔ تم تنہا ہو۔ اُن کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ پھر تمھاری زندگی بہت قیمتی ہے۔ تمھاری زندگی کا ایک بڑا مقصد ہے۔ تمھیں ایسے چھوٹے موٹے معاملات میں پھنس کر اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالنی چاہیے۔"

"موت صرف ایک بار آتی ہے سردار! اور اس کا وقت بھی مقرر ہے۔ اُس مقررہ وقت سے قبل زندگی کوئی نہیں چھین سکتا لہٰذا ایسی باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ رہا سوال اس بات کا کہ مجھے چھوٹے موٹے معاملات میں نہیں اُلجھنا چاہیے تو اِس سلسلے میں میں تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ادلیو با ورڈ کے لیے آج سفر کرنا مناسب نہیں رہے گا۔ اُس کی حالت اس قابل نہیں ہے کہ وہ سفر کر سکے۔ کم از کم ایک دن کا آرام اُس کے لیے بہت ضروری ہے۔ جب میں آج شام یہاں موجود ہوں گا تو محض اپنی زندگی کے خوف سے دبک کر بیٹھ جانا میرے لیے ناممکن ہو گا۔"

"تم آخر کرنا کیا چاہتے ہو؟" سردار نے زچ ہو کر کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ قزاقوں کا مقابلہ کیا جائے۔" میں نے سردار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بستی کے لوگ اس پر تیار نہیں ہوں گے۔"

"انھیں تیار کرنا میرا کام ہے۔" میں نے کہا۔ "مجھے تو صرف تمھاری اجازت درکار ہے۔ باقی کام میں خود کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ہر طرح سے تمھارے ساتھ ہوں۔ علم قیافہ کی رُو سے تم میں اتنی صلاحیت ہے کہ تم یہ ناممکن کام بھی کر دکھانے کی اہلیت رکھتے ہو۔"

"تو تم بستی کے سارے لوگوں کو جمع کر لو۔ میں اُن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں اس کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔" سردار نے کہا۔ "لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ میں کسی کو بھی تمھاری اصلیت سے آگاہ نہیں کروں گا۔ جو فرضی داستان تم نے مجھے پہلے سنائی تھی سب کے سامنے تم اُسی پر قائم رہو گے۔"

تھوڑی دیر بعد سردار نے ایک ذرا کھلے مقام پر بستی کے سارے لوگوں کو جمع کر لیا۔ وہ جگہ شاید اسی مقصد کے لیے مخصوص تھی کہ وہاں پر جمع ہو کر وہ لوگ اپنے اہم فیصلے کرتے ہوں گے۔ میں نے اُن لوگوں کو شمار کیا۔ اُن کی کل تعداد بتیس تھی۔ اُنیس افراد کی عمریں پچاس سے ساٹھ کے درمیان تھیں جبکہ بقیہ تیرہ افراد بہت ضعیف تھے۔ اُن کی عمروں کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ اُن میں سے کوئی بھی اَسّی سے کم کا نہیں تھا۔ تمام سب کے جمع ہو جانے کے بعد سردار نے اُن سے مختصر خطاب کیا۔

"آپ سب لوگوں کو اس نوجوان کی خواہش پر یہاں جمع کیا گیا ہے۔" سردار نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس نوجوان کا نام علی یار خان ہے۔ اس کی کہانی آپ سب کے علم تک آ چکی ہو گی۔ میں اس کے بارے میں آپ سے صرف اتنا کہوں گا کہ میرے تجزیے کے مطابق یہ بہترین قائدانہ صلاحیتوں سے مالا مال ہے اور اگر یہ ہمارے لیے کچھ کرنا چاہتا ہے تو میں اسے محض قبیلہ جراحت کی خوش نصیبی قرار دوں گا۔ میں اس کی صلاحیتوں پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہوں۔ بقیہ باتیں آپ لوگوں سے یہ نوجوان خود کرے گا۔"

مجمع پر مکمل سکوت طاری تھا اور سب کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "قبیلہ جراحت کے جرأت مند اور جری لوگوں سے خطاب کرنا میرے لیے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہے۔" میں نے اپنی بات کا آغاز بہی جوشیلے الفاظ سے کیا۔ "میں آپ لوگوں کا مہمان ضرور ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ مجھے مہمان کے بجائے قبیلے کا ایک فرد سمجھ کر میری بات سنی جائے کیوں کہ جب مجھے یہ علم ہوا کہ اس قبیلے کو صحرائی قزاقوں کی طرف سے خطرہ درپیش ہے تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اپنے قبیلے پر کوئی آنچ آنے والی ہے اور میں اُسی وقت اُن صحرائی لیٹروں سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور اُن کے پاس جدید اسلحہ بھی ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ جنگیں کبھی ساز و سامان اور عددی برتری کی بنیاد پر نہیں جیتی گئیں۔ جنگوں کے لیے تو پہلے نمبر پر بہتر حکمت عملی اور پھر عزم و حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے فضا میں زور دار مُکّا لہرایا۔ "اور میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ قبیلہ جراحت کے جی دار لوگ لٹیروں سے بھی کم حوصلہ مند ہیں۔" میں نے خاموش ہو کر لوگوں کا جائزہ لیا۔ وہ سب مبہوت بیٹھے تھے۔ "آپ لوگوں میں سے جن کے پاس بندوقیں ہیں وہ کھڑے ہو جائیں۔" میں نے کہا۔

مجمع میں سے چھ افراد کھڑے ہو گئے۔ "آپ لوگ میرے ساتھ مل کر لیٹروں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اس بات کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ اکثریت کیا فیصلہ کرتی ہے۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"وہ بعد کی بات ہے۔ اس وقت میں آپ لوگوں سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ میرا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں؟"

یکے بعد دیگرے اُن سب نے میرا ساتھ دینے کی حامی بھر لی۔

"یہ چھ افراد میرے ساتھ مل کر لیٹروں کا مقابلہ کریں گے۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "اب میں آپ سب کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے نخلستان کی حدود میں جنگ کی اجازت دینے سے انکار کیا تو ہم کھلے ریگستان میں اُن کا مقابلہ کریں گے اور وہاں لیٹروں کا مقابلہ کرنے کی صورت میں ہماری ہلاکت یقینی ہو جائے گی۔ بتائیے مقابلہ کہاں کیا جائے۔ نخلستان کی حدود میں یا کھلے میں جا کر؟"

مجمع میں بھن بھناہٹ گونجی پھر ایک معمّر بزرگ کھڑے ہو گئے۔ "تم دیکھ رہے ہو کہ ہم میں ایک بھی جوان شخص موجود نہیں ہے۔ ہم اُن وحشی قزاقوں کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے۔ وہ ہمیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

"یہ تلواروں کی جنگ نہیں ہے میرے بزرگ۔" میں نے کہا۔ "جس میں قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ جنگ تو گولیوں سے لڑی جائے گی اور بندوق چلانے میں زیادہ قوت نہیں صرف ہوتی۔"

"اگر جنگ ہوئی تو اس کے تین نتیجے نکل سکتے ہیں۔" ایک اور معمّر شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔ "پہلا نتیجہ یہ ممکن ہے کہ سارے قزاق مارے جائیں۔ دوسرا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ سارے قبیلے والے مارے جائیں اور تیسرا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ قزاق مارے جائیں اور کچھ فرار ہو جائیں۔ یہ تیسری صورت ہمارے لیے بہت خطرناک ہو گی۔ اس لیے کہ تم ہمیشہ تو یہاں موجود نہیں رہو گے اور دوسری طرف قزاق اپنی قوت مجتمع کر کے دوبارہ ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ اس وقت کیا ہو گا؟"

"مجھے آپ سے اختلاف ہے بزرگوار۔" میں نے شائستگی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کتاب پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23، رمضان چیمبرز، انجیلا اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی 74200

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کہا۔"بنیادی بات یہ ہے کہ چور کے پاؤں نہیں ہوتے اگر اُنھیں ایک بار فرار ہونا پڑ گیا تو کبھی ادھر کا رُخ کرنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔ اُنھیں علم ہو جائے گا کہ یہ جیالوں کی بستی ہے۔ انھیں وہ سبق ملے گا کہ اس کے بعد وہ قافلوں پر حملے کرنے سے قبل کئی بار سوچا ضرور کریں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو نوجوان۔ میں نہ صرف تم سے متفق ہوں بلکہ مجھے فخر ہے کہ تم قبیلہ جراعتہ کے مہمان ہو۔" انھوں نے کہا اور بیٹھ گئے۔

اس کے بعد ایک اور شخص اُٹھا۔"اس لڑائی میں ہم سب مارے گئے تو کیا حاصل ہوگا؟" اُس نے کہا۔

"عزت کی موت۔" میں نے دبنگ انداز میں کہا۔"ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔ آپ سب میرے بزرگ ہیں اور میں آپ سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اگر آج آپ لوگ خاموشی سے اپنا مال و اسباب لُٹتے دیکھتے رہے تو کل اُن کی جرأتیں اور بھی بڑھ جائیں گی۔ ممکن ہے، اُس وقت آپ کی غیرتیں جوش میں آجائیں لیکن اُس وقت پانی سر سے گزر چکا ہوگا۔ لہٰذا اگر کچھ کرنا ہے تو ابھی کیجیے ورنہ ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار رکھیے۔"

وہ لوگ میرا مطلب سمجھ گئے تھے۔ اس لیے انھیں سانپ سونگھ گیا تھا۔ چند لمحے یہی کیفیت رہی پھر ایک شخص اُٹھا۔"تم لوگ کیا سوچ رہے ہو؟" وہ چلایا۔"اس نوجوان کا ساتھ دینے کا اعلان کیوں نہیں کرتے۔ یہ ہم میں سے نہیں ہے مگر اس نے ہمارے لیے وہ باتیں سوچی ہیں جو ہمارے سوچنے کی تھیں مگر ہم نے نہیں سوچیں۔"

"ہم تیار ہیں، ہم لڑیں گے۔" مجمع میں سے مختلف النوع آوازیں سنائی دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُن لوگوں کی کایا پلٹ گئی تھی۔ وہ لوگ جنھوں نے چند مصلحتوں کے پیش نظر قزاقوں سے جنگ نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا اب وہی چند مصلحتوں کے تحت مرنے مارنے کے درپے ہو گئے تھے۔

"مجھے خوشی ہے کہ بالآخر آپ لوگ صحیح فیصلے پر پہنچ گئے۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔"اب ہم جنگی حکمت عملی ترتیب دیں گے۔ اس وقت یہاں مجھے اور سردار کو ملا کر کل چونتیس افراد موجود ہیں۔ ان میں سے تیرہ افراد وہ ہیں جو ضعیف العمر ہیں۔ یہ تیرہ افراد گھروں میں رہیں گے۔ یہ لوگ اگر واپس جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ ان کا کام ختم ہو چکا ہے۔"

تیرہ کے تیرہ ضعیف العمر لوگ مجھے دعائیں دیتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے۔

"ہمارے پاس اسلحے کے نام پر کُل چھ بندوقیں ہیں۔" میں نے کہا۔

"تین بندوقیں میرے پاس بھی ہیں۔" سردار نے کہا۔

"گویا ہمارے پاس چھ نہیں بلکہ نو بندوقیں ہو گئیں۔ نو بندوقیں بہت ہوتی ہیں۔ اور کارتوسوں کی کیا صورت ہے؟" میں نے پوچھا۔

"فاضل کارتوسوں کی میرے خیال میں کمی نہیں ہے۔" سردار نے جواب دیا۔

"اتنے اسلحے سے تو ایک پوری بٹالین کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ خیر تو اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قزاق کس راستے سے نخلستان میں داخل ہو سکتے ہیں؟"

"وہ اونٹوں پہ آئیں گے اور اونٹوں کے لیے نخلستان میں داخل ہونے کا واحد راستہ وہی ہے جہاں سے تم اندر آئے تھے۔ باقی کسی اور راستے سے اونٹ اندر داخل نہیں ہو سکتے۔"

"اب آپ لوگ مجھے یہ بتائیں کہ آپ لوگوں میں سے کتنے لوگ بندوقیں چلانا جانتے ہیں؟"

"ہر شخص اسلحے کے استعمال سے واقف ہے۔" سردار نے بتایا۔

"تب تو معاملہ بہت آسان ہو گیا۔" میں نے کہا۔"تم ان لوگوں میں سے نو ایسے افراد منتخب کرو جنھیں بندوقیں دے کر نخلستان کے کنارے داخلی جگہ کے ساتھ ذرا ذرا سے فاصلے پر چھپایا جاسکے۔ اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ ایسے لباس پہن کر وہاں لیٹ جائیں گے جو بادی النظر میں دکھائی نہ دیں۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ یہاں کتنے قزاق آئیں گے لیکن یہ بات طے ہے کہ جتنے بھی قزاق آئیں گے اُن میں سے کچھ نخلستان کے باہر رکیں گے اور ایک یا چند اندر آئیں گے۔ وہ تم سے پوچھیں گے کہ رقم کا بندوبست ہو گیا۔ تم کہو گے کہ ہاں رقم کا بندوبست ہو چکا [illegible] پوچھیں گے کہ رقم کہاں ہے تو تم جواب میں عامر کو [illegible] گے کہ رقم کا تھیلا لے آئے۔۔۔"

"عامر کون ہے؟" سردار نے حیرت سے پوچھا۔

"کوئی بھی نہیں ہے، یہ میرا فرضی نام ہوگا۔ تم باہر ہوگے اور میں جھونپڑی کے اندر ہوں گا۔ جب تم عامر سے رقم کا تھیلا لانے کو کہو گے تو میں ایک تھیلا لیے ہوئے باہر نکلوں گا جس میں پتھر بھرے ہوئے ہوں گے۔ قزاق یہ دیکھ کر خوش ہو جائیں گے کہ رقم اُن کے ہاتھ آنے والی ہے۔ اُس کے بعد میں موقع دیکھ کر پہلا فائر کروں گا اور اس کے ساتھ ہی درختوں کے ساتھ چھپے ہوئے مسلح لوگ نخلستان کے باہر موجود قزاقوں پر فائر کھول دیں گے۔ اگر نخلستان کے اندر آنے والوں کی تعداد چھ تک ہوئی تو میں تنہا ہی اُن سے نمٹ لوں گا لیکن اگر یہ تعداد زیادہ ہوئی تو تمھارے آدمیوں کو پہلے اندر والوں کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ اُس کے بعد وہ باہر والوں پر توجہ دیں گے۔ انھیں ایک بات کا اور خیال رکھنا ہوگا کہ اُن کے سرغنہ پر جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ نقاب پہنے رہتا ہے کوئی فائر نہیں کرے گا۔ اُس کے اونٹ کو نشانہ بنانا ہوگا۔ میں اُسے زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم لوگوں نے علی کی باتیں سمجھ لی ہیں؟" ابوالحسن نے اُن سے پوچھا۔

"ہم سمجھ گئے۔" سب نے یک آواز کہا۔

"اب آپ لوگ میرے ساتھ آئیے میں تفصیل سے آپ کو سب کچھ سمجھا دوں۔" میں نے کہا۔

میں اُن لوگوں کو ساتھ لے کر نخلستان کے سرے پر گیا جہاں میں نے انھیں ایسے مقامات دکھائے جہاں پر انھیں پوزیشنیں لینی تھیں۔ کافی دیر تک میں انھیں تفصیل سے ہر بات سمجھاتا رہا، پھر میں نے اُن سے کہا کہ وہ جا کر کھانا وغیرہ کھائیں اور شام چار بجے پھر یکجا ہو جائیں۔

"تم نے بہت بڑا کارنامہ کیا ہے علی۔" اُن لوگوں کے جانے کے بعد ابوالحسن نے مجھ سے کہا۔

"ابھی میں ایک اور کارنامہ کرنے والا ہوں۔" میں نے کہا۔"مجھے زبردست بھوک لگ رہی ہے۔ میں کھانا کھاؤں گا۔"

"اوہو، مجھے افسوس ہے۔" سردار نے شرمندہ لہجے میں کہا۔"تمھیں واقعی سخت بھوک لگ رہی ہوگی۔ آؤ کھانا کھا لیں۔"

"تم چلو سردار! میں ذرا چشمے پر سے ہاتھ منہ دھو آؤں۔"

ان سب چکروں میں دن کا ایک بج گیا۔ میں چشمے پر پہنچا تو وہاں مرجانہ موجود تھی۔ اُس نے مجھے بڑی تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"تم کیا کرتے پھر رہے ہو علی! سُنا ہے تم نے بستی کے مُردہ لوگوں میں رُوح پھونک دی ہے۔"

"میں نے تو انھیں چند حقائق سے آگاہ کیا تھا سیدہ مرجانہ! بس اس کے بعد وہ خود ہی لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔"

"تم بہت چالاک آدمی ہو علی۔" مرجانہ نے ہنس کر کہا۔"لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم نے ایک بڑا کام کیا ہے۔ کاش میں بھی اس جنگ میں حصہ لے سکتی۔"

"جب تک میں زندہ ہوں سیدہ مرجانہ! یہ ناممکن ہے لڑائی جھگڑا عورتوں کا کام نہیں ہے۔"

"مرد اپنی ذمے داریوں سے منہ موڑنے لگیں تو پھر عورتیں ہی انھیں سرانجام دینے کے لیے آگے آیا کرتی ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں سیدہ مرجانہ! مگر اس وقت مردوں کو یاد آ گیا ہے کہ اُن پر کیا فرض داریاں عائد ہوتی ہیں۔ لہٰذا آپ کو ہتھیار اُٹھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور ہاں" میں نے دفعتاً چونک کر کہا۔"میرے دوست کا کیا حال ہے۔ اُس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔"

"وہ ٹھیک ہے۔ کافی دیر پہلے اُٹھا تھا۔ کھا پی کر پھر سو گیا۔ تمھیں پوچھ رہا تھا۔ میں نے اُسے اطمینان دلایا کہ تم خیریت سے ہو۔"

"تمھاری اُس سے گفتگو ہوئی تھی؟" میں چونک پڑا۔

"اشاروں میں۔" مرجانہ مسکرا کر بولی۔

چشمے کے پانی سے ہاتھ منہ دھو کر میں مرجانہ کے ساتھ جھونپڑی میں واپس آ گیا۔ مرجانہ نے جلدی سے دسترخوان بچھا کر کھانا لگایا اور ہم تینوں کھانا کھانے بیٹھ گئے۔

"کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کر لینا علی!" سردار نے کہا۔"تم پہلے ہی بہت تھکے ہوئے تھے۔ اب تو تمھاری تھکن اور بھی بڑھ گئی ہوگی۔"

"جب کوئی کام درپیش ہوتا ہے تو آرام کرنا میرے لیے ناممکن ہو جاتا ہے سردار محترم!" میں نے کہا۔

"تم مجھے سردار محترم مت کہا کرو۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے کاش میں تمھارا ادنیٰ خادم ہوتا تو مجھے اس پر زیادہ فخر ہوتا۔"

"یہ مجھے بھی سیدہ مرجانہ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں بابا جان۔" مرجانہ معصومیت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے بولی۔"سچ مجھے بھی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت بڑا لگتا ہے۔"

"ہر شخص کا ایک الگ مقام ہے سردار محترم!" میں نے کہا۔

"اور اُسے اُس کے مرتبے کے مطابق عزت ملنا ضروری ہے۔"

"جیسے تمھاری مرضی علی۔" ابوالحسن نے کہا۔ "ظاہر ہے میں تمھیں مجبور نہیں کرسکتا۔"

ہم کھانا کھا رہے تھے کہ اولیورا وورڈ اُٹھ گیا۔ "تم کہاں غائب تھے علی؟" اُس نے شاکی انداز میں کہا۔

"اس قبیلے پر جس کے ہم مہمان ہیں، آج شام قزاقوں کے حملے کا خطرہ ہے۔ میں ان سے مقابلے کے انتظامات کر رہا تھا۔"

"قزاق؟" اولیورا وورڈ چونک پڑا۔ "یہ قزاق بیچ میں کہاں سے آکودے؟"

میں نے اُسے مختصراً صحرائی قزاقوں کے بارے میں بتایا۔

"یہ تم کس چکر میں اُلجھ گئے علی؟" اولیورا وورڈ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "اپنے جھگڑے انھیں خود ہی نمٹانے دو۔"

"ہم ان کے مہمان ہیں اولیورا وورڈ! اور پھر اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے۔"

"فرق کیوں نہیں پڑتا، ہماری زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ اور تم پوچھتے ہو کیا فرق پڑتا ہے۔"

"جب ہماری زندگیاں خطرے میں تھیں۔ اور ہمیں یقینی موت کا سامنا تھا۔ تو انھی لوگوں کی وجہ سے بچے۔ اب ہم انھیں مشکل میں چھوڑ کر نکل جائیں، یہ مجھ سے تو نہیں ہو سکتا۔"

"تمھاری بعض عادتیں بہت بری ہیں علی! تم اپنے کام سے کام نہیں رکھتے۔" اولیورا وورڈ نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہر شخص اپنے کام سے کام رکھتا ہے ڈیئر اولیورا وورڈ! یہ تو نکتہ نظر کے فرق کی بات ہے۔ جسے میں اپنا کام سمجھتا ہوں تم اسے کچھ اور سمجھتے ہو۔ یاد رکھو، میں جو کام بھی کرتا ہوں، اسے اپنا ذاتی کام سمجھ کر ہی کرتا ہوں، ورنہ اس کام میں ہاتھ ہی نہیں ڈالتا۔"

"تم نے یہاں سے نکلنے کے بارے میں بھی کچھ سوچا یا انہیں قزاقوں سے ہی اُلجھنے کے منصوبے بناتے رہے؟"

"میں نے سردار سے بات کی ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ہمارے ریگستان سے باہر نکلنے کا انتظام کر دے گا۔"

"تو ہم یہاں سے کب روانہ ہوں گے؟" اولیورا وورڈ نے پوچھا۔

"کل شام تو ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"کل شام کو کیوں؟" اولیورا وورڈ نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "آج ہی کیوں نہیں؟"

"تمھاری حالت کے پیش نظر میں نے ایک دن انتظار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ تم نقاہت محسوس کر رہے ہو گے اور فوری طور پر طویل سفر نہیں کر سکو گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں واقعی نقاہت محسوس کر رہا ہوں۔" اولیورا وورڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔

"تمھارا دوست کیا کہہ رہا ہے؟" مرجانہ نے پوچھا۔

"تم لوگوں کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ اور یہاں سے جلد از جلد روانہ ہونے کو کہہ رہا ہے۔"

"نہیں، اس کے لیے کم از کم ایک روز آرام کرنا بہت ضروری ہے تاکہ اس کی توانائیاں پوری طرح بحال ہو جائیں اور وہ سفر کرنے کے قابل ہو جائے۔" سردار نے کہا۔

"میں نے اسے سمجھا دیا ہے سردار محترم! اور کل شام تک یہاں رکنے پر تیار بھی ہو گیا ہے۔"

"اس سے کہو کہ چشمے پر جا کر نہا دھو لے تاکہ تازہ دم ہو جائے۔" سردار نے کہا۔

"سردار کہہ رہا ہے کہ اگر تم چاہو تو چشمے پر جا کر نہا لو۔" میں نے اولیورا وورڈ سے کہا۔

"ہاں، میں نہانے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں، مگر یہ سردار میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اسے رہنے کے لیے ڈھنگ کا گھر تک میسر نہیں ہے اور صورت سے یہ انتہائی بے وقوف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ پتا نہیں یہاں کے لوگ کس قسم کے ہوں گے جنھوں نے ایسے گاؤدی شخص کو اپنا سردار بنایا۔"

"یہ شخص تمھاری سمجھ میں آ بھی نہیں سکتا۔ اگر اسے رہنے کے لیے گھر میسر نہیں ہے تو کیا ہوا۔ یہ غاصب تو نہیں ہے۔ اس نے دوسروں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ تو نہیں کیا۔ دوسروں کا حق تو نہیں مارا۔ تم تو غاصب ہو، تمھاری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آ سکتیں۔ اور اگر تمھیں صورت سے یہ بے وقوف نظر آتا ہے تو میں تمھیں اس کے سوا کوئی مشورہ نہیں دے سکتا کہ اپنی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اپنے دماغ کا علاج بھی کراؤ۔ جسے تم گاؤدی کہہ رہے ہو وہ جانتا ہے کہ تم یک اپ ہو۔"

اولیورا وورڈ چونک پڑا۔ "تم مذاق کر رہے ہو، یا پھر تم نے اسے یہ بات بتائی ہو گی۔"

"یہ شخص بہترین قیافہ شناس ہے۔ اس نے تمھارا سپاٹ چہرہ دیکھ کر ہی تمھارے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ یہ یک اپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، لیکن اگر تم یک اپ میں نہ ہوتے اور اس کی زبان بھی جانتے ہوتے تو تمھیں پتا چلتا کہ یہ شخص کتنا پہنچا ہوا ہے۔"

"یقین نہیں آتا۔" اولیورا وورڈ نے کہا۔ "کیا اس نے تمھیں تمھارے بارے میں کچھ بتایا ہے؟"

"یہی پوچھ کر اس نے مجھے میرے نام کے سوا سب کچھ بتا دیا۔ یہ ایک ایسا شخص ہے جو آدمی کے باطن میں بہ آسانی جھانک سکتا ہے۔ اس سے جھوٹ بولنا ناممکن ہے۔"

"علم قیافہ کے بارے میں، میں بھی جانتا ہوں۔ امریکی سی آئی اے میں ماہرین علم قیافہ کی بھرمار ہے، مگر میں نے ان ماہرین کو اکثر دھوکے کھاتے دیکھا ہے۔ میرے لیے اس بات پر یقین کرنا بہت مشکل ہے کہ کسی ماہر علم قیافہ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔"

"میں نے اس سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تھی۔" میں نے کہا۔ "اور جو جھوٹی داستان میں نے اسے سنانے کی کوشش کی تھی، وہ قرین قیاس بھی تھی، مگر اس شخص نے میری بات پر یقین کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد میں نے اسے اپنے اصل فرار کی داستان سنائی اور اس نے بلا تامل میری داستان سچ تسلیم کر لی۔ تم اسے کیا کہو گے؟"

"حیرت انگیز!" اولیورا وورڈ بڑبڑایا۔ "تمھارے بارے میں تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمھارے جھوٹ کو بڑے سے بڑا ماہر علم قیافہ بھی نہیں پکڑ سکتا۔ اگر اس شخص نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے تو اس کی صلاحیتوں کو حیران کن قرار دینا پڑے گا۔ کاش میں اس کی خدمات اپنے ملک کے لیے حاصل کر سکتا۔"

"ہر چیز کو برائے فروخت مت سمجھا کرو۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "تم یہودیوں کی ذہنیت حد سے زیادہ تاجرانہ ہوتی ہے۔"

سردار کھانا ختم کر کے اُٹھ گیا تھا۔ "میں تو قبیلے کے جوانوں کو لینے جا رہا ہوں علی۔" اس نے کہا۔ "تم بھی کھانے کے بعد ذرا دیر کمر سیدھی کر لینا۔ تاکہ قزاقوں کے مقابل آنے کے لیے تازہ دم ہو جاؤ۔ اگر اپنے دوست کے لیے یا اپنے لیے کسی چیز کی ضرورت محسوس کرو تو مرجانہ سے کہہ دینا۔" سردار جھونپڑے کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟" اولیورا وورڈ نے پُراشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں کہہ رہا تھا۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "تمھیں نہانا ہے تو چشمے پر چلے جاؤ اور اگر کپڑوں کی ضرورت ہو تو بتا دو۔"

"میں جا رہا ہوں۔" اولیورا وورڈ برا سا منہ بنا کر بولا۔ "اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ان لوگوں کا مزید احسان نہیں لینا چاہتا۔"

"کیا اپنے دوست سے تمھاری کچھ ناراضگی چل رہی ہے۔" اولیورا وورڈ کے جانے کے بعد مرجانہ نے کھانے کے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو۔" میں چونک پڑا۔ "لیکن تمھارے ذہن میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا؟"

"تم دونوں کے انداز میں ایک دوسرے کے لیے بہت کھنچاؤ تھا۔ پھر تم آپس میں جس انداز میں گفتگو کر رہے تھے..."

"ارے وہ کچھ نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "جس زبان میں ہم گفتگو کر رہے تھے وہ زبان ہی ایسی ہے کتنی ہی محبت سے گفتگو کرو، یوں لگتا ہے جیسے آپس میں لڑائی ہو رہی ہے۔"

"بڑی عجیب زبان ہے؟" مرجانہ حیران ہو کر بولی۔ "ایسی زبان کا بھلا کیا فائدہ؟ آخر ہماری زبان بھی تو ہے۔"

"عربی زبان کی کیا بات ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اتنی شیرینی، اس قدر مٹھاس اور کسی اور زبان میں آ ہی نہیں سکتی۔"

"ہم خوش قسمت ہیں سیدی کہ عربی ہماری مادری زبان ہے ورنہ کوئی غیر زبان سیکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔"

"مادری زبان پر یاد آیا۔" میں نے چونک کر کہا۔ "تمھاری والدہ نظر نہیں آئیں۔ کیا وہ یہاں نہیں ہیں؟"

"ان کا انتقال ہو چکا۔" مرجانہ نے افسردگی سے کہا۔ "طویل

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کتابیات پبلیکیشنز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عرصہ ہوا۔ اب تو بس ان کی یاد ہی باقی رہ گئی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے یہ غم انگیز تذکرہ چھیڑا۔"

"ماں کا تذکرہ بھی کبھی غم انگیز ہو سکتا ہے سیدی علی! میں تم سے اپنی ماں کے بارے میں بہت سی باتیں کروں گی۔ لیکن تمہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔ ہم لوگ تو تنہا رہنے کے عادی ہیں۔ میں اندر جا رہی ہوں۔ تم آرام کرو۔ تمہارے آرام میں کوئی مخل اندازی نہیں کرے گا۔"

مرجانہ کھانے کے برتن لے کر چلی گئی۔ مجھ پر تھکن غالب آ رہی تھی اس لیے میں نے سوچا کہ کچھ دیر لیٹ جانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ میں نے جوتے اتارے اور پیال کے بستر پر دراز ہو گیا۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی طرف سے فکر مند ہوتا۔ ایک پستول تھا جس کی طرف سے مجھے فکر لاحق ہو سکتی تھی۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ ریگ زار عرب کے بیچوں بیچ واقع اس نخلستانی بستی کے باشندوں کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن اسی بستی میں اس وقت اولیو ہاورڈ نامی یہودی بھی موجود تھا۔ اولیو ہاورڈ گزشتہ کئی دنوں سے میرے ساتھ تھا۔ اس کی طرف سے ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی تھی جو میرے خلاف ہوتی۔ اس کے برعکس اس نے ہر طرح سے مجھ سے تعاون کیا تھا جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ لکی ہاورڈ کی واپسی تک وہ بھیڑیا میرے سامنے یوں ہی بکری بنا رہے گا۔

پستول ہاتھ میں لیے میں اولیو ہاورڈ کے بارے میں مختلف زاویوں سے غور کرتا رہا اور آخر چند منٹ بعد میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا۔

کوئی پندرہ منٹ بعد جب میں نیم غنودگی کی کیفیت میں تھا، میں نے جھونپڑے میں کسی کے داخل ہونے کی آہٹ سنی۔ اس وقت میں کروٹ کے بل لیٹا تھا۔ اور جھونپڑے کے داخلی دروازے کی طرف میری پشت تھی۔ میری غنودگی کافور ہو گئی مگر میں ویسے ہی لیٹا رہا۔ میں نے جوتوں کی آواز سے پہچان لیا تھا کہ اندر آنے والا اولیو ہاورڈ ہے۔ اندر داخل ہونے کے بعد وہ رکا۔ شاید اس نے ادھر ادھر دیکھا ہوگا۔ مگر وہاں میرے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ سردار اور اس کی بیٹی اندرونی حصے میں تھے۔ چند لمحے رکنے کے بعد اولیو ہاورڈ نے مدھم آواز میں مجھے پکارا مگر میں نے جواب دینے کی زحمت نہیں کی۔ اور دم سادھے لیٹا رہا۔ میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اولیو ہاورڈ نے دوبارہ چلنا شروع کر دیا۔ اس کا رخ میری ہی طرف تھا۔ مگر اس کے چلنے کا انداز بڑا مشکوک تھا۔ وہ دبے قدموں چل رہا تھا تاکہ کم سے کم آہٹ پیدا ہو۔ میں ساکت و صامت لیٹا رہا۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ اگلا قدم کیا اٹھاتا ہے اور اس کے عزائم کیا ہیں۔ بستر کے نزدیک آ کر وہ رک گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ جھکا ہے۔ پستول میں نے سرہانے کی طرف رکھ دیا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے اچانک ہی پستول پر جھپٹا مارا اور پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ میں نے تیزی سے کروٹ بدلی اور بستر سے اٹھنے کی کوشش کی۔

"چپ چاپ پڑے رہو علی یار خاں۔" اولیو ہاورڈ نے پستول مجھ پر تان کر کہا۔ "ورنہ کبھی اٹھنا نصیب نہیں ہوگا۔"

اولیو ہاورڈ مجھ سے کوئی دس قدم کے فاصلے پر تھا اور اس کے ہاتھ میں موجود پستول کا رخ میری جانب تھا۔ اولیو ہاورڈ کی انگلی پستول کے ٹریگر پر تھی۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

"تم خود کو بہت چالاک سمجھتے ہو علی!" اولیو ہاورڈ نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "دیکھو تمہاری تمام تر چالاکیوں کے باوجود اس وقت تمہاری زندگی میری ایک انگلی کے اشارے کی محتاج ہے۔"

"تم مذاق کر رہے ہو اولیو ہاورڈ! میں یقین نہیں کر سکتا کہ تم واقعی میری جان کے درپے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تھوڑی دیر بعد تم پستول مجھے واپس کر دو گے۔"

"اگر میں مذاق کر رہا ہوں تو ذرا بستر سے اٹھنے کی کوشش کر کے دیکھو۔ تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا کہ میں کس حد تک مذاق کے موڈ میں ہوں۔"

"لیکن میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تمہیں بیٹھے بٹھائے یہ اچانک کیا ہو گیا ہے۔ جب تم یہاں سے نہانے گئے تھے تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ تم نہا کر آئے ہو اور ابھی تمہارے بال بھی نہیں سوکھے کہ..."

"میرا خون کھول رہا ہے علی! تمہارے ہاتھوں میں جس ذلت سے گزرا ہوں اس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا لیکن میں مجبور تھا۔ میری معصوم بیٹی تمہارے قبضے میں تھی جس کے خیال سے..."

"وہ تو اب بھی میرے قبضے میں ہے۔ اس کی رہائی اس بات سے مشروط تھی کہ تم مجھ سے تعاون کرو گے۔ اب اس وقت تم نے یہ حرکت کر کے خود کو نااہل ثابت کر دیا ہے اور میں بھی اس بات کا پابند نہیں رہا کہ لکی ہاورڈ کو..."

"بکواس مت کرو۔ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔ مجھے اسی وقت اندازہ ہو گیا تھا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو مگر معاملہ میری بیٹی کا تھا اس لیے میں نے خطرہ مول لینے سے گریز کیا تھا لیکن اب وہ صورت نہیں رہی۔"

"میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا اولیو ہاورڈ! اس لیے میں سمجھ نہیں سکا کہ تمہارا اشارہ کون سی بات کی طرف ہے۔"

"تم نے مجھ سے کہا تھا کہ لکی ہاورڈ کو گوٹے پل سے کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے۔ تمہارے اسی جھوٹ کی وجہ سے میں تمہارے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا تھا۔ مگر اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔"

"اگر تمہیں یقین ہو ہی گیا ہے تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں!" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"مجھے دھوکا دینے کی کوشش مت کرو علی! لکی پہلے ہی جنرل بشیر کی قید میں تھی اور اب بھی وہیں ہے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کیونکہ تم میرے ساتھ گوٹے پل کے لیے ہی روانہ ہوئے تھے۔"

"تھوڑی دیر کے لیے فرض کیے لیتے ہیں کہ تمہاری بات درست ہے۔" میں نے کہا۔ "مگر یہ تو بتاؤ کہ اس سے تم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ میرے تعاون کے بغیر تو لکی رہا ہو نہیں سکتی۔"

"یہ تمہاری خام خیالی ہے علی!" اولیو ہاورڈ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب تمہیں راستے سے ہٹا دینا ہی اسرائیل کے مفاد میں ہے۔"

"بے شک میرا وجود اسرائیل اور اسرائیل نوازوں کو کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ میری موت ان کے لیے زندگی کا پیام لائے گی۔ مگر تمہاری بیٹی تمہیں واپس نہیں مل سکے گی۔"

"اسے جنرل بشیر کی قید سے رہا کرانا میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ فوجی اعتبار سے گوٹے پل زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اسرائیل کی فوجی قوت کے سامنے وہ چند ہی گھنٹوں میں گھٹنے ٹیک دے گا۔"

"تم یہ بھی بھول رہے ہو کہ میری مدد کے بغیر تم اس بستی سے بھی نہیں نکل سکو گے۔ بستی والوں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ تم نے مجھے جان سے مار دیا ہے تو وہ تمہیں بخشیں گے نہیں اور پھر تم ان کی زبان بھی تو نہیں سمجھتے۔"

"تم اولیو ہاورڈ کو کیا سمجھتے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے تحقیر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے ہر چیز کا تعین کر لیا ہے۔ میرے پاس پستول موجود ہے جس کے زور پر میں سردار کو یرغمال بنا لوں گا۔ بستی کے لوگ میری ہر بات ماننے کے لیے مجبور ہوں گے۔ اور اشاروں کی زبان تو دنیا میں ہر جگہ سمجھی جاتی ہے۔ میں ایک بار اس ریگستان سے نکل جاؤں تو سارے مسائل چٹکی بجاتے میں حل ہو جائیں گے۔"

"تو تم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے جان سے مار کر ہی دم لو گے۔"

"ہاں! اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ نہیں رہا۔"

"تم نے میری غفلت سے فائدہ اٹھایا ہے اولیو ہاورڈ! اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

"تم میرے حریف ہو علی! اور اچھی طرح جانتے ہو کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔"

"ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت اچھی طرح واقف ہیں اولیو ہاورڈ۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس کے باوجود مجھ سے پستول کی طرف سے غافل ہونے کی حماقت کیوں کر سرزد ہو گئی؟"

"یہ کوئی اتنی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ تم ضرورت سے زیادہ خوش فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ میں نے اپنی بیٹی کی خاطر اپنے ملک کے خلاف جو کچھ کیا ہے، اس پر میرا ضمیر مجھے ہمیشہ ملامت کرتا رہے گا لیکن تمہیں جان سے مار کر میں جو کارنامہ سرانجام دوں گا، وہ میرے دامن کا ہر داغ دھو ڈالے گا۔ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ علی! میں اپنی کوتاہیوں کا قرض ادا کرنے جا رہا ہوں۔" پستول کے ٹریگر پر اولیو ہاورڈ کی انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔

"ایک منٹ ٹھہرو اولیو ہاورڈ!" میں نے تیزی سے کہا۔ "آج صبح کا وہ وقت یاد کرو جب تم بے ہوش ہو کر گر گئے تھے۔ میں آدھ میل تک صحرا کی تپتی دھوپ میں تمہیں اپنے کاندھے پر ڈال کر لایا تھا۔ اگر میں نے یہ نہ کیا ہوتا تو تم اس وقت تک مر چکے ہوتے۔ کیا تم مجھے اس احسان کا یہی صلہ دو گے۔ احسان فراموشی تو مت کرو اولیو ہاورڈ!"

"اس احسان کے بدلے میں، میں تمہیں کوئی تکلیف دیے بغیر مار دوں گا۔ ورنہ میرا ارادہ تھا کہ تمہیں سسکا سسکا کے ختم کروں گا۔ لیکن اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پہلی گولی تمہاری کھوپڑی میں اور دوسری دل میں اتاروں گا۔ تمہیں زیادہ تکلیف نہیں ہوگی، زیادہ سے زیادہ ایک منٹ میں تمہاری روح تمہارے جسم کا ساتھ چھوڑ دے گی۔"

اولیو ہاورڈ کے سرد لہجے سے میرے جسم میں خوف کی ایک جھرجھری سی دوڑ گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اپنے ارادے پر ضرور عمل کرے گا۔ "میری بات سنو اولیو ہاورڈ!" میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں ایک ایسی بات بتا سکتا ہوں جس کے بعد تم مجھ پر گولی چلانے کے ارادے سے باز آ جاؤ گے۔"

میری بات سن کر اولیو ہاورڈ کے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے منہ سے کوئی لفظ ادا کیے بغیر پستول کا ٹریگر دبا دیا جس کی سیاہ نال کا رخ میرے سر کی جانب تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اولیو ہاورڈ کی بوکھلاہٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ پستول کا ٹرائیگر دبنے کے باوجود نہ تو پستول سے کوئی گولی نکلی تھی اور نہ ہی کوئی دھماکا ہوا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے بوکھلاہٹ میں کئی بار ٹرائیگر دبایا مگر ہر بار ایک ہی نتیجہ برآمد ہوا۔ پستول کسی صورت گولی اُگلنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

"نہیں چلانا۔" میں نے پیال کے بستر میں اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے متاسفانہ لہجے میں کہا۔ "تم نے میری بات سُنی ہی نہیں میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمھیں ایک ایسی بات بتا سکتا ہوں جسے سننے کے بعد تم مجھ پر گولی چلانے کے ارادے سے باز آجاؤ گے اور پستول مجھے واپس کردو گے۔"

"میں تمھاری کسی بات پر یقین نہیں کرسکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ایسی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی جو مجھے پستول چلانے سے باز رکھ سکے۔"

"ایک بات تھی اولیو ہاورڈ، اور وہ بات اب تمھارے علم میں آچکی ہے۔ سنو گے؟" میں مسکرایا۔ "اور وہ بات یہی کہ پستول خالی ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" اولیو ہاورڈ نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے پستول خالی کرکے۔۔۔"

"ہاں اولیو ہاورڈ! میں نے جان بوجھ کر پستول کو نمایاں جگہ پر رکھا تھا اور پستول میں سے میگزین نکال لیا تھا۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت اچھی طرح واقف ہیں، پھر مجھ سے یہ حماقت کیوں سرزد ہوئی۔ اس سوال سے دراصل میں تمھیں ہوشیار کرنا چاہتا تھا مقصد یہ تھا کہ تمھیں مجھ جیسے محتاط آدمی سے کسی حماقت کی توقع نہیں رکھنی چاہیے مگر تم نشے کے احساس میں اس قدر چُور تھے کہ تم نے میری بات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ جانتے ہو اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں تو تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں مگر تم اب بھی مجھے پوری طرح سمجھنے میں ناکام ہو۔ میں سمجھ گیا تھا کہ تم موقع ملتے ہی میرا پتا صاف کرنے کی کوشش کرو گے۔ اپنے اس خیال کو یقین کی سرحدوں تک پہنچانے کے لیے میں نے خالی پستول کا چارہ ڈالا اور تم بالکل کسی بے مغز مچھلی کی طرح چارے پر منہ مار کر کانٹے میں پھنس گئے۔"

"تو اب تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟" اولیو ہاورڈ نے اٹک اٹک کر پوچھا۔

"جو احسان میں نے تمھارے ساتھ کیا ہے اولیو ہاورڈ! اگر وہ کسی کتے کے ساتھ کردیتا تو وہ تمام زندگی کے لیے میرا غلام ہو کر رہ جاتا۔ تم نے اپنے آپ کو ایک کتے سے بھی بدتر ثابت کردیا ہے۔ تم مستقل طور پر میرے چنگل میں رہے ہو۔ میں جب چاہتا تمھاری زندگی لے سکتا تھا مگر میں نے محض اپنا وعدہ پورا کرنے کی خاطر ہزار جتن کیے حالانکہ میں اس کے لیے مجبور نہیں تھا اور تم نے اس کے عوض میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تم نے چند لمحے بھی ضائع نہیں کیے۔ پستول کا ٹرائیگر دبا کے اپنی جانب سے تو تم نے میرا صفایا ہی کردیا تھا۔ اگر خدانخواستہ مجھ سے چوک ہوگئی ہوتی اور میں نے پستول سے میگزین نہ نکال لیا ہوتا تو اس وقت عالمِ بالا میں ہوتا۔ اب ہونا تو یہ چاہیے کہ میں تمھیں ٹھکانے لگا کر اپنا راستہ لوں۔ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ اسے یوں برباد کرتا پھروں۔ مجھے اپنے بہت سے معاملات دیکھنے ہیں۔ تہذیب مالکم ایکس کو تلاش کرنا ہے جس کی مجھ سے جدائی کے ذمّے دار تم ہو۔ تمھارے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے اولیو ہاورڈ! لیکن میں پہلے اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ لکی ہاورڈ کو تمھارے حوالے کرکے تمھیں نکل جانے کا موقع دوں گا۔ اس کے بعد جب کبھی تم میرے سامنے آؤ گے تب دیکھوں گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔"

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے علی۔" اولیو ہاورڈ نے نادم لہجے میں کہا۔ "میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔"

"تم انتہائی جھوٹے آدمی ہو اولیو ہاورڈ! جھوٹے اور مکار۔ اخلاقی اقدار کی تمھارے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ ہر یہودی کی طرح تمھارا مطمعِ نظر بھی یہی ہے کہ جیسے بھی ہو اپنا اُلّو سیدھا کرلیا جائے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں تمھاری کسی چال میں آجاؤں گا تو یہ تمھاری خام خیالی ہے۔ اس وقت روئے زمین پر تمھیں مجھ سے زیادہ اچھی طرح سمجھنے والا کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔"

"مجھ پر یقین کرو علی! میں اپنی غلطی پر سخت نادم ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم واقعی اپنی غلطی پر نادم ہوگے لیکن یہ ندامت اس بات کی ہوگی کہ مجھ پر پستول اٹھانے سے قبل تم نے یہ یقین کیوں نہ کرلیا کہ پستول بھرا ہوا بھی ہے یا نہیں۔ تمھیں اپنی جلد بازی پر افسوس ہو رہا ہوگا۔ اس بات کا دکھ ہوگا کہ علی یار خان زندہ کیوں بچ گیا لیکن یاد رہے کہ ہم مسلمانوں کا اپنے خدا پر بڑا پختہ یقین ہوتا ہے، ہم موت سے اسی لیے خوف زدہ نہیں ہوتے کہ ہمیں معلوم ہے کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے اور موت کا ایک وقت متعین کردیا گیا ہے۔ اُس مقررہ وقت سے پہلے کوئی کسی کو زندگی سے محروم نہیں کرسکتا۔ میرے معاملے میں تمھیں کئی بار اس بات کا تجربہ بھی ہوچکا ہے۔ اپنی طرف سے تم نے کتنی بار مجھے ٹھکانے لگانے کی کوشش کی مگر میرا آج بھی زندہ ہونا اس بات کا اعلان ہے کہ ابھی میری زندگی کے دن پورے نہیں ہوئے ہیں اور جس روز پورے ہوگئے اُس روز کسی کو کوئی زحمت نہیں کرنی پڑے گی۔ لیکن اس بات کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ میں جان بوجھ کر کسی اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دوں۔ محتاط رہنا میرا فرض ہے۔ اس کے بعد جو بھی ہوگا، خدا کی طرف سے ہوگا۔ میں تمھیں اپنے ساتھ ضرور لے چلوں گا مگر نہ مجھے پہلے تم پر اعتماد تھا اور اب تو خیر تم نے ثابت کر ہی دیا کہ تم ایک سانپ ہو، آستین کے سانپ۔"

اولیو ہاورڈ کا چہرہ تاریک ہوگیا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ مجھے منہ توڑ جواب ضرور دیتا مگر اُس وقت وہ بالکل بے بس تھا اور میرے ہاتھوں میں کسی کھلونے کے مانند تھا ایسا کھلونا جسے میں جب جی چاہتا توڑ کر پھینک دیتا۔

"پستول رکھ لو علی۔" اولیو ہاورڈ نے بجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "شاید تمھیں اس کی ضرورت پڑ جائے۔"

"شکریہ۔" میں نے اُس سے پستول لیتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "قزاقوں سے مقابلے کے دوران مجھے یقیناً اس کی ضرورت پڑے گی۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ تم قزاقوں سے ضرور اُلجھو؟" اولیو ہاورڈ نے دبی زبان سے کہا۔

"میں اپنے فیصلے تبدیل کرنے کا عادی نہیں ہوں، تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔"

"صحرائی قزاقوں کے بارے میں میں نے سُنا ہے کہ وہ بہت بےرحم ہوتے ہیں اس لیے میں تمھیں اُن سے نہ اُلجھنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

"قزاق چاہے صحرائی ہوں یا بحری، ہر حال میں بےرحم ہوتے ہیں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "بےرحم، سفاک، سنگ دل اور خوں خوار۔"

"یہ علم ہونے کے باوجود تم اپنے فیصلے پر نظرِثانی کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔"

"میں قزاقوں سے خوفزدہ نہیں ہوں اولیو ہاورڈ! اس لیے کہ میری زندگی کا بڑا حصہ قزاقوں کا مقابلہ کرتے ہی گزرا ہے۔"

"اوہو! اس بات سے تو میں بالکل ہی لاعلم ہوں۔ قزاقوں سے تمھارا مقابلہ کب ہوا ہے؟"

"تم بہت اچھی طرح جانتے ہو۔" میں نے جھجھکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مگر خود کو قزاق تصوّر کرنا تمھیں گراں گزر رہا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔

"موجودہ صدی کے سب سے بڑے قزاق یہودی ہیں۔ یہودی قوم کا ہر فرد قزاق ہے۔ ان قزاقوں نے پورے فلسطین کو جہنم بنا دیا ہے۔ انھوں نے نہ صرف مسلمانوں کے قبلۂ اوّل پر اپنا ناجائز تسلط جمایا بلکہ فلسطینیوں کو اُن کے ہر بنیادی حق سے بھی محروم کردیا۔ یہودی غاصب ہیں اور اسرائیل ان قزاقوں کا اڈا ہے۔ جب تک میں قزاقوں کے اڈے کی مکمل بیخ کنی نہیں کرلوں گا، سکون کا سانس نہیں لے سکوں گا۔ یہ صحرائی قزاق بےچارے کیا بیچتے ہیں اور میں ان سے کیوں کر خوف زدہ ہو سکتا ہوں؟"

"تم اختلافی بحث میں پڑ گئے۔ اس وقت میں تم سے اُلجھنا نہیں چاہتا ورنہ میں تمھیں بتاتا کہ۔۔۔"

"میں نے کوئی اختلافی بات نہیں کی اور نہ تم مجھے کسی بات پر قائل کرسکتے ہو۔ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں جو تمھارے اس پروپیگنڈے کا شکار ہوجاؤں گا کہ یہودیوں نے فلسطینیوں سے زمین خرید کر اپنی حکومت قائم کی ہے۔ کوئی ناواقف شخص ہی تمھارے ان جھانسوں میں آسکتا ہے۔ میں تمھاری پوری تاریخ سے واقف ہوں۔ جس طرح سے یہودیوں نے حکومتِ برطانیہ کے اشتراک سے فلسطینیوں کو اُن کی زمین سے بےدخل کرکے اپنی حکومت قائم کی ہے، وہ میری نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ اگر تم نے کبھی اس مسئلے پر مجھ سے گفتگو کرنے کی حماقت کی تو منہ کی کھاؤ گے۔ فلسطین میں یہودیوں کے اصل جبر و استبداد کی کہانی مجھے ازبر ہے اولیو ہاورڈ! کہو تو اسی وقت شروع کردوں؟"

اولیو ہاورڈ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ یہودیوں کی چال بازیوں سے اُس سے زیادہ کون واقف ہوسکتا تھا اور وہ یہ جانتا تھا کہ مجھ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"سردار نظر نہیں آرہا اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "جانتے ہو وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"قزاقوں سے مقابلہ کرنے کے لیے انتظامات کر رہا ہوگا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"وہ جھونپڑے کے اندرونی حصے میں ہے اور قیلولہ کر رہا ہے۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بےیقینی سے کہا۔ "اس بستی کی سلامتی داؤ پر لگی ہوئی ہے، سردار کیسے آرام کرسکتا ہے؟"

"جس روز یہ بات تمھاری سمجھ آگئی، پارس ہو جاؤ گے۔ یہ بےفکری خدا کا انعام ہے۔ اُسے یقین ہے کہ زندگی اور موت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وقت سے پہلے کچھ نہیں ہو سکتا لہٰذا وہ بے فکری سے سو رہا ہے۔ بستی کے تمام لوگوں کا یہی حال ہوگا۔ جب یہ لوگ اُن قزاقوں سے خوف زدہ نہیں ہیں تو میں بھلا اُن سے کیسے خوف زدہ ہو سکتا ہوں۔"

"تمھیں سمجھانا میرا فرض تھا۔ تم بہرحال اپنی مرضی کے مالک ہو نہیں مانتے تو تمھاری مرضی۔"

میں اولیو باورڈ کو کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ اندرونی حصّے سے سردار برآمد ہوا۔ "تم سوئے نہیں علی؟" سردار نے کہا۔ "تمھارے باتیں کرنے کی آوازیں مستقل آتی رہیں۔"

"مجھے افسوس ہے سردار محترم! ہماری آوازیں آپ کی نیند میں مخل ہوئیں۔" میں نے شرمندگی سے کہا۔

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔" سردار نے زمین پر بچھی ہوئی چادر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تمھارے لیے تھوڑا بہت آرام کرنا ضروری تھا مگر تم باتیں کرتے رہے۔ کیا کوئی اہم مسئلہ درپیش تھا؟"

"بڑی عجیب سی بات ہے سردار محترم! کہ میرا ساتھی مجھے قزاقوں کے مقابلے سے روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔"

"مجھے تو یہ آدمی انتہائی ناقابلِ اعتبار معلوم ہوتا ہے۔" سردار ابوالحسن نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اگر اس کے چہرے پر مصنوعی غلاف نہ ہوتا تو میں اس کے بارے میں کوئی یقینی اندازہ لگا سکتا تھا۔ تم اس سے اچھی طرح واقف تو ہو نا مجھے تو یہ شبہ ہونے لگا ہے کہ کہیں اس کا اور قزاقوں کا در پردہ گٹھ جوڑ تو نہیں ہے؟"

مجھے سردار کی بات سن کر ہنسی آگئی۔ "ارے نہیں سردار محترم! یہ تو بہت اونچا آدمی ہے بھلا چھوٹے موٹے قزاقوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔"

"یہ تمھارا ساتھی ہے، اس کے بارے میں تم ہی بہتر جانتے ہوگے لیکن پتا نہیں کیوں، میری چھٹی حس مجھے یہ احساس دلا رہی ہے کہ اس کا قزاقوں سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں سردار محترم کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل اس کی بیٹی میرے قبضے میں ہے اور میرے ایک دوست کی تحویل میں ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ گیا تو اس کی بیٹی اسے نہیں مل سکے گی۔ اس لیے یہ مجھے قزاقوں سے مقابلہ کرنے سے روکنا چاہتا ہے۔"

"تم زیرک اور معاملہ فہم آدمی ہو سیدی علی! چاہتا تو میں بھی یہی ہوں کہ تم قزاقوں سے اُلجھے بغیر یہاں سے نکل جاؤ مگر تمھاری خواہش پر میں اپنے فیصلے کو مقدم نہیں رکھ سکتا۔ تم نے یہ عزم کر ہی لیا ہے تو یقین کر لو کہ قبیلۂ جراحہ کے لوگ تمھیں مایوس نہیں کریں گے مگر میری بات مانو، تم اپنے ساتھی کا کوئی معقول بندوبست کر لو۔"

"ساتھی کا معقول بندوبست کر لوں!" میں نے حیرت سے کہا۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا سردار محترم؟"

"اس کا آزاد رہنا خطرناک ہے۔ میں ایسے شخص پر کسی قسم کا بھروسا نہیں کر سکتا۔ اس کی آنکھوں سے خود غرضی عیاری اور سفاکی جھلکتی ہے۔"

"میں آپ کو بتا چکا ہوں سردار کہ اس کی بیٹی میرے قبضے میں ہے۔ یہ ہمارے ساتھ کسی شرارت کا خیال بھی ذہن میں نہیں لا سکے گا۔"

"میں اپنی بات پر اصرار کروں گا۔ یہ شخص کسی حالت میں قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا۔"

میں سردار کی مردم شناسی کا قائل ہو گیا۔ "تو آپ کے خیال میں ہمیں اس کے لیے کیا کرنا چاہیے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی تو خیر نہیں لیکن جب تم قزاقوں سے مقابلے کے انتظامات کا جائزہ لینے میں مشغول ہو گے اُس وقت اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کے اس کی نگرانی پر چند افراد متعین کر دیے جائیں۔" سردار نے کہا۔

"اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" میں نے دل ہی دل میں ابوالحسن کی فراست مندی کو داد دیتے ہوئے کہا۔

"بات میری مرضی اور خواہش کی نہیں ہے علی! ہمیں اجتماعی مفاد پیش نظر رکھنا ہوگا جس کے لیے مجھے یہ شخص خطرہ محسوس ہوتا ہے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں سردار محترم!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اب تم یہیں ٹھہرو۔ میں ذرا جا کر لوگوں کو جمع کر لوں۔" سردار نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چل رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں آپ کے آدمیوں کو آخری ہدایات دینا چاہتا ہوں۔"

"ابھی نہیں۔ پہلے میں لوگوں کو جمع کر لوں اُس کے بعد تم اپنا کام شروع کرنا۔ اگر تم بھی میرے ساتھ چلے گئے تو یہ شخص تنہا رہ جائے گا اور اس کا کسی جگہ بھی تنہا آزاد رہنا ٹھیک نہیں۔"

سردار جھونپڑے سے باہر چلا گیا۔ اُس کے باہر جاتے ہی مرجانہ آگئی۔ "تمھارا ساتھی کون ہے سیدی؟" اُس نے آتے ہی پوچھا۔

"میرا خیال ہے میں اس کے بارے میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں سیدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔

"تم نے مجھے صحیح بات نہیں بتائی تھی۔" مرجانہ نے مجھے گھورا۔

"حیرت ہے! آپ کو یہ خیال کیوں کر پیدا ہوا؟"

"سنو سیدی علی! میں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں سوئی تمھارے اور بابا کے درمیان جو گفتگو ہوئی میں نے اُس کا ایک ایک لفظ سنا ہے۔ تم دونوں اس بات پر متفق ہو کہ اس شخص کو تنہا ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا۔ اگر یہ تمھارا دوست ہے تو تم اس کے بارے میں اس انداز سے کیوں گفتگو کر رہے تھے؟ سچ بتاؤ، یہ کوئی قاتل تو نہیں ہے؟"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "قاتل تو بہت چھوٹا لفظ ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔ "یہ شخص تو پوری ایک قوم کا قاتل ہے، بین الاقوامی دہشت گرد ہے اور تخریب کاری اس کی سرشت میں شامل ہے۔"

"تم مذاق کر رہے ہو سیدی علی۔" مرجانہ نے خوف زدہ سے انداز میں ہنس کر کہا۔ "یہ اتنا خطرناک تو نہیں ہو سکتا ورنہ تم اسے بچانے کے لیے اپنے کاندھوں پر اٹھا کر یہاں تک نہ لاتے۔"

"یہ ایک طویل داستان ہے سیدہ مرجانہ! میں پھر کسی وقت تفصیل سے آپ کو سناؤں گا۔ فی الحال آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"اگر یہ اتنا ہی خطرناک آدمی ہے تو تم نے اسے جان سے کیوں نہ مار دیا؟" مرجانہ نے خوف زدہ نظروں سے اولیو باورڈ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ شخص تو ہماری بستی کے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے۔"

"اس میں ایک خوبی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "جب میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں تو یہ بکری بنا رہتا ہے۔ آپ دیکھ نہیں رہیں اس کے چہرے سے کیسی یتیمی ٹپک رہی ہے۔"

مرجانہ نے غور سے اولیو باورڈ کو دیکھا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ تم مذاق کر رہے ہو یا سنجیدہ ہو۔" مرجانہ اُلجھ گئی۔

میں اسے کوئی جواب دینے کو سوچ ہی رہا تھا کہ سردار نے آکر مجھے اس زحمت سے بچا لیا۔ سردار تنہا نہیں تھا۔ اُس کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے اور اُن دونوں کے پاس رسیاں نظر آرہی تھیں۔

"باہر لوگ تمھارے منتظر ہیں۔" سردار نے مجھ سے کہا۔

"تم چلو، میں ابھی آتا ہوں۔"

"آپ میرے ساتھ کیوں نہیں چل رہے؟" میں نے سردار سے پوچھا۔ "اور آپ کے ساتھ یہ افراد کون ہیں؟"

"پہلے اس کا انتظام کرنا ضروری ہے۔" سردار نے اولیو باورڈ کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ دونوں میرے آدمی اسے جکڑ کر باندھیں گے۔"

اولیو باورڈ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ گفتگو اسی کے متعلق ہو رہی ہے۔ وہ بھڑک کر کھڑا ہو گیا۔ "تم لوگ کیا باتیں کر رہے ہو؟" اس نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔

"سردار کہہ رہا ہے کہ تمھیں آزاد چھوڑنا خطرناک ہوگا لہٰذا وہ تمھیں باندھنا چاہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" اولیو باورڈ نے جارحانہ لہجے میں کہا اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں حرکت میں آؤں؟" میں نے اولیو باورڈ کو گھورا۔

"تم اس معاملے سے الگ رہو علی!" اولیو باورڈ نے کہا۔ "یہ میرا اور ان لوگوں کا معاملہ ہے۔"

"میرے خیال میں سردار کا اقدام نہایت مناسب ہے میں اس شخص کی عقل مندی اور معاملہ فہمی کا قائل ہو چکا ہوں۔"

"مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی علی! لیکن اگر تم نے ان لوگوں کے ساتھ ملنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو یوں ہی سہی۔ میں اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا کہ مجھے قیدیوں کی طرح باندھ دیا جائے۔"

"کیا تم ان لوگوں کو اپنی بے بسی کا تماشا دکھانا چاہتے ہو؟" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔

"تم اس سے کیا باتیں کیے چلے جا رہے ہو؟" سردار بولا۔

"ہم اسے دو منٹ میں سیدھا کر دیں گے۔"

"میرا کھیل مت بگاڑیں سردار! خاموشی سے دیکھتے رہیں۔ یہ ابھی خود کو بندھوانے کے لیے پیش کر دے گا۔" میں نے سردار سے کہا۔ پھر اولیو باورڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تمھیں آزاد تو ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا اولیو باورڈ! لہٰذا تمھارے حق میں بہتر یہی ہے کہ خود کو رضاکارانہ طور پر بندھوا لو۔ اس طرح تمھاری کچھ نہ کچھ عزت رہ جائے گی ورنہ دوسری صورت میں بڑی بے عزتی ہو گی۔"

اولیو باورڈ مجھے یوں گھور رہا تھا جیسے کچا چبا جائے گا۔

"تمھاری یہ زیادتی میں کبھی نہیں بھولوں گا علی!" اُس نے دانت پیس کر کہا۔

"تمھیں جو فیصلہ کرنا ہو جلدی سے کر لو، سردار زیادہ دیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انتظار نہیں کرے گا۔"

اولیو باورڈ کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھا اور سردار کے ساتھیوں کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا دیے۔ انھوں نے اولیو باورڈ کے ہاتھ پشت پر لے جا کر باندھ دیے۔

"اس سے کہو کہ بستر پر لیٹ جائے تاکہ اس کے پیر بھی باندھ دیے جائیں۔" سردار نے مجھ سے کہا۔

میں نے سردار کی بات اولیو باورڈ کے سامنے دہرائی اور وہ چپ چاپ جا کر بستر پر لیٹ گیا۔ سردار کے ساتھیوں نے اس کے پیر بھی کس کر باندھ دیے۔

"اب کم از کم ہم ایک طرف سے تو مطمئن رہیں گے۔" سردار نے کہا اور پھر اُن دونوں میں سے ایک کو وہیں رُک کر اولیو باورڈ کی نگرانی کرنے کی ہدایت کی۔ اس کے بعد میں سردار اور اُس کے ساتھی کے ساتھ . . . . . جھونپڑے سے باہر آ گیا۔ وہاں بارہ افراد موجود تھے جن میں سے چھ کے پاس بندوقیں تھیں۔ میں نے فرداً فرداً ہر ایک کی بندوق چیک کی۔ ساری بندوقیں اچھی حالت میں تھیں۔ نہ صرف یہ بلکہ اُن کے پاس فالتو میگزین بھی تھے۔

"آپ کی بندوقیں کہاں ہیں؟" میں نے سردار سے پوچھا۔

"ابھی منگواتا ہوں۔" سردار نے کہا اور ایک شخص کو جھونپڑے سے بندوقیں لانے کی ہدایت کی۔ وہ شخص سردار کے جھونپڑے میں گیا اور ذرا ہی دیر بعد تین بندوقیں اٹھائے باہر نکلا۔ سردار کے اشارے پر اُس نے بندوقیں میرے حوالے کر دیں۔ میں نے انھیں چیک کیا۔ وہ بھی اچھی حالت میں تھیں۔

"چھ افراد تو پہلے ہی مسلح ہیں۔" میں نے سردار سے کہا۔ "اب ان بندوقوں کے بارے میں آپ فیصلہ کریں گے کہ یہ کن لوگوں کے حوالے کی جائیں؟"

"کیا ہمیں بندوقوں کی ضرورت نہیں پڑے گی؟" سردار نے پوچھا۔

"میرے پاس تو پستول موجود ہے۔ میں اس سے کام چلاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "رہے آپ تو آپ کو اسلحے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ آپ تو یہاں موجود رہ کر قزاقوں کو باتوں میں اُلجھائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردار نے کہا اور تین افراد کو آگے آنے کا اشارہ کیا۔ میں نے بندوقیں اُن تینوں کے حوالے کر دیں۔

"میں آپ لوگوں کو ساری باتوں سے پہلے ہی آگاہ کر چکا ہوں۔ ایک بار پھر میں سب کو بتائے دیتا ہوں کہ کون کس مقام پر ہوگا۔" میں اُن لوگوں کو لے کر نخلستان کے سرے پر آیا اور اُن میں سے ہر ایک کو اُس کی پوزیشن سمجھائی۔ "آپ لوگ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ کون کہاں ہوگا۔ ہم سب سردار کے ساتھ نخلستان کے وسط میں موجود رہیں گے۔ قزاقوں کی آمد کا ہمیں پتا چل جائے گا۔ جیسے ہی ریگستان میں دھول کے بادل اٹھتے نظر آئیں تو تمام لوگ اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد ہر شخص کو خاموشی سے انتظار کرنا ہوگا۔ میرے گولی چلانے سے قبل کوئی شخص فائر نہیں کرے گا۔ میرے خیال میں آپ لوگ میری بات سمجھ گئے ہوں گے؟"

میں نے خاموش ہو کر اُن کا جائزہ لیا۔ اُن سب نے اپنے سروں کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔

ہم سب نخلستان کے وسط میں واپس آ گئے۔

چار بجے کے قریب میں نے تین افراد کو نخلستان کی مختلف سمتوں میں کھجور کے درختوں پر پہنچ جانے کی ہدایت دی۔ یہ تینوں افراد وہ تھے جو غیر مسلح تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ بلندی پر بیٹھ کر ریگستان کا جائزہ لیتے رہیں اور جیسے ہی کسی جانب سے قزاق آتے دکھائی دیں، وہ وہیں سے چیخ کر ہمیں مطلع کریں اور اُس کے بعد خود بھی تیزی سے نیچے اُتر آئیں۔ اس سے ہمیں یہ فائدہ ہوتا کہ ہم بروقت پوزیشنیں سنبھال سکتے تھے۔ جن مسلح افراد کو پوزیشنیں سنبھالنا تھیں، اُن کے اعصاب پر بے جا دباؤ نہ پڑتا۔

"فرض کریں کوئی شخص زخمی ہو جائے تو اس کی دیکھ بھال کا آپ کے پاس کیا انتظام ہے؟" میں نے سردار سے پوچھا۔

"بے فکر رہو۔ ایک گھر ایسا موجود ہے جہاں کا ہر فرد طبیب ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسی نوبت آئی تو ہم اُس سے بہت اچھی طرح نمٹ سکیں گے۔" سردار نے جواب دیا۔

میں مطمئن ہو گیا۔ تمام ضروری انتظامات کیے جا چکے تھے۔ اونٹ محفوظ مقام پر پہنچا دیے گئے تھے تاکہ گولیوں کے تبادلے کے دوران انھیں نقصان پہنچنے کا کم سے کم احتمال رہے۔ بستی کے سارے لوگوں کو یہ ہدایت دی جا چکی تھی کہ پہلی گولی چلتے ہی ہر شخص زمین پر لیٹ جائے۔ اور اُس وقت تک دُبکے جب تک کہ فائرنگ بند نہ ہو جائے۔

سارے انتظامات مکمل تھے اور اب صرف قزاقوں کی آمد کا انتظار تھا۔ ہم سب بے چینی سے قزاقوں کی آمد کے منتظر تھے۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ قزاق مقررہ وقت پر آنے کے بجائے کسی اور وقت آئیں؟" میں نے سردار سے پوچھا۔ "یعنی آج کے بجائے وہ کل یا کسی اور دن آئیں؟"

"یوں تو سبھی کچھ ممکن ہے مگر یہ امکان کم ہی ہے کہ وہ آج نہ آئیں۔" سردار بولا۔ "وہ آئیں گے اور اس ارادے سے آئیں گے کہ اگر اُن کا مطالبہ پورا نہ ہوا تو ہمیں تہس نہس کر ڈالیں گے۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اندھیرا پھیلنے کے بعد آئیں۔" میں نے تشویش سے کہا۔ "اگر ایسا ہوا تو ہمارے لیے خاصی دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔"

"یہ امکان بھی نہیں ہے۔" سردار نے جواب دیا۔ "وہ روشنی میں ہی آئیں گے۔ اُن کے سان و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ ہم اُن کا مقابلہ کرنے کی کوشش کریں گے اس لیے وہ دھڑلّے سے آئیں گے۔"

"مرجانہ کہہ رہی تھی کہ وہ ریگستان میں قزاقوں کے لیے کوئی عمل کرنے جاتی تھی؟" میں نے سردار سے پوچھا۔

"ہاں بستی کے مُطوّا نے ایک عمل بتایا تھا اور مرجانہ نے عمل پر آمادگی کا اظہار کر کے سردار کی بیٹی ہونے کا حق ادا کر دیا۔"

"کیا آپ عملیات پر یقین رکھتے ہیں سردارِ محترم؟" میں نے پوچھا۔

"میں عملیات کا ماہر تو ہوں نہیں کہ اس سلسلے میں کوئی رائے پیش کر سکوں لیکن میں ایسے تمام عملیات پر کامل یقین رکھتا ہوں جن میں خدا کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کر کے اُس سے مدد طلب کرتے ہیں۔"

"قزاقوں کے لیے مرجانہ نے جو عمل کیا، اُس کا کوئی نتیجہ سامنے آیا؟"

"ممکن ہے کہ میں یہ بات قبل از وقت کہہ رہا ہوں مگر میرے خیال میں خدا نے اسی عمل کے نتیجے میں تمھیں ہمارے لیے فرشتۂ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ تمھارے ہی قدموں کا اعجاز ہے کہ اس وقت ساری بستی قزاقوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئی ہے ورنہ یہ بات چند گھنٹے قبل تک ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ ہم جیسے بے سروسامان لوگ اُن مسلح درندوں کے مقابل آ جائیں گے۔"

"آپ کی بات اس لحاظ سے قبل از وقت ہے کہ ہم اس مقابلے کے انجام کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

"میں کہہ سکتا ہوں۔" سردار نے بڑے عزم سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تمھاری سرکردگی میں ہم اس معرکے سے سرخرو ہو کر نکلیں گے۔"

"ابھی تو آپ اپنی بے سروسامانی کا شکوہ کر رہے تھے؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔ "اور پل بھر میں اتنے اعتماد سے اپنی فتح کی پیشین گوئی بھی کرنے لگے؟"

"جنگیں سامانِ حرب کی یا عددی برتری کی بنیاد پر کبھی نہیں جیتی جاتیں۔" سردار مدبرانہ انداز میں بولا۔ "مقابلے جیتنے کے لیے جذبے کی ضرورت ہوتی ہے جو تم نے اِن لوگوں میں پھونک دیا ہے۔ اسی لیے میں اتنا پُراعتماد ہو گیا ہوں۔ ان لوگوں کا جوش اور ولولہ دیکھ کر مجھے یقین ہو چلا ہے کہ ہم قزاقوں کو شکستِ فاش سے دوچار کر دیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" میں نے خلوصِ دل سے کہا۔

دفعتاً ہمیں ان تینوں افراد میں سے ایک کی آواز سنائی دی جنھیں قزاقوں کی آمد کی اطلاع دینے پر متعین کیا گیا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر بتا رہا تھا کہ اُس نے صحرا میں ریت کے بادل اُٹھتے دیکھے ہیں۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ ساڑھے چار بجے چکے تھے گویا قزاقوں کی آمد کے وقت کا جو اندازہ ہم نے لگایا تھا، یہ وہی وقت تھا۔

"تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ جائیں۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔ میرا جملہ مکمل ہوتے ہی نو مسلح افراد دوڑتے ہوئے اپنے اپنے مورچوں کی طرف بڑھ گئے۔ چند ہی لمحوں بعد وہ تینوں افراد جو قزاقوں کی آمد کی اطلاع دینے پر مامور تھے دوڑتے ہوئے ہماری طرف آ گئے۔

"میں نے انھیں دیکھا ہے۔" اُن میں سے ایک ہیجانی انداز میں کہہ رہا تھا۔ "وہ اس طرف سے آ رہے ہیں۔" اُس نے ہاتھ اٹھا کر نخلستان کے سامنے والے حصے کی طرف اشارہ کیا۔

"پہلے خود کو معمول پر لے آؤ۔" میں نے اُس سے کہا۔ "اس کے بعد ہمیں کچھ بتانا۔"

میری بات سننے کے بعد وہ چند لمحوں کے لیے کھڑا گہری گہری سانسیں لیتا رہا پھر سنبھل سنبھل کر بولا۔ "میں نے صحرا میں اس جانب گرد کے بادل اُڑتے دیکھے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"گویا تم نے قزاقوں کو نہیں دیکھا؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"نہیں۔" اُس نے کہا۔ "ریگستان میں اونٹوں کے دوڑنے سے ریت کے جو بادل اُٹھتے ہیں اُن میں کچھ بھی نظر نہیں آ سکتا۔"

"کیا تم اندازے سے یہ بات بتا سکتے ہو کہ اس طرف آنے والوں کی تعداد کیا ہوگی؟"

"میں یقین سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جس حساب سے ریت اُڑ رہی تھی اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بہت سے اونٹ سفر کر رہے ہیں۔"

"تم نے تصدیق کیے بغیر قزاقوں کی آمد کا اعلان کر دیا لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے وہ قزاق نہ ہوں، کوئی قافلہ اس طرف آ رہا ہو؟" سردار نے اُس شخص سے کہا۔

"اگر وہ قزاق نہ ہوئے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" میں نے سردار سے کہا۔ "احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ ہم پہلے سے خود کو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار رکھیں۔ اگر وہ قزاق نہ ہوئے تو ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" پھر میں دوبارہ اُس شخص کی طرف متوجہ ہوا۔ "کچھ اندازہ ہے کہ وہ لوگ کتنی دیر میں یہاں تک پہنچ جائیں گے؟"

"میرے اندازے کے مطابق انھیں یہاں تک پہنچنے میں پندرہ منٹ تو ضرور لگ جائیں گے۔"

"بس تو ہمیں تیزی سے اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔" میں نے سردار سے کہا۔ "بستی کے تمام لوگ اس طرح اپنے معمولات سر انجام دینے میں مصروف ہو جائیں کہ قزاقوں کو پہلی نظر میں بستی کے اندر کسی غیر معمولی صورتِ حال کا اندازہ نہ ہونے پائے۔ لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی جاری کر دیں کہ نخلستان میں قزاقوں کے داخل ہونے پر بستی کے لوگوں میں ویسی ہی کھلبلی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مچتی چاہیے جیسی کہ عام حالات میں مچتی ہے۔ بستی کے کسی بھی شخص کے رویے سے کوئی غیر معمولی بات ظاہر نہ ہو۔ ہر شخص کا رویہ وہی ہو جو عام حالات میں ایسے مواقع پر ہوا کرتا ہے۔"

"تمھارے کہنے پر یہ باتیں بستی کے لوگوں کو پہلے بھی بتائی جا چکی ہیں۔ میں ایک بار پھر سب ہدایات دے دیتا ہوں۔ تم جا کر اپنی تیاری مکمل کر لو۔" سروان نے کہا۔

میں سردار کے پاس سے اُٹھ کر جھونپڑے میں آیا ــــ اولیو ہاورڈ چھال کے بستر پر دراز تھا۔ اُس کے ہاتھ پیر رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے اور نگران اُس کے سر پر مسلط تھا۔ مرجانہ شاید جھونپڑے کے اندرونی حصے میں تھی۔ مجھے اندر داخل ہوتے دیکھ کر اولیو ہاورڈ کسمسایا۔

"مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی کہ میرے ساتھ اس زیادتی میں تم غیروں کے ساتھ مل جاؤ گے۔" اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "یہ ذلت مجھے کب تک برداشت کرنا پڑے گی؟"

"جب تک قزاقوں کے ساتھ معرکہ اختتام کو نہیں پہنچ جاتا تمھاری گلوخلاصی ممکن نہیں ہے۔" میں نے کہا اور اُس طرف بڑھ گیا جہاں میرے لیے مقامی باشندوں جیسا لباس رکھا تھا۔ میں نے اپنے لباس کے اوپر ہی وہ آدم قد چغہ پہن لیا جس کے بعد مجھے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں بھی اس بستی کا ایک فرد نہیں ہوں۔

"تم کس چکر میں ہو علی؟" اولیو ہاورڈ نے متجسس لہجے میں پوچھا۔ "تمھارے عزائم خاصے خطرناک نظر آتے ہیں۔"

میں نے اُس تھیلے کو دیکھا جو کافی بڑے سائز کا تھا اور بھرا ہوا تھا۔ تھیلے کا منہ بندھا ہوا تھا۔ طے یہ ہوا تھا کہ قزاقوں کے مطالبے پر سردار آواز دے کر رقم لانے کو کہے گا تو میں وہ تھیلا لے کر باہر نکلوں گا تاکہ قزاق یہ سمجھ کر مطمئن ہو جائیں کہ تھیلے میں اُن کی مطلوبہ رقم بھری ہوئی ہے۔ اس کے بعد مجھے موقع دیکھ کر کوئی فیصلہ کرنا تھا۔

اولیو ہاورڈ کی بات کا جواب دیے بغیر میں جھونپڑے کے دروازے کی طرف بڑھا اور جھانک کر باہر دیکھنے لگا۔ بستی میں لوگ میری ہدایت کے عین مطابق اپنے معمولات میں مشغول تھے۔ ننگ دھڑنگ بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ عورتیں چشمے پر سے پانی بھر کر لا رہی تھیں اور مرد تین تین چار چار کی ٹولیوں میں بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ اُن سب کو معلوم تھا کہ قزاق اُن کی بستی کی جانب آ رہے ہیں اور کوئی لمحہ جاتا ہے کہ وہاں آگ اور خون کا کھیل شروع ہو جائے گا مگر اُن میں سے کسی کے انداز سے بھی یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ انھیں کسی جانب سے کوئی خطرہ لاحق ہے۔ وہ سب اپنے آپ میں مگن تھے۔ انھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دنیا بھر کی بے فکری سمیٹ کر اُن لوگوں میں تقسیم کر دی گئی ہو۔ مجھے اُن لوگوں پر رشک آنے لگا۔ نظم و ضبط کی اتنی اعلیٰ مثال میں نے کسی انتہائی ترقی یافتہ معاشرے میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ انھیں کسی بات سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ تو بس اپنے سردار کے حکم پر من و عن عمل کر رہے تھے۔

"کیا دیکھ رہے ہو سیدی علی؟" مرجانہ کی مترنم آواز نے مجھے چونکا دیا۔ "قزاق کسی بھی لمحے یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

میں مرجانہ کی طرف پلٹا۔ "میں انھی کی آمد کا منتظر ہوں سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔ "اور مجھے یقین ہے کہ انتظار کی یہ گھڑیاں جلد ہی ختم ہونے والی ہیں۔"

"تم نے اُن کے استقبال کی تیاریاں تو مکمل کر لی ہیں؟" مرجانہ نے میرے بدلے ہوئے حلیے کو ستائشی نظروں سے دیکھا۔ "انھیں پتا بھی نہیں چلے گا کہ تم ہم میں سے نہیں ہو۔"

"یہی چیز بنیادی اہمیت کی حامل ہے سیدہ مرجانہ!" میں سنجیدگی سے بولا۔ "اگر انھیں میرے اجنبی ہونے کا قبل از وقت احساس ہو گیا تو پورا کھیل بگڑ جائے گا۔"

"لیکن تم نے ایک بات نظر انداز کر دی سیدی علی! تمھاری زبان اور لہجہ ہم سے بہت مختلف ہے۔ اگر اُن کے سامنے کچھ بولنا پڑ گیا تو تمھاری شخصیت چھپی نہیں رہ سکے گی۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے سیدہ مرجانہ!" میں نے اُسی کے سے لہجے میں جواب دیا۔ "اگر میں ذرا سی کوشش کروں تو بالکل آپ لوگوں کی طرح بول سکتا ہوں۔"

مرجانہ نے تحیر آمیز نظروں سے مجھے گھورا۔ اولیو ہاورڈ کا نگراں بھی چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کمال ہے سیدی علی!" مرجانہ نے حیران ہو کر کہا۔ "تمھارا لہجہ اور انداز بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہم لوگوں کا ہے۔"

"تم نے تو مجھے بھی حیران کر دیا۔" اولیو ہاورڈ کا نگراں بولا۔ "ہماری بولی اتنی مختلف ہے کہ عام لوگوں کے لیے اس کا سیکھنا ہی مشکل ہوتا ہے اور تم نے اتنی جلدی اس بولی کی نقل بھی کر لی اور وہ بھی اس طرح کہ کوئی تمھیں شناخت نہیں کر سکتا۔ کیا تم پہلے بھی یہاں آ چکے ہو؟"

"نہیں، میں پہلی بار یہاں آیا ہوں اور میں نے آج سے قبل ایسی زبان بھی نہیں سنی۔"

"میں یقین نہیں کر سکتا۔" اولیو ہاورڈ کے نگراں نے بے یقینی سے کہا۔ "ہمارے انداز میں بولنا مذاق نہیں ہے!"

"اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے سروان!" مرجانہ نے اُس سے کہا۔ "بابا نے علی پر اعتبار کیا ہے تو یقیناً علی غیر معمولی خوبیوں کا حامل ہو گا۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو مرجانہ!" سروان نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ابوالحسن کی مردم شناسی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"اب تو مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں رہی؟" میں نے مسکرا کر مرجانہ سے کہا۔ "میں قزاقوں سے بلا جھجک بات کر سکوں گا نا؟"

"ہاں، تم بے خوف و خطر اُن سے بات کر سکتے ہو۔ تمھارے لہجے کا رچاؤ سُن کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم نے بچپن سے اب تک کا عرصہ یہیں بسر کیا ہو۔"

"میرے ساتھ تمھارا رویہ بہت خراب ہے علی۔" اولیو ہاورڈ نے شکایت لگائی۔ "اب اگر میں نے کوئی جوابی کارروائی کی تو تم مجھ سے شکوہ مت کرنا۔"

میں نے اولیو ہاورڈ کو خشمگیں نظروں سے گھورا۔ "میرا ذہن بہت اُلجھا ہوا ہے اولیو ہاورڈ! اور جہاں تک تمھارے ساتھ میرے رویے کا تعلق ہے تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا رویہ تمھارے ساتھ غیر معمولی طور پر اچھا رہا ہے۔ اس کے باوجود تمھیں مجھ سے کوئی شکایت ہے تو میں مجبور ہوں۔ تمھاری شکایت دور کرنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"تم شاید اس بات پر اکڑ رہے ہو کہ میرے ہاتھ پیر بندھے ہوئے ہیں اور میں بالکل بے بس ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں کسی بات پر نہیں اکڑ رہا ہوں اولیو ہاورڈ! اس وقت تو میرا ذہن صرف قزاقوں سے نمٹنے کی تدابیر سوچنے میں مصروف ہے۔"

"نہیں، تم مجھے بے بس سمجھ رہے ہو۔ اسی لیے میری طرف سے بے رُخی برت رہے ہو۔ تمھیں میری باتوں کا جواب تک دینا گوارا نہیں رہا۔"

"تم اپنے ہونٹ بند نہیں رکھ سکتے!" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "مستقل بک بک کیے جا رہے ہو۔"

"میرا نام اولیو ہاورڈ ہے علی!" اولیو ہاورڈ.... نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔ "اور تم میری صلاحیتوں سے بہت اچھی طرح واقف ہو۔"

"اُس کے منہ میں کوئی کپڑا ٹھونس کر اس کا منہ سختی سے بند کر دو۔" میں نے جھلا کر سروان سے کہا۔

"کیا بات ہو گئی سیدی علی؟" مرجانہ نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔ "تم خاصے غصے میں دکھائی دے رہے ہو؟"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ تم کچھ دیر کے لیے اندر چلی جاؤ؟" میں نے بڑی تلخی سے کہا۔ "مجھے کچھ دیر کے لیے سکون درکار ہے۔"

مرجانہ کا چہرہ اُتر گیا۔ "مجھے افسوس ہے سیدی!" اس نے بجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "تمھیں واقعی یکسوئی درکار ہو گی۔ مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا۔" وہ مڑی اور بوجھل قدموں سے واپس ہو گئی۔

سروان ایک کپڑا لیے اولیو ہاورڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اولیو ہاورڈ اُس کے ارادے سے آگاہ ہو گیا۔ "اسے روکو علی!" اولیو ہاورڈ دہاڑا۔ "اگر اس نے میرے منہ میں کپڑا ٹھونسا تو اچھا نہیں ہو گا۔"

"وہ خود سے ایسا نہیں کر رہا، میرے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ خاموشی اختیار کرو مگر تم نہیں مانے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تمھیں جبراً خاموش کر دیا جائے۔"

"اگر یہ تمھارے کہنے سے میرے منہ میں کپڑا ٹھونسنے جا رہا ہے تو یہ تم دونوں کے حق میں بُرا ہو گا ــــ" اولیو ہاورڈ نے کسمساتے ہوئے کہا۔

"اب اگر تمھارے منہ سے ایک لفظ بھی نکلا تو میں ٹھوکریں مار مار کر تمھارا جبڑا توڑ دوں گا۔" میں نے بھنا کر کہا اور تیزی سے آگے بڑھا۔ اولیو ہاورڈ کو غالباً اندازہ ہو گیا تھا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل بھی کر گزروں گا لہٰذا اس نے سروان کے خلاف اپنی جدوجہد ترک کر دی اور سروان نے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔

میرا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ ان لوگوں کے مسلسل سوال و جواب نے مجھے کچھ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا جبکہ صورتِ حال اس بات کی متقاضی تھی کہ میں پوری یکسوئی سے قزاقوں سے نمٹنے کی مختلف تدابیر پر غور کرتا رہتا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سروان بہرحال معاملہ فہم آدمی ثابت ہوا۔ اولیو باورڈ کے منہ میں کپڑا ٹھونسنے کے بعد وہ خاموشی سے ایک جانب جا بیٹھا۔ اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

دفعتاً نخلستان پر چھایا ہوا سناٹا گولیوں کی آوازوں سے چکنا چور ہو گیا۔ فائرنگ کی آوازیں بڑے تواتر سے آ رہی تھیں۔ میں بوکھلا کر جھونپڑے کے دروازے کی طرف لپکا اور جھانک کر باہر دیکھا۔ باہر نخلستانی بستی کا ایک بھی مکین نظر نہیں آ رہا تھا۔ جھونپڑے سے کچھ فاصلے پر صرف سردار کھڑا تھا اور اس کا رخ نخلستان میں داخلے والے راستے کی طرف تھا۔ میں نے اس سمت دیکھا۔ پانچ اونٹ نخلستان میں داخل ہو رہے تھے۔ ان اونٹوں پر سوار قزاق خودکار ہتھیاروں سے فائرنگ کر رہے تھے مگر وہ صرف ہوائی فائرنگ تھی۔

قزاق بستی میں خوف و ہراس پھیلا دینا چاہتے تھے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی رہے تھے۔ کچھ دیر قبل بستی میں نظر آنے والی مصنوعی رونق اور چہل پہل دم توڑ گئی تھی اور اب وہاں سردار کے علاوہ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرا ہاتھ پستول کے دستے پر جم گیا۔

پانچوں اونٹ نخلستان میں داخل ہو چکے تھے اور ان پر سوار قزاقوں نے فائرنگ کرنا موقوف کر دی تھی۔ سروان اور مرجانہ بوکھلا کر میرے پاس آ گئے تھے اور میرے ساتھ ہی باہر جھانکنے لگے تھے۔ "خیریت تو ہے علی!" میں نے مرجانہ کی گھبرائی ہوئی آواز سنی۔ "فائرنگ کون کر رہا تھا؟"

"سب خیریت ہے۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔ "قزاق آ پہنچے ہیں اور انہوں نے ہوائی فائرنگ کر کے اپنی آمد کا اعلان کیا ہے۔ تم لوگ اپنی جگہوں پر واپس جاؤ۔"

وہ دونوں ایک لفظ کہے بغیر میرے پاس سے ہٹ گئے۔ میں باہر کے منظر کی طرف متوجہ تھا۔ اونٹ اب خاصے نزدیک آ گئے تھے اور ان کی رفتار سست ہو گئی تھی ... درمیان والا اونٹ قدرے آگے تھا جب کہ اس کے دونوں اطراف چلنے والے چار اونٹ اس سے قدرے پیچھے تھے۔ پانچوں اونٹ آراستہ و پیراستہ تھے اور سواروں کے ہاتھوں میں موجود بندوقوں کے علاوہ اونٹوں پر بھی جدید ساخت کی آٹومیٹک بندوقیں سجی ہوئی تھیں۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ لوگ اسلحے کی نمائش کرنے نکلے ہوں۔

سردار سے کچھ فاصلے پر آ کر پانچوں اونٹ رک گئے۔ شتر سوار بلاشبہ قزاق تھے۔ ان کے ہیبت ناک حلیے ان کے قزاق ہونے کی غمازی کر رہے تھے

"تم نے ہمارے لیے مطلوبہ رقم کا انتظام کر لیا یا نہیں؟" درمیان والے شتر سوار نے گرج دار آواز میں سردار سے کہا۔

"تم نے جتنی رقم کا مطالبہ کیا تھا وہ ہماری بساط سے بہت بڑھ کر تھی لیکن ہم نے کسی نہ کسی طرح رقم کا انتظام کر ہی لیا۔" سردار نے جواب دیا۔

شتر سوار نے بھیانک انداز میں قہقہہ لگایا۔ "تم نے بڑی عقل مندی کا کام کیا۔" قزاق بولا۔ "ورنہ آج ہم نے طے کر لیا تھا کہ اس بستی کا صفایا ہی کر ڈالیں گے۔"

"قبیلہ جُراعتہ کے لوگ تعداد میں کم سہی مگر بے وقوف نہیں ہیں۔" سردار نے کہا۔

"بکواس مت کرو۔" قزاق دہاڑا۔ "اپنی تعریفیں کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ یاد رکھو نخلستان کے باہر ہمارے سارے ساتھی موجود ہیں۔ ہم تم جیسے بیوقوفوں سے اس نخلستان کو ذرا سی دیر میں پاک کر دیں گے۔"

میں نے اہانت کے شدید احساس سے سردار کا چہرہ سرخ ہوتے دیکھا مگر اس نے کمال ضبط کا مظاہرہ کیا اور خاموش ہی رہا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا ورنہ خدشہ تھا کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی ایک بھی غلط بات پوری بساط کو الٹ کر رکھ دیتی۔

"رقم کہاں ہے؟" اس قزاق نے کڑک کر پوچھا۔ اس کے چاروں ساتھی بھی سردار کو گھور رہے تھے۔

"اندر رکھی ہے۔" سردار نے جھونپڑے کی طرف اشارہ کر کے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ پانچوں قزاقوں کی نظریں جھونپڑے کی طرف اٹھیں اور میں پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ ویسے تو میں ان کی نظروں میں نہیں آ سکتا تھا مگر پھر بھی احتیاط ضروری تھی۔

"رقم اندر کیا کر رہی ہے؟ اسے یہاں منگواؤ۔" میں نے اس قزاق کی کڑک دار آواز سنی۔

"عامر!" سردار کی آواز سنائی دی۔ "رقم کا تھیلا باہر لے آؤ۔"

"ابھی لایا سردار!" میں نے قبیلہ جُراعتہ کے مخصوص جھٹکے دار لہجے میں بہ آوازِ بلند جواب دیا اور پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ مرجانہ اور سروان مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑے مضطربانہ انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے۔ مرجانہ کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو مگر اس کی ہمت نہ ہو رہی ہو۔ میں نے مسکرا کر

اس کی طرف دیکھا اور پُرسکون انداز میں تھیلے کی طرف بڑھا۔

"میرے لیے دعا کرتی رہنا سیّدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔ "اس وقت مجھے دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔"

"میں تو سراپا دعا بنی ہوئی ہوں سیّدی علی!" مرجانہ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "خدا تمہیں کامیابی سے ہمکنار کرے۔ اس وقت تو ہماری بقا بھی تمہاری کامیابی سے مشروط ہو گئی ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں میں تھیلا اٹھا لیا۔ تھیلا زیادہ وزنی نہیں تھا مگر مجھے ظاہر یہی کرنا تھا جیسے وہ بہت وزنی ہو۔ میں تھیلا لے کر دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں رکا اور مرجانہ کی طرف پلٹا۔ "خدا حافظ سیّدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔ "زندگی رہی تو پھر ملاقات ہو گی۔"

مرجانہ کے لب ہلے مگر کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ مجھے یقین تھا کہ اس نے میرے لیے دعائیہ کلمات ادا کیے ہوں گے۔ میں پلٹ کر باہر نکل آیا۔ پستول میرے ہاتھ میں تھا مگر تھیلے کے نیچے چھپا ہوا تھا اور میں کسی بھی لمحے فائر کرنے کے لیے تیار تھا۔

جھونپڑے سے باہر نکلتے ہی سردار اور پانچوں قزاق میری نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ قزاقوں کے اونٹ اب بیٹھ چکے تھے اور خود پانچوں قزاق بھی اونٹوں سے اتر کر سردار سے ذرا دور کھڑے ہوئے تھے۔ پانچوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ میں رقم کا تھیلا دونوں ہاتھوں میں اٹھائے سردار کی طرف بڑھنے لگا۔

"ادھر آؤ مردود!" درمیان والے قزاق نے کہا۔ "تھیلا اُدھر کہاں لے جا رہے ہو؟"

"لل... لیکن تھیلا تو سردار نے منگوایا تھا۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہم کہہ رہے ہیں تھیلا ادھر لے آؤ۔" قزاق نے دہاڑ کر کہا اور اسٹین گن کا رخ میری طرف کر دیا۔

میں نے بے بسی سے سردار کی طرف دیکھا۔ "ان کے کہنے پر عمل کرو۔" سردار نے جلدی سے کہا۔

میں نے مؤدبانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور اپنا رخ تبدیل کر دیا۔ اب میں قزاقوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پانچوں کی حریص نظریں تھیلے پر جمی ہوئی تھیں۔ ان کے قریب پہنچ کر میں رک گیا اور سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"تھیلا یہاں رکھو اور دفع ہو جاؤ۔" درمیان والے قزاق نے جھنجلائے ہوئے کہا۔

میں نے بڑی فرماں برداری سے تھیلا زمین پر لڑھکا دیا۔ میرے ہاتھ میں چھپا ہوا پستول ظاہر ہو گیا۔ میری انگلی پستول کے ٹریگر پر تھی اور نگاہ ان پانچوں پر جمی ہوئی تھی مگر ان میں سے ایک نے بھی نگاہ اٹھا کر پستول کی طرف نہیں دیکھا۔ ان کی بے تاب اور حریص نگاہیں تھیلے پر سے ہٹتیں تو انہیں پستول دکھائی دیتا مگر وہ تو مفت ہاتھ آ جانے والی دولت کے تصور میں مگن تھے۔ اس دولت کے تصور میں مگن تھے جس کا کہیں وجود ہی نہیں تھا۔ نخلستان پر قبرستان کا سا سناٹا مسلط تھا۔

پھر درمیان والا قزاق تھیلے کی طرف جھپٹا۔ اس نے اپنی گن ایک طرف پھینک دی تھی۔ اس کے ساتھی بھی تھیلے کی طرف بڑھے لیکن جیسے ہی درمیان والے نے تھیلے پر ہاتھ ڈالا اُسے یہ احساس ہو گیا کہ تھیلے میں کاغذ نامی کوئی شے سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اس نے بڑے عجیلے انداز میں سر اٹھا کر میری طرف دیکھا مگر وہاں دوسری حیرت اس کے لیے منتظر تھی۔ میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول نے اس کے چہرے پر ناقابلِ یقین حیرت کے تاثرات بکھیر دیے تھے۔ پھر قبل اس کے کہ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوتا، میں نے اس کی کھوپڑی پر فائر کر دیا۔ اس کے منہ سے کرب میں ڈوبی ہوئی چند لایعنی آوازیں نکلیں اور اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوف اور کرب کے تاثرات بھی منجمد ہو کر رہ گئے اور وہ پیچھے کی طرف الٹ گیا۔

اس کے ساتھیوں نے بڑی بے یقینی سے یہ منظر دیکھا اور انہوں نے اپنی اسٹین گنیں سیدھی کرنے کی کوشش کی مگر میری برق رفتاری نے انہیں مات کر دیا۔ یکے بعد دیگرے میں نے چار فائر کیے اور ان چاروں کا حشر بھی اپنے ساتھی سے مختلف نہیں ہوا۔ چاروں کی کھوپڑیوں میں ایک ایک ہوا دان نمودار ہو گیا تھا۔ وہ ایک بھی فائر کی حسرت لیے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

"واہ! کیا سچا نشانہ ہے۔" میں نے سردار کی آواز سنی جو جھپٹ کر میرے قریب آ گیا تھا۔

نخلستان کے سرے پر مورچوں میں موجود افراد نے میرے پستول سے ہونے والے فائروں کی آوازیں سن لی تھیں اور انھوں نے اپنا فرض انجام دینا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے کہ اس جانب سے بندوقوں کے فائر کی آوازیں... سنائی دینے لگی تھیں۔ ان لوگوں نے نخلستان سے باہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صحرا میں موجود قزاقوں پر فائر کھول دیا تھا۔ پہلے ہلے میں صحرا کی جانب سے متعدد چیخیں سنائی دیں یقیناً کچھ قزاق گولیوں کا نشانہ بنے تھے لیکن اس کے بعد اس جانب سے جوابی فائرنگ شروع ہوگئی۔ گولیوں کا اس قدر شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

قزاقوں کے اونٹ فائرنگ کی آوازوں کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ ان پر ان آوازوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا اور وہ بڑے سکون سے بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ قبیلہ جراعتہ کے کچھ لوگ جھونپڑیوں سے باہر نکل آئے تھے۔ انہوں نے آخر قزاقوں کے اونٹوں پر قبضہ کر لیا تھا اور ان پر سے ہتھیار اُتار رہے تھے۔

"ٹھہر جاؤ۔" میں نے ان لوگوں کی تیزی دیکھ کر... بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اس ایک اونٹ پر موجود سارے ہتھیار یوں ہی چھوڑ دینا۔" میں نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کیا جس پر درمیانی والا قزاق سوار تھا۔

"کیوں؟" سردار نے حیرت سے پوچھا۔ "اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"جس قزاق کا یہ اونٹ ہے وہ قزاقوں میں کسی نمایاں حیثیت کا حامل رہا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"وہ تو تھا لیکن کیا تم اس کی حیثیت کی وجہ سے اس کے اونٹ پر ہتھیار رہنے دینا چاہتے ہو؟" سردار نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "آپ ٹھیک سمجھے، میرا یہی مطلب ہے۔"

سردار مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے اس کے خیال میں میرا ذہنی توازن اچانک ہی خراب ہوگیا ہے۔ بستی کے لوگوں نے اس اونٹ کو چھوڑ کر بقیہ چاروں اونٹوں کو ہتھیاروں سے خالی کر دیا تھا۔

"نہیں سردار!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آپ کے لوگوں نے قزاقوں کو جانی نقصان ضرور پہنچایا ہے مگر فائرنگ کی آوازوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قزاقوں نے اب پیچھے ہٹ کر پوزیشن لے لی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب اگر ہم انھیں ٹھکانے لگانا چاہیں تو ہمیں نخلستان سے باہر نکلنا پڑے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ قزاق پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ درمیانی فاصلہ بڑھ جانے کی وجہ سے اب ہم انھیں مزید جانی نقصان سے دوچار نہیں کرسکیں گے مگر ہمارا بھی کوئی جانی نقصان نہیں ہوگا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر اس جنگ کو جلد ہی ختم ہو جانا چاہیے ورنہ اندھیرا پھیلنے کے بعد قزاق ہمیں بھون ڈالیں گے۔" میں نے کہا۔

"یہ بات تو میں بھی سمجھ رہا ہوں لیکن ہمارے پاس اس کا کوئی توڑ بھی تو نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کہ ہم قزاقوں سے ہاتھ آئے ہوئے اسلحے کو مزید لوگوں میں تقسیم کرکے انھیں بھی قزاقوں کے مقابلے میں بھیج دیں۔ اسلحے کی تو اب کوئی کمی نہیں رہی۔ ہم ساری رات قزاقوں کا مقابلہ جاری رکھ سکیں گے۔"

"اس سے مسئلہ تو حل نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔ "ہمیں تو جلد از جلد قزاقوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔"

"تمہارے انداز سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تمہارے ذہن میں اس مسئلے کا کوئی حل موجود ہے۔" سردار نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک منصوبہ تو ہے مگر پہلے یہ بتائیں کہ جو لوگ قزاقوں سے مقابلہ کر رہے ہیں ان کے نشانے کیسے ہیں؟" میں نے کہا۔

"وہ سب کے سب بہترین نشانے باز ہیں۔" سردار نے بتایا۔

"آپ ان کے نشانوں پر کس حد تک اعتماد کرسکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں ان کے نشانوں پہ آخری حد تک اعتماد کرتا ہوں سیدی علی لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں کیا منصوبہ ہے؟"

"ان قزاقوں کے لباس دیکھ رہے ہیں؟" میں نے کہا۔ "یہ مخصوص رنگ اور خاص قسم کے لباس ہیں اور دُور سے بھی ان لباسوں کو علیحدہ شناخت کیا جاسکتا ہے۔"

"مجھے یہ بات پہلے سے معلوم ہے لیکن اس سے تمہارے منصوبے کا کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے سردار محترم!" میں نے کہا۔ "میرا ارادہ ہے کہ یہ لباس پہن کر اور اس اونٹ پر سوار ہوکر میں نخلستان سے باہر نکلوں گا..."

"نہیں!" سردار نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "یہ سراسر خودکشی ہوگی اور میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"پوری بات تو سنیں، اس کے بعد تبصرہ کریں۔ منصوبہ یہ ہے کہ جیسے ہی میں قزاق کے لباس میں اس کے اونٹ پر سوار ہوکر نخلستان سے باہر نکلوں گا، مورچوں میں متعین لوگ مجھ پر فائرنگ شروع کر دیں گے مگر وہ جان بوجھ کر غلط نشانے لیں گے تاکہ مجھے یا اونٹ کو کوئی گولی نقصان نہ پہنچانے پائے۔ قزاق تو لباس اور اونٹ کی وجہ سے یہی سمجھیں گے کہ میں ان کا ساتھی ہوں لہٰذا مجھے ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ دوسری طرف بستی کے لوگ بھی صرف دکھانے کے لیے مجھ پر فائرنگ کریں گے لہٰذا میں دونوں طرف سے محفوظ رہوں گا۔"

"میں تمہارا مقصد سمجھ گیا لیکن قزاقوں کے نزدیک پہنچنے کے بعد تو تمہاری اصلیت ان سے پوشیدہ نہیں رہ سکے گی۔" سردار نے کہا۔

"ایک بار میں ان کے نزدیک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا تو پھر مجھے ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

"نہیں، اس میں تمہاری جان کو شدید خطرہ لاحق ہوگا اور میں ایسی کسی تجویز کے حق میں نہیں ہوں۔" سردار نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔

"کیا میری تجویز ٹھوس نہیں ہے؟ ناقابلِ عمل ہے یا اس میں کوئی جھول ہے؟ آخر آپ کیوں میری مخالفت کر رہے ہیں؟"

"میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ تمہارا منصوبہ کمزور ہے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اس میں تمہاری زندگی کو خطرہ لاحق ہوگا۔ وقتی طور پر تو قزاق دھوکا کھا جائیں گے مگر جب تم ان کے پاس پہنچ جاؤ گے تو اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"کیا ہوگا؟ میں کوئی چوڑیاں پہن کر تو نہیں جاؤں گا۔ میں پوری طرح مسلح ہوں گا۔ اگر انھوں نے مجھے پہچان لیا تو بھی کیا ہوگا۔ میں انھیں بھون کر رکھ دوں گا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو سیدی؟ تم کتنے قزاقوں کو ٹھکانے لگا سکو گے؟ نہیں، یہ خطرہ مول لینا حماقت ہوگا۔"

"خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا سردار!" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

"اگر تم اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے اس قدر بضد ہو تو ٹھیک ہے۔" سردار نے طویل سانس لی۔ "منصوبے پر عمل ہوگا مگر اس ترمیم کے ساتھ کہ تمہارے بجائے بستی کا کوئی آدمی قزاقوں کے بھیس میں جائے گا۔"

"کیا؟" میں حیرت سے منہ پھاڑ کر بولا۔ "نہیں بستی کا کوئی آدمی یہ کام ٹھیک طور پر نہیں کرسکے گا۔"

"کیوں نہیں کرسکے گا؟" سردار نے جرح کی۔ "اس میں کرنے کو رکھا ہی کیا ہے؟ قزاقوں کے نزدیک پہنچ کر انھیں ٹھکانے ہی تو لگانا ہے۔ یہ کام تو کوئی بھی کرلے گا۔"

"بحث مت کیجیے ابوالحسن!" میں نے بھنا کر کہا۔ "ہم اس وقت حالتِ جنگ میں ہیں اور جنگ میری کمان میں لڑی جارہی ہے۔ جب تک یہ جنگ جاری ہے بستی کے سردار آپ نہیں، میں ہوں اور آپ میرے نائب ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا میرا کام ہے کہ کب کیا کرنا ہے اور کون سا کام کسے سرانجام دینا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم ہمارے مہمان بھی ہو۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو..."

"میں آپ کو حکم دیتا ہوں۔" میں نے باوقار انداز میں کہا۔ "مورچوں میں متعین افراد کو یہ پیغام بھجوا دیں کہ جب میں قزاق کے بھیس میں نخلستان سے باہر نکلوں تو مجھ پر فائرنگ کی جائے مگر اس طرح کی جائے کہ مجھے یا میرے اونٹ کو کوئی معمولی سی گزند بھی نہ پہنچنے پائے۔"

ابوالحسن کے چہرے پر شدید بے بسی کے تاثرات تھے۔ "بہت بہتر۔" اس نے مُردہ انداز میں کہا اور سر جھکا لیا۔

میں آگے بڑھا اور اس مُردہ قزاق کے جسم سے لباس اُتارنے لگا جو سردار سے باتیں کرتا رہا تھا اور جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ اپنے گروہ میں کسی نمایاں حیثیت کا حامل رہا ہوگا۔ سردار نے چار افراد کو میرا پیغام دے کر مورچوں میں متعین لوگوں کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

"آپ کی ہدایت کے مطابق پیغام روانہ کر دیا گیا ہے سردار محترم!" سردار ابوالحسن نے مجھ سے کہا۔

"مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش مت کریں سردار!" میں نے کہا۔ "سردار آپ ہی تھے اور آپ ہی رہیں گے لیکن جہاں ازحد ضروری ہوگا وہاں میں اپنی بات پر اسی طرح اصرار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے سیدی علی! تم میرے مقابلے میں بہت بہتر قوتِ فیصلہ کے مالک ہو۔ تم نے فیصلہ کیا ہے تو یقیناً کچھ سوچ کر ہی کیا ہوگا۔"

"ہاں سردار محترم! بالکل یہی بات ہے۔ میرے ذہن میں بہت کچھ ہے لیکن میں یہاں بیٹھ کر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ قزاقوں کے پاس پہنچنے کے بعد پتا نہیں کن حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ اس وقت تو فوری فیصلہ کرنا ہوگا اور ان کے مقابلے میں یقینی کامیابی حاصل کرنے کی کوشش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنا ہوگی۔ کیا آپ کی نظر میں بستی کا کوئی ایسا آدمی ہے جو بدلتے ہوئے حالات میں تیزی سے فیصلے تبدیل کر سکے؟"

"نہیں، بستی میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے لیکن میں صرف اس لیے تمہیں روکنے کی کوشش کر رہا تھا کہ تم نے اپنی زندگی ایک بہت بڑے مقصد کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ تمہاری حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ہرگز اتنی شدومد سے تمہاری مخالفت نہ کرتا۔"

"یہ صرف اندازِ فکر کا فرق ہے سردارِ محترم! کوئی نہیں جانتا کہ مستقبل کے پردے پر کیا لکھا ہوا ہے۔ ہر شخص اپنی طرف سے بہتری کی ہی سوچتا ہے مگر اسے نہیں معلوم ہوتا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔ میں آپ کو یہی بات ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ کو یاد ہے آج صبح بھی آپ نے مجھ سے یہی بات کہی تھی کہ چونکہ میری زندگی کا ایک بڑا مقصد ہے، لہٰذا میں قزاقوں کے چکر میں نہ پڑوں اور ان کی آمد سے قبل ہی یہاں سے نکل جاؤں۔"

"ہاں، میں نے یہ بات کہی تھی، مجھے یاد ہے۔" سردار نے کہا۔ "اور میرے خیال میں میری بات کچھ ایسی زیادہ غلط بھی نہیں تھی۔"

"میں آپ کو یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں سردارِ محترم!" میں نے نرمی سے کہا۔ "فرض کریں کہ میں آپ کی بات مان کر یہاں سے نکل جاتا اور ریگستان میں پندرہ بیس میل سفر کرنے کے بعد یہی قزاق مجھے وہاں ٹکرا جاتے اور ہم سے ہمارے اونٹ چھین کر ہمیں صحرا کے وسط میں پیدل سفر کرنے کے لیے چھوڑ جاتے تو کیا ہوتا؟"

"لیکن یہ تو صرف ایک مفروضہ ہے علی!" سردار نے اٹک اٹک کر کہا۔ "ممکن ہے ایسا نہ ہوتا۔"

"یہ مفروضہ نہیں ہے سردارِ محترم! یہ تو ایک امکانی بات ہے۔ ہم چونکہ مستقبل سے لاعلم ہوتے ہیں لہٰذا یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ہم نے جو کچھ کیا اگر اس کے برعکس کرتے تو کیا ہوتا۔ لہٰذا میں صرف یہ جانتا ہوں کہ ہمیں ہر وہ کام کرنا چاہیے جس سے ہمارا ضمیر مطمئن ہو۔ پھر نتیجہ جو بھی نکلے کم از کم آدمی اپنی حد تک تو بے اطمینانی کا شکار نہیں ہوگا۔"

"مگر تمہارے اپنے مجھنجھٹ بھی کچھ کم تو نہیں تھے کہ اب تم نے قزاقوں کے چکر میں بھی اپنی ٹانگ پھنسا دی۔" سردار نے کہا۔

"میں خاص طور پر تو ان قزاقوں سے نہیں اُلجھا۔" میں نے کہا۔ "نچلا بیٹھنا میری فطرت کے خلاف ہے۔ آج میرا سفر کرنا ممکن نہیں تھا اس لیے میں نے سوچا کہ لگے ہاتھوں ان قزاقوں سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ میں نے خاص طور پر آپ لوگوں کی خاطر قزاقوں سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو علی!" سردار بولا۔ "ہماری خاطر تم اپنی زندگی داؤ پر لگائے دے رہے ہو۔"

"یقین کریں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر میں یہاں رُکنے کے لیے مجبور نہ ہوتا تو اپنی مہم پر روانہ ہو جاتا۔ میں اپنے فرض سے ایک لمحے کے لیے بھی غفلت نہیں برت سکتا۔"

سردار سے باتوں کے دوران میں نے اپنا کام بھی جاری رکھا تھا اور میں نے نہ صرف قزاق کے کپڑے اُتار لیے تھے، بلکہ انھیں پہن بھی لیا تھا۔

"سچ بتاؤ، کیا میں اس لباس میں بالکل ایک قزاق نہیں لگ رہا ہوں؟" میں نے سیاہ ڈھاٹے سے اپنا منہ چھپاتے ہوئے سردار سے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے کہ جب تم قزاق کے اونٹ پر بیٹھ کر یہاں سے نکلو گے تو قزاق خود بھی دھوکا کھا جائیں گے۔"

"فائرنگ میں کچھ ٹھہراؤ آ گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریق اب صرف گولیاں چلانے کے لیے فائرنگ کر رہے ہیں۔ انھیں یہ احساس ہو گیا ہے کہ ان کی فائرنگ سے حریف کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں، اب فائرنگ صرف اس بات کے اعلان کے لیے ہو رہی ہے کہ ابھی ہمارے پاس اسلحہ موجود ہے۔"

ان چار آدمیوں میں سے ایک واپس آ رہا تھا جنھیں سردار نے میرا پیغام دے کر مورچوں میں متعین افراد کے پاس بھیجا تھا۔

"پیغام پہنچا دیا گیا ہے سردار!" اس نے کہا۔

"لڑائی کی کیا صورتِ حال ہے؟" سردار نے اس سے پوچھا۔

"پہلے ہلّے میں قزاقوں کے پانچ آدمی اور چار اونٹ مارے گئے تھے۔ اس کے بعد وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گئے۔ ہمارے کسی آدمی کو نقصان نہیں پہنچا۔"

"اس وقت قزاق کہاں ہیں؟" سردار نے پوچھا۔

"وہ ہماری گولیوں کی زد سے باہر ہیں اور انھوں نے ریت کے ایک ٹیلے کے عقب میں محاذ بنا لیا ہے جہاں انھیں

ویسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"تم نے ان سے یہ بھی معلوم کیا کہ قزاقوں کی کل تعداد کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ان کی کل تعداد پچیس تھی۔ پانچ افراد تو نخلستان کے اندر آ گئے تھے اور بقیہ بیس قزاق باہر ہی کچھ فاصلے پر رُک گئے تھے۔ ان بیس میں سے بھی پانچ مارے گئے۔ یعنی اب وہ صرف پندرہ ہیں۔"

"پندرہ افراد بہت ہوتے ہیں علی!" سردار نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "اب بھی اپنے ارادے پر نظرِ ثانی کر لو۔ قزاقوں سے نمٹنے کی ہم کوئی اور تدبیر ڈھونڈ لیں گے۔"

"کیا قزاقوں کا سرغنہ بھی موجود ہے؟" میں نے سردار کی ان سنی کرتے ہوئے اس شخص سے پوچھا۔

"جی ہاں! وہ بھی ان میں موجود ہے اور آپ کی ہدایت کے بموجب اسے گولی مارنے سے گریز کیا گیا ہے۔"

"پندرہ افراد بہت زیادہ نہیں ہوتے سردار!" میں نے کہا۔ "خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ مجھ سے متعلق اس دھوکے میں رہیں گے کہ میں انھی کا ساتھی ہوں۔"

"تو پھر یوں کرو کہ اپنے ساتھ چار اور افراد کو لے جاؤ۔ آخر یہاں پانچ قزاق آئے تھے۔"

"آپ میری طرف سے بالکل فکر نہ کریں سردار۔ میں تنہا بھی ان سب سے نمٹ لوں گا۔"

ذرا دیر بعد بقیہ تین افراد بھی واپس آ گئے۔ انھوں نے مورچوں میں متعین دیگر لوگوں تک بھی میری ہدایات پہنچا دی تھیں۔ میں نے ان سے بھی پوچھ گچھ کی اور ان کے بیانات بھی پہلے شخص سے مختلف ثابت نہ ہوئے۔ گویا اب مجھے تنہا پندرہ قزاقوں کا مقابلہ کرنا تھا۔

"قزاقوں کی لاشیں ٹھکانے لگوا دیں اور ان کے اونٹ قبضے میں لے کر محفوظ مقام پر بھجوا دیں۔" میں نے اونٹ پر سوار ہوتے ہوئے سردار سے کہا۔ "قزاقوں سے جنگ اب آپ کی سرکردگی میں ہوگی۔ آپ کے پاس اب اسلحے کی کمی تو نہیں رہی، لہٰذا آپ کو کوئی خطرہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ میری واپسی تک سارے معاملات آپ کی صوابدید پر چھوڑ گئے ہیں۔"

"تم میرے کاندھوں پر بھاری ذمے داری ڈال کر اور مجھے بڑی مشکل صورتِ حال میں چھوڑ کر جا رہے ہو علی! مجھے یہ تو بتا دو کہ تمہاری واپسی کا انتظار کب تک کیا جائے؟"

"میں کیسے بتا سکتا ہوں کہ میری واپسی کب تک ممکن ہو سکے گی۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ قزاقوں کے درمیان مجھے کس صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑے۔ بس جب تک آپ کو واپسی کی امید رہے، میرا انتظار کریں اور جب آپ میری واپسی کی طرف سے مایوس ہو جائیں تو میرا انتظار کرنا ترک کر دیں۔ میں اپنی واپسی کے لیے وقت کا کوئی پیمانہ مقرر کرنے سے قاصر ہوں۔"

"بقیہ معاملات تو خیر میں سنبھال لوں گا۔" سردار نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "لیکن سب سے زیادہ فکر مجھے تمہارے ساتھی کی ہے۔ تم واپس نہ آئے تو میں اس کے ساتھ کیسا سلوک کروں؟"

"جب میں واپس ہی نہیں آؤں گا تو مجھے اس بات کی کیا پروا ہو سکتی ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ آپ اس معاملے میں آزاد ہوں گے۔ اس کے ساتھ جو جی چاہے سلوک کریں۔"

"خدا تمہارا حامی و ناصر ہو سیّدی علی!" سردار نے رُندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم ہمارے لیے بہت بڑی قربانی دینے جا رہے ہو۔ پورا قبیلۂ جراعتہ تمہاری کامیابی کے لیے دعاگو رہے گا۔"

"جس شخص کے لیے اتنے بہت سے لوگ دعائیں کریں وہ ناکام کیسے ہو سکتا ہے سردارِ محترم!" میں نے کہا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ نخلستان کے سرے تک میں اونٹ کو سست رفتاری سے چلاتا رہا مگر جیسے ہی اونٹ نخلستان سے باہر نکلا میں نے اسے پوری رفتار سے دوڑانا... شروع کر دیا۔ قبیلۂ جراعتہ کے لوگوں اور قزاقوں کے درمیان معرکہ جاری تھا۔ وقفے وقفے سے دونوں جانب سے اِکّا دُکّا فائر اب بھی ہو رہے تھے۔ دھوپ میں زردی آ چلی تھی مگر ریگستان اب بھی جہنم کی بھٹی بنا ہوا تھا۔

مجھے نخلستان سے نکلے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ اچانک فائرنگ میں تیزی آ گئی۔ یہ فائرنگ نخلستان کی طرف سے ہو رہی تھی اور مجھ پر کی جا رہی تھی۔ گولیاں میرے کان کے آس پاس سے میرے دائیں بائیں سے گزر رہی تھیں۔ بعض گولیاں اونٹ کے پیروں کے پاس ریت میں آ کر دھنس جاتیں۔ یہ سب کچھ ایک دکھاوا تھا جو پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہو رہا تھا۔ مجھے اس فائرنگ سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے تھا مگر اس کے باوجود میں اس اندیشے میں گھرا ہوا تھا کہ کہیں کسی کا ہاتھ بہک نہ جائے اور کوئی بھولی بھٹکی گولی مجھے یا اونٹ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ لوگ واقعی سچے نشانے باز تھے۔ گولیاں میرے خاصے قریب سے گزر رہی تھیں۔ قزاقوں نے شاید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے دیکھ لیا تھا اور اپنے ساتھی کی حیثیت سے شناخت بھی کر لیا تھا۔ اسی لیے ان کی جانب سے بھی فائرنگ میں شدت پیدا ہو گئی۔ وہ نخلستان کی طرف فائرنگ کر کے مجھے کور دینے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ قبیلۂ جراعتہ والوں کی توجہ میری جانب سے ہٹ جائے اور میں بحفاظت قزاقوں تک پہنچ جاؤں۔

بالآخر گولیوں کا یہ طوفان گزر گیا۔ میں گولیوں کی رینج سے صحیح و سالم نکل آیا تھا، میں بھی اور میرا اونٹ بھی۔ میرے منہ پر سیاہ ڈھاٹا بندھا ہوا تھا جس کی وجہ سے قزاقوں کے لیے مجھے پہچاننا ممکن نہیں رہا تھا۔ دور سے تو انھیں دھوکا دینے کے لیے اونٹ اور میرا لباس ہی کافی تھا لیکن قریب پہنچنے کے بعد اس ڈھاٹے نے میری بہت مدد کی۔

قزاقوں تک پہنچنے کے لیے مجھے اس ریتیلے ٹیلے کا چکر کاٹنا پڑا جس کے عقب میں وہ موجود تھے۔ ان میں سے کچھ تو ٹیلے کے اوپر اوندھے لیٹے بدستور فائرنگ کرنے میں مصروف تھے اور کچھ ٹیلے سے نیچے اتر کر مضطربانہ انداز میں میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے اونٹ ٹیلے سے کچھ ہی دور بیٹھے تھے۔ قزاقوں کا سرغنہ بھی ان کے درمیان موجود تھا جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ سیاہ نقاب میں رہتا ہے۔ اپنے سیاہ نقاب میں وہ دوری سے پہچانا جا رہا تھا۔ اس کا لباس بھی دوسرے قزاقوں سے مختلف تھا اور اس کے ہاتھوں تک پر دستانے موجود تھے۔ قزاقوں کے نزدیک پہنچنے تک میں ان کے اونٹ شمار کر چکا تھا۔ وہ تعداد میں پندرہ تھے۔ گویا مجھ تک پہنچنے والی ہر اطلاع درست تھی۔ قزاقوں کے پاس پہنچنے تک نہ صرف میں نے انھیں شمار کر لیا تھا بلکہ میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں بھی فیصلہ کر چکا تھا۔

"بھاگو یہاں سے۔" میں گھبرائی ہوئی آواز میں چیخا۔ "ہمارے خلاف سازش ہوئی ہے۔ نخلستان میں پولیس موجود ہے۔"

میں نے اس قزاق کی آواز کی نقل اتارنے کی کوشش کی تھی جس کا لباس اس وقت میں نے پہن رکھا تھا۔ میں اپنی اس کوشش میں زیادہ کامیاب تو نہیں رہا تھا مگر پولیس کے نام نے قزاقوں پر ایسی بوکھلاہٹ طاری کر دی تھی کہ اگر میں نے انھیں اپنی اصل آواز میں بھی یہ بری خبر سنائی ہوتی تب بھی وہ آواز کا فرق شناخت نہیں کر سکتے تھے۔

میری بات سن کر ان میں شدید افراتفری پھیل گئی۔ فائرنگ کا سلسلہ یک لخت ہی موقوف ہو گیا اور سارے قزاق، پولیس، پولیس، چیختے ہوئے اپنے اپنے اونٹوں کی طرف دوڑ پڑے۔ ان کی بوکھلاہٹ دیکھ کر مجھے اپنی ہنسی پر قابو پانا دشوار ہو رہا تھا مگر موقع کی نزاکت کا تقاضا تھا کہ میں ایسی کوئی بھی حرکت کرنے سے گریز کرتا جس کے باعث وہ میری طرف سے مشکوک ہو جائیں۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی پر قابو پایا اور قزاقوں کو بڑی عجلت میں اونٹوں پر سوار ہوتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ان میں سے کئی نے تو اپنی گنیں تک وہیں ریت پر چھوڑ دی تھیں۔

قزاقوں کا سرغنہ بھی بوکھلاہٹ کا شکار ہونے سے نہیں بچ سکا تھا۔ افراتفری میں اونٹوں پر سوار ہونے والوں میں وہ بھی شامل تھا لیکن اس نے بہت جلد خود پر قابو پا لیا تھا، اس لیے کہ جب قزاق وہاں سے فرار ہونے لگے تو میں نے ان سب سے پیچھے رہنے کی کوشش کی۔ قزاقوں کے سرغنہ کی توجہ میری جانب تھی چنانچہ اس نے بھی اپنے اونٹ کی رفتار سست کی اور اپنا اونٹ میرے اونٹ کے برابر لے آیا۔

"تمھارے ساتھیوں کا کیا بنا صمصام؟" سرغنہ نے مجھ سے پوچھا۔ "اور تم وہاں سے کیسے بچ کر نکل آئے؟"

"وہ چاروں مارے گئے۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "بس میری قسمت ہی اچھی تھی کہ وہاں سے بچ نکلا ورنہ اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔"

"وہاں پولیس کی موجودگی کا مطلب ہے کہ قبیلۂ جراعتہ کے لوگوں نے ہی پولیس کو مطلع کیا ہوگا۔" سرغنہ نے غصیلی آواز میں کہا۔ "اب میں انھیں دیکھوں گا۔ پولیس کب تک انھیں تحفظ فراہم کرے گی۔"

"پولیس زیادہ دیر یہاں نہ رک سکے گی۔" میں نے کہا۔ "لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہمیں ریگستان میں گھیرنے کی کوشش نہ کی جا رہی ہو۔"

"کیا مطلب؟" سرغنہ نے کہا۔

"جب انھیں ہمارے فرار کا علم ہوگا تو وہ نخلستان سے نکل کر ہمارا تعاقب کریں گے۔ کیا یہ ہمارے لیے خطرناک نہیں ہوگا؟"

"ہماری دہشت اتنی ہے کہ وہ ہمارے تعاقب میں آنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔" سرغنہ نے کہا اور وحشیانہ انداز میں ہنس پڑا۔

میری نگاہیں مستقل اپنے سے آگے سفر کرنے والے

قزاقوں پر جمی ہوئی تھیں۔ مجھے ان کی منزل کے متعلق کچھ علم نہیں تھا اور خود میں ریگستان کے راستوں سے لاعلم تھا۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا جلدی کرنا تھا ورنہ اگر ہم صحرا میں زیادہ دور نکل جاتے تو میں راستوں کی پہچان کھو بیٹھتا۔

"وہاں کتنے پولیس والے تھے؟" دفعتاً سرغنہ نے مجھ سے پوچھا۔

"بہت تھے۔" میں نے اسٹین گن سنبھالتے ہوئے کہا۔ سرغنہ سامنے کی سمت دیکھ رہا تھا اس لیے وہ یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ میں نے اسٹین گن سنبھال لی ہے۔ "بس یوں سمجھو کہ وہ نخلستان میں ہر طرف بکھرے دکھائی دے رہے تھے۔"

"کمال ہے، اتنے بہت سے پولیس والے ریگستان سے گزر کر وہاں تک پہنچ گئے اور ہمیں معلوم بھی نہ ہو سکا! کچھ اندازہ ہے وہ کن راستوں پر سفر کر کے نخلستان تک پہنچے ہوں گے؟"

"میرا خیال ہے وہ یا تو ہوائی جہازوں سے یا ہیلی کاپٹروں کے ذریعے یہاں آئے ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہی بات ہوگی ورنہ ان کی آمد ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔"

میں نے اسٹین گن سیدھی کی۔ دل ہی دل میں خدا کا نام لیا اور آگے سفر کرنے والے قزاقوں پر برسٹ مار دیا۔ ان چودہ قزاقوں کو ایک ہی برسٹ میں ختم کر دینا آسان نہیں تھا مگر اس سلسلے میں میری مشاقی کام آئی۔ میں ان سب کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ قزاقوں کے ساتھ کچھ اونٹ بھی مارے گئے تھے۔

اسٹین گن کے برسٹ کے ساتھ ہی ریگستان میں جیسے ایک بھونچال سا آ گیا۔ مرنے والوں کی چیخیں، کراہیں اور اونٹوں کے بلبلانے کی آوازوں نے مل کر ایسا شور پیدا کر دیا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میرے برابر سفر کرنے والے قزاقوں کے سرغنہ پر اس اچانک افتاد سے گویا بجلی سی گر پڑی مگر اس کے کچھ سمجھنے سے قبل ہی میں اسٹین گن کا رخ اس کی جانب کر چکا تھا۔ اس نے اضطراری طور پر اپنا اونٹ روک دیا تھا۔ میں نے بھی اپنے اونٹ کو ٹھہرا لیا۔

"اس حرکت کا کیا مطلب ہے صمصام؟" سرغنہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ریگستان سے قزاقوں کا راج ختم ہو گیا۔ اب قافلے سکون سے سفر کیا کریں گے۔"

"تم صمصام تو ہرگز نہیں ہو۔ میں اس کی آواز اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میں تمھاری موت ہوں۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ اپنا اونٹ بٹھا لو اور یاد رکھو کہ ذرا سی بھی چالاکی دکھانے پر میں تمھارا وہی حشر کروں گا جو تمھارے ساتھیوں کا کیا ہے۔"

سرغنہ نے بے چون و چرا میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ سخت خوفزدہ تھا اور اس نے کسی ہتھیار کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش تک نہیں کی تھی۔

"اب اونٹ سے تیس قدم دور ہٹ جاؤ۔" میں نے اگلا حکم صادر کیا۔ اس نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ اس کے دور ہٹنے کے بعد میں نے اس پر نگاہ رکھتے ہوئے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا۔ اسے اپنی نازک پوزیشن کا احساس تھا اسی لیے وہ کوئی بھی حرکت کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی زندگی میری انگلی کی ایک جنبش کی محتاج ہے۔

نیچے...... اتر کر میں اس کے اونٹ کی طرف بڑھا اور اس پر موجود اسلحہ اتار کر اپنے اونٹ پر منتقل کر دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں سرغنہ کی طرف بڑھا۔ "تمھارے پاس کوئی ہتھیار ہے؟" اس کے قریب پہنچ کر میں نے اس سے پوچھا۔ "اگر ہے تو میرے حوالے کر دو۔"

"میں غیر مسلح ہوں۔" اس نے کہا۔ "میرے سارے ہتھیار اونٹ پر ہی تھے۔"

مجھے یقین تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ قزاقوں کے پاس پستول یا ریوالور کا ویسے بھی کوئی کام نہیں ہوتا۔ انھیں تو بڑے اور دور مار اسلحے سے غرض ہوتی ہے۔

"تم میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟" سرغنہ نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تمھیں لے کر نخلستان جاؤں گا۔ تم قبیلۂ جراعتہ کے مجرم ہو۔ وہی لوگ تمھاری قسمت کا فیصلہ کریں گے۔"

"تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تمھیں مالا مال کر دوں گا۔" اس نے مجھے لالچ دیا۔

"میرا تم سے یا تمھارا مجھ سے تو کوئی جھگڑا نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "تم نے ان لوگوں سے جو رقم طلب کی تھی ممکن ہے وہ تم سے اتنی ہی رقم لے کر تمھیں چھوڑ دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"میں انھیں اس سے دس گنا رقم دینے کو تیار ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے میری بات کاٹ دی۔
"میرے پاس چونکہ ایسے فیصلے کرنے کا اختیار نہیں ہے، اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تمہاری قسمت کا فیصلہ تو وہیں چل کر ہوگا۔"

"تم وہ رقم خود کیوں نہیں حاصل کر لیتے۔ اگر تم مجھے چھوڑ دو تو اور اتنی ہی رقم میں تمہیں دینے کو تیار ہوں۔"

"میں اکیلا آدمی ہوں۔ رقم کا کیا کروں گا۔ نہیں، مجھے رقم پیسے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو بس اپنا کام پورا کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں ان لوگوں کے حوالے کر کے میری ذمے داری ختم ہو جائے گی۔"

"تم بہت احمق معلوم ہوتے ہو۔" سرغنہ نے کہا۔ "اتنی بڑی رقم کو ٹھکرا دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ تمہارے دن پھر جائیں گے۔"

"میرے دن پھریں نہ پھریں لیکن میں تمہارے ایسا ہاتھ ضرور رسید کر سکتا ہوں کہ تمہارا منہ پھر جائے۔ زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چپ چاپ میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"تم اس اسلحے کے بل پر اکڑ رہے ہو۔" اس نے تحقیر آمیز انداز میں کہا۔ "اگر یہ تمہارے پاس نہ ہوتا تو میں دیکھتا کہ تم مجھ پر کیسے حکم چلاتے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ "میں اپنے ساتھ ان اونٹوں کو بھی لے جانا چاہتا ہوں۔" میں نے زندہ بچ جانے والے آٹھ اونٹوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اگر مجھے ان کے نکل بھاگنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تمہیں بتاتا کہ میں لوگوں کو بغیر اسلحے کے بھی کس طرح قابو میں رکھ سکتا ہوں۔"

وہ حقارت سے ہنسا۔ "ہر بزدل ایسے ہی بہانے تراشتا ہے۔ بے فکر رہو۔ اونٹ کہیں نہیں جائیں گے۔ یہ بہترین سدھے ہوئے اونٹ ہیں۔ ان پر کوئی سوار نہ ہو تب بھی ایک ساتھ ہی سفر کریں گے۔"

"تمہاری باتوں نے مجھے اونٹوں کی طرف سے تو مطمئن کر دیا۔" میں نے کہا۔ "لیکن مجھے تمہاری سلامتی کی طرف سے تشویش لاحق ہو گئی ہے۔"

"میں تو پہلے ہی جانتا تھا کہ تم صرف اسلحے کے بل پر بہادری دکھا سکتے ہو۔ پہلے تم نے اونٹوں کا بہانہ کیا اور اب ایسی احمقانہ گفتگو کر رہے ہو — یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہیں اپنی سلامتی کی فکر ہے۔"

"میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ کسی کے دل میں کوئی حسرت نہ رہے — میں تمہیں بغیر ٹوٹ پھوٹ کے نخلستان تک لے جانا چاہ رہا تھا مگر تم شاید اپنی ٹوٹ پھوٹ کرانا ہی چاہتے ہو۔"

"ایسی بچکانہ باتیں پہلے میں نے کبھی نہیں سنیں۔" اس نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

"کیا اپنا چہرہ تم ہمیشہ چھپائے رہتے ہو؟" میں نے اچانک اس سے سوال کیا۔

"ن.... نہیں۔" وہ گڑبڑا گیا۔

"پھر چہرہ چھپائے رکھنے کی وجہ کیا ہے؟"

"اس طرح میں اپنے گروہ میں دوسروں سے نمایاں ہو جاتا ہوں۔" وہ روانی سے میرے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میرا مضحکہ اڑا کر وہ اپنی پریشانیوں میں اضافے کے سوا اور کچھ حاصل نہ کر سکے گا لیکن میرے لیے یہ سمجھنا ذرا مشکل نہیں تھا کہ وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ وہ صرف خود کو دوسروں سے نمایاں رکھنے کے لیے اپنا چہرہ نقاب میں چھپائے رکھتا ہوگا۔ اس کی یقیناً کچھ اور وجہ رہی ہوگی اور میں وہ وجہ جاننے کے لیے سخت بے تاب تھا مگر اس کا موقع نہیں تھا۔ مجھے واپسی کی جلدی تھی۔ دوسری طرف اس نے مجھے جو چیلنج کیا تھا اس کا جواب دینا بھی ضروری تھا مگر میرے پاس اس کا وقت بھی نہیں تھا۔ اسے شاید اپنی جسمانی طاقت یا لڑائی بھڑائی کی مہارت پر بہت زیادہ گھمنڈ تھا۔ اس کا زعم توڑنا بھی ضروری تھا۔ اسے یہ معلوم ہو جانا چاہیے تھا کہ اس نے مجھے للکار کر کتنی بڑی حماقت کا ارتکاب کیا ہے۔

"تم نے میرا مذاق اڑایا تھا کہ میں نے اسلحے کے بل بوتے پر تم پر قابو پایا ہے۔" میں نے ایک فیصلے پر پہنچتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں فوری طور پر تمہیں یہ موقع فراہم نہیں کر سکوں گا کہ تم مجھ پر اپنی برتری ثابت کر سکو لیکن میرا وعدہ ہے کہ نخلستان واپس پہنچنے کے بعد پہلے ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ ہم میں سے کون برتر ہے۔ اگر تم نے مجھ پر اپنی برتری ثابت کر دی تو میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں واپس چلا جانے دوں گا۔ تم سے تمہارے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھوں گا۔ دوسری صورت میں تمہیں لاف و گزاف کرنے کی بھرپور سزا ملے گی۔"

"یہ فیصلہ یہیں ہو جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔" اس نے کہا۔ "نخلستان میں اگر میں تم پر حاوی آ گیا تب بھی قبیلۂ جراعتہ کے لوگ مجھے بخشیں گے نہیں۔"

"تم اس قابل تو ہرگز نہیں ہو کہ تمہیں بخشا جائے لیکن چونکہ میں نے ایک شرط رکھ دی ہے لہٰذا اگر تم نے وہ

شرط پوری کر دی تو تم سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔"

"کیا تم قبیلۂ جراعتہ کے سردار ہو؟" قزاقوں کے سرغنہ نے پوچھا۔

"نہیں، قبیلۂ جراعتہ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر میں کیسے مان لوں کہ قبیلۂ جراعتہ کے لوگ تمہارے وعدے کا پاس کریں گے؟"

"میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا کہ تم میری بات مانو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن اس اسٹین گن کے بل پر میں تمہیں اپنے ساتھ چلنے کے لیے ضرور مجبور کر سکتا ہوں۔" میں نے اسٹین گن کو جنبش دی۔

"اسٹین گن کے بل پر تو تم مجھ سے کچھ بھی کروا سکتے ہو، لیکن اگر تم میرے ایک سوال کا جواب دے دو تو میں سکون سے تمہارے ساتھ چل سکوں گا۔"

"جلدی بولو۔ اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"تم نخلستان میں ہی مجھ سے مقابلہ کرنے پر کیوں مصر ہو؟ جب کہ وہ مقابلہ یہاں بھی ہو سکتا ہے۔"

"میں تمہیں جواب دینے کا پابند تو نہیں ہوں لیکن پھر بھی بتا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "کہ میں ریگستان کے راستوں سے واقف نہیں ہوں۔ اگر تم سے یہاں مقابلہ کرتا ہوں اور تم حاوی آ جاتے ہو تو تم یہاں سے بہ آسانی نکل جاؤ گے لیکن اگر میں حاوی آ گیا اور میرے ہاتھوں تمہیں کوئی گہرا نقصان پہنچ گیا، ساتھ ہی وقت بھی ضائع ہو گیا اور اندھیرا پھیل گیا تو میں واپس نخلستان نہیں پہنچ سکوں گا اور یہیں صحرا میں بھٹکتا رہ جاؤں گا۔ میرے ساتھ یہ مجبوری نہ ہوتی تو میں ابھی اسی وقت اور اسی جگہ تمہاری خواہش پوری کر دیتا۔"

"تمہاری بات میں وزن ہے لیکن تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں اجنبی ہو۔ سوال یہ ہے کہ تم کون ہو؟"

"بکواس مت کرو۔" میں نے اچانک ہی درشت لہجہ اختیار کر لیا۔ مجھے احساس ہوا تھا کہ وہ وقت ضائع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ "جلدی سے اپنے اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ ہم واپس چل رہے ہیں۔"

"اگر میں انکار کر دوں تو؟" اس نے سرکش لہجے میں کہا۔

"تو میں وہی کروں گا جو ایسے موقعوں پر کیا جاتا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"یعنی مجھے گولی مار کر ہلاک کر دو گے؟"

"ظاہر سی بات ہے۔"

"اور پھر واپس کیسے جاؤ گے؟" اس نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "تم راستوں سے تو واقف نہیں ہو۔ یقیناً بھٹک جاؤ گے۔"

"اس بھول میں مت رہنا۔ میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھ کر سفر کیا ہے۔ روشنی میں، میں سیدھا نخلستان پہنچ سکتا ہوں۔ چلو اونٹ پر بیٹھو۔" میں نے اسٹین گن سے اشارہ کیا اور وہ مُردہ سے انداز میں چلتا ہوا اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔

چند ہی لمحوں کے بعد ہم واپسی کا سفر کر رہے تھے۔ میں نے اسے تاکید کر دی تھی کہ اونٹ کی رفتار زیادہ تیز نہ رکھے اور کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کرے ورنہ میں اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔ اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل بھی کر سکتا ہوں لہٰذا وہ میری ہدایات پر عمل کر رہا تھا۔ اس کا اونٹ میرے اونٹ سے چند قدم آگے چل رہا تھا اور میرے ہاتھ میں موجود اسٹین گن کا رخ اس کی طرف تھا۔ اس کی طرف سے ذرا سی بھی غلط حرکت ہونے پر میں اسے گولی مار سکتا تھا۔ قزاقوں کے زندہ بچ جانے والے اونٹ جن پر وافر اسلحہ سجا ہوا تھا، ہمارے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔

سورج غروب ہونے میں کچھ ہی دیر رہ گئی تھی مگر صحرا میں اب بھی لُو چل رہی تھی۔ اس لُو کی وجہ سے میں نے اپنے منہ پر بندھا ہوا ڈھاٹا ایک لمحے کے لیے بھی نہیں ہٹایا تھا۔ کم از کم اس کی وجہ سے میں لُو سے تو کسی حد تک محفوظ تھا۔ میری آنکھیں جل رہی تھیں۔ آنکھوں کی اس جلن میں کم خوابی کے علاوہ اس لُو کا بھی خاصا دخل تھا۔

ہم سورج ڈوبنے سے ذرا دیر قبل نخلستان کے پاس پہنچ گئے۔ نخلستان کے باہر قبیلۂ جراعتہ کے بہت سے لوگ جمع تھے، جنھوں نے زوردار نعرے لگا کر میرا استقبال کیا۔

"آپ لوگوں کے لیے خوش خبری ہے۔" میں نے ان کے نزدیک پہنچ کر بلند آواز سے کہا۔ "تمام قزاق مارے گئے۔ یہ شخص قزاقوں کا سرغنہ ہے جو زندہ گرفتار ہوا اور یہ قزاقوں کے اسلحے سے لدے ہوئے اونٹ ہیں۔ یہ سب کچھ آپ لوگوں کے حوالے ہے۔ قزاقوں کے سرغنہ کو قید کر دیں۔ اس سے میں بعد میں نمٹوں گا۔"

قبیلۂ جراعتہ کے لوگ آگے بڑھے۔ انھوں نے سرغنہ کی مشکیں کس لیں اور سارے اونٹ اپنے قبضے میں لے کر نخلستان میں چلے گئے۔ میں اونٹ سے اتر آیا تھا۔ پھر میں نے اپنا اونٹ بھی ان لوگوں کے حوالے کر دیا۔

"سردار ابوالحسن کہیں دکھائی نہیں دے رہا؟" میں نے اپنے منہ سے ڈھاٹا ہٹاتے ہوئے وہاں رہ جانے والے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگوں میں سے ایک سے پوچھا۔

"تمہارے لیے بُری خبر ہے سیدی!" اس مختصر شخص نے کہا "تمہارے ساتھی نے سردار کو یرغمال بنا لیا ہے۔"

میں بُری طرح چونک پڑا۔ میرا ساتھی اولیو ہاورڈ کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔ "لیکن وہ تو خود قیدی تھا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، وہ بندھا ہوا تھا اور اس پر ایک نگراں بھی مسلط تھا مگر تمہارے جانے کے کچھ ہی دیر بعد جب سردار کسی کام سے اپنے جھونپڑے میں گیا تو تمہارا ساتھی آزاد ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اس کا نگراں سرداں رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ سردار کے جھونپڑے میں داخل ہوتے ہی تمہارے ساتھی نے سردار پر حملہ کر کے اسے بھی قید کر لیا۔"

"تم لوگوں نے سردار کو اس سے رہا کیوں نہیں کرایا؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "تم اتنے بہت سے لوگ اور وہ اکیلا ہے۔ تم کس بات کا انتظار کرتے رہے؟"

"ہم سردار کو اس سے رہا کرا چکے ہوتے مگر ہمیں سردار کی جان کا خطرہ ہے۔" اس شخص نے کہا۔

"جان کا خطرہ!" میں حیران رہ گیا "مگر میرا ساتھی مسلح تو نہیں تھا۔"

"ہاں، وہ مسلح نہیں تھا مگر اب وہ مسلح ہے۔ اس کے پاس ایک بندوق ہے۔"

"اس کے پاس بندوق کیسے پہنچی؟"

"سردار جھونپڑے میں گیا تھا تو اس کے پاس قزاقوں سے ہاتھ آئی ہوئی ایک بندوق تھی۔ تمہارے ساتھی نے سردار سے بندوق چھین کر اپنے قبضے میں کر لی۔"

میرا دماغ گھوم گیا۔ اولیو ہاورڈ میرے لیے مسئلہ بنتا جا رہا تھا۔ "کیا بستی کا کوئی آدمی جھونپڑے میں گیا تھا؟" میں نے خود پر ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" اس شخص نے کہا "سردار کی جان کے خوف سے ہم نے ایسی کوئی کوشش بھی نہیں کی۔"

"پھر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہاں کیا اور کیسے ہوا؟"

"جو باتیں تمہارے علم میں آئی ہیں وہ سردار ہی کے ذریعے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ اس نے بستی والوں کو مختصراً صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔"

"سردار تو اس کی قید میں ہے۔" میں چونک کر بولا۔

"پھر سردار نے تمہیں صورت حال سے کیسے آگاہ کیا؟"

"اس نے جھونپڑے کے اندر سے بہ آواز بلند اپنے یرغمال بنا لیے جانے کا اعلان کیا تھا اور ہمیں ہدایت کی تھی کہ تمہاری واپسی تک کوئی جھونپڑے کے نزدیک نہ آئے۔"

"تمہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ میرا ساتھی چاہتا کیا ہے؟"

"اگر وہ ہماری زبان جانتا تو یقیناً کوئی نہ کوئی مطالبہ کرتا مگر وہ ہماری اور ہم اس کی زبان سے نابلد ہیں لہٰذا ہمیں یہ پتا چل ہی نہیں سکتا کہ اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مرجانہ کہاں ہے؟ کیا اس نے اسے بھی قیدی بنا رکھا ہے؟"

"ہاں، وہ بھی اندر ہی مقید ہے۔"

"اس نے مرجانہ کے ساتھ کوئی نازیبا سلوک تو نہیں کیا؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اس نے مرجانہ سے کوئی زیادتی نہیں کی۔ اگر ایسا ہوتا تو سردار نے ہم سے کہہ دیا ہوتا اور ہم ساری مصلحتیں بالائے طاق رکھ کر اس پر ٹوٹ پڑتے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ اولیو ہاورڈ نے خود کو بندشوں سے کیسے آزاد کر لیا ہوگا لیکن یہ حقیقت تھی کہ جتنی بلند سطح کا وہ ایجنٹ تھا اس کے پیش نظر اس سے کسی بھی غیر متوقع کارنامے کی توقع کی جا سکتی تھی۔ وہ مجھے دھمکیاں دیتا رہا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر اسے باندھا گیا تو نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ مجھے اسی وقت اس کی دھمکیوں کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے تھا۔ مجھے چاہیے تھا کہ خود اسے باندھتا۔ وہ کسی اور کے قابو میں آنے والی شے نہیں تھا مگر اس وقت میرا ذہن اُلجھا ہوا تھا۔ میں قزاقوں سے نمٹنے کے لیے حکمت عملی ترتیب دینے میں مصروف تھا۔ اور اسی ذہنی مصروفیت کے باعث میں اس کی دھمکیوں پر توجہ نہیں دے سکا جب کہ مجھے درحقیقت دینا چاہیے تھی۔ غلطی میری تھی۔ اولیو ہاورڈ کی رگ رگ سے واقف ہونے کے باوجود میں نے اس کی طرف سے غفلت برتی تھی۔ اسے مستقل ساتھ رکھنا اور ہمہ وقت قابو میں رکھنا بجائے خود دنیا کا دشوار ترین کام تھا جس کے لیے میں محض اپنا وعدہ پورا کرنے کی خاطر مجبور تھا۔

"سردار نے کہا تھا کہ جب تم واپس آجاؤ تو تم سے مشورہ کیا جائے اور تمہارے مشورے پر عمل کیا جائے۔ ہم تمہارے مشورے کے منتظر ہیں سیدی! ہمارے لیے کیا حکم ہے؟" ایک اور شخص نے کہا۔

"میں خود اُلجھن میں پڑ گیا ہوں بزرگ محترم! معاملہ بہت نازک ہے۔ تین افراد اس کے قبضے میں ہیں۔ اگر کچھ کرنے کی کوشش کی گئی تو تینوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔"

"ہم تو اس سے ناواقف ہیں مگر تم تو اس سے واقف ہو گے۔ وہ تمہارا ساتھی ہے۔ تمہی اس سے نمٹنے کا کوئی طریقہ بتا سکتے ہو۔" ایک شخص بولا۔

"اگر وہ تمہارا ساتھی ہے تو تم اس سے خوفزدہ کیوں ہو؟ اور اسے رسیوں سے کیوں جکڑ دیا گیا تھا؟" ایک اور شخص نے کہا۔

"تم نے ہمارے لیے اتنا بڑا کارنامہ سرانجام نہ دیا ہوتا تو ہم جواب میں تمہیں یرغمال بنا لیتے۔" مجمع میں سے ایک تیسری آواز آئی۔

"آپ لوگ جذباتی ہو رہے ہیں۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا "اور جذباتیت ہمیشہ غلط فیصلے کراتی ہے۔ دل و دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کیجیے۔"

"ہمیں یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ شخص ہے کون جس نے ہمارے سردار کو یرغمال بنانے کی جرأت کی؟"

"وہ ایک انتہائی خطرناک آدمی ہے جس کے ساتھ مجھے ایک مجبوری میں سفر کرنا پڑ رہا ہے۔" میں نے دو ٹوک انداز میں کہا "سردار ابوالحسن تمام تفصیلات سے واقف ہے اور اس کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ میں فرداً فرداً ہر شخص کو تمام باتوں سے آگاہ کروں۔ آپ لوگ اگر میری طرف سے کسی شک و شبہے کا شکار ہیں تو میں آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔"

چند بزرگ افراد نے دخل اندازی کی اور لوگوں سے خاموش رہنے کو کہا۔

"میرے پاس الہ دین کا چراغ تو ہے نہیں کہ میں چٹکی بجاتے ہی اس مسئلے کو حل کر دوں گا۔ میرے لیے بھی یہ صورت حال اتنی ہی پریشان کن ہے جتنی آپ لوگوں کے لیے ہے۔ اگر آپ لوگ یوں ہی مجھ سے سوال جواب کرتے رہے تو میں کچھ بھی نہیں سوچ سکوں گا۔ آپ مجھے سوچنے نہیں دیں گے تو میں اس صورت حال کا توڑ کیسے تلاش کر سکوں گا۔"

"تم ضرور سوچو بہادر نوجوان!" ایک بزرگ نے کہا۔ "اب کوئی شخص دخل اندازی نہیں کرے گا۔"

میں نے اپنا ذہن دوبارہ اولیو ہاورڈ پر مرکوز کر دیا۔ اولیو ہاورڈ، مرجانہ، سردار ابوالحسن اور سرداں۔ یہ کل چار افراد تھے۔ تین کا تعلق قبیلۂ جراحتہ سے تھا اور وہ تینوں اسی بستی کے مکین تھے جب کہ چوتھا فرد باہر سے آیا تھا جو انتہائی کمینہ خصلت اور سفاک آدمی تھا۔ اس نے یہ خیال بھی نہیں کیا کہ ان لوگوں نے اسے مہمان بنایا تھا، پناہ دی تھی۔ اس کی جان بچائی تھی۔ اسے

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک خطے کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور عقل کے مقابلے برپا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور ان کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت ــــ ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی ــــ جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا ــــ شگون کی خاطر معصوم اور شیرخوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا ــــ نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱۰

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس وقت پناہ دی تھی جب اس کے لیے کہیں کوئی جائے پناہ نہیں بچی تھی۔ کھلے آسمان تلے ریگ زار کے وسط میں چلچلاتی ہوئی دھوپ اسے چند گھنٹوں سے زیادہ اس دنیا میں نہ رہنے دیتی۔ قبیلہ جراعت کے لوگ اس کے محسن تھے مگر اس احسان فراموش یہودی نے اپنے محسنوں کو ان کے احسان کا یہ بدلہ دیا تھا کہ ان کی زندگیوں کے ہی درپے ہو گیا تھا۔

میں غور و فکر میں غلطاں رہا۔ سب لوگ دم سادھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں ان کی توجہ کا مرکز تھا۔ وہ توقع کر رہے تھے کہ میں کوئی جادوگری دکھاؤں گا اور یرغمالیوں کو... اولیو ہاورڈ کے چنگل سے چھڑا لوں گا۔ انھیں اگر علم ہو جاتا کہ ان کا سردار اس وقت روئے زمین کے سب سے شاطر آدمی کے قبضے میں ہے تو ان کی ساری اُمیدیں دم توڑ جاتیں۔ وہ مایوسی سے واپس چلے جاتے اور اس سلسلے میں پلٹ کر میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتے مگر میں ناامید نہیں تھا۔

یرغمالیوں کو اولیو ہاورڈ سے چھڑانے کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ مسلح ایکشن کیا جائے مگر یہ طریقہ ہر اعتبار سے غیر محفوظ تھا۔ مسلح ایکشن کے نتیجے میں جانوں کا تلف ہونا لازمی تھا اور میں قبیلہ جراعت کے کسی فرد کی تو کجا اولیو ہاورڈ تک کی زندگی کا رسک لینے کے موڈ میں نہیں تھا لہٰذا میں نے مسلح ایکشن کے خیال کو مسترد کر دیا۔

اب سوال یہ تھا کہ اس سے ہٹ کر کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟ میں غور کرتا رہا اور آخر مجھے ایک طریقہ سوجھ ہی گیا۔

"ٹھیک ہے دوستو!" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میرا خیال ہے پہلے میں اس سے بات کر کے دیکھوں کہ اس کا مطالبہ کیا ہے؟"

"ہاں، کوئی حتمی قدم اٹھانے سے پہلے یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے۔" ایک معمر شخص نے کہا۔ "ممکن ہے وہ کوئی ایسا مطالبہ کرے جسے پورا کر کے ہم اپنے لوگ اس سے چھڑا سکیں۔"

"اور اگر اس نے کوئی ایسا مطالبہ کر دیا جسے پورا کرنا ہمارے بس سے باہر ہوا تو کیا ہو گا؟" ایک شخص نے اعتراض اٹھایا۔

"جب وہ کوئی ایسا مطالبہ کرے گا تب سوچیں گے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اپنے طور پر مفروضے قائم کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اس سے بات کر لیں تاکہ کوئی حتمی فیصلہ کر سکیں۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ تم قزاقوں سے معرکے میں سرخ رو ہو کر نکلے ورنہ تمہارے ساتھی کی بات کون سمجھتا؟ ہم تو اندھیرے میں ہی رہ جاتے۔"

میں ان لوگوں کے ساتھ نخلستان میں داخل ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد میں سردار کے جھونپڑے سے ذرا دور کھجور کے چند درختوں کے تنوں کے عقب میں موجود تھا۔ اپنے ساتھ موجود لوگوں کو میں نے پیچھے ہی رُکنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

"اولیو ہاورڈ!" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "میں تم سے مخاطب ہوں اولیو ہاورڈ! کیا تم تک میری آواز پہنچ رہی ہے؟"

"تم واپس آ گئے علی!" اولیو ہاورڈ کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے قزاقوں پر فتح حاصل کر لی ہے؟"

"کیا یہ درست ہے اولیو ہاورڈ کہ تم نے سردار کو قید کر رکھا ہے؟"

"صرف سردار کو ہی نہیں علی! اس کے ساتھ اس کی بیٹی اور اس کے قبیلے کا وہ آدمی بھی میرا قیدی ہے جسے میری نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"تم نے یہ حرکت کیوں کی ہے اولیو ہاورڈ! بستی کے لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ تمہارے عزائم کیا ہیں؟"

"معرکہ تو میرا اور تمہارا ہے علی! بستی کے لوگوں کو درمیان میں مت لاؤ۔"

"سردار کو قید کر کے اس حماقت کا آغاز تم نے کیا ہے ہاورڈ!"

"تمہیں یاد ہے علی! میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر میرے مُنہ میں کپڑا ٹھونسا گیا تو اچھا نہیں ہو گا۔"

"میری یادداشت اتنی خراب نہیں ہے اولیو ہاورڈ! تم صرف یہ بتاؤ کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ اولیو ہاورڈ کیا ہے، اور تم نے مجھے بے بس سمجھ کے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔"

"یہ بات تو میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی سمجھ چکا تھا اولیو ہاورڈ! اور کچھ؟"

"تم نے میرے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی اب اس کا خمیازہ بھگتنے کا وقت آ گیا ہے تیار ہو جاؤ۔"

"میں ہر قسم کے حالات کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہوں اولیو ہاورڈ!" میں نے دبنگ انداز میں کہا۔ "لیکن میں سمجھ نہیں سکا کہ مجھے کیا خمیازہ بھگتنا ہو گا۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم مجھے باتوں میں اُلجھانے کی کوشش کر رہے ہو۔ یاد رکھنا کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو سردار کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں پوری طرح ہوشیار ہوں۔"

"بدگمانی تمہاری سرشت میں شامل ہے اولیو ہاورڈ! گفتگو کو طول تم خود دے رہے ہو اور شکوک میری طرف سے ہو رہے ہو۔ سیدھی طرح بتاتے کیوں نہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"بستی کے لوگوں سے کہو کہ میرے سفر کا بندوبست کریں۔ میں واپس جاؤں گا۔"

"کیا تنہا ہی جاؤ گے اولیو ہاورڈ!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"نہیں، ایک گائڈ میرے ساتھ جائے گا اور سردار کو میں یرغمال کے طور پر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"اور اگر میں تمہاری بات بستی والوں تک پہنچانے سے انکار کر دوں تو تم کیا کرو گے؟"

"تم اس کے لیے مجبور ہو علی یار خان! یہاں تین افراد میرے رحم و کرم پر ہیں۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو ہاورڈ! وہ تینوں میرے لیے اتنے ہی اجنبی ہیں جتنے تمہارے لیے۔ تمہیں ان کی زندگیوں سے دلچسپی نہیں تو مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"تمہیں دلچسپی لینی پڑے گی علی! ورنہ یاد رکھو کہ چوتھا نمبر تمہارا ہی ہو گا۔"

"تمہاری خوش فہمیاں حد سے بڑھ گئی ہیں اولیو ہاورڈ! حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بھی تم میرے محتاج ہو۔ اگر میں ترجمانی کے فرائض انجام دینے سے انکار کر دوں تو تم بستی والوں کو اپنے مُدعا سے بھی آگاہ نہیں کر سکو گے۔"

"اس بھول میں مت رہنا علی! اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو میں تمہارے ساتھ کچھ رعایت کرنے پر غور کروں گا بصورتِ دیگر میں کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔"

"وقتی فتح کی خوشی میں شاید تم یہ بھول گئے کہ تمہاری پیاری بیٹی للی ہاورڈ میرے قبضے میں ہے۔"

"یہ بات میں کیسے بھول سکتا ہوں علی! مجھے تم سے اس کا بھی انتقام لینا ہے۔ للی کو میں خود رہا کرا لوں گا۔"

"میں تو تمہارے پاس اس لیے آیا تھا کہ تمہیں سمجھا بجھا کر اس حماقت سے باز رکھنے کی کوشش کروں لیکن تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ للی کو خود رہا کرا لو گے تو اس وقت سے میں اپنے وعدے کا پابند نہیں رہا۔"

"گویا تم اعلانِ جنگ کر رہے ہو علی!" اولیو ہاورڈ کی آواز شدتِ جذبات سے لرز رہی تھی۔

"میں تو صرف تمہارا چیلنج قبول کر رہا ہوں اولیو ہاورڈ! یہاں سے ہم دونوں کے درمیان مقابلہ شروع ہونے جا رہا ہے۔ تم اپنے طور پر للی کو رہا کرانے کی کوشش کرنا۔ اس کے لیے سب سے پہلے تو تمہیں یہاں سے نکلنا ہو گا۔ یہاں سے نکلنے کے لیے تمہیں اچھا خاصا وقت برباد کرنا پڑے گا۔ پہلے تم ان لوگوں کو اپنا مُدعا سمجھاؤ گے۔ معلوم نہیں اس میں تمہیں کتنا وقت صرف کرنا پڑے۔ پھر تم یہاں سے نکلو گے۔ تمہاری زندگی ہر وقت داؤ پر لگی رہے گی۔ تم نے سردار اور اس کی بیٹی کو یرغمال بنا کر پورے قبیلے کو اپنا دشمن تو ویسے ہی بنا لیا ہے۔ ممکن ہے کسی کا داؤ لگ جائے اور وہ تمہیں قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔"

"بکواس مت کرو علی!" اولیو ہاورڈ کی دہاڑ سنائی دی۔ "میرا نام اولیو ہاورڈ ہے۔ یہ دو ٹکے کے لوگ مجھے کیا قتل کریں گے؟"

"فرض کرو تم یہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہو بلکہ اس صحرا سے بھی نکل جاتے ہو تب بھی تمہارے پاس اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ تم للی ہاورڈ تک بھی پہنچ سکو گے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ وہ گوٹے بل میں جنرل ٹیرس کی قید میں ہے۔ میں اسے بآسانی چھڑا لوں گا۔"

"یہ تمہارا مفروضہ ہے اولیو ہاورڈ! فرض کرو یہ مفروضہ غلط ثابت ہو گیا تو تم کیا کرو گے؟"

"یہ مفروضہ نہیں ہے۔ مجھے اس بات کا یقین ہے۔ للی گوٹے بل کے علاوہ کہیں اور نہیں ہو سکتی۔"

"تم یہ بھول رہے ہو اولیو ہاورڈ کہ میں تم سے کافی پہلے یہاں سے نکل جاؤں گا اور للی کو حاصل کرنے کے لیے تمہیں مجھ سے پہلے اس تک پہنچنا ہو گا۔"

"میرے لیے یہ کھیل بہت دلچسپ ہو گا اور اس دوڑ میں تمہیں شکست دے کر مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

"مجھے کہنے دو اولیو ہاورڈ کہ تم انتہائی کاؤ دی اور پرلے درجے کے احمق ہو اور تمہاری کھوپڑی میں بھوسہ بھرا ہوا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں میرے پاس اس قدر فالتو وقت ہے کہ میں اسے یوں برباد کرتا پھروں گا۔ اسے مجھے للی ہاورڈ تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو کسی بھی شہر سے ایک فون

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کردوں گا اور اپنے ان دوستوں سے جن کی تحویل میں لگی ہے، کہوں گا کہ اسے فوراً ٹھکانے لگا دیا جائے۔ اس کے بعد میں اپنے کام دھندوں میں مصروف ہو جاؤں گا۔"

"تم ایسا نہیں کرسکتے علی!" اولیو ہاورڈ چلایا۔

"تم سب کچھ کرسکتے ہو اولیو ہاورڈ! اور میں کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ تم نے اپنے ان محسنوں کو یرغمال بنا رکھا ہے جنہوں نے اس وقت تمہاری زندگی بچائی جب تم موت کی دہلیز پہ قدم رکھ چکے تھے۔ اگر میں تمہاری بربریت کی داستانیں لکھنے بیٹھوں تو ہزاروں صفحات سیاہ ہو جائیں گے۔ نہیں اولیو ہاورڈ! میں سوچتا ہوں کہ تمہیں سزا دینے کے لیے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانا بہت ضروری ہے۔ میں جا رہا ہوں اولیو ہاورڈ!"

"ٹھہر جاؤ علی!" اولیو ہاورڈ کی چیخ سنائی دی۔ "میں تمہاری ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔ جو تم کہو گے، میں وہی کروں گا۔"

"اب مجھے تم سے کچھ نہیں کہنا ہاورڈ! تم سے کوئی توقع رکھنا ہی فضول ہے۔ تم تو ایک بچھو ہو جس کی فطرت ہی ڈنک مارنا ہے یہ دیکھے بغیر کہ ڈنک کس کے لگے گا۔"

"مت جاؤ علی! میں باہر آ رہا ہوں۔" اولیو ہاورڈ کی بے تابانہ آواز سنائی دی۔

"خبردار اولیو ہاورڈ!" میں چیخا۔ "میرے ہاتھ میں اسٹین گن ہے۔ اگر تم نے جھونپڑے سے باہر قدم بھی رکھا تو میں تمہیں بھون کر رکھ دوں گا۔"

"میں ہتھیار پھینک رہا ہوں علی! تم سردار سے تصدیق کرسکتے ہو۔"

"اب تک سردار کی آواز کیوں نہیں سنائی دی۔" میں نے للکار کر پوچھا مگر میرے ہونٹوں پہ ایک شریر سی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی جسے دیکھنے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

"میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ میں بندوق سردار کے حوالے کر رہا ہوں لیکن تم پہلے اس سے کہو کہ بندوق ہاتھ میں آتے ہی یہ کہیں مجھ پر گولی ہی نہ چلا دے۔"

"سردار ابوالحسن!" میں نے عربی میں پکارا۔ "جھونپڑے کی صورت حال بتائیں۔"

"ہماری زندگیاں خطرے میں ہیں سیدی علی! تمہارا ساتھی ہم پر بندوق تانے کھڑا ہے۔ پتا نہیں وہ کیا چاہتا ہے۔"

"آپ خواہ مخواہ خوفزدہ ہو رہے ہیں سردار محترم! وہ بے چارہ تو آپ کو آپ کی بندوق واپس کرنا چاہ رہا ہے۔"

"تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔"

"یہ مذاق نہیں ہے سردار محترم! میں نے بڑی مشکل سے اسے ہتھیار پھینکنے پہ آمادہ کیا ہے مگر اب وہ ڈر رہا ہے۔ اسے خوف ہے کہ کہیں بندوق ہاتھ میں آتے ہی آپ اس پہ گولی نہ چلا بیٹھیں۔"

"اگر مجھے موقع مل گیا تو میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ ایسے شخص کو قتل کرنا تو بڑے ثواب کا کام ہوگا۔"

"ایسا نہ کرنا سردار محترم! اس کی زندگی میرے لیے بڑی قیمتی ہے۔"

"تم احمق ہو سیدی علی! تمہیں آدمی کی پہچان نہیں ہے۔ احسان فراموش آدمی کو تو ایک لمحے کے لیے بھی زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں سردار محترم! لیکن اس وقت تو میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ آپ پر گولی نہیں چلائیں گے۔"

میری بات کے جواب میں چند لمحے سکوت چھایا رہا، پھر اچانک جھونپڑے سے کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ ساتھ ہی ایسی آواز بھی آئی تھی جیسے کوئی وزنی چیز دھپ سے گری ہو۔

"کیا بات ہے؟ اندر کیا ہو رہا ہے؟" میں نے بوکھلا کر پہلے عربی اور پھر انگریزی میں پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ کی آواز آئی۔ "سردار نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اسے ذرا ایک پٹخنی لگائی ہے۔"

"مگر اس نے تو وعدہ کیا تھا کہ تم پر گولی نہیں چلائے گا۔"

"وعدے کا پابند آدمی ہے۔ اس نے گولی چلانے کی نہیں بلکہ بندوق کے بٹ سے مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔"

میں جھنجلا گیا۔ سردار نے سخت حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ "اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اولیو ہاورڈ تو تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔"

"ایک پٹخنی میں جتنا نقصان کسی کو پہنچ سکتا ہے اسے اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ اب مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

"بندوق ہاتھ میں لے کر باہر نکل آؤ لیکن یہ ذہن میں رکھنا کہ میں تاک میں ہوں اور میرے ہاتھ میں اسٹین گن ہے جس کا رخ تمہاری ہی طرف ہوگا۔"

چند ہی لمحوں بعد جھونپڑے سے اولیو ہاورڈ برآمد ہوا۔ سورج ڈوبنے کے بعد ملگجا اندھیرا پھیل چکا تھا مگر اتنی روشنی ابھی موجود تھی کہ اولیو ہاورڈ مجھے صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ جھونپڑے سے باہر نکلا اور چند قدم چل کر رک گیا۔ وہ میری جانب سے اگلی ہدایت کا منتظر تھا۔

"بندوق پھینک دو اور چند قدم مزید آگے آؤ۔" میں نے حکم دیا۔

اولیو ہاورڈ نے میرے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کی۔ بستی کے لوگوں نے یہ منظر دیکھ کر فلک شگاف نعرے لگائے۔ میں کھجور کے تنوں کی اوٹ سے باہر نکل آیا۔ اسٹین گن میں نے اولیو ہاورڈ پہ تان رکھی تھی۔ "ہاتھ اوپر اٹھاؤ اولیو ہاورڈ!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "تمہاری جامہ تلاشی ہوگی۔"

اولیو ہاورڈ نے ہاتھ اٹھا دیے۔ میں نے بستی کے ایک شخص سے اولیو ہاورڈ کی جامہ تلاشی لینے کو کہا۔ اس کی جامہ تلاشی لی گئی مگر اس کے پاس سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوا۔

"کیا اب میں اپنے ہاتھ گرا سکتا ہوں؟" اولیو ہاورڈ نے مضمحل آواز میں پوچھا۔

میں نے سر کے اشارے سے اُسے ہاتھ گرانے کی اجازت دی اور آگے بڑھ کر زمین پر پڑی ہوئی بندوق اٹھا لی۔ "میرے ساتھ آؤ اولیو ہاورڈ!" میں نے جھونپڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

جھونپڑے کے اندر مرجانہ نے مشعل روشن کر دی تھی جس کی روشنی میں میں نے اسے سردار پر جھکے دیکھا۔ سردار زمین پہ جھکا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ پیال کے بستر پہ سروان پڑا تھا جس کے ہاتھ اور پیر انہی رسیوں سے بندھے ہوئے تھے جن سے اولیو ہاورڈ کو باندھا گیا تھا۔ سروان کے منہ میں کپڑا بھی وہی ٹھنسا ہوا تھا جو اس نے میرے کہنے پہ اولیو ہاورڈ کے منہ میں ٹھونسا تھا۔

"اسے کھولو۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف پلٹ کر غصیلے لہجے میں کہا اور سردار کی طرف بڑھ گیا۔

"بابا کو کیا ہو گیا سیدی علی؟" مرجانہ نے میرے شانوں پہ اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تشویش کی کوئی بات نہیں سیدہ مرجانہ۔" میں نے اس کے نرم و ملائم ہاتھ سہلا کر اسے تسلی دی۔ "سردار بہت جلد ہوش میں آ جائیں گے۔"

"اس درندے کی وجہ سے بابا اس حال کو پہنچے ہیں۔" مرجانہ نے خونی نگاہ سے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا جو سروان کو بندشوں سے آزاد کرا رہا تھا۔ "میں اس کا خون پی جاؤں گی۔" مرجانہ نے اولیو ہاورڈ پہ جھپٹ پڑنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور وہ ایک جھٹکے سے میرے بازوؤں میں جھول گئی۔ "آپ ایک باحوصلہ خاتون ہیں سیدہ مرجانہ۔" میں نے اسے سرگوشی میں سرزنش کی۔ "آپ کو اپنے ہوش و حواس بحال رکھنے چاہئیں۔"

"یہ درندہ کسی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔" اس نے سر اٹھا کر اپنی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں احساس نہیں ہے کہ اسی کی وجہ سے بابا اس حال کو پہنچے ہیں؟"

"انہیں کچھ نہیں ہوا ہے سیدہ مرجانہ! یہ وقتی صدمہ ہے۔ جلد ہی ان کے حواس بحال ہو جائیں گے۔"

"اگر بابا کو خدانخواستہ کچھ ہو گیا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" مرجانہ بھوکی شیرنی کی طرح غرائی۔

میں نے آہستہ سے مرجانہ کی پشت تھپکی۔ "آپ اس وقت جذبات کی رو میں بہہ رہی ہیں ورنہ آپ بھی جانتی ہیں کہ غلطی سردار کی تھی۔ میرے منع کرنے کے باوجود انہوں نے اس پہ حملہ کیا۔"

مرجانہ یوں مجھ سے دور ہٹ گئی جیسے میرے جسم سے اسے کرنٹ لگا ہو۔ "تم بابا کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہو علی! مجھے تم سے یہ توقع نہ تھی۔"

"آپ اور آپ کے بابا دونوں ہی اس بات سے ناواقف ہیں کہ یہ شخص کس قدر خوفناک شخصیت کا مالک ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "اس کی شخصیت کے بارے میں تو میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ یہ ایک جن ہے جسے وقتی طور پہ میں بوتل میں بند کر لینے میں کامیاب ہو گیا ہوں مگر یہ کسی بھی وقت بوتل سے آزاد ہو سکتا ہے۔"

اولیو ہاورڈ نے سروان کو آزاد کر دیا تھا اور وہ بیٹھا اپنے ہاتھ سہلا رہا تھا۔ "میرے لیے کیا حکم ہے؟" سروان نے مجھ سے پوچھا۔

"تمہیں اس شخص کی نگرانی کے لیے یہاں چھوڑا گیا تھا اور یہ شخص آزاد بھی نہیں تھا۔ رسیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ تم خود اس کے قیدی بن گئے؟" میں نے سروان سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ اس نے خود کو کیسے آزاد کرا لیا۔ جب باہر فائرنگ شروع ہوئی تو میں جھونپڑے کے دروازے پہ جا کر باہر کا منظر دیکھنے لگا۔ ذرا ہی دیر بعد اچانک اس نے عقب سے مجھ پہ حملہ کیا اور پھر اس نے پتا نہیں کیا کیا کہ میں بے ہوش ہو گیا۔" سروان نے اپنی گردن سہلاتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میری گردن میں تکلیف ہو رہی ہے۔ شاید اس نے میری گردن کے ساتھ کچھ کیا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں اس کی جگہ پیال کے بستر پر پڑا تھا۔ میرے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور میرے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔ یہ شخص جھونپڑے کے وسط میں کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں بندوق تھی، جس کی زد پر اس نے سردار اور سیدہ مرجانہ کو لے رکھا تھا۔ اس کے بعد پھر باہر سے آپ کی آواز آئی اور اس نے بندوق سردار کے حوالے کر دی۔ سردار نے بندوق کے بٹ سے اس پر حملہ کرنا چاہا تو اس نے پتا نہیں کیا کیا کہ سردار اچھل کر دور جا گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد کے حالات آپ کے علم میں ہیں۔"

"ٹھیک ہے، تم جا سکتے ہو۔" میں نے سروان سے کہا۔ "تمہارا کام ختم ہو گیا۔"

"تم حیران تو بہت ہو رہے ہو گے علی کہ میں نے خود کو رسیوں سے کیسے آزاد کرا لیا؟" اولیورڈ بولا۔

"میں کوئی سادہ لوح بدھو نہیں ہوں اولیورڈ!" میں نے بے رخی سے کہا۔ "میں خود ایسے بہت سے کرتب جانتا ہوں اور اس وقت تو مجھ سے ذرا سی چوک ہو گئی تھی جس کی وجہ سے تم اس قدر اینٹھ رہے ہو۔ اگر میں نے خود تمہیں باندھا ہوتا تو تم ساری زندگی خود کو آزاد نہیں کرا سکتے تھے۔"

اولیورڈ کا چہرہ اتر گیا۔ وہ شاید کوئی سخت بات کہنا چاہتا تھا مگر اس نے خود پر قابو پا لیا اور چپ ہی رہا۔

"جب اس نے سروان پر حملہ کیا اس وقت آپ کہاں تھیں سیدہ مرجانہ؟" میں نے مرجانہ سے پوچھا۔

"میں اس وقت جھونپڑے کے اندرونی حصے میں تھی۔" مرجانہ نے جواب دیا۔

"آپ کو بالکل پتا نہیں چلا کہ یہاں کیا واقعہ رونما ہو گیا ہے؟"

"نہیں، میں نے کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ دراصل غار تک اس قدر بھوری تھی کہ کسی اور آواز کا سنا جانا ممکن ہی نہیں تھا۔ پھر شاید اس نے اتنی مہارت سے کام کیا تھا کہ کوئی آواز پیدا ہی نہیں ہوئی۔"

"پھر آپ کو یہ کب معلوم ہوا کہ اس نے خود کو آزاد کرا لیا ہے اور سروان کو قیدی بنا لیا ہے؟"

"میں بابا کی آواز سن کر ادھر آئی تھی۔ انہوں نے کسی کام سے مجھے بلایا تھا لیکن جب میں یہاں پہنچی تو بساط الٹ چکی تھی۔ بندوق اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے اشارے سے مجھے بھی یہیں بلا لیا اور بابا کے ساتھ ہی مجھے بھی قیدی بنا لیا۔"

"آپ لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ کیسا رہا؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس نے ہمیں بندوق کی زد میں لیے رکھا۔"

دفعتاً ابوالحسن کی کراہ سنائی دی۔ وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ میں اس پر جھک گیا اور اس کی کنپٹیاں سہلانے لگا۔ مرجانہ بھی قریب چلی آئی تھی جب کہ اولیورڈ بڑی بے نیازی سے پیال کے بستر پر بیٹھا تھا۔ اس نے نہ تو سردار کے قریب آنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی اس کے انداز سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے ابوالحسن کے ہوش میں آنے کو کوئی اہمیت دی ہے۔

چند لمحے ہولے ہولے کراہنے کے بعد سردار نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے دو چار بار پلکیں جھپکائیں، وہ شاید یہ باور کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ پھر اچانک ہی جیسے اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ "وہ بدمعاش کہاں گیا؟" سردار بڑی زور سے دہاڑا۔

میں نے سردار کا شانہ مضبوطی سے جکڑ لیا۔ "وہ بدمعاش کہیں نہیں گیا، یہیں موجود ہے۔"

"میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" سردار نے خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ اس پر گولی مت چلانا، آپ پھر بھی باز نہیں آئے۔" میں نے سردار کو سرزنش کی۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں نے اس پر گولی چلانے کی کوشش کی تھی۔" ابوالحسن نے حیرت سے کہا۔

"بچکانہ باتیں مت کریں۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "آپ کو خود سوچنا چاہیے تھا کہ میں نے آپ کو بلاوجہ تو نہیں روکا ہو گا۔"

"کاش میں نے تم سے وعدہ نہ کیا ہوتا کہ اس پر گولی نہیں چلاؤں گا تو اس وقت صورت حال بہت مختلف ہوتی۔" سردار نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بے شک۔" میں سرد لہجے میں بولا۔ "آپ ابھی تک اس کی قید میں ہوتے اور آپ کا پورا قبیلہ الگ پریشان ہوتا۔ ممکن ہے وہ آپ کو گولی مار چکا ہوتا۔"

"وہ ہرگز ایسی حماقت نہ کرتا۔ اگر وہ مجھے مار دیتا تو خود بھی نہیں بچ سکتا تھا۔ قبیلے کے لوگ اس کی تکہ بوٹی کر ڈالتے۔"

"میں آپ کو بہت عقل مند سمجھتا تھا مگر اس وقت تو آپ بچوں کی سی بات کیے دے رہے ہیں۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔" سردار نے مجھے گھورا۔

"ہرگز نہیں۔ اس کے برعکس آپ بڑی عقل مندی کی گفتگو کر رہے ہیں جانتے ہیں اس کے عزائم کیا تھے؟ وہ آپ کو یرغمال بنا کر یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اگر اس کی یہ کوشش کامیاب ہو جاتی تو قبیلے کے لوگ منہ دیکھتے رہ جاتے اور ممکن ہے صحرا سے نکلنے کے بعد وہ آپ کو ہلاک ہی کر ڈالتا۔ وہ پکا اسی قسم کا جلاد صفت آدمی ہے۔"

"تم مجھے چھوڑ دو۔ اس وقت تو میں بے خبری میں مار کھا گیا تھا۔ اب دیکھوں گا وہ کتنے پانی میں ہے۔" سردار چلایا۔

"آپ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کی عزت بے حد عزیز ہے اس لیے آپ کو نہیں چھوڑ رہا لیکن میں زیادہ دیر آپ کو جبراً نہیں روکوں گا۔ اس وقت آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بہتر ہے کہ اپنے ارادے سے باز آ جائیں۔ کیوں اپنی بے عزتی کرانے پر تلے ہوئے ہیں؟"

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ ان دونوں کا آپس میں کوئی گٹھ جوڑ ضرور ہے۔" مرجانہ اپنے باپ سے بولی۔ "تبھی تو یہ اسے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

سردار نے چونک کر مرجانہ کی طرف دیکھا۔ اس کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی تک وہاں مرجانہ کی موجودگی سے بے خبر رہا ہو۔ کچھ دیر وہ خالی خالی نظروں سے مرجانہ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لی۔ "تم غلط انداز میں سوچ رہی ہو مرجانہ!" سردار نے کہا۔ "علی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ ہم سے دشمنی نہیں کر سکتا۔"

میں نے.... سکون کا سانس لیا اور سردار کے شانے پر میری گرفت خود بخود ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ راہ راست پر آ گیا تھا۔

"وہ کچھ بھی سہی بابا! لیکن ہے تو علی کا ساتھی۔ یہ دونوں ریگستان میں ایک ساتھ سفر کر رہے تھے۔ علی اس کی زندگی بچانے کے لیے اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر یہاں تک لایا تھا۔ ممکن ہے کسی بات پر ان میں آپس میں اختلافات ہو گئے ہوں لیکن اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ علی اسے بچانے کے لیے آپ کو اس کے مقابل جانے سے نہیں روک رہا۔ آپ اس وقت بھی قبیلہ جراعتہ کے سب سے قوی آدمی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ شخص زیادہ دیر آپ کے مقابلے پر نہیں ٹک سکے گا۔"

"آپ کچھ بھی کہیں سیدہ مرجانہ! مگر سردار کو میں ہرگز یہ اجازت نہیں دوں گا کہ وہ میرے ساتھی کے مقابل آئیں۔" میں نے بڑے احترام سے کہا۔

"میں علی سے متفق ہوں مرجانہ!" سردار نے کہا۔ "کچھ دیر قبل میں غصے میں تھا لیکن یقین کرو علی جو کچھ کہہ رہا ہے مجھے اس پر خود بھی کامل یقین ہے۔ یہ شخص بلاشبہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ میں نے اس پر دھوکے سے حملہ کیا تھا مگر اس نے جس پھرتی سے مجھے زیر کیا اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہو گی۔ میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔"

"آپ بھی یہی کہہ رہے ہیں بابا!" مرجانہ بڑی مایوسی سے بولی۔ "میں تو اسے آپ کے ہاتھوں شکست کھاتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھی۔"

سردار ہنس پڑا۔ "دنیا میں ہر کام ہر ایک کے کرنے کا نہیں ہوتا بیٹی!" اس نے بڑی شفقت سے کہا۔ "تم اپنے باپ کو ناقابل شکست سمجھتی ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ دنیا بہت بڑی ہے بیٹی! اور اس میں بڑے بڑے فنکار بھرے پڑے ہیں۔ قدرت نے سیر کے لیے سوا سیر ضرور پیدا کیا ہے۔ جو معاملہ علی کے اور اس کے درمیان ہے مجھے ویسے بھی اس میں نہیں پڑنا چاہیے۔ یہ شخص علی کا درد سر ہے۔ علی کا جیسے جی چاہے اس سے نمٹے اور اس کے ساتھ جو جی چاہے سلوک کرے۔"

"مجھے خوشی ہے سردار محترم کہ آپ نے دوبارہ پہلے جیسی دانشمندانہ گفتگو شروع کر دی۔" میں نے سردار کے شانے پر سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"میں بھی انسان ہوں سیدی علی! تاہم مجھے افسوس ہے کہ میں جذبات کے دھارے میں بہہ گیا تھا اور تمہیں میری وجہ سے ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔ میں وقتی طور پر اپنی ذمے داریوں کی طرف سے بھی غافل ہو گیا تھا۔ مجھے سب سے پہلے تم سے یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ قزاقوں کا کیا بنا؟"

"ہمیشہ کی طرح خدا نے مجھے اس معرکے میں بھی سرخروئی عطا کی سردار محترم! سارے قزاق مارے گئے اور میں نے ان کے سرغنہ کو زندہ گرفتار کر لیا۔"

"مجھے تم سے یہی توقع تھی سیدی علی!" سردار نے وارفتگی سے کہا۔ "لیکن اگر خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں ہمیشہ ایک ناکردہ جرم کے احساس تلے دبا رہتا۔"

"تم نے تمام قزاقوں کو مار ڈالا سیدی علی؟" مرجانہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

"اس کارنامے میں پورا قبیلہ جراعتہ میرا شریک ہے سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔

"بابا نے مجھے بتایا تھا کہ تم تنہا ان کا مقابلہ کرنے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم ایسے ہی واپس آ گئے ہو گے۔"

"جو کام میں اپنے ذمے لے لیتا ہوں سیدہ مرجانہ! اسے پورا کیے بغیر مجھے سکون نہیں ملتا۔ میں بھلا قزاقوں کا صفایا کیے بغیر کیسے واپس آ سکتا تھا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہمارے قبیلے پر یہ تمہارا بہت بڑا احسان ہے۔" مرجانہ بولی۔ "کچھ دیر قبل میں نے تمہاری شان میں کچھ نازیبا باتیں کہی تھیں۔ میں ان پر شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دینا سیدی۔"

"کوئی بات نہیں سیدہ مرجانہ!" میں نے ہنس کر کہا۔ "ایسی معمولی باتوں کا برا ماننا میری عادت کے خلاف ہے۔"

"سردار سے کہو کہ ہماری روانگی کا بندوبست کر دے۔" دفعتاً اولیو ہاورڈ نے مجھ سے کہا۔ "میں لکی سے ملنے کے لیے بے تاب ہوں اور زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔"

میں نے اولیو ہاورڈ کو خشمگیں نظروں سے گھورا۔ "تم نے اپنی حرکتوں سے ان لوگوں کو برگشتہ کر دیا ہے۔ میں نے سردار کو بڑی مشکل سے ٹھنڈا کیا ہے۔ وہ تمہاری جان لینے کے درپے ہو رہا تھا۔"

"تم نے ناحق اسے روکا۔" اولیو ہاورڈ نے بے پروائی سے کہا۔ "اسے ایک کوشش اور کر لینے دیتے۔"

"اپنی کھال میں رہو اولیو ہاورڈ! تم نے پہلے ہی میرے لیے مشکلات کھڑی کر دی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ضبط کا پیمانہ جواب دے جائے۔"

"تمہاری ساری اکڑ صرف اس بات پر ہے کہ تم نے میری بیٹی کو یرغمال بنا رکھا ہے۔"

"اسے یرغمال بنائے زیادہ عرصہ تو نہیں گزرا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "ہم تو اس سے کہیں زیادہ عرصے سے ایک دوسرے کے حریف ہیں۔"

"لکی کی بنیاد پر جس طرح تم نے مجھے بے بس کیا ہے اسے کبھی نہیں بھولوں گا۔ پہلے میں تمہارے ہاتھوں اس طرح بے بس کبھی نہیں ہوا تھا۔"

"وہ وقت بھی آئے گا جب لکی یرغمال نہیں ہوگی۔ اس وقت میں دیکھوں گا کہ تم کونسا تیر چلاتے ہو۔"

"میں جا رہا ہوں علی!" سردار نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "بستی کے لوگ میرے منتظر ہوں گے۔"

"یہ کہاں جا رہا ہے؟" اولیو ہاورڈ نے سردار کو باہر جاتے دیکھ کر تیزی سے پوچھا۔ "تم نے اس سے کہہ دیا کہ ہماری واپسی کا بندوبست کر دے؟"

"یہ بات پہلے سے طے ہے کہ وہ ہماری روانگی کا بندوبست کر دے گا۔" میں نے کہا۔ "مگر آج نہیں، کل۔"

"کیوں، آج کیوں نہیں؟" اولیو ہاورڈ نے زور دے کر کہا۔ "آخر تم آج یہاں رکنے پر کیوں مصر ہو؟"

"پہلے یہ وجہ تھی کہ تمہاری حالت اس قابل نہیں تھی کہ سفر کر سکتے۔ اب تم ٹھیک ہو مگر میں کل صبح سے اب تک مسلسل مصروف رہا ہوں۔ آرام کرنے کے لیے مجھے ایک آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں ملا اور میں اس حالت میں اونٹ پر مسلسل بارہ چودہ گھنٹے سفر نہیں کر سکوں گا۔"

"اگر یہ بات ہے تو مجبوری ہے۔ ہمیں کل شام تک یہاں رکنا ہی پڑے گا۔" اولیو ہاورڈ نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ پھر چونک کر بولا۔ "تم نے یہ نہیں بتایا کہ قزاقوں کا کیا بنا؟"

"سب مارے گئے اور سرغنہ گرفتار ہو گیا۔" میں نے کہا۔

"وہ کہاں ہے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"کیوں؟" میں نے اسے گھورا۔ "تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں نے کبھی کوئی قزاق نہیں دیکھا۔ آج قزاقوں کے ایک سرغنہ کو دیکھنے کا موقع ملنے والا ہے۔"

مجھے اولیو ہاورڈ کے انداز میں کوئی عجیب سی بات محسوس ہوئی جسے میں کوئی معنی نہ پہنا سکا۔ "صبح دیکھ لینا۔ وہ یہیں قید ہے، کہیں بھاگا نہیں جا رہا ہے۔"

"جب تم لوگ آپس میں باتیں کرتے ہو تو مجھے بڑی الجھن ہوتی ہے۔ تم کونسی زبان میں باتیں کرتے ہو؟" مرجانہ نے پوچھا۔

"ہم لوگ ترکی زبان میں باتیں کرتے ہیں۔" میں نے سفید جھوٹ بولا۔ "ہمارا ساتھی کوئی اور زبان نہیں جانتا۔"

"تم بڑے باکمال آدمی ہو سیدی علی! تم باتوں کے بھی ماہر ہو اور لڑائی کے بھی۔ یہ شخص تم سے جس طرح باتیں کرتا ہے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ تمہارے خون کا پیاسا ہو۔ تم کہتے ہو یہ بہت خطرناک آدمی ہے لیکن کچھ دیر پہلے جب میں اور بابا اس کے قبضے میں تھے تو تم نے صرف باتوں کے ذریعے اسے ہتھیار پھینکنے پر کیسے مجبور کر دیا؟"

"حالانکہ یہ اس وقت مسلح بھی تھا۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اگر یہ اتنا ہی خطرناک ہوتا تو میرا قصہ پاک کر سکتا تھا۔ یہی کہنا چاہتی ہیں نا آپ؟"

"ہاں، میں یہی کہنا چاہتی ہوں اور یہ چیز مجھے الجھن میں ڈال رہی ہے۔ کہیں تم جادوگر تو نہیں ہو؟"

"دراصل یہ شخص شیر ہے مگر میری موجودگی میں بکری بنا رہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہ میری بات کا جواب تو نہیں ہے۔"

"صحیح بات یہ ہے سیدہ مرجانہ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔ اسے اگر موقع مل جائے تو یہ بے دریغ مجھے ہلاک کروا دے گا۔ یہ انتہائی خود غرض، کینہ پرور اور سازشی آدمی

ہے لیکن آج کل اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اسی لیے اوندھی سیدھی حرکتیں کر رہا ہے۔"

"یہ تو میں بھی سمجھ گئی ہوں کہ یہ غیر معمولی طور پر خطرناک آدمی ہے۔ معمولی آدمی نہ تو خود کو رسیوں کی بندش سے اس طرح آزاد کرا سکتا ہے اور نہ ہی میرے بابا کو اس طرح شکست دے سکتا ہے مگر یہ تمہارے سامنے بھیگی بلی کیوں بن جاتا ہے، اور تمہاری آواز سن کر اس نے بندوق کیوں پھینک دی تھی؟"

"یہی تو میں آپ کو بتا رہا تھا، اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس نے جلد بازی میں ایک غلط قدم اٹھا لیا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ اس طرح یہ اس ریگستان سے نہیں نکل سکے گا۔ یہ چاہتا تھا کہ میں اس کے لیے ترجمانی کے فرائض انجام دوں مگر میرے انکار پر یہ ڈھیلا پڑ گیا۔ اب صحرا سے نکل کر مجھ سے نمٹنے کی کوشش کرے گا۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ تم دونوں ہی پُراسرار ہو مگر تمہارے سامنے یہ شخص طفلِ مکتب معلوم ہوتا ہے۔"

"میں باہر جا رہا ہوں سیدہ مرجانہ! آپ میرے ساتھ چلیں گی یا یہیں ٹھہریں گی؟"

"تمہارے ساتھ چلوں گی۔" مرجانہ نے بوکھلا کر کہا۔ "میں اس درندے کے ساتھ تنہا رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"اس وقت یہ درندہ ایک بے ضرر کیچوے سے بھی بدتر ہے۔ آپ یہاں رکنا چاہیں تو بے خطر رک سکتی ہیں۔"

"میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"تم کہاں جا رہے ہو علی؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے باہر جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ رہا ہوں۔ میری واپسی تک تمہیں یہیں رہنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔" اولیو ہاورڈ بولا۔

"سردار تمہیں کسی بھی قسم کی آزادی دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر یہ شخص باہر دکھائی دیا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اولیو ہاورڈ نے مجھے گھورا۔

"تمہیں مطلع کرنا میرا فرض تھا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تم نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔ میرے منع کرنے کے باوجود اگر تم یہاں سے باہر نکلو گے تو نتائج کے ذمے دار تم خود ہو گے۔ میں تو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ جھونپڑے کے باہر مسلح لوگ موجود ہوں گے جو دیکھتے ہی تمہیں گولی مار دیں گے۔ سردار نے انہیں یہی حکم دیا ہے۔ آؤ چلیں۔" آخری فقرہ میں نے مرجانہ سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔ وہ میرے ساتھ جھونپڑے سے باہر کی سمت چل پڑی۔ اولیو ہاورڈ کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔

دروازے پر پہنچ کر میں اچانک اولیو ہاورڈ کی طرف مڑا۔ "میں تمہیں ایک بات تو بتانا ہی بھول گیا۔ سردار نے کہا تھا کہ جھونپڑے کے اندر روشن مشعل جلتی رہنی چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ تم سردار کی اس ہدایت پر عمل کرو گے۔ اگر تم نے اب کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارے ساتھ مزید کوئی رعایت نہیں برتوں گا۔"

میں تیزی سے پلٹ کر باہر نکل گیا۔ میری بات کے جواب میں اولیو ہاورڈ نے کچھ کہا تھا۔ شاید گالیاں بک رہا تھا مگر میں نے کوئی بات سننے کی زحمت نہیں کی۔ میں نے اس سے جو کچھ کہا تھا سب جھوٹ تھا۔ سردار نے اس سلسلے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ سب کچھ میں نے ایک فوری منصوبے کے تحت کیا تھا۔ میری چھٹی حس کسی خطرے کا اعلان کر رہی تھی مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ خطرہ کیا ہے۔ بس اچانک ہی میری سمجھ میں جو کچھ آیا میں کر گزرا۔

جھونپڑے کے باہر نخلستان میں تاریکی کا راج تھا۔ بستی کے جھونپڑوں سے چھن کر آنے والی مشعلوں کی روشنیاں نخلستان میں پھیلی ہوئی تاریکی سے نبرد آزما تھیں......... نخلستان کے ایک دور افتادہ گوشے میں کچھ مشعلیں روشن تھیں اور وہاں کچھ لوگ بھی دکھائی دے رہے تھے۔

میں نے اولیو ہاورڈ سے جو کچھ کہا تھا سراسر جھوٹ پر مبنی تھا لیکن سردار کے جھونپڑے سے باہر نکلنے کے بعد چند قدم چل کر ہی مجھے ٹھٹک جانا پڑا۔ جھونپڑے سے چھن کر آنے والی روشنی میں میں نے وہاں کچھ لوگوں کی موجودگی محسوس کی تھی۔ وہ سب لوگ مسلح تھے اور ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر تھے۔ مرجانہ بھی میرے ساتھ ہی رکی تھی۔

"آپ رک کیوں گئے سیدی علی؟" ان سایوں میں سے ایک نے پوچھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ قبیلہ جراعتہ ہی کے لوگ تھے اور سردار کے جھونپڑے کی نگرانی کر رہے تھے۔ "تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟" میں نے جوابی سوال کیا۔

"ہم سردار کے حکم پر یہاں موجود ہیں۔ ہمارے سپرد یہ ذمے داری ہے کہ آپ کے ساتھی کو باہر نہ نکلنے دیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ٹھیک ہے دوستو! اپنا کام کیے جاؤ۔" میں نے کہا اور مرجانہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ "تمہارے بابا کہاں ہوں گے؟" میں نے مرجانہ سے پوچھا۔

"ممکن ہے وہاں ہوں۔" مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر اس طرف اشارہ کیا جہاں کئی مشعلیں جلتی نظر آ رہی تھیں۔

"اُدھر کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس جگہ کو ہم لوگ اصطبل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ وہاں ہم اپنے اونٹ باندھتے ہیں۔"

میرے قدم اسی جانب اٹھنے لگے۔ قریب پہنچ کر پتا چلا کہ مرجانہ کا خیال درست تھا۔ سردار ابوالحسن وہاں موجود تھا۔ کئی جلتی ہوئی مشعلوں کی زرد روشنی نے نخلستان کا کچھ حصہ روشن کر رکھا تھا۔ بہت سے اونٹ کھجور کے درختوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ایک جانب سردار کچھ لوگوں کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے سامنے اس اسلحے کا ڈھیر نظر آ رہا تھا جو قزاقوں کے ان اونٹوں پر موجود تھا جنھیں میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

"اچھا ہوا تم خود ہی آ گئے سیدی علی!" سردار نے مجھے دیکھ کر کہا۔ "میں تمہیں بلوانے ہی والا تھا۔ تمہاری ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔"

"خیریت تو ہے سردارِ محترم! میری ایسی کون سی ضرورت پڑ گئی؟"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہوگی۔" سردار نے کہا۔ "اس اسلحے اور ان اونٹوں کی مالیت لاکھوں ریال تک پہنچتی ہے۔"

"یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "اس بات کا تو مجھے پہلے ہی اندازہ تھا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو سیدی علی!" سردار نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک خاص بات بھی ہے۔ اُدھر دیکھو۔"

میں نے سردار کی اشارہ کردہ سمت میں دیکھا۔ ایک کھجور کے تنے سے ایک شخص بندھا ہوا تھا۔ اسے سر سے پیر تک بُری طرح کھجور کے تنے کے ساتھ جکڑ دیا گیا تھا۔ میں نے اسے اس کے لباس سے پہچانا۔ وہ قزاقوں کا سرغنہ تھا اور اس کے چہرے پر نقاب نہیں تھا۔

"ہاں، یہ ایک خاص بات ہے۔" میں نے سرغنہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں اسے بے نقاب دیکھنا چاہتا تھا۔"

سردار اور مرجانہ بھی میرے ساتھ آ رہے تھے۔ سرغنہ کے قریب پہنچ کر میں رُک گیا۔ اس کا قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ جسم کسرتی تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بے انتہا مشقت کا عادی رہا ہوگا۔ جھلسی ہوئی رنگت اس کے ریگستان سے گہرے رشتے کا اعلان کر رہی تھی۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی چمکیلی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"کتنا ڈراؤنا آدمی ہے یہ۔" مرجانہ نے اسے دیکھ کر جھرجھری لیتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں مجھ سے کہا۔ "اسے تو دیکھ کر ہی خوف آتا ہے۔"

میں مرجانہ کی بات سے متفق تھا۔ عام آدمی یقیناً اسے دیکھ کر سہم جایا کرتے ہوں گے لیکن میں اسے دیکھ کر بہت مایوس ہوا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ شاید اس کے نقاب پہنے رہنے کی کوئی خاص وجہ سامنے آئے گی مگر ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ "تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے نیم دلی سے پوچھا۔

"اوہ! تو وہ تم ہو جس کی وجہ سے میرا گروہ تباہ ہو گیا!" اس نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے اچانک ہی نفرت جھانکنے لگی تھی۔ اس نے پہلے میرا چہرہ تو دیکھا نہیں تھا، صرف آواز ہی سنی تھی اور اس وقت بھی اس نے مجھے میری آواز سے ہی پہچانا تھا۔ قزاق والا لباس بھی میں نے اتار پھینکا تھا۔

"ہاں، قدرت نے یہ کارنامہ میرے ہی ہاتھوں سرانجام دلوایا ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "لیکن میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا تھا؟"

"اگر میں آزاد ہوتا تو تمہیں اس طرح میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔" وہ غضب ناک انداز میں بولا۔

"تم کیا کرتے؟" میں نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

"میں وہ آنکھیں نکال کر پھینک دیتا جن سے تم مجھے گھور رہے ہو۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں تمہاری حسرت نکالنے کا موقع ضرور دوں گا لیکن اگر تم شرافت سے میرے سوالوں کا جواب دے دیتے تو بہتر ہوتا۔ بعد میں میں کسی چیز کا ذمے دار نہیں ہوں گا۔"

"محض ایک اتفاق کے تحت تم ہم پر حاوی آ گئے اور اب تم جس قدر بھی زبان چلا رہے ہو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ میں بندھا ہوا ہوں۔"

"اس کا زندہ رہنا ٹھیک نہیں ہے سیدی علی!" مرجانہ نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "اسے مار ڈالو۔"

میں چند لمحے سرغنہ کو گھورتا رہا پھر میں سردار کی طرف مُڑا۔

"اسے کھول دیا جائے۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔

"تم... میری بات سنو!" سردار نے ہکلا کر کہا۔ "تمہارے آنے سے قبل میں نے اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔"

"تو؟ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" میں نے سردار کو تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"اس نے اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتائی ہیں۔" سردار جلدی سے بولا۔ "اس کا نام شقلان ہے اور..."

"میں نے آپ سے کہا ہے کہ اسے کھول دیا جائے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اس کے علاوہ میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔"

"اس وقت یہ ہمارے قبضے میں ہے سیدی علی! تم کہاں اس کی باتوں میں آ رہے ہو۔ ہم اس پر تشدد کر کے اس سے سب کچھ معلوم کر لیں گے۔" سردار نے کہا۔

"پہلے میں اسے شکست دے کر یہ بتاؤں گا کہ آدمی کو اپنے قد سے اونچی بات کبھی نہیں کرنی چاہیے، اس کے بعد اس سے پوچھ گچھ کروں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"بابا کی بات مان لو سیدی علی! اسی میں تمہارا فائدہ ہے۔" مرجانہ التجائیہ انداز میں بولی۔

"میں اٹل فیصلے کرنے کا قائل ہوں سردار! اگر آپ کو میری بات ماننے میں اتنا ہی تردد ہے تو پھر میں خود ہی زحمت کر کے اسے کھول دوں گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم کسی صورت نہیں مانو گے۔" سردار نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ سرغنہ کو آزاد کر دیا جائے۔

"تمہاری آزادی کے بعد ہمارے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوگی جو اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ ایک فریق دوسرے پر واضح جسمانی برتری نہ ثابت کر دے۔" میں نے سرغنہ سے کہا۔ قبیلۂ جراعتہ کے دو افراد اس کے جسم کے گرد بندھی رسیاں کھولنے میں مصروف تھے۔ میں سردار کی طرف مُڑا۔ "ہماری لڑائی کے دوران کسی بھی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی خواہ صورتِ حال کچھ بھی کیوں نہ ہو۔" میں نے کہا۔ "اور لڑائی کا نتیجہ اگر سرغنہ کی برتری کی صورت میں نکلے..."

"بچو علی!" دفعتاً سردار بوکھلائے ہوئے انداز میں چیخا۔

میں بڑی تیزی سے مڑا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سرغنہ میرے سر پر پہنچ چکا ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ کا پنجہ شاہینِ مہلک انداز میں میرے چہرے کی سمت سفر کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کی کھلی ہوئی انگلیاں خطرناک انداز میں اکڑی ہوئی تھیں۔ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ اگر اس کے ہاتھ کا میرے جسم کے کسی بھی حصے سے تصادم ہوا تو میرے جسم کے اس حصے میں شگاف پڑ جائیں گے۔ وہ کنگ فو کا مہلک ترین وار تھا اور اس وقت میرا چہرہ اس وار کی زد میں تھا۔ اس نے بے خبری میں اچانک مجھ پر حملہ کیا تھا لہٰذا میں ایسی خطرناک پوزیشن میں پھنس گیا تھا کہ حملے سے بچنے کے لیے مارشل آرٹس کی کوئی بھی تکنیک میرے کام نہیں آ سکتی تھی اور اس وار سے بچنا میرے لیے لازمی بھی تھا۔ جسمانی مقابلوں میں پہلے وار کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ جو فریق پہلا وار کرنے میں کامیاب ہو جائے وہ آدھا مقابلہ تو پہلے ہی جیت جاتا ہے۔

اس نازک ترین لمحے میں بھی میں اپنے پورے ہوش و حواس میں تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ قبیلۂ جراعتہ کے جتنے بھی افراد وہاں موجود تھے ان سب نے اپنی سانسیں تھام رکھی ہیں۔ وہ دو طرفہ دباؤ میں تھے۔ ایک طرف وہ سرغنہ کو شکست خوردہ دیکھنا چاہتے تھے اور دوسری طرف انھیں یہ خوف بھی تھا کہ کہیں مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ میں جو ان کا مہمان تھا اور وہ محض میری ضد کی وجہ سے اس مقابلے کی اجازت دینے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ ان کے درمیان مجھے کوئی گزند پہنچ جاتی تو ان کی مہمان نوازی کی روایات چکناچور ہو کر رہ جاتیں۔

ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں ہی میں نے نہ صرف سب کچھ سوچا سمجھا بلکہ خود کو بچانے کے لیے ایک طریقے پر عمل بھی کر گزرا۔ میں نے خود کو بڑی تیزی سے دائیں جانب زمین پر گرا دیا۔ اس کی انگلیاں میرے بالوں کو چھو کر گزر گئی تھیں۔ میں زمین پر گر کر میں رُکا نہیں بلکہ لگاتار کئی قلابازیاں کھاتا ہوا اس سے کئی گز کے فاصلے پر پہنچ گیا.........

اور اس کے بعد اتنی ہی تیزی سے اچھل کر دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ جو کچھ ہوا وہ میرے لیے حیران کن تھا۔ میرا خیال تھا کہ رسیوں سے کافی دیر بندھے رہنے کے باعث اس کا جسم شل ہو رہا ہوگا اس لیے وہ آزاد ہونے کے بعد چند لمحے ضرور لے گا تاکہ اس کے جسم میں خون کی روانی اعتدال پر آ جائے اور وہ پوری مستعدی اور چابکدستی کے ساتھ مجھ سے مقابلہ کر سکے لیکن اس نے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر مجھ پر حملہ کر دیا تھا اور اس کے کسی انداز سے یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کہ دیر تک بندھے رہنے سے اس کا جسم کسی بھی طرح متاثر ہوا ہو۔ دوسری حیران کن بات اس کی مارشل آرٹس سے واقفیت تھی۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک صحرائی قزاق مارشل آرٹس میں ایسی مہارت کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

لیکن وہ حیران ہونے کا وقت نہیں تھا۔ اس وقت تو مجھے اپنی تمام تر توانائیاں مقابلے پر صرف کرنا تھیں۔ میرے اور اس کے درمیان کئی گز کا فاصلہ تھا اور اسے مجھ پر دوسرا حملہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنے کے لیے چند سیکنڈ ضرور لگتے۔ میں اس کی طرف سے اس بار پوری طرح ہوشیار تھا لیکن میں نے ظاہر یہ کیا کہ جیسے میری نظروں میں اس کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو۔

"اگر اس مقابلے میں سرغنہ جیت جائے تو اسے ایک اونٹ اور زادِ راہ دے کر یہاں سے رخصت کر دینا۔" میں نے سردار کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی وہ ادھوری بات مکمل کی جو سرغنہ کے اچانک حملہ کرنے کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی تھی۔ "میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اگر یہ مجھ پر غالب آ گیا تو اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا اور صحیح و سالم یہاں سے نکل جانے دیا جائے گا۔"

"تمہارا وعدہ میرا وعدہ ہے۔" سردار نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہاری اس خواہش کا احترام کیا جائے گا۔"

"تم نے سُن لیا؟" میں نے سرغنہ کو مخاطب کیا۔ "اب بے خوف و خطر ہو کر مجھ سے مقابلہ کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنی شکست کے لیے تم کسی لنگڑے لولے بہانے کا سہارا تلاش کرنے کی کوشش کرو۔"

قزاقوں کا سرغنہ جو مجھ پر دوسرا حملہ کرنے کے لیے میری طرف بڑھ رہا تھا، اچانک رک گیا۔ اپنی دانست میں اس نے مجھ پر جو پہلا وار کیا تھا اس سے میرا بچ جانا ناممکن تھا مگر میں اس سے بچ گیا۔ اس کے لیے حیرت کا یہی دھچکا کچھ کم نہیں تھا کہ رہی سہی کسر میرے پُرسکون رویے نے پوری کر دی۔ میرا حربہ کارگر رہا تھا۔ تحیر نے اس کے اعصاب میں پنجے گاڑ دیے تھے۔ پہلی بار اسے اس سنگین حقیقت کا ادراک ہوا کہ اس کا حریف کوئی غیر معمولی آدمی ہے۔ وہ ذہنی طور پر مجھ سے مات کھا چکا تھا۔

"رک کیوں گئے اے ابنُ الابل؟" میں نے اسے للکارا۔ "آگے بڑھ کر حملہ کیوں نہیں کرتے۔ کیا تم نے اپنی ماں کے بجائے کسی اونٹنی کا دودھ پیا ہے؟"

قبیلہ جراعتہ کے کئی افراد کے ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اونٹ کے بچے والے استعارے نے انہیں بہت محظوظ کیا تھا۔

قزاقوں کے سرغنہ پر میری بات کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"قبیلہ جراعتہ کی عورتیں بھی تم سے زیادہ بہادر ہیں۔" میں نے سرغنہ پر دوسری چوٹ کی۔ "جب ان کی آپس میں لڑائی ہوتی ہے تو وہ صرف حملہ کرتی ہیں۔ سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع نہیں کرتیں۔"

سرغنہ کے قدم آہستہ آہستہ حرکت میں آئے۔ وہ بڑے نپے تلے انداز میں میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میں نے اسے غصہ دلانے کے لیے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی تھی مگر اس کا بالکل برعکس ردِعمل ظاہر ہوا۔ غصے میں آنے کے بجائے وہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ اس کے بارے میں میرا ہر اندازہ غلط ثابت ہو رہا تھا۔

میرے قریب آ کر وہ رک گیا۔ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ وہ قدرے آگے کی طرف جھکا ہوا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ آگے کی جانب پھیلے ہوئے تھے۔ بالکل کراٹے فائٹر جیسا انداز تھا۔ میں اس کے کسی بھی حملے سے بچنے کے لیے پوری طرح تیار ہو گیا۔

لیکن اس نے فوراً ہی مجھ پر حملہ نہیں کر دیا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے گرد گھوم کر حملہ کرنے کے لیے مناسب زاویہ تلاش کر رہا تھا۔ اسے زاویہ تو مل سکا تاہم اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے پہلے کی طرح اس بار بھی ہاتھوں سے مجھ پر حملہ کیا تھا اور اس کا مسلسل ہدف میرا چہرہ تھا۔ وہ مجھ پر تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا۔ میں پیچھے ہٹ کر اور کبھی دائیں بائیں جھک کر اس کے وار خالی دے رہا تھا۔

ہاتھوں کا کوئی وار کارگر نہ ہوتے دیکھ کر اس نے دفعتاً مجھ پر اپنی رائٹ کک آزمائی۔ میں ذرا سا دائیں جانب ہٹا۔ اس کا پیر میرے بلارسے گزرتا ہوا میرے سر سے بھی زیادہ بلندی پر جا پہنچا۔ میں نے نہایت پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ بائیں جانب آ کر اس کی ٹانگ کو اپنے دائیں ہاتھ سے فضا میں ہی تھام لیا۔ میں اس ایکشن میں ذرا سا جھکا، تھوڑا سا آگے بڑھا، بایاں ہاتھ اس کی کمر پر رکھا اور اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے دائیں ہاتھ کو جس میں اس کی ٹانگ تھی، اوپر کی طرف اٹھایا۔ اس کا توازن بگڑا اور وہ پیچھے کی طرف گرنے لگا۔ اسے گرنے سے روکنے کے لیے میرا دوسرا ہاتھ اس کی کمر پر موجود تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں اس کے ہوا میں معلق جسم کو متوازن کیا اور پوری قوت سے اسے پیچھے کی طرف اچھال دیا۔ وہ ہوا میں اُڑتا ہوا مجھ سے کئی فٹ کے فاصلے پر دھپ سے منہ کے بل جا کر گرا۔ یہ سب کچھ اتنی سُرعت سے ہوا تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی ہو گی۔ اسے اپنے دفاع میں جنبش تک کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

"واہ سیدی علی واہ!" مرجانہ کی جوشیلی آواز سُنائی دی۔ "تم نے تو کمال کر دیا۔"

میں نے مرجانہ کی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی، اور

سرغنہ پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔ "آؤ میرے بچے آؤ! میں تمہیں بتاؤں گا کہ کون کس کی آنکھیں نکالتا ہے۔"

سرغنہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ ریت میں اَٹ کر بہت بھیانک ہو گیا تھا اور وہ اپنی سُرخ سُرخ آنکھوں سے مجھے گھورے جا رہا تھا۔

میں اپنی جگہ سے چند قدم آگے بڑھا۔ "شاباش! جلدی اٹھ جاؤ۔" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔ "گرے ہوؤں پر ہاتھ اٹھانا میں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔"

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے مجھ پر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہو۔ پھر وہ بڑی تیزی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھا کہ وہ تیر کی طرح مجھ پر حملہ آور ہو گا مگر اس کے بجائے وہ تیزی سے ایک سمت بھاگا تھا۔ اس کی یہ حرکت میرے لیے شدید حیرت کا باعث تھی مگر مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ اس کا مدعا کیا ہے۔

اس کا رُخ کچھ فاصلے پر موجود ایک اسٹین گن بردار شخص کی جانب تھا۔ اس کے عزائم کا اندازہ ہوتے ہی میں بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر اسٹین گن بردار بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔ ان لوگوں کو سختی کے ساتھ یہ ہدایت کی گئی تھی کہ سرغنہ پر گولی نہ چلائی جائے۔ اس بدلی ہوئی صورتِ حال میں اسٹین گن بردار کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹتا چلا گیا اور یہ اس کے حق میں بہت بہتر ہوا۔ اس لیے کہ اسی وقت میں نے عقب سے سرغنہ پر چھلانگ لگائی تھی اور اسے دور تک رگیدتا چلا گیا تھا۔ اگر اسٹین گن بردار پیچھے نہ ہٹ گیا ہوتا تو وہ بھی زد میں آ جاتا۔

"تم نے یہ بزدلانہ حرکت کر کے عملی طور پر اپنی شکست کا اعتراف کر لیا ہے۔" میں نے اپنی کلائی مضبوطی سے اس کی گردن پر جماتے ہوئے کہا۔ "اب زبان سے بھی اپنی شکست کا اقرار کر لو۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جدوجہد کر رہا تھا اور پلٹ کر مجھ سے لپٹ پڑنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اس کا جسم فولاد کی طرح سخت تھا اور خود وہ کسی اَڑنے بھینسے کی طرح طاقت ور تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں زیادہ دیر اس پر اپنی گرفت برقرار نہیں رکھ سکوں گا۔ یہ اندازہ ہوتے ہی میں نے اپنی کلائی اس کی ...... گردن سے ہٹائی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس طرح موڑا کہ وہ اس کی پشت پر آ گیا۔ اسے اس طرح قابو میں رکھنے کے لیے بھی مجھے خاصی قوت صرف کرنا پڑ رہی تھی۔ میں نے ایک گھٹنا اس کی کمر پر رکھ کر اپنا سارا بوجھ اس پر ڈال دیا۔

"اگر تم نے اب بھی جدوجہد ترک نہ کی تو تمہارا بازو کندھے سے اکھاڑ دوں گا۔" میں غرایا۔

اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بالکل ہی بے دست و پا ہو کر رہ گیا ہے۔ اس نے میرے خلاف جدوجہد ترک کر دی۔

"بولو! شکست تسلیم کرتے ہو یا اکھاڑوں تمہارا ہاتھ؟"

میں نے اس کے ہاتھ کو مزید موڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" وہ کراہا۔ "مجھے چھوڑ دو۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔"

قبیلہ جراعتہ کے لوگوں نے فتح کا نعرہ لگایا مگر میں نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ "تم مجھے احمق سمجھتے ہو؟" میں نے غرا کر کہا۔ "اگر میں نے تمہیں چھوڑا تو تم پھر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرو گے۔ نہیں، پہلے تمہارے ہاتھ باندھے جائیں گے تب ہی میں تمہیں چھوڑوں گا۔"

میری بات سن کر اس نے ایک بار پھر میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے بُری طرح جکڑ رکھا تھا۔ "اگر اب تم نے زور آزمائی کی تو میں کوئی رعایت نہیں کروں گا اور تمہیں اپنی بقیہ زندگی ایک ہاتھ کے بغیر بسر کرنا پڑے گی۔"

وہ ساکت ہو گیا۔ سردار نے میری بات سن کر دو افراد کو اشارہ کیا کہ اسے دوبارہ باندھ دیں۔ وہ دونوں ہاتھوں میں رسیاں سنبھالے میرے قریب آ گئے۔

"صرف اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو اور اسے یہیں پڑا رہنے دو۔" میں نے ان سے کہا اور ان دونوں کی مدد سے قزاقوں کے سرغنہ کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیے۔ اس کے ہاتھ بندھ جانے کے بعد میں نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا اور اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں، اب بتاؤ تم کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے سردار سے پوچھا۔

"تمہاری یہاں آمد سے قبل میں نے اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔ اس نے اپنا نام ثیقلان بتایا تھا۔ یہ ایک بدو ہے۔ حالات سے تنگ آ کر..."

"ٹھہر جائیں سردار!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "یہ سب کچھ میں اس کی زبانی سننا پسند کروں گا۔"

میں نے ثیقلان کو بازو سے پکڑ کر سیدھا کیا۔ اس کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنکھیں بند تھیں اور وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچا اور بٹھا دیا۔

"آنکھیں کھولو شیقلان!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "تمہیں میرے سوالوں کے جواب دینا ہیں۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں مگر منہ سے کچھ نہیں بولا۔ اس کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

"تمہارے گروہ میں کُل کتنے افراد تھے؟" میں نے پوچھا۔

"سب مارے گئے۔ صرف میں زندہ بچا ہوں۔" اس نے بڑے کرب سے یوں کہا جیسے مرنے والے اس کے عزیز رہے ہوں۔

"تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟"

"ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ ہم سب الگ الگ رہتے تھے۔ جب کوئی واردات کرنا ہوتی تھی تو ہم سب یک جا ہو جاتے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری بات مانے لیتا ہوں۔ مجھے ان باتوں سے کوئی غرض بھی نہیں ہے۔ مجھے تو صرف ایک بات جاننے سے دل چسپی ہے۔ تم ہمیشہ نقاب کیوں پہنے رہتے تھے؟"

وہ جواب دینے سے قبل جھجکا۔ پھر بولا: "یہ کوئی اتنا اہم سوال تو نہیں ہے۔"

"سوال کے اہم یا غیر اہم ہونے کا فیصلہ کرنا میرا کام ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا: "تمہارا کام تو صرف جواب دینا ہے۔"

"اور اگر میں اس سوال کا جواب دینے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو پھر خود کو تشدد کا سامنا کرنے کے لیے تیار کر لو۔" میں نے کہا۔

"تشدد تو تم لوگ ہر صورت میں کرو گے۔"

"میرے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ اگر تم نے سیدھی طرح میرے سوالوں کے جواب نہ دیے تو تمہیں بدترین تشدد سے گزرنا پڑے گا۔"

"میں ہر قسم کے تشدد کے لیے تیار ہوں اور اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب بھی نہیں دوں گا۔"

"اس شخص کے بارے میں آپ کی قیافہ شناسی کیا کہتی ہے؟" میں نے سردار سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" سردار نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں یہی بتانے کے لیے بے چین تھا۔"

میں نے حیرت سے سردار کو دیکھا۔ اس کا رویّہ بے حد پُراسرار تھا۔ معلوم نہیں وہ مجھے کیا بات بتانے جا رہا تھا۔ تاہم میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ تمام لوگوں سے دُور پہنچ کر وہ رک گیا۔

"اس شخص کے بارے میں بھی میری قیافہ شناسی اسی طرح ناکام ہو گئی ہے جس طرح تمہارے ساتھی کے بارے میں ہوئی تھی۔" سردار نے سرگوشی میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میں بُری طرح چونک پڑا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ وہ میک اپ میں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ اسے کیا کہتے ہیں لیکن اس شخص کے چہرے پر بھی ویسا ہی مصنوعی غلاف موجود ہے جیسا تمہارے ساتھی کے چہرے پر ہے۔"

"کیا آپ یہ بات یقین سے کہہ رہے ہیں؟" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"ہاں۔" سردار بولا: "شاید عام لوگوں کی نگاہیں نہیں دیکھ پائیں کہ اس کا چہرہ کتنا سپاٹ اور بے تاثر ہے۔"

"آپ نے بہت اچھا کیا سردار کہ یہ بات دوسروں پر ظاہر نہیں کی۔" میں نے کہا۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"میں نے تمہاری وجہ سے ہی یہ بات دوسروں سے چھپا لی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ ممکن ہے تم کسی مصلحت کے تحت اس بات کو دوسروں کی نظر میں لانا پسند نہ کرو۔"

"اس ریگستان میں کسی شخص کا میک اپ میں پایا جانا دنیا کی سب سے حیران کُن بات قرار دی جا سکتی ہے۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا: "کچھ اندازہ ہے سردارِ محترم! کہ یہ شخص میک اپ میں کیوں رہتا تھا؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں لیکن یہ ضرور ہے کہ اس شخص میں اور تمہارے ساتھی میں چہرے کے مصنوعی خول تک تو مماثلت سامنے آ چکی ہے۔"

"مجھے یاد ہے سردارِ محترم! آپ نے شُبہ ظاہر کیا تھا کہ ان دونوں میں کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"ہاں، میں نے یہ شُبہ ظاہر کیا تھا اور میرا یہ شُبہ اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہ مل جائے۔"

"یہ شُبہ اپنے دل سے نکال دیں، اس لیے کہ ایک صحرائی قزاق اور ایک یہودی ایجنٹ کے درمیان کوئی تعلق ناقابلِ فہم ہے۔"

"ہو گا۔" سردار نے بے پروائی سے کہا۔ "تم یہ بتاؤ کہ اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"میں ہر قیمت پر اس شخص شیقلان کی شخصیت کا راز معلوم کر کے رہوں گا لیکن اس سے پہلے کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ ہم کھانا کھا لیں؟"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کی نگرانی کے لیے کہہ دوں پھر ہم چل کر کھانا کھاتے ہیں۔"

ہم دونوں اسی جگہ واپس آ گئے جہاں قزاقوں کا سرغنہ بندھا بیٹھا تھا۔ سردار نے اس کی نگرانی کے لیے ہدایات دیں اور اس کے بعد ہم سردار کے جھونپڑے کی طرف پلٹ پڑے۔

"آپ کے جھونپڑے کے باہر کچھ مسلح محافظ نظر آئے تھے۔" میں نے جھونپڑے کی طرف جاتے ہوئے سردار سے پوچھا۔

"ہاں، میں نے انھیں خاص طور پر وہاں تمہارے ساتھی کی نگرانی کے لیے متعین کیا ہے۔"

"کیا تمام رات اس کی اسی طرح نگرانی ہوتی رہے گی؟"

"کھانے کے بعد قہوہ پیا جائے گا۔ مرجانہ تمہارے ساتھی کی پیالی میں بے ہوشی کی دوا ملا دے گی۔ اس کے بعد کسی نگرانی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔"

"ممکن ہے وہ دوا اس پر اثر نہ کرے؟" میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"یہ ناممکن ہے۔" مرجانہ بولی: "وہ ہماری آزمودہ دوا ہے۔ کوئی شخص کتنی ہی شدید اذیت میں کیوں نہ مبتلا ہو، یہ دوا پی کر پُرسکون نیند سو جاتا ہے۔"

میں مطمئن ہو گیا۔ اولیو ہاورڈ کی طرف سے بے فکری ضروری تھی جو اب مجھے حاصل ہو گئی تھی۔

جھونپڑے میں پہنچتے ہی اولیو ہاورڈ نے بے تابانہ انداز میں مجھ سے پوچھا: "اس قزاق سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟"

"ہاں۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کے کہا: "اس کا نام شیقلان ہے اور وہ ایک بدّو ہے۔ غربت کے باعث اس نے قزاقوں کا ایک گروہ بنا لیا تھا۔"

میں کن انکھیوں سے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میری بات سُن کر اس کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا۔ "پھر تم نے اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"بستی کے لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کل صبح اسے پھانسی دے دی جائے۔ ایسے شخص کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

اولیو ہاورڈ کا اطمینان اور بھی گہرا ہو گیا۔ قزاقوں کے سرغنہ کے بارے میں بدّو ہونے کی خبر اور پھر اسے پھانسی دیے جانے کی اطلاع پر اولیو ہاورڈ کا اطمینان ایسی مشکوک چیز تھی جس نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے سردار کا شُبہ درست رہا ہو۔ اولیو ہاورڈ اور شیقلان کے درمیان کوئی نہ کوئی تعلق ضرور تھا۔ گو کہ یہ بات بہت بعید از امکان تھی لیکن اب میں بھی اسی نہج پر سوچنے کے لیے مجبور ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھ میں بے چینی پیدا ہونے لگی۔ میں جلد از جلد اس راز سے پردہ اٹھا دینا چاہتا تھا اور اس کے لیے شیقلان سے پوچھ گچھ کرنا ضروری تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب وہ سیدھی طرح کسی سوال کا جواب نہیں دے گا۔ اس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے اس پر تشدّد کرنا ناگزیر تھا۔

کھانے کے دوران میں اس پر تشدّد کے طریقوں پر غور کرتا رہا۔ مجھے ایسا طریقہ سوچنا تھا جس پر عمل کر کے میں جلد از جلد اس سے سب کچھ اگلوا سکوں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔

کھانے کے بعد قہوے کا دور چلا۔ قہوے کا پیالہ ختم ہوتے ہی اولیو ہاورڈ نے انگڑائی لی۔ "بڑا سکون بخش مشروب ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے تو نیند آ رہی ہے۔" وہ پیال کے بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ پانچ منٹ کے اندر جھونپڑے کی محدود فضا میں اس کے خراٹے گونج رہے تھے۔

"اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے سردارِ محترم!" میں نے

کیا آپ جانتے ہیں کہ مٹاپا عمر کم کر دیتا ہے؟
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
اور اس کا سدِ باب
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۱۲۳ کراچی ۱

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میں اس کیڑے کی اصلیت جاننے کے لیے سخت بے تاب ہوں۔"

"میرا حال بھی تم سے مختلف نہیں ہے۔" سردار مسکرایا۔ "آؤ چلیں۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

"مرجانہ بھی ہمارے ساتھ چلے گی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے، وہ یہیں رہے گی۔"

میں اور سردار جھونپڑے سے باہر آ گئے۔ سردار نے پہرے پر متعین افراد کو رخصت کر دیا لیکن اس نے احتیاطاً دو مسلح افراد کو اب بھی وہاں رہنے دیا تھا۔

ہم واپس اسی جگہ پہنچے جہاں شیقلان کو چھوڑ گئے تھے۔ اس نے اسے دوبارہ کھجور کے ایک تنے سے بندھا ہوا پایا۔ شعلوں کی زرد روشنی میں اس سے کچھ فاصلے پر چار مسلح افراد ٹہل رہے تھے۔ میں نے اشارے سے ان چاروں کو اپنے قریب بلایا۔ "تم میں سے کسی کو درخت پر چڑھنا آتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں درخت پر چڑھنے میں بہت ماہر ہوں۔" ایک شخص نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہیں اس درخت پر چڑھنا ہو گا۔" میں نے کھجور کے ایک ایسے پیڑ کی طرف اشارہ کیا جس کا تنا اوپر جا کر خاصا خمیدہ ہو گیا تھا۔ "اور تم لوگ۔" میں نے بقیہ تینوں افراد سے کہا۔ "جلتے ہوئے انگاروں کا بندوبست کرو گے اگر انگارے میسر نہ ہو سکیں تو سلگتی ہوئی لکڑیوں سے بھی کام چل جائے گا۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ میں شیقلان کے قریب گیا اور ایک رسی سے اس کے پیر باندھ دیے۔ پھر میں نے وہ رسی کھول ڈالی جس کے ذریعے اسے کھجور کے تنے کے ساتھ باندھا گیا تھا۔ وہ خاصی طویل اور مضبوط رسی تھی۔ اس رسی کے کھل جانے سے شیقلان آزاد ہو گیا تھا مگر اس کے ہاتھ اور پیر اب بھی رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ وہ فرار نہیں ہو سکتا تھا۔

سردار بڑی محویت سے میری کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ میں شیقلان کو پکڑ کر کھینچتا ہوا خمیدہ تنے والے درخت کے نیچے لے گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ہاتھ میں موجود طویل رسی کا ایک سرا اس کے پیر میں باندھ دیا اور دوسرا وہاں پر موجود قبیلہ جراءتہ کے آدمی کی طرف بڑھایا۔ "تمہیں یہ رسی لے کر درخت پر چڑھنا ہے۔" میں نے اس سے کہا۔ "رسی کا یہ سرا میرے کہنے پر تم درخت پر باندھ دو گے۔"

وہ شخص رسی لے کر بڑی پھرتی سے درخت پر چڑھ گیا۔

شیقلان کے چہرے پر الجھن اور خوف کے ملے جلے تاثرات تھے۔ خوف زدہ وہ اس لیے تھا کہ میں نے واپس آنے کے بعد سے اس سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

"کیا اسے اُلٹا لٹکانے کا ارادہ ہے؟" سردار نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟" شیقلان نے خوف زدہ انداز میں پوچھا۔

"تمہاری زبان کھلوانے کے لیے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ پھر سردار سے مخاطب ہوا۔ "سردار محترم! ذرا اسے اُلٹا لٹکوانے میں میری مدد کریں۔"

"لیکن میں تو پہلے ہی سردار کو سب کچھ بتا چکا ہوں۔" شیقلان نے احتجاج کیا مگر میں نے اس کے احتجاج پر کوئی توجہ نہیں دی اور تھوڑی سی جدوجہد کے بعد میں اور سردار اسے اُلٹا ٹانگنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کا سر زمین سے پانچ فٹ بلند تھا اور وہ درخت سے اُلٹا ٹنگا ہوا تھا۔

"تم میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔" شیقلان اُلٹا ٹنگے ٹنگے چیخا۔ "میں سب کچھ بتا چکا ہوں پھر بھی تم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔"

"عبرت کا مقام ہے سردار!" میں نے شیقلان کی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ "کل تک پورے ریگستان پر اس شخص کا راج تھا۔ اس کی وجہ سے بڑے بڑے قافلے صحرا میں سفر کرتے ہوئے خوف زدہ رہا کرتے تھے اور آج یہ کتنی بے بسی سے اس درخت سے اُلٹا لٹکا ہوا ہے۔ اس کا لُوٹ کا مال آج اس کے کس کام آ رہا ہے؟ آدمی یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ بُرائی کبھی نہیں پنپ سکتی۔ ہر بُرے کام کا انجام بالآخر بُرا ہوتا ہے۔"

"مجھے کھول دو۔" شیقلان چیخا۔ "جو کچھ میں بتا چکا ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکوں گا۔"

"دیکھو کس طرح فریاد کر رہا ہے۔" میں سفاکی سے ہنسا۔ "قافلوں کو لُوٹنے کے دوران معلوم نہیں کتنے لوگوں نے بے بس عورتوں اور معصوم بچوں نے اس سے فریادیں کی ہوں گی۔ کیا اس نے کسی کی فریاد سنی ہو گی، کسی پر ترس کھایا ہو گا۔ کسی کو اس کا لُوٹا ہوا مال واپس کیا ہو گا لیکن ہم سے یہ اس بات کی توقع کر رہا ہے کہ ہم اس پر رحم کھا کر اسے چھوڑ دیں گے لے بھائیں سردار! اس کا وقت پورا ہو چکا ہے اور اس کے حساب کا وقت آ پہنچا ہے۔ یہ ہم سے کسی ایسے عمل کی توقع نہ رکھے جو اس نے خود کبھی نہ کیا ہو۔"

سردار اور اس کے ساتھ موجود قبیلہ جراءتہ کا وہ فرد جس نے درخت پر چڑھ کر رسی باندھی تھی، گنگ کھڑے تھے۔ میرے لہجے کی سفاکی ان پر بھی اثر انداز ہوئی تھی۔ اسی اثنا میں وہ تینوں افراد واپس آ گئے جنھیں میں نے انگارے لینے بھیجا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں لکڑیوں کے گٹھر تھے۔ ساری لکڑیاں ایک جگہ ڈھیر کر کے انھیں آگ لگا دی گئی اور جب لکڑیوں نے اچھی طرح آگ پکڑ لی تو آگ بجھا دی گئی۔ اب وہ لکڑیاں انگاروں کا کام کر سکتی تھیں۔

"اب کیا کرنا ہے؟" سردار نے دھیرے سے مجھ سے پوچھا۔

"تمام سلگتی ہوئی لکڑیاں اس کے سر کے نیچے رکھ دو۔" میں نے بے رحمی سے کہا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟" شیقلان حلق پھاڑ کر چیخا۔ اُلٹا لٹکے رہنے کی وجہ سے اس کے جسم کا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آ گیا تھا جس سے وہ اور بھی بھیانک لگنے لگا تھا۔

"تمہیں روسٹ کرنے کے انتظامات کر رہا ہوں۔" میں بھیانک انداز میں ہنسا۔

سلگتی ہوئی لکڑیاں تیزی سے اس کے نیچے منتقل ہو رہی تھیں۔ "بس کرو۔" میں نے للکار کر کہا۔ "کیا ساری لکڑیاں وہیں منتقل کر دو گے۔ اسے جلانا میرا مقصد نہیں ہے۔ یہ تو ہلکی اور نرم آنچ پر سینکی جانے والی چیز ہے۔ جل گیا تو تباہ ہو جائے گا۔"

"ابے مردود! کھول دے مجھے۔" شیقلان بلبلا کر چیخا۔ لکڑیوں کی آنچ اس کے سر تک پہنچنے لگی تھی۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے سر کو نفی میں جنبش دی۔ "تمہیں ہلکی آنچ پر ہی سینکا جائے گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے ساری رات ہی کیوں نہ برباد کرنا پڑ جائے۔"

"ابے میں جل رہا ہوں۔ ہائے میرے بال، میرا سر۔" شیقلان کرب ناک آواز میں چیخ رہا تھا۔

"ارے اس کے سر کے نیچے سے لکڑیاں کم کرو۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "کہیں یہ سچ مچ جل ہی نہ جائے۔"

قبیلہ جراءتہ کے چاروں افراد تیزی سے آگے بڑھے اور انھوں نے کچھ لکڑیاں کم کر دیں۔ آنچ کم ہو گئی مگر حدت بدستور قائم تھی۔

"اب تو نہیں جل رہے؟" میں نے ہمدردانہ انداز میں اس سے پوچھا۔ جواب میں اس کے مُنہ سے گالیوں کا طوفان اُبل پڑا۔ میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "ہر شخص اپنی مادری زبان بڑی روانی سے بولتا ہے۔ اگر تم بھی بول رہے ہو تو اس میں کوئی کمال نہیں ہے اور میں کسی کو اس کی مادری زبان بولنے سے روکنا ظلم سمجھتا ہوں۔"

شیقلان اول فول بکتا رہا۔ اس کے سر کے بال چڑچڑانے لگے تھے اور بال جلنے کی تیز بُو پھیل رہی تھی۔

"ممکن ہے ابھی تمہیں ٹھیک سے حرارت نہ مل رہی ہو۔" میں نے اس سے یوں کہا جیسے اپنی کسی کوتاہی کا اعتراف کر رہا ہوں۔ "لیکن چند لمحوں بعد جب تمہارے سر کے سارے بالوں کا صفایا ہو جائے گا تو تمہیں یہ شکایت نہیں رہے گی۔ تمہاری کھوپڑی کو براہِ راست حرارت ملنے لگے گی۔"

"ارے میں جل رہا ہوں۔ خدا کے غضب سے ڈرو تو ایک آدمی کو زندہ جلائے دے رہا ہے۔"

"جھوٹے الزامات مت لگاؤ۔ میں تمہیں کہاں جلا رہا ہوں۔ دیکھ نہیں رہے میں نے کتنے اہتمام سے آنچ ہلکی رکھنے کا انتظام کرایا ہے۔ میں تو تمہارا کباب بنانے کے چکر میں ہوں۔"

"مجھے یہ تو بتا دو کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" اس نے کرب ناک آواز میں پوچھا۔

"میں تمہارے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے کھول دو۔ میں سب کچھ بتا دوں گا۔ ہائے

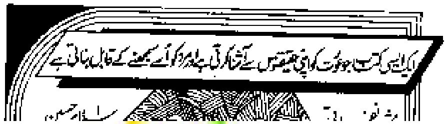

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرا دماغ کھول رہا ہے۔"

"جب تمہاری قوتِ برداشت جواب دے جائے تو خود ہی بولنا شروع کر دینا۔ جب تک تم اپنے بارے میں سب کچھ نہیں اگل دو گے تمہاری گلوخلاصی نہیں ہو گی۔"

وہ ایک بار پھر اول فول بکنے لگا۔ میں بے پروائی سے سردار کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "میں معذرت خواہ ہوں سردار محترم کہ میں نے آپ سے مشورہ لیے بغیر یہ سب کچھ کیا۔ کیا آپ میرے اس اقدام سے متفق ہیں یا آپ کے خیال میں میں نے کوئی زیادتی کی ہے؟"

"اس قسم کی باتیں کر کے مجھے شرمندہ مت کرو، سیدی علی!" سردار نے کہا۔ "تم ہمارے محسن ہو اور اعلیٰ فہم و فراست کے حامل ہو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو میں اس سے سو فیصد متفق ہوں۔ اس درندے کے ساتھ کوئی رعایت کرنا انسانیت کے ساتھ ظلم کرنے کے مترادف ہو گا۔"

"اپنے بارے میں ان نیک خیالات کے لیے میں آپ کا بے حد مشکور ہوں سردار محترم!" میں نے کہا اور زیتقان پر نظر ڈالی۔ اس کے سر کے سارے بال جل چکے تھے اور اب اس کی کھوپڑی براہِ راست حرارت کی زد پر تھی۔ مجھے اس کی سخت جانی پر حیرت ہونے لگی کہ اس کا اتنی دیر تک زبان بند رکھنا حیران کن تھا۔ مجھے خدشہ ہوا کہیں وہ زبان کھولے بغیر ہی نہ چل بسے لیکن اسی لمحے اس نے زبان کھول دی اور جو کچھ اس نے کہا، اسے سن کر میرے رگ و پے میں سنسنی دوڑ گئی۔

"میرا نام زوتسکی ہے۔ میرے باپ کا تعلق پولینڈ سے تھا اور میں ایک اسرائیلی ایجنٹ ہوں۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا مگر مجھے اس عذاب سے نجات دلا دو۔"

"ساری لکڑیاں ہٹا دو۔" میں نے اپنے ہیجان پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اس کے انکشاف نے مجھے سر سے پیر تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ قزاقوں کا سرغنہ اسرائیلی ایجنٹ ثابت ہو گا۔

اس کے سر کے نیچے سے ساری لکڑیاں ہٹا دی گئی تھیں لیکن اس کے منہ سے اب بھی کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ اس کے سر کی جلد کئی جگہ سے تڑخ کر چیخ گئی تھی اور اس سے پانی بہہ رہا تھا۔

"اگر اس کے سر پر لگانے کے لیے کوئی دوا مل سکے تو جلدی سے منگوا لو۔" میں نے سردار سے کہا۔

سردار نے سر کو اثباتی جنبش دے کر اپنے برابر کھڑے ہوئے شخص سے آہستہ سے کچھ کہا اور وہ شخص دوڑتا ہوا بستی کی طرف چلا گیا۔ میں نے سردار کی مدد سے زوتسکی کے پیروں میں بندھی رسی کھول کر اسے احتیاط سے زمین پر اُتار لیا۔ اسے ایک کھجور کے تنے کے سہارے بٹھا کر میں نے اس کے پیر بھی آزاد کر دیے۔ اب صرف اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے پر شدید کرب کے تاثرات بکھرے ہوئے تھے اور اس کے منہ سے مسلسل کراہیں نکل رہی تھیں۔

چند منٹ کے اندر اندر وہ شخص ہاتھوں میں ایک پیالہ لیے واپس آ گیا اور پھر میرے کہنے پر پیالے میں موجود لیپ زوتسکی کے سر پر لگا دیا گیا۔

"یہ بڑا جادو اثر لیپ ہے۔" سردار مجھ سے کہہ رہا تھا۔ "جلی ہوئی جلد میں ٹھنڈک دوڑا دیتا ہے۔"

میں نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ میری نظریں زوتسکی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے سر پر لیپ ہونے کے ایک منٹ کے اندر اندر میں نے اس کے چہرے پر سکون بکھرتے دیکھا۔ اس نے اپنی بند آنکھیں کھول دی تھیں۔

"اب تم بہتر انداز میں گفتگو کر سکو گے۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "مجھے جلد از جلد مختصراً سب کچھ بتا دو۔"

وہ متذبذب نظر آنے لگا۔ اذیت سے نجات ملتے ہی اس کی نیت میں فتور آنے لگا تھا۔

"میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔" میں نے اسے ٹوکا۔ "تمہارے ساتھ یہی سلوک دُہرایا بھی جا سکتا ہے۔"

"میرے ہاتھ تو کھلوا دو۔ مجھے الجھن ہو رہی ہے۔ میں پوری طرح تمہاری گرفت میں ہوں۔ کہیں بھاگ بھی نہیں سکتا۔"

میرے اشارے پر اس کے ہاتھ بھی کھول دیے گئے۔

"اب جلدی سے شروع ہو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"میری پیدائش پولینڈ میں ہوئی تھی مگر میرے پیدا ہونے کے کچھ ہی عرصے بعد میرا پورا خاندان اسرائیل منتقل ہو گیا تھا۔ میں نے نوجوانی میں ہی اپنی خدمات اسرائیل کے لیے وقف کر دی تھیں۔ اسرائیل کے خفیہ محکموں کے ماہرین کی نگرانی میں مجھے طویل تربیت دی گئی جس میں عربی زبان اور مسلمانوں کی تعلیمات سے بھی روشناس کرایا گیا۔ یوں تو میں نے اسرائیل کے لیے کافی خدمات انجام دی ہیں لیکن موجودہ مشن سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اس میں دیگر بہت سے ایجنٹس کے علاوہ میں بھی شامل ہوں۔"

"تمہارا مشن کیا ہے؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں یہ سب کچھ تمہیں کیوں بتا رہا ہوں؟" وہ بڑبڑایا۔ "نہیں، اب میں تمہیں مزید کچھ نہیں بتاؤں گا۔ یہ مشن سے غداری کے مترادف ہے۔"

"اگر ہلکی آنچ پر تمام رات اپنی سنکائی برداشت کر سکتے ہو تو ضرور اپنی زبان بند کر لو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"نہیں نہیں۔" وہ بوکھلا کر بولا۔ "میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ میرا وقت تو پورا ہو ہی چکا ہے۔ پھر میں اذیتیں اٹھا کر کیوں مروں۔"

"تم نے بہت درست فیصلہ کیا ہے۔ آدمی کو اگر مرنا ہی ہو تو آسان موت کا انتخاب کرنا چاہیے۔" میں نے کہا۔ "ہاں تو تم اپنے موجودہ مشن کے بارے میں کچھ بتانے جا رہے تھے۔"

"عربوں نے اسرائیل کے وجود کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود عرب ممالک اسرائیل کے خلاف صف آرا ہیں۔ یہ منصوبہ انہیں اندرونی طور پر کمزور کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔"

"اوہ! میں سمجھ گیا۔ تم لوگ دہشت گردی کے ذریعے عوام میں بے چینی پیدا کر کے حکومتوں کو کمزور کرنا چاہتے ہو تاکہ وہ اندرونی مسائل میں الجھ جائیں اور ان کی توجہ اسرائیل کی طرف سے ہٹ جائے۔"

"ہاں، بالکل یہی منصوبہ ہے۔ تم بہت ذہین آدمی ہو۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ "پتا نہیں اس چاپلوسی کے ذریعے وہ کون سا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ "یہ منصوبہ کس نے تیار کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"اولیو ہارڈ نے۔" اس نے کہا۔ "تم اسے نہیں جانتے ہو گے۔ پہلے وہ سی آئی اے کا مایہ ناز ایجنٹ تھا اور اب اس کی خدمات اسرائیل کو حاصل ہیں۔"

میں بُری طرح چونک پڑا۔ سردار نے معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو "میں نہ کہتا تھا۔"

"تمہارا دائرۂ کار کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سارے عرب ممالک۔" اس نے کہا۔ "لیکن پہلے مرحلے میں ریگستانوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔"

"تمہارے ساتھی قزاق بھی یہودی تھے؟"

"نہیں، وہ سب کے سب مقامی لوگ تھے اور اصل مقصد سے بے خبر تھے۔ میری شخصیت کے بارے میں انہیں کچھ علم نہیں تھا۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ میں کوئی قزاق ہوں۔ میں نے بڑی محنت سے اپنے کام کے لوگ یکجا کیے تھے۔ افسوس کہ وہ سب کے سب مارے گئے۔"

"اس ملک میں تمہاری پوزیشن کیا ہے اور تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟"

"ریگستان کے سرے پر واقع سرائے میرا ٹھکانا ہے۔ یہ سرائے جس شخص کی ملکیت تھی وہ تنہا تھا۔ اسے قتل کر کے میں نے اس کی جگہ لے لی اور اس ریگستان میں، میں ہی اس مہم کا انچارج ہوں۔"

"تمہارے کچھ اور ساتھی بھی تو ہوں گے؟" میں نے کہا۔ "ان کے نام اور ٹھکانوں سے بھی آگاہ کرتے چلو۔"

"ہرگز نہیں۔" اس نے بڑی سختی سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے ساتھیوں کو مصیبت میں نہیں ڈالوں گا، چاہے تم میرا کباب ہی کیوں نہ بنا ڈالو۔"

مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب اس پر مزید وقت ضائع کرنا بے کار ہو گا۔ میں سردار کی طرف مڑا۔ "اگر میں فوری طور پر روانہ ہونا چاہوں تو کیا یہ ناممکن ہو گا؟"

سردار حیران رہ گیا۔ "تمہیں یک بیک واپسی کی کیوں سوجھ گئی؟"

"اس شخص نے جو انکشافات کیے ہیں، اس کے بعد میری فوراً روانگی اشد ضروری ہو گئی ہے۔ اس سے تو اب مزید کچھ اگلوانا ممکن نہیں ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھیوں کا سراغ لگا کر اس سازش کا سر کچل ڈالوں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ میں فوراً حرکت میں آ جاؤں ورنہ اس کے واپس نہ پہنچنے پر اس کے ساتھی ہوشیار ہو جائیں گے اور پھر ان کا سراغ ملنا ناممکن ہو جائے گا۔"

"تم ایسی وجہ بتا رہے ہو کہ میں تمہیں روکنے کے لیے اصرار بھی نہیں کر سکتا۔" سردار نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں تمہاری روانگی کا انتظام کیے دیتا ہوں۔ نزدیک ترین شہر تک پہنچنے میں تقریباً دس گھنٹے لگتے ہیں۔ تم صبح تک شہر میں ہو گے۔"

"لیکن اولیو ہارڈ کا کیا بنے گا۔ وہ تو بے ہوش ہے!

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے پریشانی سے کہا۔

"اس کی فکر مت کرو۔" سردار مسکرایا۔ "تریاق کے چند قطرے اسے ہوش میں لے آئیں گے اور وہ تمہارے ساتھ روانہ ہو سکے گا۔"

میرے مُنہ سے اولیو ہاورڈ کا نام سن کر زوتسکی بوکھلا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ "تم نے ابھی کس کا نام لیا تھا؟"

میں نے جیب سے پستول نکال لیا۔ "اولیو ہاورڈ کا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "وہی اولیو ہاورڈ جس نے یہ ناپاک منصوبہ بنایا ہے۔ وہ اس وقت میرا قیدی ہے۔"

"تم کون ہو؟" زوتسکی نے تیزی سے پوچھا۔

"میں تمہاری آخری خواہش ضرور پوری کروں گا۔" میں نے کہا۔ "میرا نام علی یار خان ہے۔"

زوتسکی لڑکھڑا کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ "نہیں!" اس کے مُنہ سے نکلنے والی آواز تیز قسم کی سرگوشی سے مشابہ تھی۔

"ہاں پیارے دوست۔ تم نے جو معلومات فراہم کیں اُن کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔" میں نے اس کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ اس کے سوختہ سر میں سوراخ ہو گیا اور وہ زمین پر گر پڑا کبھی نہ اُٹھنے کے لیے۔ مجھے یقین تھا کہ اگر وہ پہلے میری شخصیت سے واقف ہو جاتا تو مجھے ایک لفظ بھی نہ بتاتا۔ اس نے ساری باتیں یہ سوچ کر بتائی ہوں گی کہ اس سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور وہ اذیت سے گزرنے سے بھی محفوظ رہے گا۔

ایک گھنٹے کے بعد میں اور اولیو ہاورڈ قبیلہ جُراعتہ کے ایک فرد کی رہنمائی میں نخلستان سے روانہ ہو رہے تھے۔ اولیو ہاورڈ کی بے ہوشی کا فور ہو گئی تھی اور وہ پوری طرح چاق و چوبند تھا۔ اس نے اس طرح اچانک روانہ ہونے پر حیرت ظاہر کی تھی مگر میں نے یہ کہہ کر اسے مطمئن کر دیا تھا کہ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اب صبح شہر پہنچ کر وہاں کے کسی ہوٹل میں آرام کروں گا۔

وہاں سے میری اس طرح روانگی پر سب سے زیادہ مرجانہ افسردہ تھی۔ اس نے مجھ سے دوبارہ آنے کا وعدہ لینے کی کوشش کی تھی مگر میں نے ایسا کوئی وعدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

پورا قبیلہ جُراعتہ ہمیں رخصت کرنے نخلستان کے باہر تک آیا۔ مشعلوں کی زرد روشنی میں میں نے ہاتھ ہلا کر انھیں خدا حافظ کہا۔ مرجانہ کے ہونٹ مسلسل ہلتے دکھائی دے رہے تھے۔ پھر اس نے میری جانب پھونکا۔ شاید اس نے کوئی دُعا پڑھ کر مجھ پر دَم کیا تھا۔ اس کی وارفتگی نے مجھے افسردہ کر دیا مگر میں واپسی کے لیے مجبور تھا۔

تین اونٹوں کا مختصر سا قافلہ تمام رات ریگستان میں بڑی تیز رفتاری سے سفر کرتا رہا۔ اونٹ پر لگنے والے ہچکولوں کے باعث نیند مجھ سے دُور ہی رہی ورنہ شاید میں خود کو سونے سے نہیں روک سکتا تھا۔

طلوعِ آفتاب کے ذرا دیر بعد ہی شہر کی عمارتوں کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ خاصا بڑا اور اہم شہر تھا جہاں بندرگاہ بھی تھی، اور بین الاقوامی پروازیں بھی وہاں سے گزرتی تھیں۔ اس شہر کے بارے میں میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا مگر وہاں آمد کا میرا یہ پہلا اتفاق تھا۔

آبادی کے آغاز سے قبل ہی میں اور اولیو ہاورڈ اونٹوں سے اُتر گئے اور ہم نے قبیلہ جُراعتہ کے آدمی کو رخصت کر دیا۔ اس کے بعد ہمیں کافی دُور پیدل چلنا پڑا تب کہیں جا کر ہم آبادی میں داخل ہوئے جہاں صبح کے وقت کاروبارِ زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔

آبادی میں داخل ہونے کے بعد نظر آنے والی پہلی ٹیکسی میں نے روک لی۔ "کسی عمدہ سے ہوٹل لے چلو۔" میں نے اولیو ہاورڈ کے ساتھ عقبی نشست پر بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔

ڈرائیور نے مؤدبانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ میرے پاس مقامی کرنسی کی کمی نہیں تھی۔ اس لیے اس طرف سے تو بے فکری تھی اور وقتی طور پر کرنل ویوڈ کی طرف سے بھی بے فکری ہو گئی تھی۔ ہم ریگستان سے صحیح سلامت نکل آئے تھے۔ اب اس بڑے شہر میں ہمیں کوئی نہیں ڈھونڈ سکتا تھا۔

شہر کی کشادہ سڑکوں پر ٹیکسی بہت تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی ایک تین منزلہ عمارت کے کھلے ہوئے گیٹ کے اندر داخل ہو گئی اور رک گئی۔ میں نے حیرت سے عمارت کی طرف دیکھا۔ اس شہر کے متعلق جو کچھ سنا تھا اس کے تحت یہ کسی عمدہ ہوٹل کی عمارت تو ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے ڈرائیور سے کوئی سوال کرنا چاہا مگر اس سے قبل ہی اس نے انگلی سے ایک جانب اشارہ کیا۔ میں نے اس سمت دیکھا تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ چھ افراد ہاتھوں میں اسٹین گنیں لیے مستعد کھڑے تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے دوسری طرف اشارہ کیا۔ وہاں بھی چھ مسلح افراد موجود تھے اور ہر اسٹین گن کا رُخ ہماری ہی جانب تھا۔

اولیو ہاورڈ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہا تھا۔

ایک ہلکے سے دھچکے کے ساتھ **ٹیکسی** رُک گئی۔ ٹیکسی کے دائیں جانب بھی پانچ اسٹین گن بردار تھے اور بائیں جانب بھی پانچ اسٹین گن بردار مستعد کھڑے تھے۔ اُن کے جسموں پر موجود لباس یا اُن کے چہروں سے اُن کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔ ہمیں جس طرح اچانک اس ناگہانی کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کے پیشِ نظر بھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچا جا سکتا تھا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی اس طرح پکڑے جانے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" اولیو ہاورڈ نے مُردہ سی آواز میں پوچھا۔ "یہ کون لوگ ہیں؟"

"میرا خیال ہے ہم دونوں نے ایک ساتھ ہی سفر کیا ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "حالات سے میں بھی اتنا ہی واقف ہوں جتنے تم واقف ہو۔ میں اُن کے بارے میں بھلا کیا بتا سکتا ہوں۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے خاموشی سے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور ایک طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔

"تم ان کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"صرف اتنا اندازہ لگا سکتا ہوں کہ ان کے ہاتھوں میں جو اسلحہ نظر آ رہا ہے یہ اس کے استعمال میں پوری طرح ماہر ہیں۔"

"میں نے تم سے ان کی مہارت کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔" اولیو ہاورڈ جھنجلا گیا۔ "میرا مطلب تھا کہ ہمیں اس طرح گھیر لینے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں؟"

"ظاہر ہے یہ لوگ جو بھی ہیں ہمارے دشمن ہی ہوں گے۔ اب مشکل یہ ہے کہ میرے اور تمہارے دشمن الگ الگ ہیں۔ جو لوگ میرے دشمن ہیں وہ تمہارے دوست ہیں اور جو تمہارے دشمن ہیں وہ میرے دوست ہیں۔ اس وقت چونکہ ہم دونوں اکٹھے ہیں لہٰذا یہ اندازہ کرنا ناممکن ہے کہ ہم کس پارٹی کے چنگل میں پھنسے ہیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ہم کسی غلط فہمی کے تحت پکڑ لیے گئے ہوں؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"یہ کوئی عام قسم کے لُٹیرے یا ڈاکو بھی تو ہو سکتے ہیں جو اجنبی لوگوں کو اس طرح لوٹ لیتے ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے خیال ظاہر کیا۔

"بے سروپا باتیں کرنے سے بہتر ہے کہ خاموش بیٹھے رہو اور انتظار کرو۔" میں نے ناگواری سے کہا۔ "میں نے آج تک اتنے تربیت یافتہ ڈاکو نہیں دیکھے۔ اور کیا تم یہ تصور کر سکتے ہو کہ اس وسیع و عریض تین منزلہ عالی شان عمارت کا تعلق کسی قسم کے ڈاکوؤں سے بھی ہو سکتا ہے؟"

"میری ذہنی کیفیت شاید ٹھیک نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں بالکل نارمل ہوں اور ڈاکوؤں کے ایک ایسے گروپ سے واقف ہوں جو اس سے بھی زیادہ عالی شان عمارتوں پر قابض ہیں۔"

"او ہو، وہ کون سا گروپ ہے؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"یہودی۔" میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"تم کسی موقع پر بھی یہودیوں کے خلاف زہر اُگلنے سے باز نہیں آتے۔"

"لیکن ان لوگوں کا یہودیوں سے متعلق ہونا بھی بعید از قیاس ہے۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔ پہلے ایک بات کہتے ہو پھر خود ہی اُسے رَد بھی کر دیتے ہو۔"

"یہ لوگ یہودی اس لیے نہیں ہو سکتے کہ اس وقت ان کے پاس ہمارا کوئی سُراغ نہیں ہے۔"

"وہ تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے بے ساختہ کہا۔

"یہی تو وہ اُلجھا دینے والا نکتہ ہے جو ہمیں کسی نتیجے پر نہیں پہنچنے دے رہا۔"

"تو پھر اب ہم کیا کریں۔ کیا یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں؟"

"ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ہم پوری طرح ان کے رحم و کرم پر ہیں۔"

"میں انتظار نہیں کر سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بھنّاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں تو ٹیکسی سے اُتر رہا ہوں۔"

"ضرور اُتر جاؤ۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "کافی عرصہ ہو گیا کسی شخص کے جسم میں گولیوں کے بے شمار سوراخ دیکھے ہوئے۔"

اولیو ہاورڈ نے مجھے گھور کر دیکھا مگر اُس نے ٹیکسی سے اُترنے کی کوشش نہیں کی۔ "آخر یہ لوگ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟" اس نے جھلاہٹ آمیز لہجے میں پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے اُنگلی سے ڈرائیور کی طرف اشارہ کیا۔ "خود ہی پوچھ لو۔"

اولیو ہاورڈ نے طویل سانس لے کر سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگائی اور آنکھیں بند کر لیں۔ وہ متضاد کیفیات کا شکار تھا اور جھنجلاہٹ اور بے بسی کی انتہا میں اُس نے یہ حرکت کی تھی۔

اولیو ہاورڈ کی آنکھیں بند تھیں مگر میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی تھیں۔ دسوں اسٹین گن بردار پتھر کے مجسموں کی طرح ساکت و جامد کھڑے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے انھیں جادو کے زور سے پتھر کے مجسموں میں تبدیل کر دیا ہو مگر میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میری یا اولیو ہاورڈ کی ذرا سی حرکت بھی پتھر کے مجسموں میں جان ڈالنے کا باعث بن جاتی۔ اس صورتِ حال میں فرار کے بارے میں سوچنا بھی اوّل درجے کی حماقت تھی۔

میں عجیب بے بسی کا شکار ہو کر رہ گیا۔ سوچا تو یہ تھا کہ ریگستان سے نکلنے کے بعد ہم خطرات سے دور نکل جائیں گے مگر ہم پر تو سر منڈاتے ہی اولے پڑنے والی مثل صادق آ رہی تھی۔ تہذیب تک پہنچنے کے لیے جس قدر میں بے تاب تھا اتنی ہی زیادہ رکاوٹیں میری راہ میں حائل ہو رہی تھیں اور تہذیب کو تلاش کرنے کا مرحلہ تو بہت دور تھا کیونکہ وہ تو کِلی ہاورڈ کو اولیو ہاورڈ کے حوالے کرنے کے بعد شروع ہوتا تھا۔ سب سے پہلی فکر تو میرے سر پر یہی سوار تھی کہ کسی صورت اولیو ہاورڈ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دوں تاکہ پوری یکسوئی سے تہذیب کو تلاش کر سکوں لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس بڑے مقصد کے حصول کے لیے ابھی مجھے بہت سے خراج ادا کرنا ہوں گے۔

دفعتاً عمارت کا صدر دروازہ کھلا اور اس میں سے جو شخص برآمد ہوا اُسے دیکھ کر میں سناٹے میں آ گیا۔ میں نے جلدی سے اولیو ہاورڈ کو جھنجوڑا۔ "آنکھیں کھول کر دیکھو... اولیو ہاورڈ! تمھیں بہت سے سوالوں کے جواب مل جائیں گے!"

اولیو ہاورڈ نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور اس کی نظریں میری نگاہوں کے تعاقب میں اُٹھ گئیں۔ "نہیں!" اُس کے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔ "یہ کیسے ممکن ہے؟"

عمارت سے برآمد ہو کر ٹیکسی کی طرف بڑھنے والا شخص کرنل وحدت تھا۔ بات واقعی بڑی ناقابلِ یقین تھی مگر جو کچھ بھی ہم دیکھ رہے تھے سو فیصد حقیقت تھی۔ کرنل وحدت فوجی وردی میں ملبوس تھا اور تنہا نہیں تھا۔ اُس کے ساتھ چند اور افراد بھی موجود تھے۔ میں اُسے ٹیکسی کی طرف آتے دیکھتا رہا پھر بے ساختہ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے ساتھ ٹیکسی کی عقبی نشست پر بیٹھا ہوا اولیو ہاورڈ ابھی تک کرنل وحدت کے میک اپ میں تھا۔

"اپنے ہم زاد کا استقبال کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔

"اوہ! مجھے دھیان ہی نہیں تھا کہ میں اُس کے میک اپ میں ہوں۔"

کرنل وحدت آہستگی سے چلتا ہوا ٹیکسی کے نزدیک آ گیا۔ "دونوں حضرات نیچے تشریف لے آئیں۔" اُس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

میں دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا جبکہ اولیو ہاورڈ کے لیے کرنل وحدت نے خود ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اُسے گریبان سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا۔

"تمھیں کم از کم تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔" اولیو ہاورڈ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

جواب میں کرنل وحدت نے اولیو ہاورڈ کے مُنہ پر زوردار تھپڑ رسید کیا۔ "تم مجھے اخلاقیات کا درس دو گے!" کرنل وحدت غرّایا۔ "یاد رکھنا میں علی یار خان نہیں ہوں۔ تم میری قید میں ہو اور میں تمھارے ساتھ جو سلوک بھی کروں تمھیں برداشت کرنا ہوگا ورنہ میں تمھاری ہڈی پسلی ایک کر کے رکھ دوں گا۔"

اولیو ہاورڈ کے ہونٹوں سے خون کی ایک پتلی سی لکیر بہتی نظر آ رہی تھی۔ کرنل وحدت نے اُس کے ساتھ بہت مناسب سلوک کیا تھا۔ اولیو ہاورڈ ایسے ہی سلوک کا مستحق تھا۔ اُس نے خود کبھی اپنے قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا پھر وہ اس بات کا مستحق کیوں تھا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

"ان دونوں کی تلاشی لو۔" کرنل وحدت نے اپنے ساتھ آنے والوں سے کہا اور دو آدمیوں نے بڑھ کر ہم دونوں کی تلاشی لی۔ میرے پاس سے پستول اور ایک قلم تراش چاقو برآمد ہوا جبکہ اولیو ہاورڈ کے پاس سے کوئی ہتھیار برآمد نہیں ہوا تھا۔ میرے پاس سے برآمد ہونے والے دونوں ہتھیار کرنل وحدت کے حوالے کر دیے گئے۔

"ان دونوں کو اندر لے آؤ۔" کرنل وحدت نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور مُڑ کر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

میں اور اولیو ہاورڈ اُس کے ساتھیوں کی نگرانی میں عمارت میں لے جائے گئے۔

"انھیں ناشتے کے لیے تیار کر کے ناشتے کی ٹیبل پر لے آؤ۔" کرنل وحدت نے ایک شخص سے کہا۔ "میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اُس شخص نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہمیں ایک کمرے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ اولیو ہاورڈ اس کمرے کی طرف بڑھ گیا مگر میں بدستور اپنی جگہ کھڑا رہا۔

کرنل وحدت نے گھور کر مجھے دیکھا مگر مُنہ سے کچھ نہیں بولا۔ اُس نے ابھی تک مجھے مخاطب کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں کرنل وحدت۔" میں نے کہا۔

"مجھے بھی تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں لیکن پہلے تم نہا دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔" کرنل وحدت نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"جو بات میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں وہ انتہائی اہم ہے۔ ایک لمحے کی تاخیر بھی برداشت نہیں کی جا سکتی۔" میں نے کہا۔

"کہو کیا بات ہے؟" کرنل وحدت نے خشک لہجے میں کہا۔

اولیو ہاورڈ کمرے کے دروازے تک پہنچ کر رُک گیا تھا۔ میں نے ہچکچاتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا اور کرنل وحدت سے کہا۔ "وہ گفتگو سب کے سامنے نہیں کی جا سکتی۔"

"کیا پھر کوئی چال چلنے کا ارادہ ہے؟" کرنل وحدت کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"میں تمھارے رحم و کرم پر ہوں۔ تم جس طرح چاہو اپنی حفاظت کا بندوبست کر سکتے ہو۔"

کرنل وحدت چند لمحے کسی سوچ میں ڈوبا رہا پھر طویل سانس لے کر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ تمھاری بات سُن لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" اس نے اپنے آدمیوں کو کچھ ہدایات دیں اور پھر مجھے ایک اور کمرے میں لے گیا۔ وہ کمرا شاید ویٹنگ روم کے طور پر استعمال ہوتا ہوگا اس لیے کہ وہاں سے صوفوں اور کرسیوں کے علاوہ کمرے کے وسط میں ایک سینٹر ٹیبل اور چند سائڈ ٹیبلوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کرنل وحدت نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

"یہ تو تم جانتے ہی ہو گے کہ میں طویل عرصے سے فلسطین پر اسرائیل کا ناجائز تسلط ختم کرنے کے لیے کوشاں ہوں اور یہودیوں کے خلاف برسرِ پیکار ہوں...؟"

"بدنامِ زمانہ یہودی ایجنٹ کا تمھارے ساتھ ہونا غالباً تمھاری بات کا عملی ثبوت ہے۔" کرنل وحدت نے میری بات کاٹ دی۔

"میرے پاس ضائع کرنے کے لیے بالکل وقت نہیں ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "ریگستان میں مجھ پر یہودیوں کی ایک ناپاک سازش کا انکشاف ہوا ہے۔ میں یہ بات اولیو ہاورڈ سے چھپانا چاہتا ہوں کہ وہ سازش میرے علم میں آ چکی ہے اور وہ سازش یہ ہے کہ عرب ممالک کے عوام کو یہ احساس دلایا جائے کہ عرب حکومتیں ان کی جان و مال کا تحفظ نہیں کر سکتیں۔ اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مختلف دہشت گرد ٹیمیں ترتیب دی گئی ہیں۔ عوام میں بے چینی پھیل جائے گی تو وہ حکومتوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اس طرح عرب حکومتوں کی توجہ فلسطین اور اسرائیل کے جھگڑے کی طرف سے ہٹ کر اپنے اندرونی مسائل کی طرف مبذول ہو جائے گی۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو تمھارے پاس اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ اس لیے کہ ابھی تک ایسی کسی کارروائی کی کوئی خبر نہیں ملی۔"

جواب میں میں نے کرنل وحدت کو ریگستان میں پیش آنے والے واقعات سے مختصراً آگاہ کر دیا۔ "میرا ارادہ تھا کہ اس سرائے کو خود دیکھوں گا لیکن اب میرے خیال میں مناسب یہ ہوگا کہ تم خود اس معاملے کو دیکھ لو۔ میں نے اپنی ساری معلومات تم تک منتقل کر دی ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس کی منظم کارروائی زیادہ مؤثر ثابت ہوگی۔"

"کیا میں تمھاری بات پر یقین کر لوں؟" کرنل وحدت نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں، بلکہ تم سوال جواب کر کے وقت ضائع کرتے رہو تاکہ زود حسّی کے وقت پر وہاں نہ پہنچنے کے باعث یہودی ایجنٹ ہوشیار ہو جائیں اور ان کی گرفتاری مشکل ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے، میں اس سلسلے میں عملی اقدامات کرنے کے احکامات جاری کر دیتا ہوں لیکن اگر تمھاری بات غلط ثابت ہوئی تو...؟"

"تو تم مجھے پھانسی پر چڑھا دینا۔" میں جھنجلا گیا۔ "سمجھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نہیں آتا کہ تم وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟"

کرنل وحدت اُٹھ کھڑا ہوا۔ "تم تیار ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچو۔ میں ایکشن کے لیے حکم جاری کر دوں۔"

"خیال رہے کہ اولیو ہاورڈ کے علم میں کوئی بات نہ آنے پائے۔"

مجھے اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جس میں اولیو ہاورڈ تھا۔ اولیو ہاورڈ مجھے باتھ روم سے نکلتا دکھائی دیا۔ اس نے نہ صرف نہا کر لباس تبدیل کر لیا تھا بلکہ اُس نے اپنا میک اپ بھی ختم کر دیا تھا۔

"کرنل وحدت سے کیا بات ہوئی؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"میں نے اُسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی تھی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔"

"تم نے بیکار کوشش کی۔ وہ ایک بار پہلے بھی چوٹ کھا چکا ہے۔ اب اُسے دھوکا دینا ممکن نہیں ہوگا۔"

"تو کیا ہم فرار ہونے کی کوشش بھی نہ کریں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"فرار ہونے کا خیال ذہن سے نکال دو علی۔" اولیو ہاورڈ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "یہاں سے فرار ہونا ناممکن ہے۔"

"یہ بات تم کہہ رہے ہو اولیو ہاورڈ!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں یہ بات میں ہی کہہ رہا ہوں۔ شاید میں بہت تھک گیا ہوں۔ ایسی مُہمات کے قابل نہیں رہا۔"

"فرار ہونا ممکن ہو یا نہ ہو۔ میں تو بہرحال اولین لمحے سے موقع کی تاک میں ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ موقع ضرور آئے گا اور میں اُس سے فائدہ بھی ضرور اٹھاؤں گا۔"

"اگر تمھیں ایسا کوئی موقع مل جائے۔" اولیو ہاورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تو تم فرار ہو جانا۔ میری فکر مت کرنا۔"

میں نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ اُس کے چہرے پر افسردگی چھائی ہوئی تھی مگر یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اُس نے یہ بات دراصل کس جذبے کے تحت کہی ہے۔ یہ بات عین ممکن تھی کہ وہ مکاری سے کام لے رہا ہو۔ اُس یہودی سے کچھ بعید نہیں تھا۔ ابھی کل ہی کی تو بات تھی کہ اُس نے مجھ پر پستول سے فائر کر کے میری جان لینے کی کوشش کی تھی۔ اگر میں پہلے سے ہوشیار نہ ہوتا اور پستول بھرا ہوا ہوتا تو یقیناً اس وقت میری روح میرے جسم کے بجائے عالمِ ارواح میں ہوتی۔

"میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اولیو ہاورڈ اُسے پورا کرنا ہر حال میں میری ذمے داری ہے۔ خاطر جمع رکھو، میں تمھیں چھوڑ کر ہرگز فرار نہیں ہوں گا۔"

"یہ تمھاری عالی ظرفی ہے علی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "بہتر ہوگا کہ اب جلدی سے نہا لو۔ کرنل وحدت کا آدمی ہمیں لینے آنے ہی والا ہوگا۔"

میں نے باتھ روم کا رخ کیا۔ ٹھنڈے پانی کی پھواروں نے تھکن اور کسل مندی کو تو زائل کیا مگر دو راتوں کی ادھوری نیند کو اُجاگر کر دیا۔ شاور کے نیچے ہی میری پلکیں نیند سے بوجھل ہو کر بند ہونے لگیں لیکن ابھی سونے کا وقت نہیں تھا۔ کرنل وحدت سے ملاقات اور گفتگو بھی ضروری تھی۔

پندرہ منٹ بعد میں اور اولیو ہاورڈ تیار ہو کر کرنل وحدت کے ایک آدمی کی معیت میں ناشتے کی ٹیبل پر پہنچ گئے۔ کرنل وحدت ہمارا منتظر تھا اور ناشتے کی میز پُرتکلف لوازمات سے پُر تھی۔ کرنل نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں نے ایک ایک کرسی سنبھال لی۔

"اولیو ہاورڈ پر میرا میک اپ تم نے ہی کیا ہوگا علی یار خان!" کرنل وحدت نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"ہاں، وہ اسی خاکسار کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔" میں نے کمال انکساری سے کہا۔

"تم نے میرے ساتھ بہت زیادتی کی ہے علی لیکن تم نے کمال کا میک اپ کیا تھا۔ تمھارے اس کمال کا اعتراف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔"

"بات اعتراف ہی کی ٹھہری ہے تو پھر مجھے بھی کہنے دو کہ تم نے بھی ہمیں اتنی آسانی سے دوبارہ گرفتار کر کے کمال کر دیا ہے۔"

کرنل وحدت فخریہ انداز میں مسکرایا۔ "اور ایسے انتظامات بھی کر لیے ہیں کہ تم دوبارہ فرار نہیں ہو سکو گے۔"

"یہ تو خیر آنے والا وقت بتائے گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے ہمیں اتنی آسانی سے گرفتار کیسے کر لیا؟"

"کیا تم کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے؟" کرنل وحدت مسکرایا۔

"اس ملک کا جغرافیہ اور تمھارے وسائل۔" میں بھی جواباً مسکرایا۔ "یہ دونوں چیزیں اگر میرے علم میں ہوتیں تو تم ہرگز مجھے گرفتار نہ کر پاتے۔"

کرنل وحدت کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ "تم نے

اُس اعتماد سے فائدہ اٹھایا جو ہم نے تم پر کیا تھا ورنہ تم فرار ہی نہ ہو پاتے۔"

"یہ نہ ہوتا تو کچھ اور ہوتا۔ فرار تو مجھے ہر حال میں ہونا تھا لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ تمھارے فرار کا راز قبل از وقت کیسے کھل گیا تھا؟"

"جو لوگ خواب آور دوائیں استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں اُن پر بے ہوشی کے انجکشن پوری طرح اثر انداز نہیں ہو سکتے۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"او ہو یعنی تم زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہے تھے اور پھر ہوش آنے کے بعد یہ معلوم کرنا تمھارے لیے زیادہ مشکل نہیں رہا ہوگا کہ میں نے کدھر کا رخ کیا ہے۔"

"ہاں، ہم نے فوراً ہی معلوم کر لیا تھا کہ تم ابراہیم وسعت کے ساتھ تربیتی طیارے میں اولیو ہاورڈ سمیت محوِ پرواز ہو چنانچہ میں نے متعلقہ لوگوں کو فون پر ہی یہ ہدایات جاری کر دیں کہ اگر ممکن ہو تو طیارے کو چالاکی سے واپس لانے کی کوشش کی جائے۔ اُس پر بڑے خطرناک لوگ سوار ہیں۔ یہ پیغام دینے کے بعد میں خود فضائیہ کے ائیرپورٹ پہنچ گیا۔ کنٹرول ٹاور سے معلوم ہوا کہ طیارے کا ہوا باز تمھیں واپس لانے میں ناکام ہو گیا ہے اور تم دونوں نے پیراشوٹ باندھ کر طیارے سے چھلانگ لگا دی ہے۔ ابراہیم وسعت سے میں نے خود ٹرانسمیٹر پر بات کی۔ اس نے بتایا کہ وہ تم دونوں سے طیارہ ٹکرا کر تمھیں ہلاک کرنے جا رہا ہے۔ اگر میں فوراً ہی اُسے روک نہ لیتا تو وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا دیتا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس طرح تم نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہے؟" میں نے کرنل وحدت سے کہا۔

"نہیں۔ بلکہ اس طرح ہم نے آپ کے احسانات کا بدلہ ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر ابراہیم کو وہ پیغام نہ دیا جاتا تو یا تو وہ خود فنا ہو جاتا یا تمھیں فنا کر دیتا۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ سب ہی فنا ہو جاتے۔ بہرحال اس کے بعد میں نے نقشے طلب کیے اور اُن کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر تم بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تو اسی شہر تک پہنچو گے۔ چنانچہ میں نے اپنی تمام توجہ اسی شہر پر مرکوز کر دی جس کے نتیجے میں اس وقت تم میرے روبرو موجود ہو۔"

"تم ہمیں صحرا میں بھی تو گرفتار کر سکتے تھے؟" میں نے کہا۔

"اس امکان پر بھی غور کیا گیا تھا مگر کئی وجوہات کی بنا پر اسے مسترد کر دیا گیا۔ تمھیں صحرا میں گرفتار کرنے کے لیے ہمیں کئی دشواریوں سے گزرنا پڑتا۔ اس کے علاوہ ہم اس بات سے بھی لاعلم تھے کہ تمھارے پاس کتنا اور کس قسم کا اسلحہ ہے۔ ممکن تھا کہ جلد بازی سے کام لے کر ہم اپنے کئی آدمیوں کی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ اسی لیے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ محفوظ طریقہ اختیار کیا جائے اور تمھیں بے خبری میں اُس وقت جا لیا جائے جب تم یہ گمان کرنے لگو کہ تم ہمیں جُل دے کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔"

"میں بھی تو تم سے یہی کہہ رہا تھا اولیو ہاورڈ! مگر اُس وقت میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ امید ہے اب تم سمجھ گئے ہو گے؟"

اولیو ہاورڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "بلاشبہ تم بے مثال قوتِ تجزیہ کے حامل ہو۔" اُس نے کہا۔

"تم اولیو ہاورڈ سے کیا کہہ رہے تھے؟" کرنل وحدت نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"جب ہم پیراشوٹوں کے ذریعے صحرا میں اُترے تھے اُس وقت ہمارے درمیان اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ ہمیں گرفتار کرنے کے لیے تم لوگ کیا طریقہ اختیار کرو گے۔" اولیو ہاورڈ نے کرنل وحدت کو بتایا۔ "میرا کہنا تھا کہ ہمارے تعاقب میں کوئی پارٹی روانہ کی جائے گی جب کہ علی کا خیال تھا کہ ہمیں گرفتار کرنے کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے گا جس کے بارے میں ہم سوچ بھی نہ سکتے ہوں۔ اُس وقت میں نے علی سے شدید اختلاف کیا تھا لیکن اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ علی کا خیال ہی درست تھا۔ ہمیں اس وقت گرفتار کیا گیا جب ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمیں گرفتار کرنے والے تم ہو گے۔"

"حیرت ہے!" کرنل وحدت بڑبڑایا۔ "لیکن زیادہ حیرت اس لیے نہیں کی جا سکتی کہ یہ تجزیہ علی یار خان نے کیا تھا۔ علی یار خان جو ایک غیر معمولی آدمی کی حیثیت سے مشہور ہے۔"

"میرا خیال ہے ہمارے اس طرح گرفتار ہو جانے میں کافی ہاتھ اس میک اپ کا بھی ہے جو اولیو ہاورڈ کے چہرے پر تھا۔ تمھارے آدمیوں نے اسے تمھارے میک اپ میں فوراً ہی پہچان لیا ہوگا؟"

"تمھارا خیال کافی حد تک درست ہے۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "لیکن اگر اولیو ہاورڈ کا میک اپ ختم کیا جا چکا ہوتا تب بھی تم لوگ بچ کر نہیں نکل سکتے تھے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ کیسے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے آدمیوں کے پاس تم دونوں کی تصویریں موجود تھیں۔ تم کہیں بھی نظر آتے تمھیں فوراً پہچان لیا جاتا۔"

"ہماری تصویریں تمھارے پاس کہاں سے آ گئیں؟" میں نے پوچھا۔ اُس کی بات نے میری حیرانی میں اضافہ کر دیا تھا۔

"میرا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے اور ملٹری انٹیلی جنس میں کوئی شخص یونہی نہیں آ جایا کرتا۔ ہم چھوٹی سی چھوٹی بات کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ تمھاری لاعلمی میں تمھاری تصاویر کھینچ لی گئی تھیں۔"

"تصویریں کیوں کھینچی گئی تھیں؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کیا میں کوئی مشکوک آدمی تھا؟"

"ہرگز نہیں۔" کرنل وحدت نے جلدی سے کہا۔ "یہ تو ہمارا اصول ہے۔ ہم احتیاطاً ایسا کرتے ہیں۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایک عرب ملک کے محکمۂ انٹیلی جنس کی یہ کارکردگی دیکھ کر میں خوشی سے پھولا نہیں سما رہا۔"

"ہمارے اعلیٰ حکام کا خیال ہے کہ چونکہ عربوں پر تمھارے کافی احسانات ہیں اور تم نے اسلحے کی کھیپ ہمارے ملک تک پہنچانے کے لیے جو کوششیں کی ہیں اُن کے صلے کے طور پر تمھیں زیادہ سے زیادہ ڈھیل دی جائے اور یہ کہ تمھاری ذات کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "قطع نظر اس کے کہ یہ بات مجھ سے متعلق ہے، میں اس بات سے اصولی طور پر متفق ہوں۔"

"لیکن مجھے اس سے سخت اختلاف ہے۔ اگر کوئی شخص ہم پر کوئی احسان کرتا ہے تو ہم اُس کا صلہ ادا کرنے کو تیار ہیں لیکن اگر اُس شخص کے نظریات تبدیل ہونے لگیں یا اُس کا کوئی عمل ہمارے مفادات کے خلاف جا رہا ہو تو اس شخص سے ہرگز کوئی رعایت نہیں برتنا چاہیے۔"

"تمھاری اس بات سے کسی حد تک اتفاق کیا جا سکتا ہے کرنل وحدت لیکن اس سے کلّی طور پر متفق ہونا کم از کم میرے لیے تو مشکل ہے۔"

"میں نے اعلیٰ حکام سے تمھارے سلسلے میں اجازت طلب کی تھی کہ اگر تم اولیو اورڈ کو ہمارے حوالے کرنے پر تیار نہ ہو تو تمھارے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی کر سکوں اور تمھیں اولیو اورڈ کا ساتھی تصور کیا جائے مگر مجھے افسوس ہے کہ میرا نکتۂ نظر حکام کی سمجھ میں نہیں آ سکا۔۔۔"

"ظاہر ہے وہ لوگ زیادہ عقل مند ہیں۔" میں نے درمیان میں کہا۔

"اُن کا کہنا ہے کہ میں تمھیں صرف زندہ گرفتار کر سکتا ہوں۔" کرنل وحدت نے یوں کہا جیسے اُس نے میری بات سُنی ہی نہ ہو۔ "اور ایسی کوئی بھی کارروائی نہیں کر سکتا جس سے تمھیں نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔ تاہم اولیو اورڈ کے خلاف کچھ بھی کرنے کے لیے میں پوری طرح آزاد ہوں۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے یہ باتیں مجھے کس مقصد کے پیشِ نظر بتائی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی نہ کوئی مقصد تو ہو گا ہی۔" کرنل وحدت مسکرایا۔ پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔ "دراصل بعض باتیں میرے لیے شدید اُلجھن کا باعث ہیں اور میں تم سے ان کا جواب چاہتا ہوں۔"

"اگر تم مجھ سے متعلق کسی اُلجھن کا شکار ہو کرنل وحدت تو میں تمھاری وہ اُلجھن دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تم اور اولیو اورڈ ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہو کیا یہ بات درست ہے؟"

"یہ بات بالکل درست ہے کرنل وحدت۔ ہم دونوں متضاد مفادات کے لیے کام کر رہے ہیں لہٰذا ہمارے درمیان دشمنی ہونا ایسی کوئی تعجب خیز بات تو نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "لیکن میں سُنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کیا کرتا۔ جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اُن تمام باتوں کی نفی کرتا ہے جو میں نے سُنی ہیں۔ میرے سامنے تو تم دونوں بہترین دوستوں کی طرح آئے ہو۔"

"بہت سے لوگ سُنی سنائی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں کرنل وحدت لیکن ضروری نہیں کہ ہر سُنی سنائی بات سچی ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ جھوٹی ہی ہو۔ اسی طرح جو کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں قطعی ضروری نہیں کہ وہ اُسی طرح ہو جس طرح ہم اُسے دیکھ رہے ہیں۔ ہم اصل بات کو سمجھنے میں دھوکا بھی کھا سکتے ہیں۔"

"مجھے فلسفے میں اُلجھانے کی کوشش مت کرو علی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "تم اپنی چرب زبانی سے بھی حقیقت کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ ایک یہودی ایجنٹ کے لیے تم اپنے دوستوں

کے مخالف ہو گئے ہو اور اس مخالفت میں تم کسی حد تک بھی جا سکتے ہو۔"

"میں پہلے بھی تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں نے اولیو اورڈ سے ایک وعدہ کیا ہے اور میں وہ وعدہ ہر حال میں پورا کروں گا۔"

"تم عملی آدمی ہو علی، عملی باتیں کرو۔ افسانوی باتیں مت کرو۔ دور بے حد تبدیل ہو گیا ہے۔ ایسی باتیں اب قصّے کہانیوں کی حد تک ہی اچھی لگتی ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تمھارا مطلب یہی ہے نا کہ آج اگر ہم کسی سے کوئی وعدہ کرتے ہیں اور کل حالات تبدیل ہو جاتے ہیں تو ہم وعدہ پورا کرنے کے پابند نہیں ہوں گے۔"

"تم ٹھیک سمجھے۔ میں یہی کہنا چاہ رہا تھا۔ بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ آدمی کو خود بھی تبدیل ہو جانا چاہیے ورنہ وہ بڑے نقصان میں رہتا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کرنل وحدت کہ میں تم سے متفق نہیں ہو سکتا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "سود و زیاں کے فضول سلسلے میں نے دوسروں کے لیے چھوڑ دیے ہیں۔ وعدہ پورا کرنے کے دعوے دار تمھیں بہت سے ملیں گے لیکن جب بھی وعدہ پورا کرنے کے لیے کسی کی اپنی شخصیت یا ذات پر کوئی حرف آنے لگتا ہے تو اُس کے سارے دعوے دھرے رہ جاتے ہیں۔ میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں کرنل وحدت۔ دعوے کرنا مجھے پسند نہیں ہے۔ میں تو بس جو وعدہ کر لیتا ہوں اُسے ہر حال میں پورا کرتا ہوں۔ اس سے مجھے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ بعد میں حالات کتنے تبدیل ہو گئے ہیں یا کوئی میرے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔ جب تک میرے اختیار میں ہے مجھے وعدہ پورا کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں بے اختیار ہو جاؤں تو علیحدہ بات ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم اولیو اورڈ کو ہمارے حوالے نہیں کرو گے؟" کرنل وحدت نے مجھے گھورا۔

"ہرگز نہیں کرنل وحدت! یہ خیال بھی اپنے ذہن سے نکال دو۔"

"گویا تم اس یہودی کی خاطر ہم سے دشمنی پر آمادہ ہو رہے ہو؟"

"تم لوگوں سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ اولیو اورڈ کے سلسلے میں مجھ سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔"

"اگر ہم تمھاری اس خواہش کا احترام نہ کریں تو؟" کرنل وحدت نے کہا۔

"تو پھر مجبوراً میں اپنی سی کوشش کروں گا۔"

"یعنی فرار ہونے کی کوشش کرو گے؟"

"ہاں، مگر اکیلے نہیں، اولیو اورڈ سمیت۔" میں نے جواب دیا۔

"اپنے خلاف الزامات کی فہرست طویل مت کرو علی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "میں نے اگر تمھارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں مجبور ہوں۔ میرا یہ حق تو بہرحال محفوظ ہے کہ میں تمھیں دھوکا دہی کے الزام میں حراست میں لے لوں۔ تم نے ملٹری انٹیلی جنس کے ایک کرنل کو دھوکا دے کر بے ہوش کیا۔ ایک یہودی ایجنٹ پر اُس کرنل کا میک اَپ کر کے اُسے ملک سے باہر نکال لے جانے کی کوشش کی۔ ائیر فورس کے ایک زیرِ تربیت پائلٹ کو دھوکا دے کر اپنے اور اُس یہودی ایجنٹ کے فرار کے لیے تربیتی طیارہ استعمال کرنے کی کوشش کی۔ یہ جرائم انتہائی سنگین نوعیت کے حامل ہیں اور ان کے تحت تمھیں فوجی عدالت کے ذریعے سزا بھی دی جا سکتی ہے اور اُس سزا کے خلاف کہیں اپیل بھی نہیں کی جا سکتی۔ یہودی ایجنٹ کا ساتھ دینے کے جرم میں تم پر ملک سے غداری کے الزام میں مقدمہ چلے گا اور تمھیں یہ بھی اندازہ ہو گا کہ اس جرم میں تمھیں کیا سزا مل سکتی ہے۔ میں تم سے ایک بار پھر درخواست کرتا ہوں کہ اپنے ارادوں سے باز آ جاؤ اور ہم تمھارے ساتھ جو رعایت برت رہے ہیں اُسے ہماری کمزوری پر محمول مت کرو۔"

"میں بھی تمھیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کرنل وحدت۔" میں نے جارحانہ لہجے میں کہا۔ "کہ میں نے اولیو اورڈ کو اس ملک سے صحیح سلامت نکال لے جانے کی زبان دی تھی۔ میں عربوں کو اپنا دوست سمجھتا ہوں اور مجھے یہ مان تھا کہ میرے دوست میری راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ میری آرزو تو اب بھی یہی ہے کہ فلسطین کی آزادی کے لیے عربوں کے شانہ بشانہ کام کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دوں لیکن میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ میری زبان جھوٹی ہو۔ میرے مقصد کی تکمیل کی راہ میں جو بھی رکاوٹ آئے گی میں اُسے گرا دوں گا، چاہے وہ میرے دوست ہوں یا دشمن۔ مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"تم براہِ راست مجھے دھمکی دے رہے ہو؟" کرنل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وحدت غصّے سے سُرخ ہوگیا۔

"اگر تم میری اس عاجزانہ گفتگو کو دھمکی ہی سمجھنے پر مُصر ہو تو یوں ہی سہی۔" میں نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"بکواس مت کرو۔" کرنل وحدت آگ بگولا ہوگیا۔ "ایک تو تم دھمکیاں دے رہے ہو اور پر سے اُسے انکساری بھی قرار دے رہے ہو۔"

"میں بہت چھوٹا آدمی ہوں کرنل وحدت! لیکن اگر اپنے وعدے کی تکمیل کی خاطر مجھے تمھارے پورے ملک سے بھی ٹکرانا پڑا تو یقین کرو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ مجھے اس بات کی بھی پروا نہیں ہوگی کہ میرا اپنا کیا حشر ہوگا۔"

کرنل وحدت کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ نظر آئی۔ میں حیرت سے اُسے دیکھنے لگا اس لیے کہ چند ہی لمحے قبل وہ غیظ و غضب کی جیتی جاگتی تصویر بنا ہوا تھا۔ اُس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر برآمد کیا اور اُس میں موجود کیسٹ کو ریوائنڈ کرنے لگا۔

"اسے پہچانتے ہو علی؟" کرنل وحدت نے پوچھا۔ اُس کے لہجے سے مکاری جھلک رہی تھی۔

میں نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"نہیں سمجھے؟" وہ مسکرایا۔ "خیر ابھی سب سمجھ میں آجائے گا۔" اُس نے ریوائنڈ ہوتے ہوئے کیسٹ کو اسٹاپ کیا اور ٹیپ ریکارڈر چلا دیا۔ ٹیپ ریکارڈر سے اُبھرنے والی آوازیں میرے اور کرنل وحدت کے درمیان ہونے والی گفتگو کی آوازیں تھیں۔

"میں اس کا مقصد نہیں سمجھا!" میں نے کرنل وحدت کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اعلیٰ حکام نہیں چاہتے کہ تمھیں کوئی نقصان پہنچے۔ اب اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی اور مجھے تمھارے خلاف کچھ کرنا پڑ گیا تو یہ ٹیپ ریکارڈر تمھارے خلاف اور میرے حق میں استعمال ہوگا۔ اس کیسٹ میں محفوظ تمھاری باغیانہ گفتگو سُنا کر میں حکام کو قائل کرسکوں گا کہ جو کچھ میں نے تمھارے خلاف کیا تم اس کے مستحق تھے۔"

"تم نے ناحق اتنی زحمت کی کرنل وحدت۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہی تمھارے اعلیٰ حکام سے بھی کہہ سکتا ہوں اور اگر تم نے مجھ سے کہا ہوتا تو میں یہی سب کچھ تمھیں لکھ کر بھی دے دیتا۔ بلکہ اب بھی لکھ کر دینے کو تیار ہوں۔ تم فرمائش تو کر کے دیکھو۔"

کرنل وحدت کا چہرہ بُجھ کر رہ گیا۔ "تم بڑی خوش فہمیوں کا شکار ہو علی۔" اُس نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "بعض اتفاقی واقعات تمھاری کامیابیوں کا باعث بنے اور تم خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگے۔"

"میں نے کوئی دعویٰ کیا ہوتا تو تم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوتے لیکن میں نے تو کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ میں نے تو فقط ایک عزم ظاہر کیا ہے اور اس سے کہیں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ میں کسی خوش فہمی کا شکار ہوں۔ میں کسی خوش فہمی کا شکار ہوں بھی نہیں، ہو بھی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ میرے خیال میں میں نے کبھی کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ میں ایک نیک مقصد کے لیے کام کر رہا ہوں اور نیک مقاصد کے لیے نیک نیتی سے کام کرنے والوں کو تائیدِ غیبی حاصل ہوا کرتی ہے۔ اس کے لیے فرد کی تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ میری جگہ کوئی بھی ہو، اگر وہ کسی نیک مقصد کے لیے کام کرے گا، قدرت ضرور اس کی مدد کرے گی۔"

"تو تمھارے خیال میں میں کسی بڑے مقصد کے لیے کام کر رہا ہوں!" کرنل وحدت غرّایا۔

"میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی، میری بات سے تم جو مطلب چاہو اخذ کرو۔"

"ٹھیک ہے علی یارخان۔" کرنل وحدت کرسی کھسکا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ "اس وقت کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ تم نے ہمارے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہے لہٰذا تم خود کو زیرِ حراست تصور کرو۔ فی الحال مجھے کچھ دوسرے معاملات دیکھنے ہیں، اُن سے نمٹ کر تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔ اس وقت تم اُسی کمرے میں رہو جس میں تمھیں بھیجا گیا تھا۔ یہ بتانے کی غالباً ضرورت نہیں ہے کہ فرار ہونے کی کوشش تمھارے حق میں مضر ثابت ہوگی۔"

"مجھے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کرنل وحدت!" میں بھی کرسی سے اُٹھ گیا۔ "مجھے ان معاملات کا خاصا تجربہ ہے۔"

میں اور اولیو ہاورڈ وہاں سے نکل کر واپس اُسی کمرے میں آگئے۔ راستے میں ہمیں چند فوجی نظر آئے تھے مگر انھوں نے خصوصیت سے ہماری جانب توجہ نہیں دی تھی۔

"ہم یہاں سے بڑی آسانی سے فرار ہوسکتے ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے کمرے میں موجود بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے دیکھا نہیں، ہماری جانب کسی کی بھی توجہ نہیں تھی۔ کمرے کے باہر بھی کوئی نہیں ہے۔ یہ کیسی قید ہے؟"

"یہی تو تشویش ناک بات ہے اولیو ہاورڈ! کیا تم تصور کرسکتے ہو کہ اب ہماری جانب سے غفلت برتی جائے گی؟"

"میں بھی اسی اُلجھن کا شکار ہوں لیکن ملا ہوا موقع چھوڑا بھی تو نہیں جاسکتا۔"

"اگر تم اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہ رہے ہو تو میں تمھیں ہرگز نہیں روکوں گا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اُلجھی ہوئی اور طنزیہ گفتگو کرنے کے بجائے اگر تم سیدھی طرح بات بتا دو تو کوئی حرج ہے؟" اولیو ہاورڈ جھنجلا کر بولا۔

"سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ میں کسی اندھے کنویں میں گرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"اس میں اندھے کنویں کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہمیں اوّل فرار ہونا ہے آخر فرار ہونا ہے پھر دیر کیوں کریں۔"

"یہ موقع نہیں ہے اولیو ہاورڈ! یہ تو چارا ہے۔ ادھر منہ مارا اور اُدھر کانٹے میں پھنسے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ خفیہ طور پر ہماری نگرانی کی جارہی ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ ہماری نگرانی کی جارہی ہے یا نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ اس عمارت سے فرار مجھے ناممکن محسوس ہوتا ہے۔"

"تم اپنے محسوسات پر چلتے رہے تو ہم کبھی فرار نہیں ہوسکیں گے۔" اولیو ہاورڈ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"جس عمارت میں اس وقت ہم موجود ہیں اس کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔ یہ کوئی عام قید خانہ نہیں ہے اولیو ہاورڈ، نہ ہی ہم کوئی عام قیدی ہیں۔ ان لوگوں نے ایک بار ہمارے ہاتھوں جس نوعیت کی زک اُٹھائی ہے اس کے بعد ان سے کسی قسم کی غفلت کی توقع رکھنا بدترین درجے کی حماقت ہوگی۔ سمجھے تم؟"

اولیو ہاورڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا جس کا اندازہ اُس کے ماتھے پر پڑی ہوئی شکنوں سے بہ آسانی کیا جاسکتا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں علی!" اُس نے کہا۔

اُس کا انداز کچھ عجیب سا تھا۔ میرا ماتھا ٹھنکا۔ یقیناً کوئی خاص بات ہی رہی ہوگی ورنہ اُس نے بلا تمہید کے ہی اپنی بات کہہ دی ہوتی۔ "میں سُن رہا ہوں اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔

"جو کچھ میں تم سے کہوں اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا، یہ نہ سمجھ لینا کہ میں تمھیں گمراہ کرنا چاہ رہا ہوں۔"

"تمھاری نیک نیتی سے تو میں بخوبی واقف ہوں۔" میں نے طنز کیا۔

اُس نے شاید میرے طنزیہ لہجے پر غور نہیں کیا، اگر کیا تھا تو نظرانداز کر گیا۔ کہنے لگا۔ "کرنل وحدت نے تم سے جو سلوک کیا ہے اور جس قسم کی گفتگو کی ہے اُس کی وجہ سے تم دل برداشتہ ہو رہے ہوگے۔ تمھاری جذباتی کیفیت بھی ٹھیک نہیں ہوگی لہٰذا ممکن ہے تم میری بات کو غلط رنگ دے دو۔"

"میری رنگ آمیزی کی فکر مت کرو اور اپنا مدّعا کھل کر بیان کرو۔ تمہیدی گفتگو سُن کر مجھے اختلاج ہونے لگتا ہے۔"

"عربوں کے لیے تم نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ تم نے بے شمار کارنامے سرانجام دیے مگر اس کے عوض تمھیں ان لوگوں سے کیا ملا؟ ماضی میں ایک بار خواہ میری کوششوں سے ہی سہی لیکن تنظیم آزادیٔ فلسطین تم سے برگشتہ ہوگئی تھی اور تمھیں دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا حالانکہ اُس وقت بھی اُن لوگوں کے لیے تمھاری خدمات کم نہیں تھیں۔ آج تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اُس نے ایک بار پھر ماضی کی وہی یادیں تازہ کر دی ہیں۔"

"حالانکہ اُس بار تو تم نے کوئی کوشش بھی نہیں کی!"

"بالکل نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے بڑے خلوص سے کہا۔ "اور یہ سب کچھ اس پر ہے کہ تم نے اُن کے لیے بیش بہا خدمت انجام دی ہے۔ لانچ آف کروزل سے آنے والا اسلحہ بردار جہاز تا قیامت ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا، یہ ناممکن کام تنہا تمھاری ذات کی وجہ سے ممکن ہوسکا۔ اسلحہ بردار جہاز کی تباہی پر عرب سالہا سال افسوس کرتے رہتے۔ تم نے ان کے لیے جو عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے اس کا صلہ یہ ہے کہ تم یہاں قید ہو۔"

"حالات کی ستم ظریفی اسی کو تو کہتے ہیں اولیو ہاورڈ۔" میں نے ایک سرد آہ بھری۔

"میں تمھیں کھلے دل سے دعوت دیتا ہوں علی۔" اولیو ہاورڈ پُرجوش لہجے میں بولا۔ "ابھی تو ہم دونوں ہی ان کے قیدی ہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں ان کے چنگل سے نکلنا نصیب بھی ہوگا یا نہیں لیکن اگر ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے تو میں تمھیں اسرائیل کے لیے کام کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"جو سلوک میرے ساتھ ہوا اس کا مجھے بھی بے حد قلق ہے۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "لیکن اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرح سے وفاداریاں تبدیل کرنا...؟"

"یہ سب مت سوچو علی! جتنا تم سوچو گے اتنا ہی تمھارے دماغ پر بوجھ پڑے گا۔ بس تم ہاں کر دو، باقی کام میرا ہے۔"

"یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے اولیو ہاورڈ!" میں نے ایک سرد آہ بھری۔ "مجھے بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔"

"میں تمھیں ایک تابناک مستقبل کی ضمانت دیتا ہوں۔ ماضی میں اسرائیل کو تمھاری وجہ سے جو نقصانات پہنچے ہیں، ان کے سلسلے میں تم سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔"

"بُرا نہ ماننا اولیو ہاورڈ! اگر میں تمھاری کسی بات پر یقین نہیں کرسکتا۔ تم نے خود کو اس قابل نہیں چھوڑا کہ تمھاری کسی بات پر اعتبار کیا جاسکے۔"

"وہ اور بات تھی علی! ہم ایک دوسرے کے حریف تھے۔ تم ہم میں شامل ہو جاؤ گے تو تمھیں کوئی شکایت نہیں رہے گی۔ تمھارے ساتھ کوئی وعدہ خلافی نہیں کی جائے گی۔"

"تم میرے سب سے بڑے دشمن ہو اولیو ہاورڈ! میں کیسے مان لوں کہ تم میرے لیے کوئی نیا جال نہیں بچھا رہے ہو۔"

"یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ماضی میں بھی کئی بار میں نے تمھیں اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی ہے۔ مگر ہر بار تم جذباتی ہو جاتے ہو۔"

"لیکن اس بار میں ذرا بھی جذباتی نہیں ہوا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں پورے ہوش و حواس کے ساتھ تمھاری اس دعوت کا تجزیہ کرنے میں مصروف ہوں۔"

"تجزیے وغیرہ کی مطلق ضرورت نہیں ہے علی! میں نے جو کچھ کہا ہے پورے خلوص سے کہا ہے۔"

"مصیبت یہ ہے کہ میرے پاس تمھارے خلوص کو پرکھنے کا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ فرض کرو تم مجھے جھانسا دے کر اسرائیلی حکام کے حوالے کر دیتے ہو۔ تمھارے پاس ایسا کرنے کا معقول جواز بھی موجود ہے۔ اس طرح تم اپنی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کر سکو گے۔"

"میرے لیے سب سے اہم چیز اسرائیل کا مفاد ہے۔ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ گے تو ہم میں ایک نئی طاقت پیدا ہو جائے گی اور میں دل و جان سے اسرائیل کو ناقابلِ شکست دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تمھارے لیے سب سے زیادہ اہم تمھاری اپنی ذات، تمھارا اپنا وقار ہے۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو ذاتی مفاد پر ملکی مفاد کو قربان کر دیتے ہیں۔"

"یہ مجھ پر بہت بڑا الزام ہے۔" اولیو ہاورڈ نے احتجاج کیا۔ "تمھاری طرح میں نے بھی اپنے ملک کے لیے اپنا سب کچھ وقف کر رکھا ہے۔"

"اگر میں مثال کے طور پر کی ہاورڈ کا تذکرہ کروں تو تم اپنی صفائی کیسے پیش کرو گے؟"

اولیو ہاورڈ کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ "اس وقت میں مجبور تھا علی! میرا پورا گھرانا تباہ ہو جاتا۔ میری اپاہج بیوی..."

"اس کے علاوہ" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "تمھیں یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیے کہ میں ایک پاکستانی ہوں۔ عرب مفادات کی طرح مجھے اپنے ملک کے مفادات بھی عزیز ہیں۔"

"میں تمھیں اس بات کی ضمانت دلواؤں گا کہ اسرائیل کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جس سے پاکستان کے مفادات پر ضرب پڑتی ہو۔"

"اس بات کی ضمانت کیسے فراہم کی جائے گی؟" میں نے اولیو ہاورڈ کو گھورا۔

"ہر اُس طریقے سے جس سے تم مطمئن ہو سکو۔" اولیو ہاورڈ نے تیزی سے کہا۔

"چھوڑو یار کیوں اپنے ساتھ میرا وقت بھی برباد کر رہے ہو۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "بات اس حد تک ہی اچھی لگتی ہے جس حد تک قابلِ یقین ہو۔"

"یہ زیادتی ہے علی!" اولیو ہاورڈ نے احتجاجی انداز میں کہا۔ "عجیب میں کہہ رہا ہوں کہ میں تمھیں ہر قسم کی ضمانت دلوانے کو تیار ہوں تو تم اس طرح بات کو اڑا کیوں رہے ہو؟"

"تم اپنے قد سے اونچی بات کر رہے ہو اولیو ہاورڈ! کیا حکومت اسرائیل سرزمینِ فلسطین پر اپنا ناجائز قبضہ ختم کرنے کو تیار ہو جائے گی؟"

"نہیں!" اولیو ہاورڈ نے بے ساختہ کہا۔

"تو پھر مجھے کوئی ضمانت کیسے فراہم کی جائے گی؟ میرے لیے تو یہی ضمانت ہے۔ اگر یہ ممکن ہے تو میں تمھارے ساتھ شامل ہونے کو تیار ہوں۔"

"تم بڑی ناممکن قسم کی باتیں کرتے ہو علی! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسرائیل اپنے وجود سے ہی دست بردار ہو جائے۔"

"تم بھی تو ایسی ہی ناممکن باتیں کرتے ہو اولیو ہاورڈ! فلسطین کے لیے کام کرنا میری شناخت ہے۔ تم مجھ سے میری شناخت چھین لینے کے درپے ہو۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے!"

اولیو ہاورڈ چپ ہو گیا۔ اس کے پاس کہنے کے لیے مزید کچھ نہیں رہ گیا تھا۔

"مجھ پر دو راتوں کی نیند اُدھار ہے اولیو ہاورڈ! میں تو سو رہا ہوں۔ چاہو تو تم بھی سو جاؤ۔" میں نے کہا اور لیٹ کر سو گیا۔

میری آنکھ کوئی چار گھنٹے کے بعد کھلی۔ کمرے میں موجود دوسرے بیڈ پر اولیو ہاورڈ بدستور سو رہا تھا۔ میں نے اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا اور باتھ روم گھس گیا۔

آدھے گھنٹے بعد میں نہا دھو کر تیار ہو چکا تھا۔ ابھی مجھے تیار ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور کرنل وحدت کمرے میں داخل ہوا۔

"اولیو ہاورڈ سو رہا ہے؟" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"ہاں، خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا ہے۔"

"تو تم میرے ساتھ آؤ۔ تم سے کچھ اہم باتیں کرنا ہیں۔"

کرنل وحدت مجھے ایک دوسرے کمرے میں لے گیا اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تمھاری فراہم کردہ اطلاع سو فیصد درست ثابت ہوئی!" کرنل وحدت نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔

"میں خود اس بارے میں جاننے کے لیے بے حد مضطرب تھا۔" میں نے کہا۔

"ہم نے ان پر کامیاب چھاپا مارا۔ تین یہودی ایجنٹ گرفتار ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ وسیع حیطۂ عمل والا ایک ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہوا۔"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے طویل سانس لی۔ "ورنہ تم یہی سمجھتے کہ میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔"

"تمھیں جھوٹا سمجھنا آسان نہیں ہے۔ ویسے بھی تم اتنا بے سروپا جھوٹ کیوں بولتے؟"

"ان یہودی ایجنٹوں سے کچھ معلومات بھی حاصل ہوئیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہم ان میں سے ایک کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئے اور ہمیں اس سے بڑی قیمتی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

"اور اگر کوئی حرج نہ ہو تو کیا تم مجھے ان معلومات سے آگاہ کر دو گے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" کرنل وحدت مسکرایا۔ "ریگستان کے اطراف میں کئی سرائے ہیں اور ہر سرائے میں یہودی ایجنٹ موجود ہیں۔ جب بھی کوئی قافلہ ریگستان کا رُخ کرتا ہے کسی نہ کسی سرائے سے ضرور گزرتا ہے اور وہاں موجود یہودی ایجنٹ ان سے معلومات حاصل کر کے ٹرانسمیٹر پر زوتسکی کو پہنچا دیتے ہیں۔ اطلاع ملتے ہی زوتسکی اپنے ساتھیوں سمیت قافلے والوں پر جا پڑتا تھا اور انھیں لُوٹ لیتا تھا۔"

"پھر تم نے ان یہودی ایجنٹوں کے لیے کیا کیا؟"

"سارے ایجنٹ گرفتار کیے جا چکے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی نہیں بچ سکا۔"

"گویا ایک بہت بڑی سازش کا پہلے ہی مرحلے پر قلع قمع ہو گیا؟"

"ہاں اور یہ سب کچھ تمھاری بدولت ہوا ہے۔ ہم پر تمھارے احسانات میں ایک احسان کا اور اضافہ ہو گیا۔"

"میرا کسی پر کوئی احسان نہیں ہے۔ یہودیوں کو کسی بھی محاذ پر شکست سے ہمکنار کر کے مجھے روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھاری شخصیت میں یہ تضاد کیوں ہے!"

"تضادات کے بغیر شخصیت کی تکمیل ناممکن ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس وقت تم کون سے تضاد کی بات کر رہے ہو؟"

"ایک طرف تو تم عربوں کے مفاد کے لیے بڑے سے بڑا کام کر گزرتے ہو۔ اور دوسری طرف ایک یہودی ایجنٹ کے لیے اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہو کہ اپنوں سے ٹکرانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔"

"یہ میری بدقسمتی ہے کرنل وحدت کہ میرا نکتۂ نظر دوسروں کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ لیکن تم کیوں پریشان ہو رہے ہو؟" میرا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ "تمھارے پاس تو وہ کیسٹ موجود ہے جسے بروقتِ ضرورت تم میرے خلاف استعمال کر سکو گے۔ تمھیں کس بات کی فکر ہے؟"

"میں اپنے فرائض کی بجا آوری کے لیے مجبور ہوں۔" کرنل وحدت نے خشک لہجے میں کہا۔ "جو بھی میری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کرے گا، مارا جائے گا۔"

"تمھارا جذبہ میرے لیے قابلِ فخر ہے کرنل وحدت! کاش اسلامی دنیا کے ہر سپاہی کی رگوں میں یہی جذبہ سرایت کر جائے۔"

"اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میری تعریفیں کرنے سے تمھیں کسی قسم کی رعایت مل جائے گی تو یہ تمھاری بھول ہے۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "تمھاری اس بات سے بھی مجھے خوشی ہوئی کرنل وحدت۔ بلاشبہ تم ایک ذہین آدمی ہو۔"

"اب تم مجھے پھنسنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تمھاری ذہانت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ میں تمھاری قید میں ہوں۔ دوسری بات یہ کہ زوتسکی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

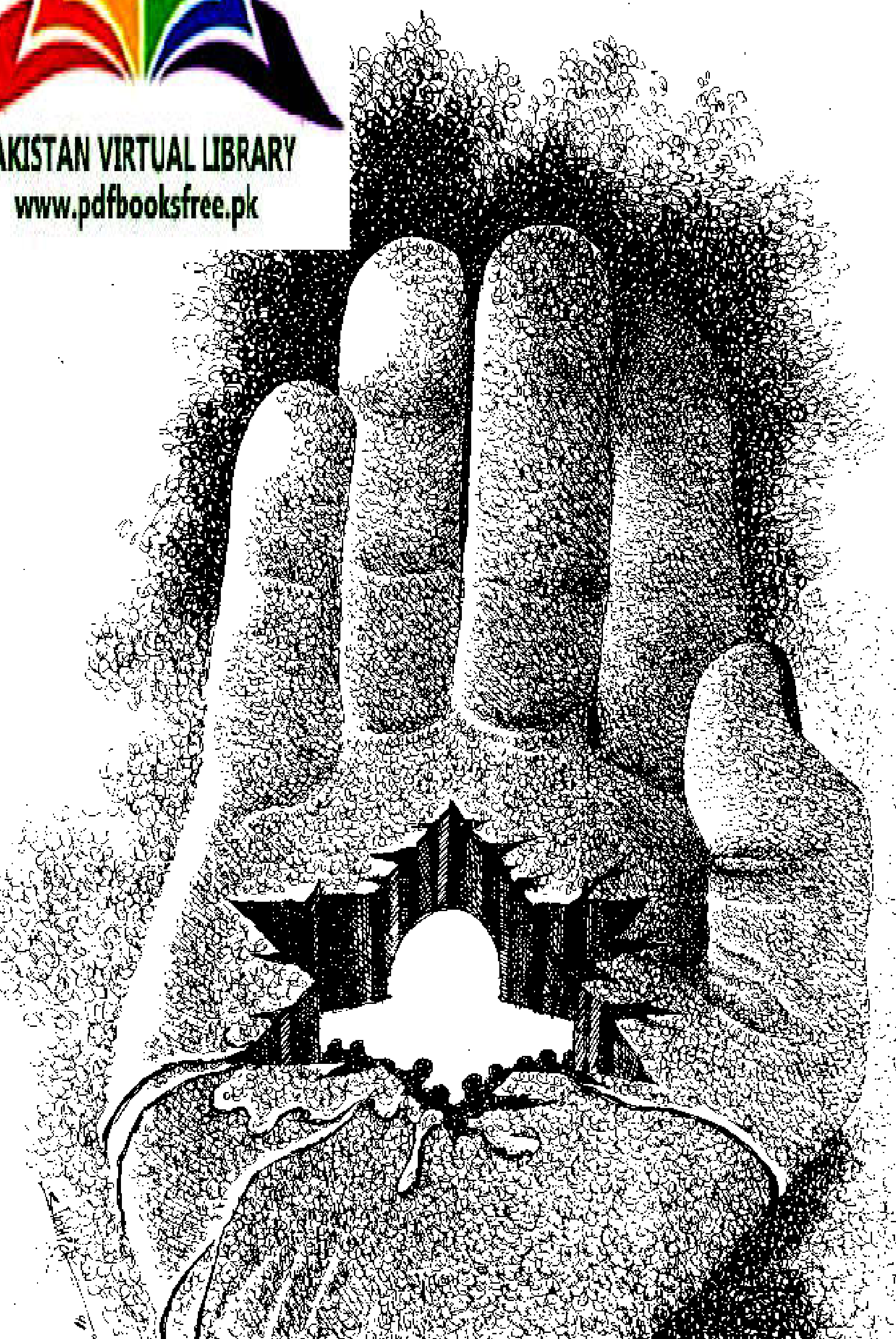

مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں، وہ میں نے تمھارے گوش گزار کر دی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ تم ان یہودی ایجنٹوں سے نمٹ سکو گے۔ اگر مجھے یقین نہ ہوتا تو میں تمھیں ان کی ہوا بھی نہ لگنے دیتا۔"

"تب تو وہ ایجنٹ فرار ہو سکتے تھے۔ انھیں فرار ہونے کے لیے بہت وقت مل جاتا۔"

"نہیں مل سکتا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں یہاں سے فرار ہو کے بذاتِ خود ان کی سرکوبی کرنے نکل کھڑا ہوتا۔"

کرنل وحدت نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "اس وہم میں مت رہنا۔ یہاں سے فرار ہونا ناممکنات میں سے ہے۔"

"اب تو خیر وقت ہی گزر گیا ورنہ تمھیں پتا چل جاتا کہ ناممکن کو ممکن بنانا علی یار خان کی ہابی ہے۔"

"اگر یہی بات ہے تو تم اب مجھے یہاں سے فرار ہو کے دکھا دو۔" کرنل وحدت نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔" میں بے پروائی سے بولا۔

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم بے پر کی ہانک رہے تھے۔"

"اس کا جواب تو وقت دے گا۔ جب تمھیں پتا چلے گا کہ میں اولیو ہاورڈ سمیت فرار ہو گیا ہوں تو تمھارے پاس سر پیٹنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہ جائے گا۔"

"تمھاری جگہ کوئی اور شخص مجھ سے اتنے توہین آمیز لہجے میں گفتگو کرتا تو میں اس کا دماغ درست کر چکا ہوتا۔"

"مجھے تمھاری توہین مقصود نہیں تھی۔ میں نے تو ایک حقیقت بتائی تھی۔ تمھیں بُرا لگا ہے تو میں معذرت کیے لیتا ہوں۔"

"جاؤ اولیو ہاورڈ کو لے کر کھانے کے کمرے میں آ جاؤ۔ ایک گھنٹے بعد ہم کھانا کھائیں گے اور اس کے فوراً بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ ہم کہاں کے لیے روانہ ہوں گے۔ ایک قیدی کی حیثیت سے مجھے ویسے بھی سوال کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

کمرے میں واپس پہنچا تو اولیو ہاورڈ اٹھ چکا تھا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے؟" اس نے مجھے دیکھتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

"مجھے کرنل وحدت نے بلوایا تھا۔" میں نے کہا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"ایک گھنٹے بعد ہم کھانا کھائیں گے اور اس کے بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"صرف یہ بتانے کے لیے بلایا تھا؟" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ بات تو کہلوائی بھی جا سکتی تھی۔"

"نہیں، وہ تمھارے سلسلے میں مجھ سے سودے بازی بھی کرنا چاہ رہا تھا۔" میں نے دانستہ جھوٹ بولا۔ میں یہ جھوٹ بولنے کے لیے مجبور تھا۔ ابھی مجھے اس کے ساتھ کچھ اور وقت بھی گزارنا تھا۔ اگر اسے یہ علم ہو جاتا کہ میری وجہ سے اس کا ترتیب دیا ہوا دہشت گردی کا مشن خراب ہو گیا ہے تو ممکن ہے، وہ سب کچھ بھول کر ایک بار پھر مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کر ڈالتا۔ لہٰذا میں نے اسے گوٹے پل پہنچنے تک بے خبر ہی رکھنا مناسب سمجھا۔

"کس قسم کی سودے بازی؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"اس نے مجھے کئی طرح کے لالچ دیے مگر میں اپنی بات پر اڑا رہا۔ اگر میں چاہتا تو اس وقت تمھیں بیچ دیتا۔"

"تو اب کیا پروگرام ہے؟"

"تم تیار ہو جاؤ تو کھانا کھانے چلیں۔ اس کے علاوہ اور کیا پروگرام ہو سکتا ہے۔"

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ ہمیں کہاں منتقل کیا جائے گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے کہا۔ "وہ جہاں بھی لے جائیں ہمیں جانا پڑے گا۔"

"میرا مطلب ہے اب ہمیں جہاں لے جایا جائے گا وہ یقیناً کوئی قید خانہ ہو گا۔"

"زیادہ امکان تو اسی بات کا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہاں سے فرار ہونا زیادہ مشکل نہیں ہو جائے گا؟"

"یہاں سے فرار ہونے کا خناس اپنے ذہن سے نکال دو اولیو ہاورڈ۔ کرنل وحدت نے میرے لیے جو جال بچھایا ہے میں اس میں پھنسنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"تم کسی واہمے کا شکار ہو گئے ہو۔ مجھے تو کوئی جال نظر نہیں آتا۔"

"کرنل وحدت چاہتا ہے کہ میں فرار ہونے کی کوشش کروں۔ اسی لیے اس نے ہم پر نگراں مسلط نہیں کیے لیکن مجھے یقین ہے کہ کچھ ایسے مسلح نگراں ضرور ہوں گے جنھیں یہ ہدایات دی گئی ہوں گی کہ اگر میں فرار ہونے کی کوشش کروں تو مجھے گولی مار دی جائے۔"

"تم اس کے قبضے میں ہو۔ وہ تمھیں ویسے بھی مار سکتا ہے، اسے اتنا لمبا چکر چلانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"وہ بہت سے لوگوں کو جواب دہ ہے اولیو ہاورڈ۔ اور اسے خاص طور پر ہدایات دی گئی ہیں کہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے میری زبان سے کہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں گی بعض باتیں ٹیپ کر لی تھیں تاکہ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچے تو اعلیٰ حکام کو ٹیپ سنوا کر اپنی پوزیشن صاف کر سکے۔ اس کی اس حرکت سے اس کی نیت کے فتور کا پتا چلتا ہے ورنہ اسے میری گفتگو ریکارڈ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یقیناً اس کے ذہن میں مجھے نقصان پہنچانے کا تصور موجود تھا۔ تبھی تو اس نے پیش بندی کے طور پر میرے خلاف ثبوت حاصل کیا۔"

"ممکن ہے اس نے محض احتیاطاً ہی ایسا کیا ہو۔ ورنہ وہ گفتگو ریکارڈ کرنے کے بعد اسے کچھ کرنا ہوتا تو اب تک کر گزرا ہوتا۔"

"وہ بہت ذہین ہے اولیو ہاورڈ۔ جانتا ہے کہ صرف میری گفتگو کا کیسٹ پیش کر کے وہ اپنی پوزیشن صاف نہیں کر سکے گا۔ میرے خلاف کارروائی کرنے کے لیے اسے اس گفتگو کے علاوہ بھی کسی مضبوط جواز کی ضرورت پڑے گی۔ نہ صرف مضبوط جواز بلکہ اسے گواہ بھی درکار ہوں گے۔ اسی لیے اس نے ظاہری طور پر میری نگرانی کے لیے لوگ مسلط نہیں کیے۔ اگر میں نے فرار ہونے کی کوشش کی ہوتی تو نہ صرف میں مارا جاتا بلکہ اسے میرے خلاف بہت سے گواہ بھی میسر آ جاتے۔ بے شک کرنل وحدت بہت ذہین ہے مگر میں بھی اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس کے کسی جال میں اتنی آسانی سے پھنس جاؤں گا۔"

اولیو ہاورڈ مجھے تحیرانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ "تمھاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس جال میں پھنسنے سے بچ نہیں سکتا تھا۔"

"حالانکہ یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"لیکن تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ ہمیں رہائی کیسے مل سکے گی؟"

"ایسی باتیں سوچی نہیں جاتیں۔ موقع کی تاک میں رہنا پڑتا ہے۔ جیسے ہی ہمیں پہلا موقع ملے گا ہم فرار ہونے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

اولیو ہاورڈ باتھ روم میں گھس گیا اور میں خیالات کے تانے بانے میں الجھ گیا۔ ذرا سی فرصت ملتے ہی تہذیب کی یادیں میرے ذہن پر حملہ آور ہونے لگی تھیں۔ وہی یادیں تو متاعِ حیات تھیں۔ تہذیب مجھ سے دور تھی مگر اس کی یادیں رگِ جاں کے قریب تھیں۔ آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہوئے بھی اس کا حسین سراپا میری آنکھوں کے سامنے گردش کرتا رہتا تھا۔ میں اس کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ وہ بھی میری تلاش میں سرگرداں ہو گی۔ میرے مقابلے میں اس کے وسائل بہت محدود تھے مگر وہ بہت باہمت تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ حوصلہ ہارنے والوں میں سے نہیں ہے۔ اس کی لگن سچی ہے۔ سچی، بے غرض اور بے لوث۔ اس جہانِ آب و گل میں کون کسی سے بے غرض ہو کے ملتا ہے۔ بے غرضیوں کی تہوں کے نیچے سے خود غرضیوں کے خوف ناک عفریت برآمد ہوتے ہیں۔ ذہنی ہم آہنگی یا تو میسر نہیں آتی اور یا پھر بے اعتباریوں کی نذر ہو جاتی ہے۔

میں خوش قسمت تھا کہ تہذیب کے ساتھ نہ صرف میری مکمل ذہنی ہم آہنگی تھی بلکہ ہمارے درمیان اعتبار کا جو رشتہ تھا وہ شاذ و نادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہوگا۔ ہمیں ایک دوسرے کی محبت پر کامل یقین تھا، لیکن افسوس یہ تھا کہ میں تہذیب تک پہنچنے کی کوئی مثبت جدوجہد نہیں کر پا رہا تھا۔ میری جان کو اتنے بکھیڑے لگے ہوئے تھے کہ ایک لمحے کی فرصت ملنا بھی محال ہو رہا تھا۔ ان بکھیڑوں سے ذرا فرصت ملتی تو میں تہذیب کی تلاش پر توجہ مرکوز کرتا۔

ایک گھنٹے بعد میں اور اولیو ہاورڈ کھانے کی میز پر پہنچے تو کرنل وحدت وہاں موجود تھا۔ کھانے کے دوران میں اولیو ہاورڈ اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکا اور کرنل وحدت سے وہی سوال کر ڈالا جو میں نے اس سے نہیں کیا تھا۔

"ہمیں یہاں سے کہاں لے جایا جائے گا؟"

کرنل وحدت کھانا کھاتے کھاتے رک گیا۔ "کیوں؟" اس نے اولیو ہاورڈ کو کڑے تیوروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔" اولیو ہاورڈ گڑبڑا گیا۔ "میں ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔"

"اپنی کھال میں رہو اولیو ہاورڈ۔" کرنل وحدت غرایا۔ "میرا نام کرنل وحدت ہے، علی یار خان نہیں ہے۔ میں تمھیں دومنٹ میں سیدھا کر کے رکھ دوں گا۔"

اولیو ہاورڈ کا ہاتھ بھی رک گیا۔ اس نے کرنل وحدت کو گھورتے ہوئے دیکھا۔ "مجھ سے اس لہجے میں بات کرنے کی جرأت تمھیں صرف اس وجہ سے ہوئی ہے کہ میں اس وقت تمھاری قید میں ہوں ورنہ تم جیسے بیسیوں کرنل مجھے سیلوٹ کرتے ہیں اور میں ان کی طرف توجہ بھی نہیں دیتا۔"

"واؤ! یوشٹ اپ۔" کرنل وحدت دہاڑا اور کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔ "تم میرے قیدی ہو اور میں تمھیں بتاؤں گا کہ ایک قیدی کو کس انداز میں گفتگو کرنا چاہیے۔"

میں دم بخود یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس صورت حال سے کیسے نمٹوں!

"میں تمھارا قیدی ضرور ہوں کرنل وحدت۔" اولیو ہاورڈ

نے کہا۔ وہ کسی صورت دبنے کے لیے تیار نظر نہیں آ رہا تھا۔ "لیکن مجھے قیدی بنانے میں تمھارا کوئی کمال نہیں ہے۔ تم نے بزدلوں کی طرح مجھے گرفتار کیا ہے۔ میں تو علی یار خان سمیت تمھاری حکومت کا مہمان تھا مگر تم نے تو آداب میزبانی تک کا خیال نہیں کیا۔"

کرنل وحدت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم کا سارا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آ گیا ہو۔ اولیو ہاورڈ نے اس کی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ کرنل وحدت نے جس طرح اولیو ہاورڈ کو گرفتار کیا تھا، وہ واقعی معیوب تھا اور شاید کرنل وحدت کو بھی اس بات کا احساس تھا۔

"اگر کوئی سانپ کسی کے گھر میں دھوکے سے داخل ہو جائے تو اس کی موجودگی کا علم ہوتے ہی اس کا سر کچلنا لازم ہو جاتا ہے۔" کرنل وحدت نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔ "خدا کی شان ہے کہ اب سانپ بھی مہمان ہونے کے دعوے دار ہونے لگے۔"

"اول تو میں سانپ نہیں انسان ہوں لیکن اگر تم ایک انسان کو سانپ سے تشبیہ دینے پر تل ہی گئے ہو تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ وہ سانپ ایک سپیرے کے قبضے میں تھا اور سپیرا نہ صرف تمھارا مہمان تھا بلکہ وہ تمھارا بہت بڑا محسن بھی تھا۔"

اولیو ہاورڈ کے دل نشیں پیرایۂ گفتگو نے مجھے شدید حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے اتنا خوبصورت اندازِ بیان بھی اپنا سکتا ہے۔ میں نے تو اسے ہمیشہ اکھڑ انسان کے روپ میں دیکھا تھا جو سیدھے سادے انداز میں اپنا مدعا بیان کر دیتا تھا۔

"میں تمھاری کھال کھنچوا کے اس میں بھس بھروا دوں گا۔" کرنل وحدت نے کہا۔ اس کا غصہ دیوانگی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔

"تم سے پہلے بھی ہزاروں لوگوں نے اپنے قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہوگا۔" اولیو ہاورڈ نے بڑے سکون سے کہا۔ "اگر تم بھی یہی کرو گے تو کوئی کمال نہیں کرو گے۔"

کرنل وحدت نے کھانے کی میز پر نصب ایک بٹن پر انگلی رکھ دی۔ "میں تمھیں ابھی بتاتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ زبان چلانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔" اس نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اولیو ہاورڈ پر کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پہلے ہی کی سے پرسکون انداز میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔

ابھی کرنل وحدت کو بٹن پر انگلی رکھے آدھا منٹ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ دروازہ کھلا اور دو مسلح فوجی کمرے میں گھس آئے۔

"اسے تیرہ نمبر میں لے چلو۔" کرنل وحدت نے اولیو ہاورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان دونوں فوجیوں سے کہا۔

"ایک منٹ، ذرا میری بات بھی سن لو۔" میں نے تیزی سے کہا۔

کرنل وحدت نے اولیو ہاورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے فوجیوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور میری طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"میں تم سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اولیو ہاورڈ پر نظر ڈال کے کہا۔

"آؤ۔" کرنل وحدت نے کہا اور کرسی سے اٹھ گیا۔ کمرے سے باہر راہداری میں آ کر وہ رک گیا۔ "ہاں، کہو کیا بات ہے؟"

"میں تم سے اولیو ہاورڈ کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے تم اس کی سفارش کرو گے۔" کرنل وحدت نے برا سا منہ بنایا۔

"ہرگز نہیں۔" میں جلدی سے بولا۔ "بلکہ میں خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں۔ اور اس کی طرف سے تمھیں ہوشیار کرنا چاہتا ہوں۔"

"خطرے کی بو؟" کرنل وحدت کے نتھنے پھولنے اور پچکنے لگے۔ "وہ میری قید میں ہے اور یہ ملٹری انٹیلی جنس کی عمارت ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتا۔"

"یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" کرنل وحدت نے مجھے گھورا۔

"جیسے ہی اسے یہ علم ہوا کہ ہم یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں اس نے تم سے ایسی گفتگو شروع کر دی جس کے نتیجے میں تم مشتعل ہو گئے۔"

کرنل وحدت کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئیں۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ "لیکن ہماری روانگی کی تاخیر سے اسے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟"

"اگر یہ بات مجھے معلوم ہوتی تو پہلے ہی تمھیں بتا چکا ہوتا لیکن میرا اندازہ ہے کہ اسے توقع ہے کہ یہاں اسے کسی قسم کی مدد مل جائے گی۔"

"مدد مل جائے گی؟" کرنل وحدت نے الجھے ہوئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انداز میں میرے الفاظ دُہرائے۔

"یہ ممکن ہے کہ اس نے کسی ذریعے سے یہودی ایجنٹوں سے رابطہ قائم کر لیا ہو اور وہ اس کی مدد کو پہنچنے والے ہوں۔"

"رابطہ قائم کرنا ناممکن ہے۔ وہ ہماری قید میں ہے اور اس کی ایک ایک حرکت پر ہماری نظر ہے۔"

"میں ان سب باتوں کا ذمّے دار نہیں ہوں۔" میں نے جھنجلا کے کہا۔ "میں نے تمھیں اپنے خدشات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اب تمھاری مرضی، جو چاہو کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمھاری بات مان لیتا ہوں لیکن اس کے باوجود ایک الجھن باقی رہ جاتی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"تم تو اس کے بہت بڑے ہمدرد ہو۔ اس کی رہائی کے خواہاں ہو پھر تم اس کے خلاف کیوں بول رہے ہو؟"

"تم حد سے زیادہ غلط فہمیوں کا شکار ہو کرنل وحدت! میں اس کا ہمدرد ہرگز نہیں ہوں، البتہ اس کی رہائی کا خواہاں ضرور ہوں لیکن میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ وہ یہودی ایجنٹوں کے ذریعے رہائی پائے۔ میں تو صرف اپنا وعدہ پورا کرنے کی خاطر اسے رہا کرانا چاہتا ہوں۔"

"بات تو ایک ہی ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اسے کس ذریعے سے رہائی ملتی ہے۔"

"فی الحال میں اسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر خدانخواستہ یہودی ایجنٹ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو مجھے بڑا قلق ہو گا۔ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں، یہودیوں کی ناکامیوں پر مجھے روحانی مسرت کا احساس ہوتا ہے۔"

"یہودی ایجنٹوں کا تصور بڑا بعید از امکان ہے لیکن خیر، فی الحال میں اسے چھوڑے دیتا ہوں۔ منزلِ مقصود پر پہنچ کر اس سے نمٹوں گا۔"

"یہ عقل مندی والی بات ہوئی۔" میں نے کہا۔

ہم دونوں کمرے میں واپس آئے تو اولیو ہاورڈ بدستور کھانے میں مصروف تھا۔ دو فوجی اس کے سر پر مسلط تھے مگر اسے ان کی ذرہ برابر بھی پروا معلوم نہیں ہو رہی تھی۔

"تم لوگ جاؤ۔" کرنل وحدت نے فوجیوں سے کہا۔ "ضرورت پڑی تو بلا لوں گا۔"

دونوں فوجی سیلوٹ کر کے کمرے سے چلے گئے۔

کھانا ختم ہونے کے بعد کرنل وحدت نے ہمیں باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ عمارت کے احاطے میں ایک بند گاڑی ہماری منتظر تھی۔

کرنل وحدت کے اشارے پر ہم دونوں گاڑی کے عقبی حصّے میں بیٹھ گئے۔ میرے اور اولیو ہارڈ کے علاوہ وین کے عقبی حصّے میں چار مسلح محافظ بھی موجود تھے۔

وین میں بیٹھنے کے تھوڑی ہی دیر بعد وین ہمیں لے کر نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

"تم انتہائی احمق آدمی ہو اولیو ہاورڈ!" میں نے غصیلے لہجے میں اولیو ہاورڈ کو مخاطب کیا۔

"کیا بات ہو گئی؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"کرنل وحدت کو غصہ دلانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں کوئی غلط بات تو نہیں کر رہا تھا۔ اسے غصہ آ گیا تو میں کیا کروں۔"

"جواب میں اگر وہ تمھاری چمڑی اتار دیتا تو میں کیا کر لیتا!" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"مجھ سے زیادہ تمھیں کون جانے گا۔" اولیو ہاورڈ نے ڈھٹائی سے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ تم کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور کر لو گے۔"

میں اولیو ہاورڈ کو گھور کر رہ گیا۔ اس سے کچھ کہنا سُننا فضول تھا۔ چاروں محافظ بے تعلقانہ انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔

گاڑی کو روانہ ہوئے آدھا گھنٹا ہو چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ گاڑی شہر سے باہر نکل چکی ہو گی۔ میں نے کن انکھیوں سے چاروں محافظوں کا جائزہ لیا۔ وہ ہماری طرف سے مطمئن تھے اور ان کی توجہ ہماری طرف تھی بھی نہیں۔ شاید ان کے خیال میں اس گاڑی سے فرار ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہو گا۔ میں نے خود کو ایکشن کے لیے تیار کیا اور میرے جسم کے عضلات سخت ہونا شروع ہو گئے۔ میں موقع کا منتظر تھا۔

ذرا ہی دیر بعد مجھے مطلوبہ موقع بھی مل گیا۔ وین کو دھچکا لگا تھا۔ شاید سڑک پر کوئی گڑھا تھا جس کی وجہ سے وین کو دھچکا لگا تھا۔ دھچکا لگنے سے چاروں محافظ اور اولیو ہاورڈ اِدھر اُدھر لڑکھڑائے مگر میں نے اپنا توازن برقرار رکھا۔ نہ صرف توازن برقرار رکھا بلکہ میرے دونوں بازو اپنے دائیں بائیں براجمان محافظوں کی گردنوں میں حائل ہوئے اور چشم زدن میں میں نے ان کے سر آپس میں ٹکرا دیے۔ اس کام سے فارغ ہوتے ہی میں نے برق رفتاری سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے دونوں محافظوں پر حملہ کر دیا۔ میرے دونوں ہاتھ ان دونوں کی گردنوں پر جم گئے تھے۔ وہ کسمسائے اور انھوں نے میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر میری انگلیاں ان کی گردن کی خاص نسوں پر دباؤ ڈال رہی تھیں۔ چند سیکنڈ کے اندر

اندر انھوں نے بھی اپنے سر ڈال دیے۔

میں ہاتھ جھاڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اولیو ہاورڈ مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اُٹھ کر وین کے دروازے تک گیا اور دروازہ کھول دیا۔ میرا اندازہ درست تھا، وین اس وقت شہر سے باہر کسی ویران سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ سڑک کے دونوں جانب لہلہاتے کھیت دکھائی دے رہے تھے۔

"ہمیں چلتی وین سے چھلانگ لگانا ہو گی۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف مڑ کر کہا۔

"ہمارا کچومر بن جائے گا، اگر اتنی رفتار پر چلتی ہوئی وین سے چھلانگ لگائی۔" اولیو ہاورڈ نے بوکھلا کر کہا۔ "ہڈیوں تک کا پتا نہیں چلے گا۔"

"ہم وین کی رفتار کم ہونے کا انتظار کریں گے۔" میں نے کہا۔ "جیسے ہی رفتار کم ہوئی، میں چھلانگ لگا دوں گا۔ اس کے بعد تمھاری مرضی ہے، تو چھلانگ لگانا ورنہ نہیں۔ میں بہرحال یہ موقع ضائع نہیں کر سکتا۔ اگر تم نے میرے بعد چھلانگ نہ لگائی تو میں اپنے راستے پر چل پڑوں گا۔"

اولیو ہاورڈ نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔ وہ وین سے چھلانگ لگانے کے لیے مجبور تھا۔ اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وین سے چھلانگ لگانے میں وقتی خطرہ تو تھا لیکن اس کے بعد وہ مستقلاً محفوظ ہو جاتا جبکہ وہ لوگ اس سے ذرا بھی رعایت نہ برتتے۔

وین کی رفتار سست ہونے لگی تھی۔ شاید کوئی موڑ قریب آ رہا تھا۔ میں انتظار کرنے لگا۔ پھر جیسے ہی وین موڑ پر گھومنے لگی، میں نے وین سے باہر چھلانگ لگا دی۔ میں نے خاص انداز سے چھلانگ لگائی تھی، اس لیے مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی۔ کئی قلابازیاں کھانے کے بعد میں اچھل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور پلٹ کر اس طرف دیکھنے لگا جدھر وین گئی تھی۔ مجھے اولیو ہاورڈ دکھائی دے گیا۔ اس نے بھی وین سے چھلانگ لگا دی تھی۔ میں دوڑتا ہوا اولیو ہاورڈ کے نزدیک پہنچ گیا۔

"اٹھو اولیو ہاورڈ۔" اس کے قریب پہنچ کر میں نے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ وہ سڑک پر اوندھے منہ پڑا تھا۔

اولیو ہاورڈ نے سر اٹھا کر چندھیائی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا۔ "مجھے شاید چوٹ آ گئی ہے۔" اس نے مدھم آواز میں کہا۔

"اٹھنے کی کوشش کرو۔" میں نے اسے سہارا دیتے ہوئے کہا۔ "یہاں کسی بھی وقت کوئی گاڑی آ سکتی ہے۔ ہم مشکوک حالت میں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔"

اولیو ہاورڈ میرا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ میری نظریں سڑک پر بھٹک رہی تھیں مگر خیریت ہوئی کہ اس وقت کوئی گاڑی وہاں سے نہیں گزری۔ اولیو ہاورڈ نے چلنے کی کوشش کی تو مجھے اس کی چال میں خفیف سی لنگڑاہٹ محسوس ہوئی۔ "گھٹنے کی ہڈی میں چوٹ لگی ہے۔" اولیو ہاورڈ کراہا۔

"معمولی چوٹ ہے اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "کچھ دور چلو گے تو تکلیف میں کمی ہو جائے گی۔"

میں اولیو ہاورڈ کو سڑک سے نیچے اتار لے گیا۔ کھیتوں کے درمیان پہنچ کر میں نے سکون کا سانس لیا۔ ہم وقتی طور پر تو محفوظ ہو گئے تھے۔ ان کھیتوں کے درمیان ہمیں ملٹری انٹیلی جنس کا باپ بھی تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ اولیو ہاورڈ کی چال بھی معمول پر آ گئی تھی۔

"اب ہم کس طرف جائیں گے علی؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"ہماری سب سے پہلی کوشش تو یہ ہو گی کہ ہم سڑک سے جتنی دور ممکن ہو سکے نکل جائیں۔ اس کے بعد حالات دیکھ کر کوئی قدم اٹھائیں گے۔"

کھیتوں کے درمیان پگڈنڈیوں پر ہم تقریباً ایک گھنٹے تک سڑک کی مخالف سمت میں چلتے رہے۔ اس دوران کئی کسان نظر آئے، مگر انھوں نے ہماری جانب کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ ایک گھنٹے کے بعد ایک قصبے کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے۔

"پتا نہیں اس قصبے کا نام کیا ہو گا؟" اولیو ہاورڈ حسبِ عادت بڑبڑایا۔

اس کی بات نے مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا۔ "کیا تمھیں یہاں کسی سے خط و کتابت کرنا ہے؟"

"نن... نہیں لیکن معلومات اچھی چیز ہوتی ہے۔ اگر ہمیں یہ پتا چل جائے تو حرج ہی کیا ہے؟"

"تم عجیب آدمی ہو اولیو ہاورڈ! بجائے یہاں سے نکلنے کی فکر کرنے کے اس جگہ کا نام معلوم کرنے کے چکر میں ہو۔ جاؤ کسی سے پوچھ لو تاکہ ملٹری انٹیلی جنس والوں کے لیے کوئی سراغ تو رہے۔ انھیں معلوم ہو جائے کہ یہاں دو اجنبی آئے تھے جنھیں اس جگہ کا نام تک معلوم نہیں تھا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہمیں یہ غلطی نہیں کرنا چاہیے۔"

میرا موڈ خراب ہو گیا تھا مگر میں نے اولیو ہاورڈ سے مزید کچھ نہیں کہا۔ ہم قصبے کی گلیوں سے گزرتے ہوئے قصبے کی مرکزی شاہراہ تک پہنچ گئے۔ وہاں ایک ہوٹل کے علاوہ چند دکانیں بھی تھیں۔ اور خاصی چہل پہل نظر آ رہی تھی۔ سب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے زیادہ خوشی مجھے اس بس کو دیکھ کر ہوئی جو ہوٹل کے سامنے کھڑی تھی۔ یہ ہائی وے پر چلنے والی بس تھی اور اس پر کئی جگہوں کے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ یہاں سے کوئی بس بھی مل سکے گی۔ میرا دل خوشی سے بلّیوں اچھلنے لگا۔
"کام بن گیا اولیو ہاورڈ!" میں نے اولیو ہاورڈ کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ "اس بس کے ذریعے ہم یہاں سے بہ آسانی نکل جائیں گے۔"
"ہاں لیکن کرایہ ادا کرنے کے لیے رقم نہ تمہارے پاس ہے اور نہ ہی میرے پاس کچھ ہے۔ پھر ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے؟"
"تم چل کر بس میں بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا اور ایک دکان کی طرف بڑھ گیا۔ رقم کا مسئلہ واقعی بہت سنگین تھا اور فوری طور پر رقم کا بندوبست کرنے کے لیے میں ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرنے کے لیے مجبور تھا۔
بس سے اُترتے ہوئے مسافر ہوٹل کے باہر چوبی سائبان تلے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے قہوے کی چسکیاں لگا کر تازہ دم ہو رہے تھے۔ ان سے میرا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا۔ میری نگاہیں کسی ایسے شخص کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں جو میرا مسئلہ حل کر سکتا۔
ذرا ہی دیر بعد مجھے اپنا مطلوبہ شخص نظر آ گیا۔ وہ ایک فربہ اندام شخص تھا جو نیلے رنگ کی ایک مرسڈیز سے اتر کر ایک دکان میں داخل ہو رہا تھا۔ میں نے اس پر نگاہ رکھی۔ دُکان میں داخل ہو کر اس نے چند اشیا خریدیں اور ادائیگی کرنے کے لیے جیب سے پرس نکالا۔ اس کا بٹوا ریالوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں بظاہر دکان کے شوکیس میں رکھی اشیا دیکھ رہا تھا مگر میری تمام تر توجہ اس شخص کی طرف تھی۔ رقم ادا کرنے کے بعد اس نے بٹوا جیب میں رکھا اور واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ میں ٹہلتا ہوا دُکان کے دروازے کی طرف بڑھا اور عین اسی وقت جب وہ دکان کے دروازے سے باہر نکل رہا تھا، میں دکان کے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اس کے برابر سے گزرتے ہوئے میں نے بڑی صفائی سے اس کی جیب سے اس کا بٹوا اڑا لیا ——— اس شخص کو احساس بھی نہ ہو سکا کہ اس کے ساتھ کیا سانحہ گزر گیا ہے۔
دکان میں داخل ہونے کے بعد میں نے دکاندار سے چند ایسی اشیا کے بارے میں دریافت کیا جن کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ دکان میں موجود نہیں ہوں گی۔ دکاندار سے انکار سن کر میں مایوسی کا اظہار کرتا ہوا دکان سے باہر نکل آیا۔
مرسڈیز جا چکی تھی۔ میں تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا بس میں سوار ہو گیا۔
"تم کیا کرنے گئے تھے؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے دیکھتے ہی سوال کیا۔
"ایک شناسا چہرہ نظر آ گیا تھا۔" میں نے اولیو ہاورڈ کے برابر سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس سے سلام دعا کرنے رک گیا تھا۔"
"شناسا چہرہ؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر مجھے گھورا۔ "یہاں تمھیں کون شناسا مل گیا تھا؟"
"ہے ایک پرانا واقف کار۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ "اس نے اس قصبے میں دکان کھول رکھی ہے۔"
"تب تو تمھیں اس سے نہیں ملنا چاہیے تھا۔" اولیو ہاورڈ نے تشویش سے کہا۔ "اگر یہاں پوچھ گچھ ہوئی تو انھیں پتا چل جائے گا۔"
"وہ مجھے کسی اور حیثیت سے جانتا ہے۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"لیکن ہم ٹکٹ کیسے لیں گے۔ رقم کا تو کوئی بندوبست نہیں ہوا ہوگا؟"
"دیکھتے جاؤ۔ ممکن ہے کنڈیکٹر سے بھی کوئی جان پہچان نکل آئے۔"
اولیو ہاورڈ نے مجھے عجیب سی نظروں سے گھورا مگر پھر کوئی سوال کیے بغیر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔
چند ہی منٹ بعد سارے مسافر بس میں سوار ہو گئے اور بس روانہ ہو گئی۔ جیسے ہی بس آبادی سے باہر نکلی، میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بٹوے میں سے رقم نکالی اور خالی بٹوا دوسروں کی نگاہ بچا کر بس کی کھڑکی سے باہر اچھال دیا۔ تھوڑی دیر بعد کنڈیکٹر ٹکٹ لینے میرے پاس آیا تو میں نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کے حوالے کیا اور آخری اسٹاپ کے دو ٹکٹ طلب کیے۔ کنڈیکٹر نے ٹکٹ کے پیسے کاٹ کر باقی رقم مجھے واپس کر دی۔
"تمھارے پاس رقم کہاں سے آئی؟" کنڈیکٹر کے آگے بڑھنے کے بعد اولیو ہاورڈ نے دھیمی آواز میں مجھ سے پوچھا۔
"اسی دکاندار سے قرض لی تھی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن اب رقم کی واپسی کی فکر دامن گیر ہونے لگی ہے۔"
اولیو ہاورڈ کی نگاہوں سے بے اعتباری جھلک رہی تھی۔ "تم بتانا نہیں چاہتے۔" اس نے کہا۔
"یہی سمجھ لو۔" میں نے کاندھے اُچکائے اور کھڑکی سے

باہر دیکھنے لگا۔ بس سرسبز و شاداب کھیتوں کے درمیان دوڑ رہی تھی۔ سڑک کے دونوں جانب لہلہاتے ہوئے کھیتوں کے سلسلے تھے۔ مگر جلد ہی کھیتوں کے یہ سلسلے معدوم ہو گئے اور ان کی جگہ چٹیل میدانوں نے لے لی۔ کھیتوں کے سلسلے ختم ہوتے ہی گرمی اپنی پوری شدت سے حملہ آور ہوئی تھی۔
کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد بس ایک قصبے میں رُکی۔ مجھے یقین تھا کہ ہم کرنل وحدت کے آدمیوں کو جُل دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔
دس منٹ بعد بس دوبارہ روانہ ہو گئی۔ میرے کان حاضر مسافروں کی گفتگو پر لگے ہوئے تھے۔ ان کی باتوں سے مجھے پتا چلا کہ دو گھنٹے بعد بس ایک چھوٹے سے شہر میں رکے گی۔ اس کے بعد تین گھنٹے کا مزید سفر ہوگا اور ہم اس بڑے شہر پہنچ جائیں گے جس کے لیے ہم روانہ ہوئے تھے۔
سفر پُرسکون گزر رہا تھا۔ اگلے اسٹاپ پر بس پندرہ منٹ کے قریب رُکی اور جب وہاں سے روانہ ہوئی تو سورج غروب ہونے ہی والا تھا۔ وہاں سے روانہ ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد بس مرکزی ہائی وے پر پہنچ گئی۔ ہائی وے پر ٹریفک اچھی خاصی تعداد میں رواں دواں تھا۔
ابھی سفر کے اس آخری مرحلے کو پورا ہونے میں پندرہ بیس منٹ باقی تھے کہ بس کی رفتار سست ہونا شروع ہو گئی۔ قبل از وقت بس کی رفتار سست ہونے پر سارے مسافروں میں بے چینی پھیل گئی۔ لوگ سیٹوں سے کھڑے ہو ہو کر باہر دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔
"شہر آ گیا کیا؟" اولیو ہاورڈ نے مجھ سے سرگوشی میں پوچھا۔
"باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں ویرانے کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا ———" میں نے جواب دیا۔
"تو یہ بس کیوں رُک رہی ہے؟"
"کسی سے معلوم کرنا پڑے گا۔" میں نے کہا اور کھڑکی سے سر باہر نکال کر دیکھنے لگا لیکن مجھے اس کے سوا کچھ نظر نہیں آ سکا کہ دور تک گاڑیاں رُکی کھڑی ہیں۔
تھوڑی دیر بعد بس رُک گئی۔ بس کے دیگر مسافر تجسس اور الجھن کا شکار تھے جب کہ میں تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ بس کا اس طرح رکنا خلافِ معمول تھا جس کا اندازہ لوگوں کی گفتگو سے بہ آسانی لگایا جا سکتا تھا۔ بس کا ڈرائیور اور کنڈیکٹر بھی حیران تھے کہ ٹریفک اس طرح جام کیوں ہو گیا ہے۔
سب سے پہلے کنڈیکٹر بس سے اتر کر آگے گیا اور دریافتِ حال کے بعد چند ہی منٹ میں واپس آ گیا۔
اس نے اطلاع دی تھی کہ آگے فوجیوں نے رکاوٹ کھڑی کر کے ہائی وے کو بلاک کر رکھا ہے اور کسی بھی گاڑی کو چیکنگ کے بغیر شہر میں داخل نہیں ہونے دے رہے۔
"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" میں بڑبڑایا۔
"اب کیا ہوگا؟" اولیو ہاورڈ نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔
"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا، ورنہ یہ بس تو ہمارے لیے چوہے دان بن جائے گی۔" میں نے آہستہ آواز میں کہا۔ پھر بلند آواز میں بولا۔ "آؤ ذرا نیچے چل کر دیکھتے ہیں کہ کیا ماجرا ہے؟"
بہت سے مسافر بس سے نیچے اتر کر کھڑے ہو گئے تھے، اس لیے کسی نے ہم پر توجہ نہیں دی۔ میں سخت تشویش میں مبتلا تھا۔ کرنل وحدت نے میری توقع سے کہیں بڑھ کر مستعدی کا مظاہرہ کیا تھا۔ تاہم میرے لیے یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا کہ اس نے ہماری تلاش کا دائرہ ملک کے کتنے شہروں تک وسیع کر رکھا ہے۔
بس سے اتر کر ہم ٹہلتے ہوئے ایک جانب بڑھے اور کچھ دور جا کر ہم نے سڑک پار کر لی۔ سڑک کے دونوں طرف ویرانہ بکھرا ہوا تھا جہاں مکمل تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ سڑک پر چلنے والی اور رُکی ہوئی گاڑیوں کی روشن ہیڈ لائٹس کی وجہ سے سڑک کے قرب و جوار کا کچھ حصہ روشنیوں کی زد میں تھا لیکن اس کے بعد اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔
"تیز چلو اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔ "جس قدر جلد ممکن ہو سکے، سڑک سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا ہے۔"
ہم کوئی آدھے گھنٹے تک سڑک کے مخالف سمت چلتے رہے، تب کہیں جا کر سڑک پر نظر آنے والی ہیڈ لائٹس کی روشنیاں نظروں سے اوجھل ہوئیں۔ وہاں سے ہم شہر جانے والی سمت مُڑ گئے۔
"کیا خیال ہے، اب فوجی تو ہم تک نہیں پہنچ سکتے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔
"کیا کہا جا سکتا ہے اولیو ہاورڈ! ممکن ہے شہر میں بھی ہماری

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے
نک ویلوٹ کی چوریاں
ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تلاش جاری ہو۔"

"ان لوگوں نے حیران کن کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مجھے ان سے توقع نہیں تھی کہ یہ اب ہم تک پہنچ سکیں گے۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، یہ صرف اور صرف کرنل وحدت کی ذہانت ہے۔ وہ غیر معمولی حد تک ذہین ہے۔"

اولیو ہاورڈ کچھ نہیں بولا۔ تاریکی میں ہمارا سفر جاری رہا۔ ہمارے چلنے کی رفتار بہت سست تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے میدان میں اُگی ہوئی جھاڑیاں نظر نہیں آرہی تھیں اور ان سے بچ کر چلنا بھی ضروری تھا۔ ورنہ شہر میں پہنچنے سے پہلے ہماری آؤ بھگت شروع ہو جاتی۔

ایک گھنٹے کے سست اور اکتا دینے والے سفر کے بعد آبادی کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے۔ بہت دور کچھ ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں دکھائی دی تھیں۔

"روشنیاں نظر آرہی ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔ "ہم آبادی کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں اولیو ہاورڈ! لیکن آبادی میں پہنچ کر ہمیں بہت سے مزید مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"وہ بعد کی بات ہے علی! پہلے ہم ایک مصیبت سے تو نکلیں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اس مصیبت میں ہم نسبتاً محفوظ ہیں۔ خدا جانے آگے کتنی مشکلات ہماری منتظر ہوں۔"

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ آبادی تک پہنچنے سے قبل ہی اگلی مصیبت ہمارے سامنے آگئی۔ وہ آوارہ کتوں کا غول تھا جس نے ہمیں دیکھتے ہی بھونکنا شروع کر دیا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے انھیں بھگانے کے لیے زمین پر سے پتھر اٹھایا۔

"کیا حماقت کر رہے ہو اولیو ہاورڈ!" میں نے اولیو ہاورڈ کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے دور نکل چلو۔ اس طرف سے ہم آبادی میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ دیکھ نہیں رہے، یہ کچی آبادی والا علاقہ ہے۔ کتوں کی آوازیں سن کر لوگ جمع ہو جائیں گے اور ہمارے لیے مزید مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

"میں ان کتوں کو تو بھگا دوں تاکہ ہم یہاں سے نکل سکیں ورنہ یہ ہمارا پیچھا کہاں چھوڑیں گے؟"

"اگر تم نے ان پر ایک پتھر بھی پھینک دیا تو پھر یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو دوسری طرف دھکیلا۔ کتوں نے بھونک بھونک کر آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ کچی آبادی کے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ہمیں ان کے ہیولے بھی نظر آرہے تھے اور باتیں کرنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں لیکن درمیانی فاصلہ کافی تھا اور ہم بہت تاریکی میں تھے اس لیے وہ لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکے۔ کتے کچھ دور تک بھونکتے ہوئے ہمارے پیچھے آئے پھر ایک ایک کر کے واپس چلے گئے۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا کہ ہم آبادی میں داخل نہیں ہو سکے۔" اولیو ہاورڈ بڑبڑایا۔

"ہم غلط سمت میں نکل آئے تھے۔ کچی آبادی والے علاقوں میں عموماً کتوں کی بہتات ہوتی ہے۔ اب کسی مناسب مقام سے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔"

کافی دیر چلنے کے بعد پکے مکانوں والا علاقہ شروع ہوا۔ ہم محتاط انداز میں چلتے ہوئے آبادی میں داخل ہوئے۔ یہاں کتے نہیں تھے۔ سڑکوں پر بھی سناٹا تھا۔

"یہ شہر بھی ہمارے لیے اجنبی ہے۔ ہم کہاں جائیں گے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"میں تو تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ آبادی میں پہنچ کر ہمیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔" میں نے کہا اور اچانک اولیو ہاورڈ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتا ہوا ایک گلی میں گھس گیا۔

"کیا ہوا، کیا بات ہوگئی؟" اولیو ہاورڈ بوکھلا گیا۔

"شش۔" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور جھانک کر دیکھنے لگا۔

"کچھ بتاؤ تو سہی کیا بات ہے؟" اولیو ہاورڈ نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"نکڑ پر دو افراد موجود ہیں۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو بتایا۔

"دو افراد ہیں تو کیا ہوا؟" اولیو ہاورڈ بولا۔ "کیا فوجی ہیں؟"

"نہیں، وہ سادہ لباس میں ہیں۔"

"تو اس طرح چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ شہر ہے، ویرانہ تو نہیں ہے۔ یہاں لوگ تو ہوں گے۔"

"ان لوگوں کا انداز کچھ پُراسرار سا ہے۔" میں نے کہا۔

"یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ یہاں کی نگرانی کر رہے ہوں۔"

"اوہ... لیکن تم نے انھیں دیکھا کیسے؟ میری تو ان پر نظر نہیں پڑ سکی تھی۔"

"بس اضطراری طور پر مجھ سے یہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ میری نگاہ اس وقت چوراہے کی طرف ہی تھی۔ چوراہے پر نصب کسی بلب کی روشنی کی وجہ سے مجھے ان کے سائے نظر آئے اور میں اضطراری طور پر تمھیں اس گلی میں کھینچ لایا۔"

"تو کیا وہ لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اگر ان کی نگاہ ہم پر پڑ گئی ہوتی تو ہم یوں سکون سے یہاں نہ کھڑے ہوتے۔"

"کیا وہ لوگ اب بھی چوراہے پر موجود ہیں؟"

"نہیں، وہ ٹہلتے ہوئے دوسری سمت نکل گئے ہیں۔"

"تو اب یہاں کھڑے رہنے کا کیا جواز ہے؟ آؤ نکل چلیں۔"

"ہم اس طرف سے نکلے تو لازمی طور پر دھر لیے جائیں گے۔ وہ لوگ تاک میں ہوں گے۔"

"اسی طرف سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے ہم سے الجھنے کی کوشش کی تو وہ دو ہی تو ہیں۔ ہم ان سے بہ آسانی نمٹ سکیں گے۔"

"اگر میرا اندازہ درست ہے تو وہ دونوں تنہا نہیں ہوں گے۔ اطراف میں ان کے بہت سے ساتھی بکھرے ہوئے ہوں گے۔"

"ممکن ہے یہ محض تمھارا واہمہ ہو۔ کیا ضروری ہے کہ وہ لوگ ہماری ہی تلاش میں ہوں؟"

"انھیں ہماری ہی تلاش ہے اولیو ہاورڈ۔ کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کرنل وحدت مجھے ان لوگوں میں سے محسوس ہوتا ہے جو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جانے والی فطرت کے مالک ہوتے ہیں۔"

"یہ تو بڑی تشویش ناک بات ہے۔ پھر اب ہم کیا کریں گے؟"

"ہر قدم بہت پھونک پھونک کر اٹھانا ہوگا۔ اس وقت ہم ایک عقبی گلی میں ہیں۔ اس گلی کے دوسرے سرے سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

عقبی گلی کی تاریکی میں میں اور اولیو ہاورڈ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے چلتے رہے۔ اس علاقے کے لوگ جلدی سو جانے کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ مکانات میں بھی اندھیرا تھا۔ کوئی کوئی کھڑکی البتہ روشن نظر آجاتی تھی۔

گلی کے اختتام پر رک کر میں نے ذرا سا سر باہر نکال کر جھانکا۔ سائیڈ اسٹریٹ سکوت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ سڑک پر سے اکا دکا گاڑیاں گزرتی نظر آئیں۔ اولیو ہاورڈ بھی میرے برابر آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے بھی جھانک کر چوراہے کی جانب دیکھا۔ وہاں کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔

"میں نے کہا تھا ناں کہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا وہ محض تمھارا وہم تھا۔" اولیو ہاورڈ نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "دیکھو یہاں کوئی نہیں ہے۔"

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھی میں اولیو ہارورڈ کو جواب دینے ہی والا تھا کہ میں نے سڑک پر ایک فوجی ٹرک رکتے ہوئے دیکھا۔ کسی طرف سے دو افراد تیزی سے ٹرک کے قریب آئے اور انھوں نے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا ۔۔۔ ٹرک کے اگلے حصے میں غالباً کوئی افسر سوار تھا۔ جو درمیانی فاصلے اور کم روشنی کی وجہ سے ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس آفیسر نے ان دونوں افراد سے کچھ پوچھا تھا جس کے جواب میں ان دونوں نے نفی میں سر ہلائے تھے۔ اس کے بعد فوجی ٹرک روانہ ہو گیا اور وہ دونوں افراد ٹہلتے ہوئے ایک بار پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

"اب تمھارا کیا خیال ہے اولیو ہارورڈ؟" میں نے اولیو ہارورڈ کی طرف پلٹتے ہوئے پوچھا۔

"یہ دونوں افراد سادہ لباس میں ضرور ہیں مگر ان کی چال سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ فوجی ہیں۔" اولیو ہارورڈ نے کہا۔

"پچھلے چوک پر مجھے نظر آنے والے دونوں افراد بھی سادہ لباس میں ملبوس تھے اور وہ بھی فوجی ہی تھے۔"

"تو کیا یہ وہ لوگ نہیں تھے؟" اولیو ہارورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں اولیو ہارورڈ صاحب!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اس بار معاملہ بہت مختلف ہے۔ ہمیں بہت بری طرح سے اور بڑے منظم پیمانے پر گھیر لیا گیا ہے۔ خدا جانے کرنل وحدت نے ہمیں گھیرنے کے لیے کتنی نفری داؤ پر لگائی ہے لیکن میرے خیال میں یہ پورا علاقہ ان کے گھیرے میں ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔" اولیو ہارورڈ بولا۔ "کسی عرب ملک کی انٹیلی جنس کی یہ کارکردگی ناقابلِ یقین ہے۔"

"باصلاحیت لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں اولیو ہارورڈ! جس کارکردگی کا مظاہرہ کرنل وحدت نے کیا ہے اس پر مجھے فخر محسوس ہو رہا ہے۔"

"یہاں سے نکلنے کے بارے میں بھی کچھ سوچو علی!" اولیو ہارورڈ نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"اس کے لیے سوچنے سے زیادہ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہاں سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ تاہم گلیوں میں چلتے ہوئے ممکن ہے ہم ان کے گھیرے سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

یکے بعد دیگرے میں اور اولیو ہارورڈ اس علاقے کی گلیوں میں چکراتے رہے۔ ہر چوک پر سادہ لباس میں فوجی موجود تھے۔ میری طبیعت صاف ہو گئی اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے ان لوگوں کی تیز نگاہوں سے بچ کر نکلنا ناممکن ہے۔ اولیو ہارورڈ پر اس صورتِ حال سے مایوسی طاری ہونے لگی تھی۔

آخر ایک مقام پر ہمیں امید کی تھوڑی سی کرن نظر آئی۔ وہ اس علاقے کا بازار تھا۔ رات کے وقت بازار تو بند تھا۔ البتہ ایک ہوٹل اور اس کے باہر مشروبات کی چند دکانیں کھلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ ابھی تک ہمیں ہر جگہ سنسان ملی تھی مگر وہاں خاصی چہل پہل نظر آ رہی تھی۔

"بس ہم یہیں سے نکل چلتے ہیں۔" اولیو ہارورڈ نے کہا۔ "یہاں کوئی نگرانی کرنے والا بھی نظر نہیں آ رہا۔"

"نگرانی کرنے والے ضرور ہوں گے اولیو ہارورڈ! یہ اور بات ہے کہ یہاں انھیں شناخت کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ اس خیال میں مت رہنا کہ اس راستے سے ہم آسانی سے نکل سکیں گے۔"

"اگر ہم یہاں سے ٹہلتے ہوئے نکل چلیں تو کوئی ہماری طرف توجہ بھی نہیں دے گا۔"

"ہمیں ہر صورت میں نگرانی کرنے والوں کی نگاہوں سے بچ کر نکلنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"اگر انھوں نے ہمیں دیکھ بھی لیا تو پہچانیں گے کیسے؟"

"کرنل وحدت نے اس کا بھی کوئی نہ کوئی بندوبست تو ضرور کیا ہوگا۔ اس نے کسی توقع پر ہی اتنی بڑی تعداد میں لوگ ہماری تلاش پر مامور کیے ہیں۔"

"تو کیا ہم انہی گلیوں میں قید ہو کر رہ جائیں گے؟" اولیو ہارورڈ نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ ضروری نہیں کہ اس پر عمل کر کے ہم یہاں سے بخیریت نکل ہی جائیں، لیکن اس میں کامیابی کا کچھ امکان ضرور ہے۔" میں نے جھک کر زمین سے ایک پتھر اٹھا لیا۔ اس پتھر کا وزن ایک پاؤ کے قریب تو ضرور رہا ہوگا۔ "ہم اس اسٹریٹ کے کونے تک چلیں گے۔ وہاں سے میں کسی دکان کے شیشے کو پتھر کا نشانہ بناؤں گا۔ اچانک شیشہ ٹوٹنے پر جو افراتفری پھیلے گی اس کے دوران ہم سڑک پار کر کے دوسری طرف نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

"ٹھیک ہے اس طریقے میں کامیابی کا امکان سو فیصد تو نہیں ہے لیکن اسے آزمانے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔"

ہم اسٹریٹ کے کونے پر ایک گوشے میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ اس جگہ نیم تاریکی تھی اور ہم پر کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ وہاں سے قریب ترین دکان بھی کوئی پچاس گز کے فاصلے پر تو ضرور ہوگی۔

"میں پتھر پھینکنے جا رہا ہوں اولیو ہارورڈ۔" میں نے پتھر تولتے ہوئے کہا۔ "ذرا ہوش و حواس برقرار رکھنا۔ ہمارا ردِعمل لوگوں کے ردِعمل کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگر کسی نے پتھر پھینکے جانے کی سمت کا اندازہ کر لیا اور ان کی توجہ اس طرف مبذول ہو گئی تو ہم واپس گلیوں میں گھس جائیں گے اور اگر انھیں سمت کا اندازہ نہ ہو سکا اور ان میں افراتفری پھیل گئی تو ہم بھی انہی میں جا ملیں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" اولیو ہارورڈ نے بے صبری سے کہا۔ "تم جلدی سے پتھر پھینکو۔"

میں نے نشانہ لیا اور پوری قوت سے پتھر پھینک دیا۔ پچاس گز کے فاصلے پر واقع دکان کا شیشہ ایک زوردار چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز سن کر لوگ چونکے اور پھر دکان کی طرف دوڑ پڑے۔ خوش قسمتی سے کسی کو بھی فوری طور پر اندازہ نہیں ہو سکا کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے۔ ہر ایک کی توجہ دکان کی طرف تھی اور سب لوگ دکان دار سے پوچھ رہے تھے کہ کیا ہوا؟ دکان کا شیشہ کیسے ٹوٹ گیا؟ دکان دار بیچارے کو کچھ علم ہوتا تو کسی کو کچھ بتاتا۔ وہ تو خود اس اچانک افتاد پر حیران و پریشان تھا۔

اس سے بہتر موقع ہمیں پھر نہیں مل سکتا تھا۔ میں نے اولیو ہارورڈ کا ہاتھ پکڑا اور ہم تیز تیز قدموں سے دکان کی طرف بڑھنے لگے۔ کسی نے نگاہ اٹھا کر ہماری طرف نہیں دیکھا۔ ابھی ہم دکان تک پہنچنے بھی نہیں پائے تھے کہ میری توجہ ایک اور چیز نے مبذول کرا لی۔ سڑک پر گزرتی ہوئی ایک کار رکی اور اس میں موجود آدمی کار سے اتر کر دکان کے سامنے جمع ہو جانے والے ہجوم کی طرف بڑھا۔ کار میں کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا۔ کار سے اترنے والے شخص نے نہ صرف چابیاں کار میں ہی لگی چھوڑ دی تھیں بلکہ اس نے کار کا انجن تک بند کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے قدرت نے اس شخص کو خاص طور پر میری مدد کرنے کے لیے وہاں بھیجا ہے۔

"کار کی طرف اولیو ہارورڈ!" میں نے اولیو ہارورڈ کا ہاتھ دبا کر کہا۔

اولیو ہارورڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ شاید اس نے بھی اس شخص کی بے پروایانہ حرکت دیکھ لی تھی۔

ہم دونوں بڑی تیزی سے کار تک پہنچے۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جبکہ اولیو ہارورڈ برابر والی نشست پر بیٹھ گیا۔ ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر میں نے کار کو گیئر میں ڈال دیا۔ عین اسی وقت کار والے کی نگاہ کار پر پڑی۔ اس کی آنکھوں میں ناقابلِ بیان حیرت کے تاثرات ابھرے۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند ہوئے ہونٹ وا ہوئے اور اس کے منہ سے بلند آہنگ چیخ کی آواز نکلی۔ وہ بلند آہنگ چیخ بے معنی نہیں بامعنی تھی۔ میں نے خود اپنے کانوں سے اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ سنے۔ وہ چیخ رہا تھا "میری کار... میری کار..."

کچھ لوگ اس کی آواز سن کر کار کی طرف مڑے۔ وہ شخص خود بھی کار کی طرف جھپٹا مگر ان سب کو بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں نے کار آگے بڑھا دی تھی مگر اب بھی میری توجہ سڑک سے زیادہ عقب نما آئینے پر مرکوز تھی۔ یہی وجہ تھی کہ دور ہوتے ہوئے ہجوم میں بھی میں نے اس شخص کو دیکھ لیا جس نے اپنی جیب سے ایک سیاہ رنگ کی چیز برآمد کی تھی۔ عام حالات میں شاید اتنے فاصلے سے میں اس سیاہ رنگ کی چیز کو شناخت نہ کر پاتا لیکن اس وقت میں جن حالات سے دوچار تھا اس کے پیشِ نظر اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ وہ سیاہ رنگ کی چیز جیبی ٹرانسمیٹر تھا جس پر وہ شخص کسی کو ہمارے فرار کے متعلق اطلاع فراہم کر رہا تھا۔

"چلو یہ مرحلہ بھی طے ہوا۔" اولیو ہارورڈ ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"ہم نے اپنے طور پر مرحلہ طے کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب مرحلہ ہمیں طے کرنے کی کوشش کرے گا۔" میں نے کہا۔

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟" اولیو ہارورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"وہاں ہمارے نگراں موجود تھے اور اب تک ہمارے متعلق ہر مرکز کو اطلاع مل چکی ہوگی۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا تھا ایک شخص نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ابھی تک خطرے میں ہیں۔" اولیو ہارورڈ بولا۔

"نہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم پہلے سے زیادہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خطرے میں ہیں۔" میں نے کار کی رفتار مزید بڑھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کرنل وحدت تو ہمارے لیے مستقل مصیبت بن گیا ہے۔"

"سچی بات تو یہ ہے اولیو ہارڈ کہ بڑے عرصے بعد مجھے کام کرنے کا لطف آ رہا ہے۔ کرنل وحدت جس عہدے پر ہے اس نے خود کو اس عہدے کا اہل ثابت کر دکھایا ہے۔"

"سنبھالو علی۔" دفعتاً اولیو ہارڈ چیخا۔ "اس اسپیڈ پر اوور ٹیک مت کرو۔"

"پرواہ مت کرو اولیو ہارڈ!" میں نے سامنے سے آنے والی گاڑی سے کار کو بچاتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تو گاڑی صرف ایک سو چالیس کلو میٹر فی گھنٹا کی رفتار سے چل رہی ہے۔ اگر یہ رفتار دو سو چالیس کلو میٹر ہو تب بھی مجھے اسٹیئرنگ پر پورا کنٹرول رہے گا۔"

اولیو ہارڈ دم سادھ کے بیٹھ گیا۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اسپیڈو میٹر کی طرف ہی دیکھ لیتا جہاں رفتار بتانے والی سوئی ایک سو چالیس کے ہندسے پر لرز رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ ڈیش بورڈ پر رکھ لیے تھے۔

"کچھ بولو اولیو ہارڈ!" میں نے ہنس کے کہا۔ "تم تو بہت زندہ دل مشہور ہو۔"

"کار میں فیول تو چیک کر لیا ہوتا کہیں عین موقع پر دغا دے جائے۔"

"بڑی دیر میں خیال آیا۔" میں نے بریک پیڈل پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے ایک موڑ کاٹا۔ اتنی رفتار سے موڑے جانے کے باعث کار کے پہیوں کے چرچرانے کی آوازیں ایک فرلانگ تک تو ضرور گئی ہوں گی۔ "میں نے پہلے ہی چیک کر لیا تھا۔ وہ ستم ظریف شاید ابھی ابھی پٹرول ڈلوا کر آ رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"تم جا کدھر رہے ہو؟" اولیو ہارڈ نے مجھے دوبارہ کار موڑتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"جب کوئی منزل ہی نہیں ہے تو کہیں بھی چلے جائیں گے۔" میں نے کار کی رفتار کم کر دی تھی اور ہر نظر آنے والے موڑ پر کار بھی موڑ دیتا تھا۔

"ابھی تک ہماری تلاش شروع نہیں ہوئی!" اولیو ہارڈ نے حیرت سے کہا۔

"اب تک دو فوجی ٹرک اپنے تعاقب سے جھٹک چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں!" اولیو ہارڈ حیران رہ گیا۔ "مجھے تو پتا بھی نہیں چلا۔"

"کیسے پتا چل سکتا تھا اولیو ہارڈ! کہاں وہ دیو ہیکل فوجی ٹرک اور کہاں یہ سبک رفتار کار۔" میں نے کہا۔ "دونوں ٹرک پورے ایک منٹ بھی تعاقب جاری نہیں رکھ سکے۔ اب وہ بے چارے میری تلاش میں ٹکریں مار رہے ہوں گے۔"

"کیا انھوں نے دوسروں کو مطلع نہیں کر دیا ہوگا؟"

"بالکل کر دیا ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے اب ہمیں اس کار سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے۔"

"ابھی نہیں اولیو ہارڈ! بڑے عرصے بعد تو ڈرائیونگ کرنے کو ملی ہے۔ ذرا دل تو بھر جائے۔"

"تم دل بھرنے کی بات کر رہے ہو اور مجھے سائرن کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔"

"میں بھی سن رہا ہوں۔ پولیس کی سائرن کاریں بھی ہماری تلاش میں نکل کھڑی ہوئی ہیں۔"

"وہ دیکھو!" اولیو ہارڈ نے بوکھلا کر سامنے اشارہ کیا جہاں ایک پولیس کار سائرن بجاتی ہماری جانب اڑی چلی آ رہی تھی۔ کار کے اوپر لگا ہوا لائٹ گردش کر رہا تھا جس سے تیز زرد روشنی خارج ہو رہی تھی۔

"میں دیکھ رہا ہوں اولیو ہارڈ۔" میں نے پرسکون انداز میں کہا اور کار کی رفتار مزید بڑھا دی۔ چند ہی لمحے بعد دونوں کاریں زناٹے کے ساتھ ایک دوسرے کے برابر سے گزریں۔ سامنے سے آنے والی پولیس کار میں بیٹھے ہوئے پولیس والوں نے ہمارے برابر سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ ہماری کار ہی ان کی مطلوبہ کار ہے۔ ہماری کار کی ہیڈ لائٹس کے باعث سامنے سے ان کے لیے ہماری کار کو پہچاننا ممکن نہیں تھا۔ میں نے عقب نما میں پولیس کار کی سرخ بیک لائٹس روشن ہوتے ہوئے دیکھیں۔ وہ پلٹ کر ہمارے تعاقب میں آنے کا ارادہ کر رہے تھے۔

"ہوشیار علی!" اولیو ہارڈ چیخا۔ "وہ ہمارے تعاقب میں آ رہے ہیں۔" اولیو ہارڈ پلٹ کر پولیس کار کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے بے نیازی سے کہا اور ایکسیلیریٹر پر اپنے پیر کا دباؤ مزید بڑھا دیا۔ رفتار پر سوئی نے ایک سو پچاس کا ہندسہ کراس کر لیا۔ رات کے بارہ بج چکے تھے اور سڑکیں سنسان پڑی تھیں ورنہ میں اس تیز رفتاری کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ تارکول کی چکنی ہموار سڑک پر کار گویا پرواز کرنے کا سماں پیش کر رہی تھی۔ اولیو ہارڈ کی حالت دگرگوں تھی۔

"وہ لوگ دوسری پولیس کاروں کو مطلع کر چکے ہوں گے اور ذرا ہی دیر بعد ہم ان کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔" اولیو ہارڈ نے جھنجھلا کر کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم اس کار سے نجات کیوں حاصل نہیں کر لیتے؟"

"تم سمجھ بھی نہیں سکتے اولیو ہارڈ!" میں غرایا۔ "ان مردودوں کی وجہ سے ہمیں کئی گھنٹے خواری کرنا پڑی ہے۔ انھیں سبق دیے بغیر مجھے سکون میسر نہیں آئے گا۔ کرنل وحدت کو بھی تو پتا چلنا چاہیے کہ اس کا پالا کس شخصیت سے پڑا ہے۔"

پولیس کار کی روشن ہیڈ لائٹس عقب نما میں کافی فاصلے پر نظر آ رہی تھیں مگر میں محسوس کر رہا تھا کہ درمیانی فاصلہ بتدریج کم ہو رہا ہے۔

"اس وقت دو منظم قوتیں فوج اور پولیس ہمارے مقابل ہیں۔" اولیو ہارڈ بولا۔ "تم تنہا ان دونوں کا کب تک مقابلہ کر سکو گے۔ بالآخر کار تم ان کے نرغے میں پھنس جاؤ گے۔ لہٰذا جو موقع مل رہا ہے اسے غنیمت سمجھو اور کار سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کر لو۔"

"جب تک اس کار میں پٹرول ہے میں ان کے نرغے میں نہیں پھنسوں گا۔" میں نے کار اچانک دائیں جانب والی ایک سڑک پر موڑ دی۔ اتنی رفتار پر اچانک موڑے جانے کے باعث کار دو پہیوں پر اٹھ گئی۔ اولیو ہارڈ کے منہ سے اضطراری طور پر چیخ نکل گئی مگر میں نے بھرپور مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کار کو الٹنے سے بچا لیا تھا۔

"کیا کر رہے ہو علی!" اولیو ہارڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں احتجاج کیا۔

اولیو ہارڈ کی بات کا جواب دیے بغیر میں نے کار بائیں جانب نظر آنے والی سڑک پر موڑ دی۔ کار ایک بار پھر دو پہیوں پر اٹھی تھی مگر اس بار بھی میری مہارت کار کے الٹنے کی راہ میں حائل ہو گئی۔ جس سڑک پر ہم اس وقت سفر کر رہے تھے، وہ شاہراہ نہیں تھی مگر میں کار کی رفتار کم کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اولیو ہارڈ کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔

میں نے اگلے موڑ پر کار پھر بائیں جانب موڑ دی اور تھوڑی دیر بعد میں کار کو دوبارہ اسی شاہراہ پر اڑائے لیے جا رہا تھا جس پر ذرا ہی دیر قبل پولیس کار ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔

"وہ دیکھو!" دفعتاً اولیو ہارڈ نے ہیجانی انداز میں سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

"دیکھ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور کار کی رفتار کم کر دی۔

"ارے کیا غضب کر رہے ہو!" اولیو ہارڈ بوکھلا کر چیخا۔

"رفتار بڑھاؤ۔ تین پولیس کاریں ہماری طرف آ رہی ہیں۔"

"حواس میں رہو اولیو ہارڈ۔" میں نے ناگواری سے کہا۔

"وہ ہماری طرف نہیں آ رہی ہیں۔ مخالف ٹریک پر ہماری مخالف سمت میں سفر کر رہی ہیں۔"

"ارے تو کیا ہمارے برابر سے گزرتے ہوئے وہ ہمیں دیکھ نہیں لیں گے؟"

"ہرگز نہیں دیکھیں گے۔" میں نے بڑے یقین سے کہا۔

"تم ضرور اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گے۔" اولیو ہارڈ بڑے دردناک انداز میں کراہا۔

مجھے ہنسی آ گئی اور میں نے کار کی رفتار مزید کم کر دی۔

"رفتار بڑھاؤ یا کار کو کسی سڑک پر موڑ دو۔" اولیو ہارڈ دانت پیس کر بولا۔

میں نے نہ تو اس کی بات کا جواب دیا اور نہ ہی اس کے دونوں مشوروں میں سے کسی پر عمل کیا۔ چند ہی لمحوں بعد تینوں پولیس کاریں سائرن بجاتی ہماری کار کے برابر سے گزرتی چلی گئیں۔ اولیو ہارڈ نے شاید اپنی سانس تک روک لی تھی۔ کاریں ہمارے برابر سے گزر گئیں تو اولیو ہارڈ پلٹ کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو اولیو ہارڈ؟" میں نے کہا۔ "اگر تم ان کے رکنے کے منتظر ہو تو تمھیں مایوسی ہوگی۔"

"لیکن انھیں پلٹ کر ہمارے تعاقب میں آنا چاہیے تھا؟" اولیو ہارڈ نے کہا۔

"ضرور آنا چاہیے تھا لیکن اس کے لیے شرط یہ تھی کہ وہ ہماری کار کو دیکھ لیتے۔"

"وہ ہمارے برابر سے گزرے ہیں اور وہ ہماری کار کے تلاش میں گھوم رہے ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ انھوں نے کار کو دیکھا ہو؟"

"اس وقت صورت حال ذرا سی مختلف ہو گئی ہے اولیو ہارڈ۔ پچھلی پولیس کار سے انھیں اطلاع ملی ہوگی کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اس پولیس کار نے انھیں یہ بھی بتایا ہوگا کہ ہم کون سے علاقے میں داخل ہوئے ہیں۔ لہٰذا اب یہ لوگ ہمیں اسی علاقے میں تلاش کریں گے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ ہم واپس اسی سڑک پر آ چکے ہوں گے۔ لہٰذا اگر انھوں نے کار دیکھی ہوگی تب بھی یہی سمجھا ہوگا کہ یہ کوئی اور کار ہے۔ آخر اس شہر میں یہ اپنی نوعیت کی اکلوتی کار تو نہیں ہوگی۔"

"اوہو! کیا اسی لیے تم نے پولیس کاریں دیکھ کر کار کی رفتار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمت کردی تھی؟"

"ہاں تیز رفتاری انھیں شبہے میں مبتلا کر سکتی تھی جبکہ عام رفتار سے سفر کرتی ہوئی کار پر وہ نظر بھی نہیں ڈالیں گے۔"

"گویا اب ہم محفوظ ہو گئے؟"

"ہرگز نہیں! یہ صرف وقتی بات ہے۔ اب تک انھیں پتا چل چکا ہوگا کہ ہم انھیں ڈاج دے کر نکل گئے ہیں۔ لہٰذا اس وقت ہر پولیس کار دوبارہ ہماری تلاش میں نکل کھڑی ہوئی ہوگی۔" میں نے کہا اور پھر میں نے اچانک چونک کر بریک لگا دیے۔ پہیوں کی زوردار آواز کے ساتھ کار رکی۔ ٹائر سڑک پر بُری طرح پھسلے تھے اور کار کا رُخ تبدیل ہو گیا تھا۔ اولیو ہاورڈ اس طرح اچانک بریک لگائے جانے کے باعث اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اس کا سر بہت بُری طرح ڈیش بورڈ سے ٹکرایا تھا۔

"کیا مصیبت آگئی؟" اولیو ہاورڈ نے جھنجھلا کر کہا۔

میں نے بریک لگانے کے فوراً بعد ایکسیلیٹر پر پیر رکھ دیا تھا۔ فل بریک لگنے کے باعث کار گھوم گئی تھی اور اس کا رُخ اسی طرف ہو گیا تھا جدھر سے ہم آ رہے تھے۔

"اُدھر تمہارے رشتے داروں نے سڑک پر ٹرک کھڑے کر کے سڑک بلاک کر رکھی تھی۔ تم ناراض ہوتے ہو تو واپس چلے چلتے ہیں؟"

"او ہو! واقعی؟" اولیو ہاورڈ حیرت سے بولا۔ "مگر میں نے تو انھیں نہیں دیکھا۔"

"میں نے انھیں بہت دور سے دیکھ لیا تھا۔ بس یہ سمجھ لو اس وقت ہم بال بال بچے ہیں۔"

"تم یہاں کے راستوں سے واقف نہیں ہو علی! میری مانو تو کار سے پیچھا چھڑا لو ورنہ ہم بے تکے طریقے سے بھی پھنس سکتے ہیں۔"

"یہی تو میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ مجھے کیسے گھیریں گے۔" میں نے کہا۔

"تو کم از کم کار کسی ذیلی سڑک پر ہی موڑ لو۔ اس سڑک پر تو ہمارے لیے خطرات ہی خطرات ہیں۔"

"میں جانتا ہوں اولیو ہاورڈ کہ ہمارے لیے کہاں کتنے خطرات ہیں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس وقت اس شاہراہ پر کم خطرے ہیں۔"

"اس وقت یہ شہر ہمارے لیے خطرات کا شہر بنا ہوا ہے۔ ہم کہیں بھی چلے جائیں ہمارے لیے شدید خطرات موجود ہوں گے۔" میں نے کہا۔ میرے دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر جمے تھے اور نگاہیں سڑک پر مرکوز تھیں۔ میں مکمل توجہ کے ساتھ ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ کار اپنی رفتار پر سفر کر رہی تھی۔ اس رفتار پر ذرا سی بے پروائی بھی کسی خطرناک حادثے کا باعث بن سکتی تھی۔

دفعتاً مجھے بہت دور سڑک پر دو پولیس کاروں کی زرد گھومتی ہوئی روشنیاں دکھائی دیں۔ میں نے خود کو کسی بھی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار کر لیا۔ وہ دونوں کاریں سڑک پر ترچھی کر کے اس طرح کھڑی کی گئی تھیں کہ انھوں نے سڑک کی پوری چوڑائی گھیر لی تھی۔ میرا پیر ایکسیلیٹر سے ہٹ کر بریک پیڈل پر پہنچ گیا۔ رات کے سناٹے میں ٹائروں کی صدائے احتجاج بہت دور تک گونجی تھی۔ کار سڑک پر سلپ ہوئی اور رکتے رکتے اس کا رُخ پلٹ چکا تھا۔ پولیس کاریں اب ہماری عقبی جانب تھیں اور درمیان میں فاصلہ بھی بہت تھا۔ میں نے دوبارہ ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا اور کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ میں عقب نما میں پولیس کاروں کو تیزی سے اپنی کار سے دور ہوتے دیکھ رہا تھا۔

"وہ ہمارے پیچھے ضرور آئیں گے۔" اولیو ہاورڈ نے پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"تو تم کسی اور سڑک پر کیوں نہیں نکل جاتے۔" اولیو ہاورڈ نے جھنجھلا کر کہا۔

"اس سڑک سے کچھ محبت سی ہو گئی ہے۔ دیکھو نہیں یہ کیسی سنسان پڑی تھی! میں اسے بارونق بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے عقب نما میں دیکھا۔ دونوں پولیس کاریں ہمارے تعاقب میں چل پڑی تھیں۔

"دیکھو! آگے سڑک پھر بلاک ہے۔" اولیو ہاورڈ چیخا۔

"اوہ! تو یہ لوگ اب ہمیں اس طرح گھیریں گے۔" میں نے زوردار قہقہہ لگایا اور کار کی رفتار مزید بڑھا دی۔ دونوں پولیس کاریں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی تھیں اور دونوں کے درمیان سڑک کے وسط میں تقریباً پانچ فٹ جگہ خالی پڑی تھی۔ اتنی جگہ ہرگز نہیں تھی کہ اس میں سے کوئی کار گزر سکے۔ کاروں کے پاس سڑک پر مسلح پولیس والے موجود تھے۔

"بریک لگا دو۔" اولیو ہاورڈ چیخا۔ "ورنہ تصادم ہو جائے گا۔"

میں ہونٹ بھینچے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ سڑک تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگ رہی تھی اور درمیانی فاصلہ اسی تیزی سے کم ہوتا جا رہا تھا۔ سڑک پر موجود شرطوں کے ہاتھوں میں پستول موجود تھے اور انھوں نے اپنے پستول اس انداز میں بلند کر رکھے تھے جیسے اگر ہم نے کار نہ روکی تو وہ ہم پر فائر کر دیں گے۔

کار کسی تیز رفتار راکٹ کی طرح ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ شرطوں کے چہروں پر بے یقینی کے سائے لہراتے نظر آئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ اپنی دانست میں تو انھوں نے ہمیں روکنے کا یقینی انتظام کر رکھا تھا۔

انھیں بروقت ہوش آگیا ورنہ کار موت کے فرشتے کی طرح ان کے سروں پر پہنچ گئی تھی۔ ہم پر فائر کرنے کے لیے تیار کھڑے شرطوں کو خود اپنی جانیں بچانے کے لیے بڑی بدحواسی کے عالم میں ادھر اُدھر چھلانگیں لگانا پڑیں۔ ان کی بوکھلاہٹ قابلِ دید تھی مگر مجھے اتنی فرصت کہاں تھی کہ میں ان کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہو سکتا۔ اولیو ہاورڈ کی جان اٹک سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔ اور وہ دونوں ہاتھ ڈیش بورڈ پر جمائے اپنی سلامتی کی خیر منانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔

میں نے کار نہیں روکی اور پولیس کار سے میری کار کا تصادم اس وقت ہوا جب میری کار کی رفتار ایک سو پچاس کلومیٹر فی گھنٹہ تھی۔ سڑک پر زوردار دھماکے کی گونج سنائی دی۔ دونوں پولیس کاریں اچھل کر سڑک سے نیچے جا گری تھیں۔ میں نے اپنی کار کو بڑی خوبصورتی سے بیلنس کر لیا تھا۔

"تم پر جنون سوار ہے علی۔" اولیو ہاورڈ خوفزدہ سے انداز میں بولا۔

"یقین کرو، میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"دیوانگی سے بھرپور حرکتیں کر کے بھی تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تم بالکل ٹھیک ہو۔"

"اب تک میں نے ایک بھی غیر ضروری حرکت نہیں کی ہے۔" میں نے کار کو تیزی سے ایک ذیلی سڑک پر موڑتے ہوئے کہا۔

"تم پولیس کاروں کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"یہ بہت عمدہ کار ہے۔ دو پولیس کاروں کو ناکارہ کرنے کے باوجود اس کی کارکردگی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ میں پولیس والوں کو نچا مارو‌ں گا۔"

"اگر تم چاہتے تو ہم بڑی خاموشی سے اس کار سے چھٹکارا حاصل کر کے شہر میں کہیں بھی روپوش ہو سکتے تھے۔ فوج اور پولیس والے ہمیں ڈھونڈتے ہی رہ جاتے۔"

"یہی تو تمہاری خام خیالی ہے اولیو ہاورڈ! اور مجھے حیرت ہے کہ تم اب بھی یہی بات کہہ رہے ہو! اب تو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہمیں کس پیمانے پر گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"تم نہیں ماننا چاہتے تو مت مانو۔" اولیو ہاورڈ نے ایک طویل سانس لی۔ "لیکن اس حقیقت کو کیسے جھٹلاؤ گے کہ دو پولیس کاریں اب بھی ہمارے تعاقب میں ہیں۔"

میں ہر موڑ پر کار موڑ لیتا تھا مگر سائرن بجاتی ہوئی دونوں پولیس کاریں کسی صورت پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھیں۔ آخر میں نے کار ایک شاہراہ پر نکال لی۔

"کیا خیال ہے اولیو ہاورڈ! اس وقت تک آدھا شہر تو یقیناً جاگ چکا ہوگا؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"اگر تمہاری یہی حرکات جاری رہیں تو کچھ دیر بعد یا تو پورا شہر جاگ چکا ہوگا یا ہم سو چکے ہوں گے۔" اولیو ہاورڈ نے جھنجھلا کر جواب دیا۔

"الٹی گنگا مت بہاؤ اولیو ہاورڈ! دراصل مجھے اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ کار سے نجات حاصل کر سکتا۔"

"شروع میں تمہارے پاس اتنا موقع تھا کہ تم کار سے بہ آسانی چھٹکارا حاصل کر سکتے تھے۔" اولیو ہاورڈ تنک کر بولا۔

"تمہاری عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے اولیو ہاورڈ!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم دیکھ چکے ہو کہ پورے شہر کی ناکا بندی کس طرح کی گئی ہے۔ ہم جس علاقے میں بھی کار چھوڑتے وہ علاقہ فوراً گھیرے میں لے لیا جاتا۔ ہماری چھوڑی ہوئی کار زیادہ دیر ان کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتی تھی۔" میں نے عقب نما میں پیچھے آنے والی پولیس کاروں کو دیکھا۔ گو کہ درمیان میں فاصلہ تھا لیکن وہ فاصلہ خاصی تیزی سے گھٹ رہا تھا۔

"یہ مصیبت تو مستقل طور پر رہے گی۔ ہم جہاں بھی کار چھوڑیں گے وہ اس کا سراغ لگا کر ہمیں گھیرے میں لے لیں گے۔"

"نہیں، اب ایسا نہیں ہوگا۔ اب تک ان لوگوں کو یقین ہو چکا ہوگا کہ اب ہم اس شہر سے کار ہی میں فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا انھوں نے شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکا بندی کر دی ہوگی۔ کوئی مناسب مقام دیکھ کر ہم کار سے پیچھا چھڑا لیں گے اور وہ ہماری کار سڑکوں پر ہی ڈھونڈتے رہ جائیں گے۔ آخر ہمیں کار سے اترنے کے بعد کوئی ٹھکانا ڈھونڈنے کے لیے کچھ وقت بھی تو درکار ہوگا۔"

"اور اگر انھوں نے ہم پر فائرنگ شروع کر دی تو کیا ہوگا؟" اولیو ہاورڈ نے پلٹ کر خوف زدہ نظروں سے ان پولیس کاروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرف دیکھا جو سائرن بجاتی ہوئی تقریباً ہمارے سروں پہ آ پہنچی تھیں۔ ہماری کار ان کی ہیڈلائٹس کی روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔

"انھیں ہم پر فائرنگ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔" میں نے بڑے یقین سے کہا اور کار کو سڑک پر لہرانے لگا تاکہ پولیس کاریں ہماری کار سے آگے نہ نکلنے پائیں۔

اولیو ہاورڈ پلٹ کر پیچھے دیکھے جا رہا تھا دفعتاً وہ چیخا۔

"دیکھو وہ ہم پر فائر کرنے جا رہے ہیں۔"

میں نے بھی ایک پولیس کار کی کھڑکی سے باہر آتا ہوا پستول بردار ہاتھ دیکھ لیا تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ ہم پہ ہی فائر کرتے۔ زیادہ امکان اسی بات کا تھا کہ ہمیں روکنے کے لیے انھیں کار کے ٹائروں پر فائر کرنے کی اجازت ملی ہوگی لیکن یہ بھی ہمارے لیے بے حد خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اس بے پناہ رفتار سے چلتی ہوئی کار کا ٹائر اگر پھٹ جاتا تو ہم دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی تھیں۔ میں نے فوری طور پر ایک خطرناک فیصلہ کر لیا۔

"سنبھلو اولیو ہاورڈ! میں بریک لگانے جا رہا ہوں۔"

اولیو ہاورڈ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میں نے بریک پیڈل پہ ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ اتنا بہت کافی تھا۔ پچھلی کار میری کار سے اور اس سے پچھلی پولیس کار میرے پیچھے آنے والی پولیس کار سے ٹکرائی۔ پیچھے بعد دیگرے دو زوردار دھماکے ہوئے اور دونوں پولیس کاریں آپس میں بری طرح الجھ کر رہ گئیں۔ کاروں کے ٹکرانے کے دھماکوں کے علاوہ فضا میں بہت سی انسانی چیخیں بھی ابھری تھیں۔ وہ سب کاروں میں بیٹھے ہوئے شرطوں کی چیخیں تھیں۔ ان میں سے کچھ تو یقیناً زخمی بھی ہوئے ہوں گے لیکن میرے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ میں ان کی حالت زار دیکھنے کے لیے وہاں رکتا۔ میں نے تو صرف ایک لمحے کے لیے بریک پر دباؤ ڈالا تھا اور اس کے بعد میں نے اپنی کار پھر ہوا کر دی تھی۔

"یہ بڑی مضبوط کار ہے جو اس نوعیت کے دو صدمے جھیل گئی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"مجھے معلوم تھا کہ یہ بہت مضبوط کار ہے ورنہ اسے ہرگز ایسے امتحان میں نہ ڈالتا۔" میں نے جواب دیا اور کار پھر ایک ذیلی سڑک پر موڑ دی۔ اب میں جلد از جلد اس علاقے سے زیادہ سے زیادہ دور نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کار زیادہ تر ذیلی سڑکوں پر ہی سفر کر رہی تھی۔ میں مرکزی شاہراہوں پر آنے سے گریز کر رہا تھا۔ اب ہمارے تعاقب میں کوئی کار نہیں تھی لیکن پولیس کاروں کے سائرنوں کی گونج اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پورے شہر کی پولیس کاریں سائرن بجاتی ہوئی سڑکوں پر دوڑ رہی ہوں۔ کہیں کہیں پولیس کاریں گزرتی ہوئی ہمیں نظر بھی آئیں۔ مگر یہ اتفاق ہی تھا کہ ہم ان کی نظروں میں آنے سے محفوظ رہے۔

کار کا انجن اب صدائے احتجاج بلند کرنے لگا تھا۔ پٹرول بھی ختم ہونے کے قریب تھا۔ لہٰذا مجھ پر کار سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر سوار ہوئی۔

"اب کیا ارادے ہیں علی! اب تو کار میں پٹرول بھی قریب الختم ہے۔" اولیو ہاورڈ بولا۔

"بس اب پہلی فرصت میں کوئی مناسب جگہ دیکھ کر کار سے اتر بھاگیں گے۔" میں نے کہا۔

"اور اگر اس دوران پھر کوئی پٹرول کار ہمارے پیچھے آ گئی تو کیا ہوگا؟"

"اب ایسا ہونا مشکل ہے۔"

اولیو ہاورڈ نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو؟"

"میں پہلے ہی ان سے بچ کر چل رہا ہوں۔ دیکھ نہیں رہے کافی دیر سے ہمارا سامنا کسی پٹرول کار سے نہیں ہوا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر تم ان سے کیسے بچ رہے ہو؟"

"وہ احمق سائرن بجاتے ہوئے سڑکوں پر دندناتے پھر رہے ہیں۔ میں ان کی اسی حماقت سے فائدہ اٹھا رہا ہوں۔"

"اوہ!" اولیو ہاورڈ ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد مجھے ایک ایسی چیز نظر آئی جسے دیکھ کر میری آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل تھا جس کی پیشانی پر جلی حروف سے لکھا اس کا روشن نام مجھے بہت دور سے بھی صاف نظر آ رہا تھا۔

"کام بن گیا اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "بس اب کوئی ایسی جگہ دیکھو جہاں ہم کار کھڑی کر کے بھاگ نکلیں۔"

وہ اونچے طبقے کی آبادی والا علاقہ تھا۔ کہیں کہیں کوئی خالی پلاٹ بھی نظر آ جاتا تھا۔ ایسے ہی ایک خالی پلاٹ میں جھاڑیاں اگی دیکھ کر اولیو ہاورڈ نے میری توجہ اس پلاٹ کی طرف مبذول کرائی۔ "کار یہاں کھڑی کر دی جائے تو صبح سے پہلے دریافت نہیں ہوگی۔" اس نے کہا۔

میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور کار جھاڑیوں کے عقب میں چھپا دی۔

"یقین نہیں آتا کہ ہم بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

اولیو ہاورڈ نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔

"ابھی نہیں کہنا چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس لیے کہ ہم بچ نکلنے میں سرے سے کامیاب ہوئے ہی نہیں ہیں۔ کرنل وحدت کے آدمی شکاری کتوں کی طرح ہماری تلاش میں لگے ہوئے ہوں گے۔" میں نے چابیاں کار میں ہی لگی رہنے دی تھیں اور میں اور اولیو ہاورڈ پیدل چل رہے تھے۔

"میرا مطلب تھا کہ کار کے اس خوفناک سفر سے ہم صحیح وسالم نکل آئے۔" اولیو ہاورڈ نے ایک جھرجھری لی۔ "سوچتا ہوں تو اب بھی خوف طاری ہونے لگتا ہے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو اولیو ہاورڈ۔" میں بے اعتباری سے ہنسا۔ "تم اور خوف! دو متضاد چیزیں ہیں۔"

"موت آنکھوں کے سامنے رقص کر رہی ہو تو آدمی خوفزدہ ہو ہی جاتا ہے۔ اس ڈرائیونگ کے دوران کتنی ہی بار تو کار الٹتے الٹتے بچی اور میرے ماتھے کا یہ گومڑا۔" اولیو ہاورڈ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔ "بس زندگی ہی تھی کہ ہم بچ نکلے۔"

"زندگی نہ ہو تو کوئی بھی نہیں بچ سکتا اولیو ہاورڈ!" میں نے گمبھیر آواز میں کہا۔ "مجھے ہی دیکھ لو۔ تم نے کتنی بار مجھے ہلاک کرنے کی کوششیں کیں مگر آج بھی میں نہ صرف زندہ ہوں بلکہ پوری یہودی قوم کی آنکھوں میں پہلے ہی کی مانند کانٹے کی طرح کھٹکتا ہوں۔"

"تم بھی کیا باتیں لے بیٹھے۔ یہ بتاؤ کہ اب کدھر جا رہے ہو؟"

"قریب ہی ایک فائیو اسٹار ہوٹل ہے۔" میں نے اسے ہوٹل کا نام بتاتے ہوئے کہا۔ "فی الحال اس طرف چلتے ہیں بعد میں کچھ اور سوچیں گے۔"

میں نے فائیو اسٹار ہوٹل کے نام پر اولیو ہاورڈ کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ "فائیو اسٹار ہوٹل کے لیے کرنسی بھی موجود ہے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں مجھ سے پوچھا۔

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹ نکالے اور اولیو ہاورڈ کو دکھائے۔

"یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔" اولیو ہاورڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "تمہارے پاس اتنی رقم کہاں سے آئی؟"

"عورتوں سے ان کی عمر اور مردوں سے آمدنی کے بارے میں پوچھنا بڑی معیوب بات سمجھی جاتی ہے اولیو ہاورڈ!"

"تم نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ۔"

ہم ایک سڑک سے گزر کر ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ سڑک کے پار ہمارے سامنے فائیو اسٹار ہوٹل کی عمارت جگمگ کر رہی تھی۔ میری نظریں ان دکانوں پر جم گئیں جو ہوٹل کی بلڈنگ میں تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ان دکانوں پر ضرورت کی ہر چیز مل جاتی ہے اور وہ دکانیں چوبیس گھنٹے کھلی رہتی ہیں۔

"سنو اولیو ہاورڈ! سب سے پہلے تو ہمیں اپنے لباس کی فکر کرنا چاہیے۔ تم یہیں ٹھہرو، میں جا کر ریڈی میڈ کپڑے خرید لاتا ہوں۔"

میں نے اولیو ہاورڈ کو وہیں چھوڑا اور جا کر اسٹور سے دو جوڑے لباس خریدے۔ اس کے بعد میں جنرل اسٹور اور پھر میڈیکل اسٹور میں گھس گیا۔ وہاں سے میں نے کئی ایسی چیزیں خریدیں جن کا استعمال تو کچھ اور تھا مگر میں ان سے میک اپ کرنے کا کام لیا کرتا تھا۔

سارا سامان خرید کر میں اولیو ہاورڈ کی طرف واپس پلٹ گیا۔ وہ اسی جگہ کھڑا میرا انتظار کر رہا تھا۔

"بہت دیر لگا دی تم نے۔" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "مجھے خوف محسوس ہونے لگا تھا کہ کہیں کوئی مجھے پہچان ہی نہ لے۔"

"اسی اندیشے کا تدارک کرنے کے چکر میں تو مجھے دیر ہو گئی۔" میں نے کہا۔ "آؤ کوئی مناسب سی جگہ دیکھیں۔"

ہم وہاں سے چل پڑے۔ کئی پولیس کاریں ہمارے قریب سے گزریں لیکن ظاہر ہے انھیں تو ایک کار کی تلاش تھی لہٰذا ہماری طرف کسی نے نہیں دیکھا۔ خوش قسمتی سے ہمیں زیادہ دور نہیں چلنا پڑا۔ مجھے اپنے مطلب کی ایک جگہ نظر آئی۔ وہ ایک پارک تھا جو اس وقت سنسان پڑا تھا۔

"آؤ اولیو ہاورڈ!" میں نے اولیو ہاورڈ کے ساتھ پارک میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "پہلے اپنے چہروں کی مرمت کر لیں۔"

پارک میں ہم ایک ایسی بنچ پہ جا بیٹھے جہاں روشنی آ رہی تھی۔ میں نے میک اپ کا سامان تھیلیوں سے نکال لیا۔

"تم اپنے چہرے کا میک اپ کرو۔ میں اپنے چہرے کا میک اپ کروں گا۔" میں نے ان دو آئینوں میں سے جو میں نے خریدے تھے ایک اولیو ہاورڈ کی طرف بڑھا دیا۔

"اس وقت تم نے ایک لاکھ روپے کا کام کیا ہے۔" اولیو ہاورڈ وہ ساری چیزیں دیکھ کر خوش ہو گیا اور اس کے بعد ہم دونوں خاموشی سے اپنے اپنے چہروں کی مرمت میں مصروف ہو گئے۔ ہمیں اپنے حلیے تبدیل کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر ہم دونوں ہی ناقابل شناخت ہو کر رہ گئے تھے۔

"اب کسی گوشے میں جا کر لباس بھی تبدیل کر لو۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف لباس کا پیکٹ بڑھایا۔ اور خود بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک گوشے میں جا کر لباس تبدیل کر لیا۔

پارک میں داخل ہونے کے صرف بیس منٹ بعد ہم دونوں جب پارک سے باہر نکلے تو بالکل مختلف لوگ تھے۔ ہمارے جسموں پر بہترین لباس تھے اور حلیے یکسر تبدیل ہو چکے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ اب ہمیں کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا۔ پرانے لباس اور سارا سامان ہم نے پارک کی ایک جھاڑی میں پھینک دیا تھا۔

"کیا خیال ہے پہلے ہوٹل میں چل کر کچھ کھا پی لیا جائے۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"ہاں، اب کچھ سکون ملا ہے تو بھوک کا شدید احساس ہو رہا ہے۔"

ہم بڑی شان سے فائیو اسٹار ہوٹل میں داخل ہوئے اور ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے۔ وہاں اِکا دُکا میزوں پر ہی لوگ نظر آ رہے تھے ورنہ ڈائننگ ہال غیر آباد ہو چکا تھا۔ ہم نے ہلکے پھلکے کھانے پر ہی اکتفا کیا۔

"اب ڈائننگ فلور پہ چلتے ہیں۔" بل ادا کرنے کے بعد میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"اس سے بہتر تو یہ ہے کہ کمرے بک کرا لو۔ میں بہت تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے آرام کی شدید ضرورت ہے۔"

"تو کرتل وحدت کا جال توڑنے کے لیے اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت تھی! ہم خود کو ویسے ہی اس کے حوالے کر دیتے۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے کہا۔

"اس وقت جو شخص بھی کمرے بک کرائے گا، جلد یا بدیر اس کی چیکنگ ضرور ہو گی۔ اگر ہم نے یہ حماقت کی تو کرنل کے چنگل میں پھنسے بغیر نہیں رہیں گے۔"

"ہاں، اس امکان کو تو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ پھر ہم کیا کریں گے؟"

"زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی کوشش... تاکہ خود کو شکوک و شبہات سے بالاتر رکھ سکیں۔ ڈائننگ فلور کی طرف اوّل تو کسی کی توجہ نہیں جائے گی، اگر چلی بھی گئی تو کوئی ہمیں شناخت نہیں کر سکے گا۔ کیا خیال ہے؟"

"چلو۔" اولیو ہاورڈ اٹھ کھڑا ہوا۔

ڈائننگ ہال کے برعکس ڈائننگ فلور پوری طرح آباد تھا۔ وہاں کی رونقیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ رات کے تین پہر بیت چکے ہیں۔

"یہاں ہم دونوں الگ الگ بیٹھیں گے۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔ "تم چاہو تو ڈانس بھی کر سکتے ہو۔"

"اس کی وجہ؟" اولیو ہاورڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"کس کی وجہ؟" میں نے چونک کر کہا۔ "الگ الگ بیٹھنے کی یا ڈانس کرنے کی؟"

"الگ الگ بیٹھنے کی۔" اولیو ہاورڈ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"میں ذرا سا خطرہ بھی مول لینے کو تیار نہیں ہوں۔ ویسے کوئی خطرہ تو نہیں ہے لیکن پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور ایک خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔

میں ہال کی میزوں کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ آخر مجھے اپنے مطلب کی میز نظر آ گئی۔ وہ بڑی پُرکشش لڑکی تھی جو اس میز پر تنہا بیٹھی تھی۔ اس کے دائیں ہاتھ کی کہنی میز پر تھی اور اسی ہاتھ کی ہتھیلی پر اس نے اپنی ٹھوڑی ٹکا رکھی تھی۔ اس کی نظریں خلاؤں میں گھور رہی تھیں اور وہ اپنی کسی سوچ پر مسکرا رہی تھی۔

"اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں کچھ دیر کے لیے یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" میں نے اس کے قریب پہنچ کر نہایت شائستگی سے کہا۔

اس نے چونک کر کڑی نظروں سے مجھے دیکھا، پھر دفعتاً اس کے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ ابھر آئی۔ بڑی جاندار مسکراہٹ تھی۔ "بیٹھیے نا۔ آپ کو کس نے منع کیا ہے۔" اس نے اپنی آواز سے فضا کو ترنم ریز کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔" میں نے اس کے مقابل والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ مزید بُرا نہ مانیں تو میں آپ کا نام پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں۔"

"ناموں میں کیا رکھا ہے؟" وہ منہ بگاڑ کر بولی۔ "آپ مجھے اپنے پسندیدہ نام سے مخاطب کر سکتے ہیں۔"

"آپ کی یہی خوشی ہے تو میں آپ کو یاسمین کہہ کر مخاطب کروں گا۔"

"ضرور کیجیے۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"یاسمین کے معنی جانتی ہیں آپ؟" میں نے پوچھا۔

"بتائیے۔"

"فارسی میں چنبیلی کے پھول کو یاسمین کہتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "فارسی آتی ہے آپ کو؟"

"اس نے مجھ پر ایک نگاہِ غلط انداز ڈالی۔ "میں گھر میں اپنے ابّو سے فارسی میں باتیں کرتی ہوں۔"

میں اس سے مرعوب بھی ہوا اور دل ہی دل میں بڑی طرح شرمندہ بھی ہوا۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس سے یہ پوچھ کر کہ آپ کو فارسی آتی ہے، میں اس کی توہین کا مرتکب ہوا تھا۔ پتا نہیں کیوں اس وقت مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ چاہے جانے کے قابل ہے۔ اس کی توہین کرنے پر میں دل ہی دل میں خود کو ملامت کر رہا تھا اور وہ میرے جذبات سے بے خبر تھی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہ پہلی ہی ملاقات میں کس طرح میرے حواس پر چھا گئی ہے۔

دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ میں کن لغویات میں پھنس گیا ہوں۔ میں تو تہذیب ہاشم ایکس کی تلاش میں تھا۔ مجھے یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ میں یوں کسی راہ چلتی لڑکی سے متاثر ہو جاؤں۔ میں نے اسے غور سے دیکھا اور مجھے ایک اور ملال سے گزرنا پڑا۔ 'راہ چلتی لڑکی' کے الفاظ میں نے اس کے لیے کیوں سوچے؟ وہ راہ چلتی لڑکی تو ہرگز نہیں تھی۔ اس کے ہر انداز سے معصومیت اور گفتگو سے بھولپن جھلک رہا تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ تہذیب کے خیال کے باوجود میں اس کے اثر سے نہیں نکل پا رہا۔ مجھے افسوس ہونے لگا کہ میں اس میز پر آیا ہی کیوں تھا لیکن اب آ گیا تھا تو وہاں سے اٹھنا بھی میرے اختیار سے باہر ہو گیا تھا۔ پھر میں نے یہ سوچ کر خود کو تسلی دینے کی کوشش کی کہ آدمی بے چارے کا خود پر اختیار ہوتا ہی کتنا ہے۔ آدمی جان بوجھ کر اپنے ارادے سے تو کسی سے متاثر ہوتا نہیں، یہ تو ایک خودکار عمل ہے۔ بعض مخصوص لوگ ایسی جادوئی کشش کے حامل ہوتے ہیں کہ ان سے متاثر ہوئے بغیر رہا ہی نہیں جا سکتا۔ ممکن ہے اس کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہو۔ ہو سکتا ہے ہر ملنے والا اس سے یوں ہی متاثر ہو جایا کرتا ہو۔ میں تو بہرحال اس معاملے میں خود کو بے اختیار پا رہا تھا۔

وہ میری جذباتی کشمکش سے بے خبر تھی مگر بڑے غور سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ "کیا سوچنے لگے؟" اس نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

اس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ "رقص کے ایک راؤنڈ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"تو کہہ دیا ہوتا۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے بے تکلفی سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ "مجھے کیا پتا کہ آپ کے دل میں کیا ہے۔"

اس کے ہاتھ سے ہلکی ہلکی برقی رو خارج ہو کر میرے جسم میں سرایت کرتی جا رہی تھی۔ میں نے اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر میں یہ بھی نہ کر سکا اور کسی معمول کے سے سحرزدہ انداز میں اس کے ساتھ چلتا ہوا رقاصوں کی بھیڑ میں شامل ہو گیا۔

مجھے یہ اعتراف کرنے میں ذرا بھی شرمندگی محسوس نہیں ہوتی کہ اس وقت میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ میرا ذہن گویا ہواؤں میں اُڑا جا رہا تھا۔ مجھے اپنے گرد و پیش کا کوئی احساس باقی نہیں رہ گیا تھا۔ بس وہ تھی اور میں تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ میرے شانوں پر تھے اور وہ میرے بازوؤں میں تھی۔ فارسی زبان کی تمام تر شیرینی اور ملاحت سمٹ کر میرے بازوؤں کے حلقے میں آ گئی تھی۔ اس کے لباس سے اٹھنے والی بھینی بھینی مہک نے مجھے بے سُدھ کر دیا تھا۔ معلوم نہیں وہ کسی مخصوص قسم کا پرفیوم تھا یا اس کے جسم سے اٹھنے والی ہوش رُبا مہکار تھی یا پھر وہ اس فارسی زبان کی عطر بیزی تھی جو اس کے وجود میں سرایت کر چکی تھی۔ میں کچھ اندازہ نہ کر سکا۔ میں تو خود کو آوارہ بادل کا ایک ایسا ٹکڑا محسوس کر رہا تھا جو ازل سے پانی کی تلاش میں سرگرداں ہو اور اس کی قسمت میں ابد تک پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ہو۔

"اب کیا سوچنے لگے؟" اس کی آواز نے ایک بار پھر مجھے چونکا دیا۔

"میں سوچ رہا تھا آپ اتنی پُرکشش کیوں ہیں؟" غیر ارادی طور پہ میرے منہ سے نکلا۔

"میں مردوں پر اعتبار نہیں کرتی۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "بس ایک جیسی باتیں کرتے ہیں، جھوٹی تعریفیں، اونہہ۔" اس نے گردن جھٹکی۔

میرا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔ میں نے کتنے خلوص سے اس کی تعریف کی تھی اور اس نے کتنی بے دردی سے میرا دل توڑ دیا تھا۔ اتنے خلوص سے میں نے شاید ہی کبھی کسی کی تعریف کی ہو۔ مجھے بے اختیار اس پر غصہ آ گیا مگر میں نے بروقت خود کو سنبھال بھی لیا۔ میں نے خود کو اس کی جگہ رکھ کر سوچا۔ اس کے پاس ایسا کوئی آلہ نہیں تھا جس سے وہ میرا

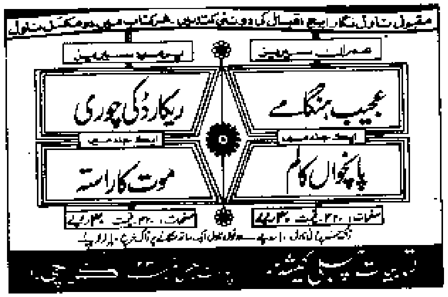

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خلوص ناپ سکتی۔ اگر لوگ واقعی اس کے منہ پر اس کی جھوٹی تعریفیں کرتے رہے ہیں۔ تو وہ اپنی بے اعتباری میں حق بجانب تھی لیکن میرا قصور کیا تھا؟ قصور تو ان لوگوں کا تھا جنھوں نے اسے بے اعتبار بنایا تھا اور سزا میں بھگت رہا تھا۔ میں جو بالکل بے قصور تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ہم دونوں ہی اپنی اپنی جگہ یکساں بے بسی کا شکار ہیں۔ میں اسے یقین دلانے میں اور وہ مجھ پر اعتبار کرنے میں۔

"لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔" وہ کہہ رہی تھی۔ "میں خوب جانتی ہوں کہ میں کتنی حسین ہوں۔"

"لیکن میں نے تو آپ سے یہ نہیں کہا کہ آپ بہت حسین ہیں۔" میں نے احتجاج کیا۔

"تو اور کیا کہہ رہے تھے؟" اس نے تحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ آپ بے حد پرکشش ہیں۔ جادوئی شخصیت کی مالک۔"

وہ چند لمحے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آپ بہت چالاک ہیں۔ آپ نے جان بوجھ کر میری تعریف کے لیے ایسے الفاظ منتخب کیے ہیں جن کی تردید کرنا میرے لیے ممکن نہ ہو۔ ظاہر ہے اپنی کشش کے بارے میں میں خود تو کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی۔"

"اتنی زیادہ بے اعتباری بھی اچھی نہیں ہوتی۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

وہ الجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی فیصلہ نہ کر پا رہی ہو۔ پھر وہ سر جھٹک کر بولی۔ "خیر چھوڑیے اس تذکرے کو۔ آیئے اپنی میز پر چلیں۔"

ہم رقاصوں کی بھیڑ سے نکل کر اپنی میز پر واپس آگئے۔

"کیا پئیں گے آپ؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"اپنا پسندیدہ مشروب منگوا لیجیے مگر بل میں ادا کروں گا۔" میں نے کہا۔

"آپ میرے مہمان ہیں اور آپ میری توہین ہرگز نہیں کریں گے۔"

میں نے سر تسلیم خم کردیا۔ اس سے اختلاف کرنے کا یارا جو نہیں تھا۔

اس نے ویٹر کو بلا کر کولڈ کافی لانے کا آرڈر دیا پھر مجھ سے بولی۔ "کولڈ کافی پسند ہے آپ کو؟"

"بہت زیادہ۔" میں نے کہا۔

"مجھے بھی بہت پسند ہے۔ خاص طور پر یہاں کی کولڈ کافی کا تو جواب ہی نہیں ہے۔ کبھی آپ نے یہاں کی کولڈ کافی پی ہے؟"

"کیسے پی سکتا تھا؟" میں نے کہا۔ "آپ کا مہمان بننے کا شرف بھی تو حاصل ہونا تھا۔"

وہ شرما گئی اور میری نگاہیں اولیو ہاورڈ کی میز کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ ابھی تک تنہا ہی تھا۔

یاسمین کی قربت نے مجھ پر ہلکا سا نشہ طاری کر رکھا تھا اور میں اس سے بہت ڈوب کر باتیں کر رہا تھا۔ پھر ویٹر نے کافی کے گلاس لاکر میز پر رکھ دیے۔ میں نے یاسمین سے گفتگو کرتے ہوئے کولڈ کافی کا گلاس اٹھایا اور کافی کی چسکی لی۔ چسکی لیتے ہی میرا سارا نشہ ہرن ہوگیا۔ کولڈ کافی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وقت اتفاقاً میری نگاہ ہال کے دروازے کی طرف اٹھ گئی تھی۔ ہال کا دروازہ کھلا تھا اور اس سے اندر داخل ہونے والے شخص کو دیکھ کے میرے ہوش اڑ گئے تھے۔ وہ کرنل وحدت تھا۔

اولیو ہاورڈ نے بھی کرنل وحدت کو دیکھ لیا تھا اور اس پر اضطراب طاری ہوگیا تھا۔ کرنل وحدت پر نظر پڑتے ہی اولیو ہاورڈ نے میری طرف دیکھا۔ میں نے نظروں ہی نظروں میں اسے سرزنش کی اور اولیو ہاورڈ بوکھلا کر کسی اور طرف دیکھنے لگا۔

میں نے دوبارہ ہال کے دروازے کی طرف دیکھا۔ کرنل دروازے کے پاس ہی رک گیا تھا۔ وہ وردی میں نہیں بلکہ سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ اور اس کی نگاہیں ہال میں موجود ایک ایک مرد کے چہرے سے گزر رہی تھیں۔ اولیو ہاورڈ پر پہنچ کر اس کی نگاہ چند لمحے کے لیے اسی پر جم گئی۔ پھر اس نے دوبارہ لوگوں کے چہروں کو ٹٹولنا شروع کردیا۔

اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو میں نے اس کی آنکھوں میں فاتحانہ چمک ابھرتے دیکھی۔ ہم دونوں کی نگاہیں ملیں۔ اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ نظر آئی۔ اور وہ پلٹ کر ہال کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

میں سکتے کے سے عالم میں بیٹھا تھا۔ اس بات میں کوئی کلام نہیں تھا کہ اس نے مجھے اور اولیو ہاورڈ دونوں کو پہچان لیا تھا۔ میں نے انتہائی احتیاط برتی تھی۔ ہمارے میک اپ بھی ایسے نہیں تھے کہ کوئی ہمیں یوں شناخت کر پاتا۔ پھر آخر کرنل وحدت نے ہمیں کیسے شناخت کرلیا! کیا اس کے قبضے میں کوئی جن ہے؟

میں بُری طرح الجھ کر رہ گیا تھا۔

"کیا وہ آپ کے کوئی شناسا تھے؟" یاسمین کی آواز مجھے خیالوں کی دنیا سے واپس کھینچ لائی۔

"کس کی بات کررہی ہو؟" میں نے بے خیالی کے عالم میں پوچھا۔

"وہی جو ابھی ہال کے دروازے میں نظر آئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر مسکرائے بھی تھے۔"

"ہاں! وہ میرے ایک پُرانے جاننے والے ہیں۔" میں نے اُسے ٹالتے ہوئے کہا۔

"تو وہ یہاں کیوں نہیں آئے؟ کیا میری وجہ سے؟"

"ممکن ہے۔" میں نے کہا۔

"اُنھوں نے آپ کے ساتھی کو بھی دیکھ لیا تھا مگر وہ اُن کے پاس بھی نہیں گئے!"

میں نے اُسے گھور کر دیکھا۔ "کون سے ساتھی کی بات کررہی ہو؟" میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"ایک ہی تو ساتھی ہیں آپ کے۔" وہ مسکرائی۔ "وہی جن کے ساتھ آپ یہاں آئے ہیں۔ وہ جو اُس میز پر اکیلے بیٹھے ہیں۔" اُس نے اولیو ہاورڈ کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں! وہ میرا ساتھی ہے لیکن تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اُس کا مجھ سے کوئی تعلق ہے؟"

"ارے واہ!" وہ ہنس پڑی۔ "آپ دونوں ایک ساتھ ہی تو یہاں آئے تھے پھر آپ دونوں میں کچھ باتیں ہوئیں اور اس کے بعد وہ صاحب اُس میز پر چلے گئے اور آپ میری طرف آگئے۔"

میں چکرا کر رہ گیا۔ میری دانست میں وہ میرے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان کسی تعلق سے قطعی بے خبر تھی۔ اس لیے کہ جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ اپنے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ ایسے میں اتنی تفصیل سے ہمارے بارے میں بیان کردینا حیرت انگیز ہی کہا جاسکتا تھا لیکن اُس سے فرق بھی کیا پڑتا۔ مسئلہ تو وہیں کا وہیں تھا۔ ہم دونوں میک اپ میں تھے اور ہمارا [illegible] جانا ناممکنات میں سے تھا۔

"تمھارا مشاہدہ بہت اچھا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس بات کا مشاہدے سے کیا تعلق ہے؟" وہ حیرت سے بولی۔

"اس پورے ہال میں شاید چند ہی افراد کے علم میں یہ بات ہوگی کہ اُس میز پر بیٹھا ہوا شخص میرا ساتھی ہے۔"

"وہ سب اپنی اپنی تفریحات میں مگن ہیں۔ انھیں اتنی فرصت کہاں کہ کسی اور طرف توجہ دے سکیں۔ جب کہ میں تنہا تھی اور بور ہورہی تھی اگر تم پر نظر پڑ گئی تو کون سا کمال ہوگیا۔"

"یعنی تم اب بور نہیں ہورہی ہو۔" میں نے پوچھا۔ میرے لہجے میں شرارت تھی۔

"نہیں!" اُس نے خاصی بے باکی سے جواب دیا۔ "تم دل چسپ آدمی ہو۔"

"تبھی تم نے میرا نام تک پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی؟"

"میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا میرے نزدیک نام کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے اور پھر تم سے میرا کوئی مستقل تعلق تو ہے نہیں کہ میں تمھارا نام معلوم کرنے کی زحمت میں پڑوں۔ کسی کا نام بہت اچھا ہو تو کیا اور اچھا نہ ہو تو کیا۔ اصل چیز تو شخصیت ہوتی ہے۔"

میں اس کی باتیں بڑے غور سے سُن رہا تھا مگر اولیو ہاورڈ کی طرف سے بھی غافل نہیں تھا۔ وہ سخت اضطرابی کیفیت کا شکار تھا اور کسی بھی لمحے اٹھ کر میرے پاس آنے والا تھا لیکن اس وقت میں صرف باتیں کرنے کے موڈ میں تھا۔ میں نے کرنل وحدت کے وجود کو یکسر بھلا دیا تھا۔

"لیکن جو لوگ ہمیں پسند آتے ہیں ہم اُن کا نام جاننا چاہتے ہیں بلکہ اُن کے بارے میں بہت سی باتیں جاننے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ کیا تم اس بات سے انکار کروگی؟" میں نے کہا۔

"نہیں، اس بات سے انکار ناممکن ہے۔"

"تو کیا میں تمھاری اس بات کو غلط سمجھوں کہ میری شخصیت میں تمھیں کوئی دل چسپی محسوس ہوئی ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "پتا نہیں کیوں ایسا لگتا ہے جیسے تم سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوگی اس لیے تم سے تمھارے بارے میں کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہورہی جس کے بارے میں جتنا کم علم ہو اُس کی یاد اتنا ہی کم ستاتی ہے۔"

"تمھاری چھٹی حس بہت تیز معلوم ہوتی ہے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "واقعی اس بات کا امکان ہے کہ دوبارہ ہماری ملاقات نہ ہوپائے لیکن میں تمھیں اپنے بارے میں ضرور بتاؤں گا۔"

"اس سے بہتر یہ ہوگا کہ مجھے اپنے ساتھی کے بارے میں کچھ بتا دو۔ اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے نا! اس لیے اُس کے بارے میں جاننے سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"یہ محض تمھاری خام خیالی ہے۔ اس کے بارے میں جان کر تمھاری سستی کم ہوجائے گی۔"

"میں بہت ڈھیٹ قسم کی چیز ہوں۔ مجھ پر چھوٹی موٹی باتیں اثر انداز نہیں ہُوا کرتیں۔"

"تو سُنو! اُس کا نام اولیو ہاورڈ ہے اور وہ اسرائیل کا رسوائے زمانہ یہودی ایجنٹ ہے۔"

اُس کا منہ مارے حیرت کے کُھل گیا۔ "اور تم کون ہو؟" اُس نے بے ساختہ پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"چور کا بھائی گرہ کٹ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "کیا خیال ہے؟"

"ضروری نہیں ہے۔ چور کا بھائی ڈاکو بھی ہو سکتا ہے اور کوئی بہت نیک انسان بھی۔ بتاؤ تم کون ہو؟"

"میرا نام علی یار خان ہے اور میری زندگی کا مقصد فلسطین کو اسرائیل کے ناجائز تسلط سے آزاد کرانا ہے۔"

"تم مذاق کر رہے ہو۔" وہ بے اعتباری سے بولی۔ "میری ایسی قسمت کہاں کہ آزادیٔ فلسطین کے کسی مجاہد سے اچانک میری ملاقات ہو گئی۔"

"میں تو بہت چھوٹا سا آدمی ہوں۔ مجھ سے ملاقات کسی کے لیے کیا اعزاز ہو سکتی ہے۔ کاش میں اپنی کوششوں سے فلسطین کا تھوڑا سا حصہ ہی یہودیوں کے تسلط سے آزاد کرا سکوں تو میں سمجھوں گا میری زندگی کا مقصد حاصل ہو گیا ہے۔ میں تو خود بہت تہی دست ہوں۔ میرے اختیار میں کوشش کرنے کے علاوہ اور ہے ہی کیا۔ سو میں کر رہا ہوں۔ منزل مل گئی تو ٹھیک ورنہ یہ زندگی کا سفر رائگاں تو ہے۔"

"تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے۔" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میری بڑی آرزو تھی کہ آزادیٔ فلسطین کے کسی مجاہد سے ملاقات ہو جائے لیکن اپنے ساتھی کے بارے میں تم نے مذاق کیا ہے نا؟"

"نہیں! وہ واقعی یہودی ایجنٹ ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔ میں نے اُس سے ایک وعدہ کیا تھا جسے نبھانے کے لیے میں اُسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ جیسے ہی میرا وعدہ پورا ہو گا ہم پھر ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔"

"کیا میں اسرائیل کے خلاف جہاد میں شامل نہیں ہو سکتی؟"

"ضرور ہو سکتی ہو۔ اس کے لیے تمھیں تنظیم آزادیٔ فلسطین کے کسی مرکز سے رابطہ قائم کرنا ہو گا۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمھارے ساتھ کام کروں؟"

"نہیں۔ میرا کام کرنے کا انداز ذرا مختلف ہے۔ پھر یہ کہ میں اپنی مرضی سے کام کرنے کا عادی ہوں۔"

"اگر تم چاہو تو مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر سکتے ہو۔ میں تمھارے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کروں گی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ تمھارا دل توڑنا مجھے ذرا اچھا نہیں لگ رہا لیکن تمھاری فرمائش پوری کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔"

اُس کے چہرے پر مایوسی کے دبیز سائے پھیل گئے لیکن اس نے اپنے تاثرات چھپانے کی بھرپور کوشش کی۔ "وہ صاحب جو تھوڑی دیر پہلے ہال کے دروازے پر نظر آئے تھے اُن کا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے؟"

"تمھارے ملک کی ملٹری انٹیلی جنس کا ایک ذہین افسر کرنل وحدت جو مجھے اور اولیو ہاورڈ کو گرفتار کرنے کے چکر میں ہے۔"

"تمھیں گرفتار کرنے کے چکر میں کیوں ہے؟"

"میرا مطالبہ ہے کہ اولیو ہاورڈ کو میرے ساتھ جانے دیا جائے لیکن وہ اسے گرفتار کرنے کے درپے ہے۔ میں چونکہ اس کی اعانت کر رہا ہوں اس لیے میں بھی مجرم ٹھہرا۔ میں بہرحال اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے مجبور ہوں اور کرنل وحدت کا فرض کہتا ہے کہ ایک یہودی ایجنٹ کو اُس کے ملک سے کسی قیمت پر بھی بچ کر نہیں نکلنا چاہیے۔"

"کیا کرنل وحدت ابھی تک تم لوگوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا؟"

"میں اولیو ہاورڈ کو دو بار اس کی قید سے چھڑا چکا ہوں اور اب تیسری بار اُس نے پھر اپنا گھیرا میرے گرد تنگ کر دیا ہے۔"

"تو یہ بات ہے۔" وہ مسکرائی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تمھارے پیچھے ملٹری انٹیلی جنس لگی ہوئی ہے اور تم اُن سے چھپتے پھرتے ہو....."

"تم غلط سمجھیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں تو یونہی وقت گزاری کے لیے تمھارے پاس آ بیٹھا تھا۔ اس سلسلے میں تمھیں استعمال کرنے یا تم سے مدد لینے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ جھینپ گئی۔ "میں نے تو پہلے بھی پیش کش کی تھی کہ اسرائیل کے خلاف جہاد میں اگر میں بھی کوئی کردار ادا کر سکوں تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔"

"اس کا جواب میں تمھیں پہلے ہی دے چکا ہوں۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اور اب میں جا رہا ہوں۔"

"سنو!" وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "یہ چابیاں رکھ لو۔ باہر میری کار موجود ہے۔ ممکن ہے تمھیں ضرورت پڑے۔"

"شکریہ۔ اب کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ اب تو میں کرنل وحدت کا مہمان ہوں۔ وہی میرے لیے سواری کا بندوبست کرے گا۔" میں نے کہا اور جانے کے لئے مڑا۔

"ایک بات اور سنو۔" وہ جلدی سے بولی۔ "آج سے میرا نام یاسمین ہے۔ یہ نام میرے دل میں فلسطین کے ایک مجاہد کی یاد ہمیشہ تازہ کرتا رہے گا۔"

"اس عزت افزائی کا شکریہ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب اجازت دو۔ اولیو ہاورڈ بہت بے چین ہے۔ خدا حافظ۔"

"اللہ حافظ!" اُس نے ہاتھ ہلایا اور میں اُس کی طرف دوبارہ دیکھے بغیر اولیو ہاورڈ کی میز پر جا بیٹھا۔

"تم نے اُسے دیکھ لیا تھا پھر بھی اتنے اطمینان سے بیٹھے اُس

لڑکی سے باتیں کیے جا رہے تھے۔" اولیو ہاورڈ میرے بیٹھنے کا انتظار کیے بغیر ہی شروع ہو گیا۔

"اب تو اطمینان ہی اطمینان ہے۔" میں نے اُس کے مقابل والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ یہاں تک پہنچا کیسے؟" اولیو ہاورڈ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"تم خود کو بہت ذہین سمجھتے ہو نا۔" میں طنزیہ لہجے میں بولا۔ "اور عربوں کو بے حد حقیر گردانتے ہو۔ دیکھ لو ایک عرب نے کس درجہ ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے۔"

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔" اولیو ہاورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ نہ صرف یہاں تک پہنچ گیا بلکہ اُس نے ہمیں پہچان بھی لیا۔"

"یہ اُس کا کارنامہ ہے اولیو ہاورڈ اور اس کارنامے کی روشنی میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک غیر معمولی آدمی ہے۔ اُس کی گرفت سے نکلنا آسان نہیں ہو گا۔"

"یہ بات تم کہہ رہے ہو علی؟" اولیو ہاورڈ نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں اور اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہو۔ میں تنہا ہوتا تو کسی نہ کسی طرح نکل ہی جاتا۔"

"کیا اس بات کا مطلب یہ ہے کہ تم نے خود کو کرنل وحدت کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

"حوالے کرنے کا فیصلہ؟" میں تحقیر آمیز انداز میں ہنسا۔ "عقل کے ناخن لو اولیو ہاورڈ! اس مرحلے پر خود کو اُس کے حوالے کرنے کا کب سوال پیدا ہوتا ہے۔ اُس نے بُری طرح سے ہمیں گھیر لیا ہے۔ فرار کی ہر راہ مسدود کر دی ہے۔"

"یہاں بیٹھے بیٹھے تم یہ بات کیسے کہہ رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "یہاں تو اُس کا کوئی آدمی بھی نہیں ہے۔"

"تم شاید کبھی نہیں سدھرو گے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "تم دیکھ چکے ہو کرنل وحدت کس پیمانے پر کام کرنے کا عادی ہے۔ اُس کے باوجود یہ توقع کر رہے ہو کہ اُس نے ہمارے فرار کا کوئی راستہ چھوڑ دیا ہو گا؟"

"تو مجھے کیا معلوم تمھارے ذہن میں کیا ہے؟"

"اس وقت تو اُلجھنیں ہی اُلجھنیں ہیں اور ہر اُلجھن صرف کرنل وحدت ہی حل کر سکتا ہے۔ اس کا ہم تک پہنچ جانا اور ہمیں پہچان لینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ تم خود بتاؤ، اگر تم مجھے اس میک اپ میں دیکھتے تو کیا پہچان لیتے؟"

"نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں ہرگز نہیں پہچان سکتا تھا۔"

"اور اس نے کتنی آسانی سے ہمیں پہچان لیا۔ یہ ایک بہت بڑی اُلجھن ہے۔ جتنا اس بات پر غور کرتا ہوں اتنا ہی اُلجھتا چلا جاتا ہوں۔"

"تو اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"اس وقت تو اگر میں تنہا ہوتا تب بھی فرار ہونے کی کوشش نہ کرتا۔ یہ اُلجھن چونکہ کرنل وحدت ہی رفع کر سکتا ہے لہٰذا میں چپ چاپ اس کی قید میں چلا جاتا۔"

"وہ ہمیں پہچاننے کے باوجود خاموشی سے واپس کیوں چلا گیا؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"باہر وہ یا اُس کے آدمی ہمارے منتظر ہوں گے۔ آؤ چلیں۔"

میں اور اولیو ہاورڈ اُٹھ کر ہال کے دروازے کی طرف بڑھے۔ میں نے یاسمین کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ رنگ و نور اور موسیقی کا طوفان پیچھے رہ گیا۔ ہم دروازہ کھول کر باہر کوریڈور میں نکل آئے۔ حسب توقع وہاں کرنل وحدت کے آدمی ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے لیکن وہ فوجی وردیوں میں نہیں بلکہ بہترین تراش خراش کے نفیس سوٹوں میں ملبوس تھے۔ وہ ہوٹل کی راہداری میں بکھرے ہوئے تھے اور اُن کے انداز سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ وہاں کسی کی نگرانی کرنے کے لیے موجود ہیں۔ نہ صرف میں نے بلکہ اولیو ہاورڈ نے بھی اُن سب کو ایک ہی نظر میں شناخت کر لیا تھا۔ اُن کے سولجر کٹ بال انھیں اور نمایاں کر رہے تھے۔

"دیکھ رہے ہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے سرگوشی کی۔ "کیا ان لوگوں سے بچ کر نکلنا ممکن ہے؟"

"نہیں!" اولیو ہاورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "انھوں نے بُری طرح ہمیں گھیر رکھا ہے۔"

میں نے ہوٹل سے باہر جانے والے راستے کی طرف قدم بڑھائے لیکن میں زیادہ دُور نہیں جا سکا۔ سامنے سے آتے ہوئے دو افراد اچانک رُک گئے۔

"اس طرف تشریف لے چلیے جناب۔" انھوں نے بڑی شائستگی سے اوپر جانے والے زینوں کی طرف اشارہ کیا۔ اُن دونوں کے ہاتھ کوٹوں کی جیبوں میں تھے۔

"شکریہ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس وقت ہم جلدی میں ہیں۔ پھر کسی وقت آئیں گے۔"

"رات کے اس پہر اس اجنبی شہر میں کہاں بھٹکتے پھریں گے۔ ہم نے آپ کے لیے قیام و طعام کا بندوبست کیا ہے۔ کچھ دیر ہمیں بھی شرفِ میزبانی بخشیے۔"

"کیا خیال ہے اولیو ہاورڈ؟" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پلٹ کر کہا "سُنا ہے دل توڑنا اچھی بات نہیں ہوتی۔"

"ان کی بات مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا مگر اس کا لہجہ شکست خوردہ تھا۔

"ہمیں زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔" دوسرا شخص غرّایا "چلو۔"

"ناراض کیوں ہوتے ہو بھائی۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "ہم چل رہے ہیں۔"

ہمیں سیڑھیوں کے ذریعے تیسری منزل پر واقع ایک کمرے کے سامنے لے جایا گیا۔ ایک شخص نے بڑھ کر کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" اندر سے سُنائی دینے والی آواز میں نے صاف پہچانی تھی۔ وہ کرنل وحدت کی آواز تھی۔

"تم دونوں اندر چلے جاؤ۔" ہمیں حکم دیا گیا۔

میں نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ کمرے میں تیز روشنی پھیلی تھی۔

کرنل وحدت کی پشت میری طرف تھی۔ وہ کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا۔ سامنے والی دیوار کے دونوں کونوں کے ساتھ دو اسٹین گن بردار کھڑے تھے۔ دونوں اسٹین گنوں کا رخ دروازے کی طرف تھا۔

"میں حاضر ہو سکتا ہوں کرنل وحدت؟" میں نے بلند آواز میں کہا۔

میری آواز سُن کر کرنل وحدت مُڑا۔ اس نے مجھے بہت ہی غور سے دیکھا "اولیو ہاورڈ کہاں ہے؟"

"جاؤ، تمھیں بلا رہے ہیں۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف پلٹ کر کہا اور خود باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

"تم بھی آجاؤ علی یار خان!" کرنل وحدت نے سخت لہجے میں کہا "اس وقت میری مرضی کے بغیر اس ہوٹل سے ایک چڑیا کا بچہ بھی باہر نہیں نکل سکتا۔"

"مجھے اچھی طرح معلوم ہے کرنل وحدت!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ دونوں اسٹین گن بردار پتھر کے مجسّموں کی طرح ساکت و صامت کھڑے تھے۔ میں آگے بڑھ کر کمرے میں موجود صوفہ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ "تم بھی آجاؤ۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"تم نے اپنی قیمت بہت بڑھا لی ہے علی یار خان۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"اوہو! مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا نیلام ہو رہا ہے۔"

"تمھاری وجہ سے بہت نقصان ہوا ہے۔" کرنل وحدت غرّایا "چار پولیس کاریں ناکارہ ہو گئیں۔ کچھ پولیس والے زخمی بھی ہوئے ہیں۔"

"کیا تم نے یہی بتانے کے لیے مجھے یہاں بلوایا ہے؟"

کرنل وحدت نے مجھے گھور کر دیکھا "ماضی میں جو ہُوا سو ہُوا۔ اب تمھارے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔"

"فرار ہونے کے لیے رعایتوں کی نہیں صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"اسی لیے تم دوبارہ میری قید میں نظر آ رہے ہو۔" کرنل وحدت نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"میں دوسروں کی تعریف کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتا کرنل وحدت! چاہے وہ شخص میرا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔" میں نے کہا "اور تمھیں تو میں دشمن ہی نہیں سمجھتا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمھارے اس کارنامے کی تعریف نہ کروں۔ میں حیران ہوں کہ تم نے یہ سب کچھ کیوں کر کیا ہو گا؟"

"تمھیں دوبارہ اپنی گرفت میں دیکھنے کے لیے میں نے جتنے پاپڑ بیلے ہیں، یہ میرا ہی دل جانتا ہے لیکن، تمھیں اپنی قید میں دیکھ کر جس قدر خوشی مجھے ہو رہی ہے وُہی میری محنت کا ثمر ہے۔"

"میں تمھاری کیفیات بخوبی سمجھ سکتا ہوں کرنل وحدت! لیکن تم نے ہمارا اتنا طویل تعاقب کیا کیسے؟"

"دراصل تمھارے فرار کا راز افشا ہونے میں ذرا دیر ہو گئی تھی۔ جن فوجیوں کو تم نے بے ہوش کیا تھا، انھیں دو گھنٹے بعد ہوش آیا۔ ہمیں اس مقام تک واپس پہنچنے میں جہاں تم ٹرین سے کود کر فرار ہوئے تھے...... مزید دو گھنٹے لگے۔ اس طرح ہمارے چار قیمتی گھنٹے تو ابتدا ہی میں ضائع ہو گئے۔ وہاں سے نزدیکی قصبے میں تم دونوں کا سُراغ تو مل گیا لیکن ظاہر ہے تمھاری منزلِ مقصود تو ہمارے علم میں نہیں آسکتی تھی چنانچہ میں نے فوری طور پر تمام شہروں کے داخلی راستوں کی نگرانی کا حکم دے دیا۔"

"کہنے اور سننے کے لیے بڑی سادہ اور آسان سی بات ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ کتنا مشکل کام تھا۔ تمھاری جگہ کوئی اور ہوتا تو ہم بچ کر نکل جاتے۔"

"اور اگر تمھاری جگہ کسی اور کو میں نے اس طرح دوبارہ گرفتار کیا ہوتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی لیکن میں نے یہ کامیابی علی یار خان کے خلاف حاصل کی ہے۔ وہ علی یار خان، جس نے اسرائیل حکام کو ناکوں چنے چبوا رکھے ہیں۔"

"تم نے اس شہر میں اپنے آدمیوں کا جال بچھا رکھا تھا۔" اولیو ہاورڈ نے کرنل وحدت سے کہا "کیا تم نے ہر شہر میں اسی طرح اپنے آدمی بکھیر رکھے تھے؟"

"نہیں اولیو ہاورڈ!" میں نے کرنل وحدت کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات دیکھ کر جلدی سے کہا۔ اُسے اولیو ہاورڈ کا بولنا گراں گزرا تھا "ہم جس بس سے اُتر کر پیدل فرار ہوئے تھے، جب شہر کے داخلی راستے پر اس کی چیکنگ ہوئی ہو گی تو پوچھ گچھ کے دوران یہ بات علم میں آئی ہو گی کہ بس سے دو افراد اُتر چکے ہیں۔ مزید پوچھ گچھ کے ذریعے ہمارے حلیے بھی اُن لوگوں کے علم میں آ گئے ہوں گے۔ اس بات کی رپورٹ کرنل وحدت کو دی گئی ہو گی اور کرنل وحدت کے لیے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ اب ہم پیدل کسی راستے سے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا کرنل وحدت نے فوری طور پر ہائی وے کے آس پاس واقع مضافاتی علاقوں میں اپنے آدمی پھیلا دیے ہوں گے تاکہ ہم شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہوئے پکڑے جائیں۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو علی!" کرنل وحدت نے کہا "یہ نتیجہ تو ایک بچہ بھی نکال سکتا تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ اتنی معمولی سی بات اولیو ہاورڈ جیسے ذہین ایجنٹ کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ تم نے اطمینان کر لیا ہے علی! یہ اصل اولیو ہاورڈ ہی ہے نا؟"

اہانت کے شدید احساس سے اولیو ہاورڈ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"اس بات کی اطلاع تمھیں کہاں ملی تھی کہ ہم بس سے اُتر کر فرار ہو گئے ہیں؟" میں نے کرنل وحدت سے پوچھا۔

"اس وقت میں ایک فوجی طیارے میں اس شہر کی طرف آ رہا تھا۔ یہ اطلاع موصول ہوتے ہی میں نے طیارے سے ہی مزید ہدایات جاری کر دی تھیں۔"

"تمھیں یہ اندازہ کیسے ہوا کہ ہم اسی شہر کی طرف آئیں گے؟" میں نے پوچھا۔

کرنل وحدت مسکرایا "ملک سے باہر جانے کے لیے پروازیں اسی شہر سے مل سکتی ہیں۔ تم ملک سے باہر جانا چاہتے تھے نا؟ تمھارا یہاں آنا لازمی تھا۔"

"یہ سب کچھ تو وہ تھا جو تمھاری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ بھی کر سکتا تھا لیکن اب میں تمھاری کارکردگی کے اُس پہلو کی طرف آتا ہوں جس نے مجھے شدید ذہنی اُلجھن میں مبتلا کر رکھا ہے۔" میں نے کہا "تم اس ہوٹل تک کیسے پہنچے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تم نے مجھے اور اولیو ہاورڈ کو کیسے پہچانا جبکہ ہم اپنے حلیے مکمل طور پر تبدیل کر چکے تھے؟"

کرنل وحدت کی آنکھوں میں تفاخر کا تاثر اُبھرا "یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔" اُس نے کہا "اس شہر میں پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد مجھے اطلاع ملی کہ تم نے ایک کار اُڑا لی ہے چنانچہ فوری طور پر پولیس ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کیا گیا اور تمھارا تعاقب شروع ہو گیا۔ پولیس کاروں سے مدد لینے کی ضرورت اس لیے پڑی کہ فوجی گاڑیاں عموماً بھاری ہوتی ہیں اور شہر کی چھوٹی سڑکوں پر کاروں سے بہ آسانی مات کھا جاتی ہیں یہی وجہ تھی کہ تمھیں پولیس کاروں کے ذریعے گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ تاہم میں نے شہر سے باہر جانے والی تمام سڑکوں کی ناکا بندی کروا دی تھی تاکہ اگر تم شہر سے فرار ہونے کی کوشش کرو تو ناکام ہو جاؤ۔"

"لیکن میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔" کرنل وحدت بھی جواباً مسکرایا "یہ تمھاری خوش قسمتی تھی ورنہ شہر سے باہر جانے والی سڑکیں نہ صرف بند تھیں بلکہ وہاں ایسے انتظامات بھی تھے کہ تمھیں گھیر لیا جاتا اور تم وہاں سے بچ کر نہ نکل پاتے۔"

"بچ کر تو خیر تم نے مجھے اب بھی نہیں نکلنے دیا۔" میں نے کہا۔

"تم بہت مطمئن نظر آ رہے ہو۔" کرنل وحدت نے مجھے گھورا "اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اب پھر فرار ہو جاؤ گے تو یہ تمھاری خام خیالی ہے۔"

"ارے نہیں کرنل وحدت!" میں ہنس کر بولا "مطمئن رہنا تو میری عادت ہے۔"

"تمھیں ہوشیار کرنا میرا فرض تھا۔ اس بار میں نے واضح ہدایات جاری کر دی ہیں۔ اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تو تمھیں گولی مارنے سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا۔"

"اس مہربانی کا شکریہ کرنل وحدت!" میں نے اس کی بات کا اثر لیے بغیر کہا "ہاں تو تم کچھ بتا رہے تھے!"

کرنل وحدت چند لمحے مجھے گھورتا رہا پھر شانے جھٹک کر بولا "جس وقت پولیس کاریں تمھیں شہر کی سڑکوں پر گھیرنے کی کوششیں کر رہی تھیں میرا اُن سے رابطہ قائم تھا اور شہر کا نقشہ میرے سامنے موجود تھا۔ میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ آیا تم کسی خاص روٹ پر سفر کر رہے ہو یا تمھارا مقصد کچھ اور ہے۔ یہ بات مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکی کہ تمھاری کوئی خاص منزل نہیں تھی۔ اس نتیجے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک پہنچتے ہی میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ پھر تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟"

میں متحیرانہ انداز میں کرنل وحدت کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بڑے سائنٹیفک انداز میں کام کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ اس بات کا امکان تھا کہ اُس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تربیت حاصل کی ہو۔ اولیو باورڈ بھی ہمہ تن گوش بنا ہوا تھا مگر کرنل وحدت اچانک ہی خاموش ہو گیا تھا۔

"پھر تم نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟" چند لمحے بعد میں نے اُس سے سوال کیا۔

اُس نے چونک کر مجھے دیکھا "تم ہمیں یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ اگر تم فرار ہوئے تو کار پر ہی فرار ہو گے۔ کار کا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔"

میں حیران رہ گیا۔ اُس نے واقعی بہت صحیح نتیجہ اخذ کیا تھا۔ میرا مقصد یہی تھا کہ انھیں جھٹکا دوں مگر کیا ہوا؟ کرنل وحدت کی ذہانت کی وجہ سے میں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔ اُس کی جگہ کوئی بھی ہوتا اتنی جلدی معاملے کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

"کیا میں نے غلط نتیجہ اخذ کیا تھا؟" کرنل وحدت نے پوچھا۔

"میں تردید نہیں کروں گا کرنل وحدت!" میں نے کہا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں واقعی تمھاری توجہ کار کی جانب مبذول رکھ کر خود فرار ہونا چاہتا تھا۔"

"بس یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کی وجہ سے میں نے اتنی تیزی سے تمھارا سراغ لگا لیا۔" کرنل وحدت بولا "میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکا بندی کر دی گئی تھی۔ میں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ شہر کے اندر بھی بہت سی شاہراہوں کی ناکا بندی کرا دی تھی۔ اس کی ضرورت یوں پڑی کہ یہاں پولیس کے پاس اتنی کاریں نہیں ہیں کہ بیک وقت پورے شہر کا احاطہ کیا جا سکے۔ میں نے یہ فرض کیا کہ اگر تمھارے پاس موجود کار کی ٹنکی پیٹرول سے فل ہو تب بھی تم کتنی دیر تک سفر کر سکو گے۔ میں نے یہ انتظام بھی کر لیا تھا کہ اگر تم شہر کے کسی بھی پیٹرول پمپ سے پیٹرول لینے کی کوشش کرو تو پکڑے جاؤ لیکن میرے اندازے کے مطابق تم اتنا سفر کر چکے تھے کہ کار کی ٹنکی میں پیٹرول ختم ہو گیا ہو گا۔ میں نے تمام پولیس کاروں کو ہدایت کی کہ اب تمھاری کار کو ایسی جگہوں پر تلاش کیا جائے جہاں کار پارک کی جا سکتی ہو۔ میں نے بعض علاقے خاص طور پر نشان زد کیے۔ چنانچہ جلد ہی کار دریافت کر لی گئی۔"

"لیکن کار میں تو ایسا کوئی سراغ نہیں تھا جس کے ذریعے ہم تک پہنچا جا سکتا۔" اولیو باورڈ بولا۔

"اس کار کے ذریعے تم اس ہوٹل تک تو پہنچ سکتے تھے۔" میں نے کرنل وحدت سے کہا۔ "یہاں تک تو بات سمجھ میں آ گئی مگر یہ بات ابھی تک ناقابلِ فہم ہے کہ تم نے ہمیں میک اپ میں ہونے کے باوجود پہچان کیسے لیا؟"

کرنل وحدت پُر اسرار انداز میں مسکرایا۔ "اگر میں نہ بتاؤں تو تمھیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ میں نے تمھیں کیسے پہچانا؟"

"ہاں، میرا خیال تو یہی ہے کہ یہ عقدہ میرے لیے لاینحل ہی رہے گا۔"

کرنل وحدت سنجیدہ ہو گیا۔ "میں نے خود کو تمھاری جگہ رکھ کر سوچا اور میرے ذہن کے سارے دریچے روشن ہوتے چلے گئے۔ تم میک اپ کے ماہر ہو۔ جس جگہ تم نے کار چھوڑی تھی اُس سے قریب ترین جگہ یہ ہوٹل ہے جہاں اسٹور رات میں بھی کھلے رہتے ہیں۔ ان سب باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے کار دریافت ہونے کے بعد فوراً میں اس ہوٹل پر حملہ آور ہو گیا۔ مجھے یہ بات جان کر سخت مایوسی ہوئی کہ آج کسی نے ہوٹل میں کمرے بُک نہیں کرائے مگر میں نے ہمت نہیں ہاری اور اسٹورز کو تفتیش کا ہدف بنایا جہاں سے مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ ایک شخص نے لباس کے دو جوڑے خریدے ہیں۔ لباس خریدنے والے کا حلیہ سو فی صدی تمھارا تھا۔ . ." کرنل وحدت خاموش ہو گیا۔

"اس کے باوجود بھی ہمیں پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ ہمارے میک اپ ناقابلِ شناخت تھے۔" اولیو باورڈ نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"کرنل وحدت کی ذہانت کی تعریف نہ کرنا سخت ناانصافی ہو گی۔" میں نے کہا۔ "اس نے ہمیں ہمارے لباسوں سے شناخت کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اولیو باورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"اسٹور سے کرنل وحدت کو اس لباس کی تفصیل معلوم ہو گئی ہو گی جو میں نے وہاں سے خریدا تھا اور جو اِس وقت ہمارے جسموں پر موجود ہے۔ کرنل وحدت کو یہ اندازہ بھی تھا کہ ہم نے میک اپ بھی کر لیا ہو گا۔ لہٰذا اُس نے ہمارے لباس کو ہماری شناخت کا ذریعہ بنا لیا۔ کیوں کرنل وحدت؟"

"بلاشبہ یہی بات ہے۔" کرنل وحدت نے اثبات میں سر ہلایا۔ "رہا سہا شبہ تم دونوں کے تاثرات نے رفع کر دیا۔"

"اولیو باورڈ کی حد تک تو تمھاری بات درست ہے" میں نے کہا۔ "لیکن میں تو بالکل پُر سکون تھا میرے تاثرات سے تو تمھیں کوئی مدد نہیں مل سکی ہو گی؟"

"جب میں ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوا تو اولیو باورڈ مجھے دیکھ کر اضطراب کا شکار ہو گیا۔ تم البتہ پُر سکون رہے لیکن تمھاری توجہ بھی میری طرف تھی۔ تمھاری پہچان کے لیے یوں تو تمھارا لباس ہی بہت کافی تھا لیکن تمھاری توجہ اپنی طرف پا کر مجھے بالکل ہی یقین ہو گیا کہ تم ہی علی یار خان ہو۔"

"اگر مجھے شبہ بھی ہو جاتا کہ تم اتنے غیر معمولی حد تک ذہانت کے حامل ہو تو یقین کرو میں دوسرے انداز سے کام کرتا اور تم ہرگز مجھ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"دوسروں کی برتری تسلیم کرنا سیکھو علی یار خان۔" کرنل وحدت کا موڈ بگڑ گیا۔ "میں نے واضح طور پر تمھیں شکست دی ہے۔"

"تمھاری برتری سر آنکھوں پر کرنل وحدت لیکن جانتے ہو تمھیں مجھ پر سب سے بڑی کون سی برتری حاصل ہے؟"

کرنل وحدت مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"میں نے تم لوگوں کو اپنا دشمن نہیں سمجھا اور مروت میں مار کھا گیا۔" میں نے کہا۔

"ایسی مروت نہ دیکھی نہ سنی۔" کرنل وحدت طنزیہ لہجے میں بولا۔ "چار فوجیوں کو بے ہوش کر کے فرار ہوئے پھر یہاں تم نے پولیس کاروں کو نقصان پہنچایا۔ تمھاری وجہ سے کئی پولیس والے زخمی ہوئے۔ کیا اسی کو مروت کہتے ہیں؟"

"یقین کرو یہ سب کچھ میں نے انتہائی مجبوری میں کیا کہ اس کے سوا میرے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں نے حتی الامکان یہی کوشش کی کہ میرے کسی عمل سے یہاں کی حکومت کو یا کسی باشندے کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے اگر یہ بات نہ ہوتی کرنل وحدت تو تم جھک مارتے رہ جاتے اور میری گرد کو بھی نہ پا سکتے۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو علی یار خان! تم جس شہرت کے مالک ہو اُس کے پیشِ نظر ایسی باتیں تمھیں زیب نہیں دیتیں۔ اپنی تمام تر ذہانت اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کے باوجود تم میرے چنگل میں پھنس گئے۔"

"اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا کرنل وحدت! کہ کون برتر ہے لیکن میں نے تم سے کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ میرا کہا ہوا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔"

"بالکل غلط! مروت تو ہم نے تمھارے ساتھ کی ہے اور ابھی تک کر رہے ہیں ورنہ شاید تم زندہ ہی نہ ہوتے۔"

"زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ ہے کرنل وحدت! جب تک میری زندگی لکھی ہے کوئی مجھے نہیں مار سکتا۔"

"لیکن ہم نے تمھیں مارنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ صرف گرفتار کرنے کی کوشش کی تھی اور دیکھ لو ہم نے کتنی کامیابی سے تمھیں دوبارہ گرفتار کر لیا۔"

"تم سے بحث کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم اپنے آگے کسی کی سننے کے عادی نہیں ہو۔"

کرنل وحدت نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "اب کسی رعایت کی توقع مت رکھنا میں نے نرمی کی انتہا کر دی ہے۔"

"مجھے پہلے بھی تم سے کسی رعایت کی توقع نہیں تھی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"کل ہی میں تمھارے لیے اعلیٰ حکام سے اجازت حاصل کرتا ہوں۔" کرنل وحدت غرّایا۔ "تمھارا دماغ درست کرنا بہت ضروری ہے۔"

اس کے بعد کرنل وحدت کے حکم پر ہمیں مسلح افراد کی نگرانی میں ہوٹل سے ایک بنگلے پر پہنچا دیا گیا۔ وہ فوجی ریسٹ ہاؤس تھا۔ شاید کرنل وحدت بھی اسی عمارت میں قیام پذیر ہونے کا ارادہ رکھتا تھا اس لیے وہ بھی اُس بنگلے تک ہمارے ساتھ ہی آیا تھا۔ بنگلے کے گیٹ پر فوجی پہرا دے رہے تھے۔

"انھیں تہ خانے میں پہنچا دو۔" کرنل وحدت نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ "اور ان کی اچھی طرح تلاشی لے لو۔ ان کے پاس کوئی بھی چیز مت رہنے دینا۔ یہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تلاشی کے نتیجے میں مجھے رقم سے بھی محروم ہونا پڑا اور اس کے بعد ہمیں تہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ تہ خانہ کافی کشادہ تھا مگر اس میں فرنیچر کے نام پر کچھ بھی نہیں تھا بلکہ وہاں سرے سے کچھ تھا ہی نہیں۔ تہ خانہ بالکل ہی خالی پڑا تھا۔ ازراہِ مہربانی ہمیں دریاں فراہم کر دی گئیں۔

"شکر ہے کوئی ٹھکانا تو میسر آیا۔" میں نے ایک دری پر لیٹتے ہوئے کہا۔

"دوبارہ قید ہونے پر تم شکر ادا کر رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ حیران ہو کر بولا۔

"تھکن انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اولیو ہاورڈ اور اگر ہم پکڑے نہ جاتے تو معلوم نہیں کب تک سونا نصیب نہ ہوتا۔ بہتر یہی ہے کہ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے آرام کر لیں، بعد میں نہ جانے کس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔"

لیٹتے ہی مجھ پر نیند کا حملہ ہوا اور مجھے ہوش ہی نہیں رہا کہ کب نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

میری آنکھ جگائے جانے پر ہی کھلی تھی۔ آنکھ کھلنے پر مجھے اولیو ہاورڈ نظر آیا جو مجھ سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا اور وہ شخص جو میرے پیروں سے کچھ فاصلے پر موجود تھا، غالباً وہ ہمارے لیے ناشتے کی ٹرے لایا تھا جو قریب ہی رکھی نظر آ رہی تھی۔ ناشتا لانے والے کی حفاظت کے لیے دو مسلح افراد بھی موجود تھے۔

"اس تہ خانے میں باتھ روم بھی موجود ہے۔" اس شخص نے اطلاع دی۔

"کرنل وحدت کہاں ہے؟" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہمیں کچھ نہیں معلوم۔" جواب ملا اور تینوں افراد تہ خانے سے چلے گئے۔

ناشتے کے دوران اولیو ہاورڈ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ "کسی گہری سوچ میں ہو اولیو ہاورڈ؟" میں نے کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ اس بار ہم بہت بے تکے پھنسے ہیں۔"

"پھنسنا ہمیشہ ہی بے تکا ہوتا ہے۔ تک سے کون پھنستا ہے؟"

"میرا مطلب ہے ہمیں یہاں تو رکھا نہیں جائے گا، کسی اور شہر منتقل کر دیا جائے گا۔"

"قید تو قید ہوتی ہے اولیو ہاورڈ، خواہ کسی شہر میں بھی ہمیں رکھا جائے، کیا فرق پڑتا ہے؟"

"اگر ہم پکڑے نہ جاتے تو بڑی آسانی سے اس ملک سے نکل سکتے تھے۔"

"میں بھی اس بات سے بہ خوبی واقف ہوں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا اس بات سے تمہارا کوئی خاص مقصد ہے؟"

"ہاں۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "اگر اب بھی یہاں سے فرار کی کوئی صورت نکل آئے تو ہم ملک سے باہر نکل سکیں گے۔"

"اس کے لیے اس شہر کی کیا تخصیص ہے۔ ہم کہیں سے بھی ملک سے باہر نکلنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

"دراصل یہاں میرے کچھ خاص روابط ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! یہودی لابی؟"

"ہاں۔" اولیو ہاورڈ نے طویل سانس لی۔ "لیکن یہ ایک راز ہے جس میں اگر میں نے تمھیں شریک کیا تو مجبوراً ہی کروں گا۔ کیا تم مجھ سے وعدہ کر سکتے ہو کہ یہ راز افشا نہیں ہوگا؟"

"راز کیا خاک ہوگا۔" میں نے برا سا منہ بنا کے کہا۔ "اسرائیلی ایجنٹ یہاں کی حکومت کے خلاف برسرِ کار ہوں گے۔"

"بے شک، وہ اسرائیلی ایجنٹ ہیں لیکن اُن کی اصلیت سے کوئی واقف نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"ایجنٹ ہمیشہ چھپ کر کام کرتے ہیں اولیو ہاورڈ اور اُن کی اصلیت سے کبھی کوئی واقف نہیں ہوتا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو علی! جن لوگوں کا میں تذکرہ کر رہا ہوں وہ دراصل اس ملک میں تجارت کر رہے ہیں۔ لیکن یہاں آنے والے اسرائیلی ایجنٹوں کو تحفظ فراہم کرنا اُن کی ذمّے داری ہے۔ یہ کام بھی وہ حتی الامکان خفیہ رہ کر کرتے ہیں۔ براہِ راست کسی سرگرمی میں ملوث نہیں ہوتے۔"

"اچھا چلو، میں وعدہ کر لیتا ہوں کہ اس ضمن میں جو معلومات حاصل ہوں گی انھیں راز ہی رکھوں گا، آگے کہو۔"

"میں تو تمھیں کوئی معلومات فراہم نہیں کر رہا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"تو اتنی دیر سے میرا دماغ کیوں چاٹ رہے تھے؟" میں جھنجلا گیا۔

"میرا مقصد تھا کہ اگر ہم ان کی قید سے فرار ہونے میں

کامیاب ہو گئے تو پھر ہمیں ایک پناہ گاہ مل جائے گی۔"

"یہ بات تم پہلے بھی کر سکتے تھے۔ اب گرفتار ہونے کے بعد تمھیں یہ خیال آ رہا ہے۔"

"اگر مجھے یہ اندازہ ہوتا کہ ہم اتنی آسانی سے گرفتار ہو جائیں گے تو میں پہلی فرصت میں اُن لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا اور سوچ میں پڑ گیا۔ حالات اتنے خراب ہو گئے تھے کہ اس ملک سے نکلنے کے لیے کسی نہ کسی سہارے کی سخت ضرورت تھی ورنہ وہاں سے نکلنے میں بہت وقت لگ جاتا۔ ادھر کرنل وحدت کی قید سے فرار ہونے میں بھی تیزی دکھانے کی ضرورت تھی۔ میرا بہت وقت ضائع ہو چکا تھا اور اب مجھ میں مزید برداشت کی تاب نہیں رہی تھی، میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہر قسم کی مصلحت بالائے طاق رکھ کر وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔

"کیا سوچنے لگے علی؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے ٹوکا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ کیا اب یہاں سے فرار ہونا ممکن ہوگا؟" میں نے کہا۔

"بہت مشکل ہے۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "یہ لوگ بہت محتاط ہو گئے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ناشتے سے فارغ ہو کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ میں باتھ روم کے دروازے پر ہی پہنچا تھا کہ تہ خانے کا دروازہ کھلا اور وہی تینوں افراد اندر داخل ہوئے جو ناشتا لے کر آئے تھے۔

"سنو، مجھے کرنل وحدت سے ملنا ہے۔" میں نے اُن سے کہا۔ "کیا اُن سے ملاقات ہو سکے گی؟"

"ہمیں کچھ نہیں معلوم۔" نہایت بے رخی سے جواب ملا۔ "وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔"

میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ یہ بڑی اچھی بات تھی کہ کرنل وحدت کہیں گیا ہوا تھا۔

"کچھ اندازہ ہے وہ کب تک واپس آ جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"دوپہر سے پہلے مشکل ہے لیکن تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ خاموش رہو۔"

"اب کوئی بات نہیں کروں گا۔" میں نے نہایت سعادت مندی سے کہا اور بڑی پھرتی سے اُن پر چھلانگ لگا دی۔ اُن کے لیے میری یہ حرکت انتہائی غیر متوقع تھی تاہم انھوں نے اسٹین گنوں کو جنبش دینے کی کوشش کی تھی مگر فائر کر دینے کی حسرت اُن کے دلوں میں ہی رہ گئی تھی۔ میرے دونوں بازو بڑی مضبوطی سے اُن دونوں کی گردنوں کے گرد حائل تھے۔ گردنیں چھڑانے کی جدوجہد میں اسٹین گنیں اُن کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ تیسرے فرد کو اولیو ہاورڈ نے چھاپ لیا تھا۔ چند ہی لمحوں بعد تینوں افراد تہ خانے کے فرش پر بے ہوش پڑے تھے اور اولیو ہاورڈ اسٹین گنوں کی طرف جھپٹ رہا تھا۔

"نہیں اولیو ہاورڈ!" میں نے سختی سے کہا۔ "اسٹین گنوں کو ہاتھ بھی مت لگانا۔"

"کیوں نہیں؟" اولیو ہاورڈ حیران رہ گیا۔ "ہمیں ان کی ضرورت پڑے گی۔"

"اسلحے کا سہارا لیے بغیر ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہے۔" میں نے کہا اور ایک بے ہوش شخص کی جیب میں موجود رقم اپنی جیب میں منتقل کر لی۔

"تم حماقت کر رہے ہو علی۔"

"چلو۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو گدی سے پکڑ کر سیڑھیوں کی طرف دھکیلا اور وہ ناچار سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ اوپر پہنچ کر میں نے تہ خانے کا دروازہ ذرا سا کھول کر باہر جھانکا۔ راہداری میں کوئی نہیں تھا۔ میں نے اولیو ہاورڈ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں راہداری میں نکل آئے۔ معلوم نہیں اس وقت عمارت میں لوگ موجود نہیں تھے یا اگر موجود تھے تو کمروں میں تھے لیکن ہمیں کوئی نظر نہیں آیا۔ میرا رخ عمارت کی عقبی سمت کی طرف تھا۔

عمارت کا عقبی دروازہ بہ آسانی مل گیا۔ قسمت یاوری کر رہی تھی کہ عقبی سمت میں پہرا بھی نہیں تھا۔ ہم کمپاؤنڈ وال پھلانگ کر عقبی گلی میں پہنچ گئے۔ میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ ہمیں بہت بڑی کامیابی بڑی آسانی سے حاصل ہو گئی تھی۔

ہم تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے سڑک تک پہنچ گئے۔ ہمیں ہر آن یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں کوئی ہمیں دیکھ نہ لے مگر قسمت بہت اچھی تھی کہ کسی نے ہمیں نہیں دیکھا۔ سڑک پر اچھی خاصی چہل پہل تھی لیکن ہم رکے بغیر چلتے رہے۔ مختلف سڑکوں سے ہوتے ہوئے کوئی آدھے گھنٹے بعد اولیو ہاورڈ ایک ریستوران کے سامنے رک گیا۔

"آؤ اندر چلتے ہیں۔" اس نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہاں کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تھوڑی دیر کے لیے ہم یہاں محفوظ ہو جائیں گے اور میں یہاں سے اپنے ساتھیوں کو فون کر کے بلالوں گا۔"

ہم ریستوران میں داخل ہو گئے۔ ریستوران کی کم ہی میزیں آباد نظر آ رہی تھیں۔ ہم ایک گوشے میں جا بیٹھے۔

"تم ویٹر سے چائے منگواؤ، میں فون کر کے آتا ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور اُٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے ویٹر سے چائے لانے کو کہا اور اولیو ہاورڈ کو دیکھنے لگا جو فون پر بات کر رہا تھا۔

"کیا رہا؟" اولیو ہاورڈ فون کر کے واپس آیا تو میں نے اُس سے پوچھا۔

"ہمیں پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔" اُس نے بتایا۔ "ایک کار ہمیں لینے آ رہی ہے۔"

ہم نے جلدی جلدی چائے ختم کی۔ اس دوران میں میری نظریں مستقل گرد و پیش کا جائزہ لینے میں مصروف رہی تھیں۔ ہمارے فرار کا راز کسی بھی وقت فاش ہو سکتا تھا اور کسی وقت بھی ہماری تلاش شروع ہو سکتی تھی لیکن کہیں کوئی مشکوک نقل و حرکت نہیں دکھائی دی۔

"جو شخص ہمیں لینے آ رہا ہے کیا تم اُس کے صورت آشنا ہو؟" دفعتاً میں نے اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔

"نہیں! نہ میں اُس کا صورت آشنا ہوں اور نہ ہی وہ میرا صورت آشنا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"پھر شناخت کا کیا ذریعہ ہوگا؟"

"کوڈ ورڈز۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"وہ تو بعد کی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "تم اُس شخص کو پہچانو گے تبھی تو کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوگا۔"

"طے یہ ہوا ہے کہ سیاہ رنگ کی ایک شیورلیٹ کار ریستوران کے سامنے رُک کر مخصوص انداز میں ہارن بجائے گی اور ہم اُس کے ڈرائیور کو کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنی شناخت کرائیں گے۔"

چائے ختم کر کے ہم نے بل ادا کر دیا۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد ریستوران کے دروازے سے باہر سڑک پر سیاہ رنگ کی شیورلیٹ کار رُکتی نظر آئی۔ مخصوص انداز میں ہارن بجایا گیا اور ہم اُٹھ کر کار کی طرف بڑھے۔ اولیو ہاورڈ تیزی کے ساتھ آگے بڑھا تھا جبکہ میں میانہ روی سے چل رہا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اولیو ہاورڈ اپنے کوڈ ورڈز مجھ سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ ورنہ اُس وقت مجھے اُن کوڈ ورڈز سے کوئی دل چسپی بھی نہیں تھی۔

اولیو ہاورڈ مجھ سے کافی پہلے کار تک پہنچ گیا۔ اُس کے اور کار ڈرائیور کے درمیان کچھ جملوں کا تبادلہ ہوا جس کے بعد مطمئن ہو کر ڈرائیور نے پچھلی جانب کا دروازہ کھول دیا۔ اس دوران میں میں بھی کار کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"بیٹھو!" اولیو ہاورڈ نے مجھے پہلے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے کار میں بیٹھنے سے قبل ایک بار پھر اطراف پر نگاہ دوڑائی۔ کہیں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آ رہا تھا جس پر نگرانی کا شبہ کیا جا سکتا۔ میں مطمئن ہو کر کار میں بیٹھ گیا۔ کار میں بیٹھتے ہی مجھے سکون کا احساس ہوا۔ خطرات کی طرف سے بھی اور گرمی کی طرف سے بھی۔ کار ایئر کنڈیشنڈ تھی۔

میرے بعد اولیو ہاورڈ بھی کار میں بیٹھ گیا اور کار سڑکوں پر گویا تیرنے لگی۔ میری نظریں کار کی کھڑکی کے باہر بھٹک رہی تھیں۔ راستے ذہن میں محفوظ کرنے کے علاوہ میری توجہ اس بات پر بھی تھی کہ کہیں ہمارا تعاقب نہ کیا جا رہا ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

تمام راستے خاموشی سے سفر ہوا اور پھر کچھ دیر بعد کار ایک عمارت کے سامنے رُک گئی۔ اس علاقے میں کاروباری اداروں کے دفاتر تھے۔

اولیو ہاورڈ مجھے کار سے اُترنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اُتر گیا۔ کار سے اُترنے کے بعد وہ ڈرائیور سے کچھ کہے بغیر ہی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ میں اُس کے ساتھ تھا۔

"میں اپنا ایک راز تمہارے حوالے کرنے جا رہا ہوں علی!" لفٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اُس نے مجھ سے کہا۔ "حالات کے ہاتھوں میں اتنا بے بس ہو گیا ہوں کہ میری وجہ سے اسرائیل کے لیے صرف مشکلات ہی پیدا ہو رہی ہیں۔ تم نے مجھ سے وعدہ تو کر لیا ہے لیکن اس کے باوجود میں خائف ہی ہوں۔ ظاہر ہے اگر تم نے بعد میں وعدہ خلافی کی تو میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔"

"بے فکر رہو اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "یہاں سے نکلنے کے دوران تمہارے جتنے راز بھی میرے علم میں آئیں گے وہ سب کے سب راز ہی رہیں گے۔"

"میں تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں علی!" اولیو ہاورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اس ملک سے نکلنے کے لیے مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکے گا، ضرور کروں گا۔"

ہم لفٹ میں سوار ہو کر عمارت کی آٹھویں منزل پر پہنچ گئے۔ اولیو ہاورڈ خاموشی سے راہداری میں چلتا ہوا ایک خوب صورت دفتر کے دروازے پر رک گیا۔ ڈی او کارپوریشن نامی اُس فرم کے دفاتر غالباً اُس منزل کے پورے فلور پر پھیلے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ ڈی او کارپوریشن کے جاذب نظر بورڈ آویزاں تھے۔

اولیو ہاورڈ کے ساتھ میں بھی ڈی او کارپوریشن کے دفتر میں داخل ہو گیا۔ وہ استقبالیہ کمرا تھا اور سامنے ہی استقبالیہ کاؤنٹر پر ایک حسین و پرکشش نوجوان لڑکی موجود تھی۔

"مجھے مسٹر گیمن سے ملنا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے ریسیپشنسٹ لڑکی سے کہا۔

"تشریف رکھیے جناب!" لڑکی نے بڑے احترام سے ہمیں صوفوں پر بٹھایا۔ "کیا مینیجنگ ڈائریکٹر صاحب سے آپ کا اپائنٹمنٹ ہے سر؟"

"نہیں!" اولیو ہاورڈ بولا۔ "لیکن گیمن سے کہو اُس کا چچا زاد بھائی آیا ہے اور اُس سے فوراً ملنا چاہتا ہے۔"

"بہت بہتر جناب!" لڑکی نے کہا۔ "میں آپ کا پیغام اُن تک پہنچائے دیتی ہوں۔" اُس نے انٹرکام پر گیمن سے رابطہ قائم کیا اور وہی الفاظ دُہرا دیے جو اولیو ہاورڈ نے ادا کیے تھے۔ دوسری جانب سے کچھ کہا گیا جسے سن کر لڑکی نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی پھر اُس کے لب ہلتے نظر آئے۔ وہ بہت آہستہ آواز میں کچھ کہہ رہی تھی۔ میں اُس کے الفاظ نہیں سُن پایا پھر اُس نے انٹرکام بند کر دیا اور اولیو ہاورڈ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

"مسٹر گیمن آپ کو نہیں پہچان سکے جناب! تاہم وہ آپ سے ملنے کے لیے تیار ہیں۔ تشریف لے جائیے۔" اُس نے مینیجنگ ڈائریکٹر کے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

اولیو ہاورڈ مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا مینیجنگ ڈائریکٹر کے کمرے کی طرف بڑھا۔

"سنیے مسٹر!" میں نے عقب سے لڑکی کی بوکھلائی ہوئی آواز سُنی۔ "صرف یہ صاحب اندر جا سکتے ہیں۔ آپ یہیں بیٹھ جائیے پلیز۔"

"کیوں؟" اولیو ہاورڈ نے پلٹ کر خونخوار لہجے میں کہا۔ "یہ کیوں اندر نہیں جا سکتے؟"

"مسٹر گیمن ایک وقت میں صرف ایک ہی آدمی سے ملتے ہیں جناب اور اس وقت تو ویسے بھی انھوں نے صرف آپ کو ہی اندر بلایا ہے۔"

"آج کل ہم دونوں نے ایک ساتھ جینے مرنے کا عہد کر رکھا ہے۔" میں تمسخرانہ انداز میں بولا۔ "اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں انھیں تنہا چھوڑ دوں۔"

"جی!" لڑکی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ہاں!" میں نے نہایت سنجیدگی سے سر ہلایا۔ "ہمیں ان دونوں آپس میں اتنی شدید محبت ہو گئی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتے۔"

"میں سس۔۔۔ سمجھ نہیں پا رہی آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں جناب۔" لڑکی شپٹائی۔

اولیو ہاورڈ نے مجھے گھور کر دیکھا مگر میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ "کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آتا۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "ہماری محبت ہر ایک کی سمجھ سے بالاتر ہے۔"

"بعض اوقات اصول تبدیل بھی کرنا پڑ جاتے ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے جلدی سے کہا۔ "یہ ضروری تو نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ ایک وقت میں ایک ہی شخص سے ملے۔"

"اس کے لیے اُن سے اجازت لینا ضروری ہے جناب!" لڑکی نے کہا۔

"فی الحال اتنا وقت نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے بے نیازی سے کہا پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "آؤ!"

"کیوں میری ملازمت کے پیچھے پڑے ہیں جناب!" لڑکی جھپٹ کر میری راہ میں حائل ہو گئی۔

"تمھاری ملازمت برقرار رہے گی۔" اولیو ہاورڈ نے پلٹ کر نرم لہجے میں کہا۔

"مسٹر گیمن اصولوں کے بہت سخت ہیں جناب!" لڑکی گھگھیائی۔ "وہ مجھے ہرگز نہیں بخشیں گے۔"

"میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ نہ صرف تمھاری ملازمت برقرار رہے گی بلکہ مسٹر گیمن تمھیں انعام سے بھی نوازیں گے۔"

اولیو ہاورڈ کی یقین دہانی کے باوجود لڑکی کسی صورت میری راہ سے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔ مجبوراً اُس کے خلاف طاقت استعمال کرنا پڑی۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ بڑی نرمی سے اُس کے شانے پر رکھا اور ایک مخصوص رگ پر انگلی کا معمولی سا دباؤ ڈالا۔ لڑکی کے منہ سے سسکاری نکلی اور میں بڑے اطمینان سے اُس کے برابر سے گزر گیا۔ وہ اپنا شانہ سہلا رہی تھی۔

گیمن کے کمرے کے دروازے پر موجود چپراسی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ کشادہ کمرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں وسیع و عریض میز کے عقب میں بیٹھا ہوا پستہ قامت شخص خاصے مضحکہ خیز حلیے کا مالک تھا۔ اُس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور کمرے میں دو افراد کو داخل ہوتے دیکھ کر اُس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیل گئے۔

"تم دونوں کو بہ یک وقت اندر داخل ہونے کی اجازت کس نے دی؟" وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"میں تمھارا چچازاد بھائی ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "کیا مجھے اتنا حق بھی نہیں ہے کہ اپنے ساتھ کسی اور کو بھی لا سکوں؟"

"بکواس مت کرو۔ تم جو کوئی بھی ہو یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکو گے۔ اس روئے زمین پر میرے کسی چچا کا وجود کبھی بھی نہیں تھا۔"

"پھر تم نے مجھے اندر کیوں بلایا؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"تاکہ تمھاری اصلیت جان کر تمھارے ساتھ تمھارے شایانِ شان سلوک کر سکوں۔" گیمن غرایا۔

"اس کام میں تمھیں کوئی دقت نہیں ہوگی اس لیے کہ میرا مقصد بھی یہی تھا کہ تمھارے علاوہ کوئی اور میری اصلیت نہ جان سکے۔"

"کیا مطلب!" گیمن نے حیرت سے کہا۔

"میرا نام اولیو ہاورڈ ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور اپنی کلائی گیمن کے سامنے کر دی۔ گیمن کے چہرے پر شدید ترین بوکھلاہٹ نظر آئی اور وہ کرسی سے یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کرسی میں کانٹے نکل آئے ہوں۔

"مم... مسٹر اولیو... اولیو۔" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا۔ اُس کے منہ سے الفاظ بھی ادا نہیں ہو پا رہے تھے۔ اولیو ہاورڈ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں میں اولیو ہاورڈ ہوں سیکشن فور او، فور ایٹ ٹائن۔ ڈریم پوائنٹ، سی کے والٹ سی کے او ڈی آر۔" اولیو ہاورڈ نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

گیمن بدستور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اولیو ہاورڈ کو دیکھے جا رہا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ یوں بیٹھ گیا جیسے اُس کے پیروں کی جان نکل گئی ہو۔

"میں نے تم سے اسٹیچو بننے کو نہیں کہا ہے گیمن!" اولیو ہاورڈ درشت لہجے میں بولا۔ "اگر تمھاری حیرت اور بوکھلاہٹ رفع ہو گئی ہو تو میں اپنی آمد کا مقصد بیان کروں؟"

"میں معافی چاہتا ہوں جناب! لیکن میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی بڑی شخصیت..."

"قصیدہ خوانی نہیں چلے گی مسٹر گیمن! پہلے یہ یقین کر لو کہ ہماری گفتگو کوئی اور نہ سن سکے اور پھر ہمارے لیے کافی منگوا لو۔"

گیمن بوکھلائے ہوئے انداز میں پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے میز کے پہلو میں لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا۔ وہ اس بٹن کو کرسی پر بیٹھے بیٹھے بھی دبا سکتا تھا لیکن اُس کی بوکھلاہٹ قابلِ دید تھی۔ اولیو ہاورڈ معمولی شخصیت کا مالک نہیں تھا۔ اپنے کارندوں میں سے کسی کے سامنے بھی وہ اچانک پہنچ جاتا تو اُس کا یوں بوکھلا جانا قدرتی بات تھی۔ اولیو ہاورڈ صرف اسرائیل میں ہی نہیں بلکہ امریکا میں بھی نمایاں حیثیت کا مالک تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ اُس کی بدنصیبی نے اُسے ایسا گھیرا تھا کہ وہ اُس سے کسی صورت چھٹکارا حاصل نہیں کر پا رہا تھا۔

کافی آ گئی۔ گیمن نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی تھی کہ نہ تو اُس کے پاس کسی ملاقاتی کو بھیجا جائے اور نہ ہی اُسے کوئی ٹیلی فون ڈائریکٹ کیا جائے۔ وہ انتہائی اہم کام میں مصروف ہے۔

"سب سے پہلے مقامی رپورٹ مسٹر گیمن!" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"بڑی سنسنی خیز رپورٹیں ہیں جناب! لائن آف کروزل کا اسلحہ یہاں پہنچ چکا ہے اور ہمارے ہاں کھلبلی مچی ہوئی ہے اور انکوریو تو مکمل تباہی کی زد میں آ گیا۔ وہاں پر موجود تمام افراد قتل کر دیے گئے۔ اُن میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچ سکا۔ دوسری طرف لائن آف کروزل سے اسلحہ لانے والا عرب جہاز بھی تباہ کر دیا گیا اور ہمارے وہ تمام افراد لاپتا ہیں جو اس مشن پر کام کر رہے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ عرب جہاز کو تو خود اسرائیل کے طیاروں نے بمباری کر کے تباہ کیا تھا پھر اتنی بڑی گڑبڑ کیسے ہو گئی۔ یہاں اسلحہ لے کر آنے والا جہاز اسرائیل کا وہ بحری جہاز ہے جسے عربوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ اندازہ ہے کہ فلسطینی ایجنٹوں نے اسی جہاز سے ہمارے طیارے تباہ کیے ہوں گے۔ آپ کو تلاش کرنے کے لیے ہمیں ہدایات مل چکی ہیں جناب! اور ہمارے آدمی چپے چپے پر آپ کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں لیکن جناب اس دوران ہم پر ایک اور تباہی بھی نازل ہوئی ہے..." گیمن

خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"اور کیا ہو گیا؟" اولیو ہاورڈ نے مضطربانہ انداز میں اُس سے پوچھا۔

"زوتسکی اپنے پورے گروہ سمیت غائب ہے۔ اُس کے لیے مخبری کا کام کرنے والے تمام ایجنٹ اس وقت ملٹری انٹیلی جنس کی تحویل میں ہیں۔"

"ملٹری انٹیلی جنس!" اولیو ہاورڈ اچھل پڑا اور اُس نے مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھا مگر میں بڑی بے نیازی سے گیمن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"جی ہاں، انھیں ملٹری انٹیلی جنس نے گرفتار کر لیا ہے۔ ہمارا ایک ایجنٹ بھی نہیں بچ سکا۔ انٹیلی جنس نے بڑی منظم کارروائی کی تھی۔ اُن سب کو بہ یک وقت گرفتار کیا گیا۔"

"یہ کب کی بات ہے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"کل دوپہر کے قریب یہ کارروائی کی گئی تھی جناب!"

"ملٹری انٹیلی جنس کو اُن کے بارے میں اطلاع کہاں سے ملی؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"ہم خود بہت سخت حیران ہیں جناب! سمجھ میں نہیں آتا یکایک ان لوگوں کی کارکردگی کا گراف اتنا بلند کیسے ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جناب! جیسے... جیسے اسرائیل کے ستارے گردش میں آ گئے ہوں۔"

"ہمیں بڑی باریک بینی سے تجزیہ کرنا ہوگا کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئی ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اور جناب! کل رات تو اس شہر والوں کے لیے بڑی سنسنی خیز تھی۔ شام سے ہی شہر آنے والے تمام راستوں پر فوج تعینات تھی۔ بغیر چیکنگ کے کسی کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا جا رہا تھا اور اس کے بعد تو پورے شہر پر جیسے پولیس اور فوج کا قبضہ ہو گیا تھا۔ شہر کی تمام سڑکوں پر پولیس کی کاریں سائرن بجاتی ہوئی دندناتی پھر رہی تھیں۔ معلوم نہیں وہ لوگ کسے تلاش کر رہے تھے۔ آج کے اخبارات سے بھی تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔"

"اوہ! وہ کچھ نہیں۔" اولیو ہاورڈ مسکرایا۔ "وہ لوگ میرے تعاقب میں تھے۔"

"آپ کے تعاقب میں!" گیمن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "اور اس کے باوجود آپ یہاں بیٹھے ہیں؟"

"ہاں بس قسمت ہی اچھی تھی کہ میں انھیں جل دے کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔"

"آپ واقعی باکمال آدمی ہیں جناب۔" گیمن نے عقیدت مندی سے کہا۔ "فوج اور پولیس کی اتنی بڑی تعداد کے باوجود بچ نکلنا ہنسی کھیل تو نہیں ہے۔"

"خوش فہمیوں سے کام نہیں چلے گا گیمن! لائن آف کروزل والے مشن میں ہمیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اسلحے سے لدا ہوا پورا جہاز اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ فلسطینی ایجنٹ اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے۔ اس ملک میں ہمارے تربیت یافتہ لوگ ملٹری انٹیلی جنس نے گرفتار کر لیے۔ فی الوقت سب سے بڑا مسئلہ اُس اسلحے کا ہے جو اس ملک کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اب میں اس فکر میں ہوں کہ وہ اسلحہ ان لوگوں کے استعمال میں نہ آنے پائے۔"

"اوہ، جناب! آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنے آگے کی بات نہ سوچتا۔" گیمن کا لہجہ خوشامدانہ تھا۔ "آپ نے یقیناً شکست تسلیم نہیں کی ہے۔"

"ہرگز نہیں گیمن! میں شکست تسلیم کروں گا بھی نہیں۔ ان لوگوں سے بدلہ لینے کے لیے ایک پلاننگ کر رہا ہوں۔"

"کیا آپ مجھے اس پلاننگ کی تفصیلات بتائیں گے جناب؟" گیمن نے پوچھا۔

"نہیں، میں تمھیں اس پلاننگ کی تفصیلات ہرگز نہیں بتاؤں گا۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے تو تم کہہ سکتے ہو کہ چند ناعاقبت اندیش افراد کی وجہ سے یہ سازش کامیاب ہو گئی اور ہمارا مشن بری طرح فیل ہو گیا لیکن میں حالات کو سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف ہوں اور موقع ملتے ہی تل ابیب پہنچوں گا لیکن خیال رہے کہ یہ تفصیلات صرف اس صورت میں آگے جانا چاہئیں جب ان کے بارے میں خاص طور پر تم سے پوچھا جائے ورنہ میں خود ہی اُنھیں تمام حالات سے مطلع کر دوں گا۔"

"بہت بہتر جناب!" گیمن نے کہا۔ "آپ کے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل ہوگی۔"

"یہ تو تھیں بعد کی باتیں۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "اس وقت تمھیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

"حکم کیجیے جناب!" گیمن نے نیازمندانہ لہجے میں کہا۔

"یہ تو میری دیرینہ خواہش تھی کہ آپ کے ساتھ کام کروں۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کون سی ہو سکتی ہے کہ آپ کے لیے براہِ راست کوئی خدمت انجام دوں۔"

"یہ تو تمھیں معلوم ہوگا کہ میں نے اپنا ہیڈکوارٹر...

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شی گورائے میں بنایا تھا؟"

"جی ہاں۔ لائن آف کروزل سے آنے والے اسلحہ بردار جہاز کے سلسلے میں آپ وہیں مصروفِ کار تھے جزیرہ انگوریو بھی اسی ضمن میں استعمال ہو رہا تھا۔"

"ہاں! اسی کیس پر کام کرتے ہوئے میں شی گورائے سے یہاں پہنچا تھا مگر اب یہاں آ کر پھنس گیا ہوں۔ حالات کچھ ایسے ہو گئے ہیں کہ میں تم سے مدد لینے کے لیے مجبور ہوں۔ اگر خود سے نکلنے کی کوشش کروں تو بہت وقت برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں جناب! میں تو خادم ہوں آپ کا۔"

"میں خاموشی سے شی گورائے واپس پہنچ جانا چاہتا ہوں تاکہ اپنی پلاننگ بروئے کار لانے کے لیے اقدامات کر سکوں۔ یہاں سے بحفاظت نکلنے کے لیے تم میرے لیے کاغذات پاسپورٹ اور دیگر ضروریات کا بندوبست کرو گے۔"

"میں ہر چیز کا بندوبست کر دوں گا جناب! یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ سارے انتظامات کرنے میں تمھیں کتنا وقت درکار ہو گا؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"آپ کے لیے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تیار ہو جائیں گے۔ اگر آپ کو زیادہ جلدی ہو تو۔ ۔ ۔"

"نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے اُس کی بات کاٹ دی۔ "کام ہر لحاظ سے مکمل ہونا چاہیے اور شی گورائے کے لیے فلائٹ کب مل سکے گی؟"

"آپ اس کی بھی فکر نہ کریں۔ شی گورائے کے لیے یہاں سے روزانہ ایک فلائٹ جاتی ہے۔ میں آپ کے لیے سیٹ کا بندوبست بھی کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے جس قدر جلد ممکن ہو ساری تیاریاں کر ڈالو، لیکن میری یہاں آمد اور روانگی کو حتی الامکان خفیہ رکھنے کی کوشش کرو۔ حتیٰ کہ جنرل بل کو بھی پتا نہ چلنے پائے کہ میں واپس شی گورائے پہنچ رہا ہوں، کیا سمجھے؟"

"میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں جناب۔" گیمن سر ہلا کر بولا۔ "جس پیمانے پر ہمارے خلاف سازش ہوئی ہے اور جس طرح سے ہمارا پروگرام سبوتاژ کیا گیا ہے، اس کے پیشِ نظر انتہائی رازداری برتنا اشد ضروری ہو گیا ہے۔ آپ مجھے ایک بات اور بتا دیجیے، آپ کو کام کی بہت زیادہ جلدی تو نہیں ہے؟"

"جلدی تو بہت ہے گیمن! لیکن احتیاط بھی تو بہت ضروری ہے۔ یہ نہ ہو کہ جلدی کے چکر میں تم سے کوئی لغزش ہو جائے اور اُلٹا لینے کے دینے پڑ جائیں۔"

"ٹھیک ہے جناب! میں اس بات کو یقینی بناؤں گا کہ آپ کو کسی بھی مرحلے پر زحمت نہ اٹھانا پڑے۔"

"یہ بہت ضروری ہے۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "اس لیے کہ ملٹری انٹیلی جنس میرے پیچھے لگی ہوئی ہے اور اس وقت کرنل وحدت کے آدمی شکاری کتوں کی طرح پورے شہر میں میری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"کرنل وحدت کون ہے جناب؟" گیمن نے پوچھا۔

"یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس کا ایک خطرناک اور ذہین افسر ہے جو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ ہر قیمت پر مجھے گرفتار کرنا اس کا مشن ہے۔ اگر میرے فرار کا راز فاش ہو گیا ہو گا۔ تو یقیناً اُس نے شہر سے باہر جانے والے راستے کی ناکا بندی کرا دی ہو گی۔"

"وہ کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو آپ کے لیے جو کاغذات تیار کیے جائیں گے اُن میں کوئی سقم تلاش نہیں کر سکے گا۔ میرا مطلب ہے اگر وہ کاغذات خاص طور پر اس کے سامنے پیش کر دیے جائیں تب بھی وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ پر کوئی شک و شبہ نہیں کیا جائے گا۔"

"میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ میں اور میرا اسسٹنٹ غیر معمولی حالات میں ملک سے باہر جائیں گے۔ بس یہ بات ذہن میں رہے۔"

گیمن نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی جناب!" اُس نے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ خوش قسمت ہیں کہ اتنی عظیم شخصیت کے ساتھ کام کرنے کے مواقع آپ کو نصیب ہوئے ہیں۔"

"کیا بتاؤں مسٹر گیمن کہ ان کے ساتھ کام کر کے کس قدر لطف اندوز ہوتا ہوں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ابھی کل رات ہی کی بات ہے۔ ۔ ۔" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کل رات کیا ہوا تھا جناب؟" گیمن نے بے تابی سے پوچھا۔

"مسٹر ہاورڈ کار ڈرائیو کر رہے تھے اور پورے شہر کی پولیس ہمارے پیچھے تھی۔ پولیس کاریں سائرن بجاتی ہوئی

سڑکوں پر دندناتی پھر رہی تھیں۔ سچ پوچھو تو مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہم پولیس کے گھیرے سے نکل سکیں گے۔"

اولیو ہاورڈ نے مضطربانہ انداز میں کرسی پر پہلو بدلا۔

"مسٹر ہاورڈ بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں جناب!"

"ارے ایسی ویسی صلاحیتیں!" میں نے کہا۔ "کاش! تم انھیں اپنی آنکھوں سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھ سکتے۔ انھوں نے پولیس والوں کی چار کاریں بھی ناکارہ کر دیں کچھ پولیس والے زخمی بھی ہوئے مگر وہ ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے۔"

دفعتاً انٹرکام کا بزر بولا۔ گیمن نے انٹرکام کو گھور کر دیکھا، یوں جیسے اُس سے کوئی قصور سرزد ہو گیا ہو پھر اُس نے بڑے جھلائے ہوئے انداز میں انٹرکام کا ریسیور اُٹھا لیا۔ "میں نے کہا تھا کہ مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔" اُس نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن دوسری طرف سے کوئی ایسی بات کہی گئی جسے سُن کر اُس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ "ایک منٹ ٹھہرو۔" اُس نے ریسیور میں کہا اور پھر ایک ہاتھ سے کوئی بٹن دبایا اور دوبارہ ریسیور میں بولا۔ "اب اپنی بات کو دہراؤ۔"

"مجھے افسوس ہے سر۔" اس بار انٹرکام سے اُبھرنے والی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی گیمن نے بٹن دبا کر وہ سسٹم آن کیا تھا جس سے انٹرکام پر ہونے والی گفتگو پورے کمرے میں سُنی جا سکے۔ اس سے یقیناً اس کا مقصد یہی تھا کہ دوسری طرف سے کہی جانے والی بات اولیو ہاورڈ بھی سُن سکے۔ "آپ نے کہا تھا کہ آپ کو ڈسٹرب نہ کیا جائے۔" انٹرکام سے اُبھرنے والی نسوانی آواز کہہ رہی تھی۔ "میں نے کرنل وحدت سے کہا تھا لیکن وہ فوری طور پر آپ سے ملنے کے لیے مُصر ہیں۔"

مجھے یُوں محسوس ہوا جیسے میرے سر پر کسی نے بم سا دھماکا کر دیا ہو۔ کرنل وحدت یہاں کیسے پہنچا؟ میری نظروں کے سامنے بہت بڑا سوالیہ نشان گھومنے لگا۔ کرنل وحدت بے شک بہت ذہین تھا لیکن اس بار تو میں بہت محتاط رہا تھا۔ یہ بات ناقابلِ یقین تھی کہ اس بار اُسے ہمارا کوئی سراغ مل گیا ہو گا۔ میں بُری طرح چکرا کر رہ گیا۔ اولیو ہاورڈ کا حال تو بہت بُرا تھا۔ میں اُس کے جسم میں لرزش صاف محسوس کر سکتا تھا۔

"کون کرنل وحدت؟" گیمن نے درشت آواز میں کہا۔ "میں کسی کرنل وحدت سے واقف نہیں۔"

"اُن کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے جناب! اور اُن کا اصرار ہے، وہ اسی وقت آپ سے ملیں گے۔"

"تم نے انھیں یہ تو نہیں بتایا کہ اس وقت میرے پاس دو ملاقاتی موجود ہیں؟" گیمن نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

"میں نے انھیں بتلایا تھا جناب کہ آپ ایک اہم میٹنگ کی تیاری میں مصروف ہیں لیکن اُن کا کہنا ہے کہ یہ قومی سلامتی کا مسئلہ ہے۔"

"ٹھیک ہے، اُنھیں بٹھاؤ۔ میں پانچ منٹ کے اندر اندر اُن سے ملتا ہوں۔" گیمن نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ وہ بے حد خطرناک شخصیت ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا جناب۔" گیمن نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کہیں آپ کا تعاقب تو نہیں کیا گیا؟"

"ہرگز نہیں۔" اولیو ہاورڈ کے بجائے میں نے جواب دیا۔ "نہ تو ہمارا تعاقب کیا گیا اور نہ ہی کسی ایسے شخص نے ہمیں یہاں آتے ہوئے دیکھا جس پر حکومت کا ایجنٹ ہونے کا شبہ کیا جا سکے۔"

"تب تو یہ بڑی ناممکن بات ہے جناب۔" گیمن بڑبڑایا۔

"سوال یہ ہے کہ اب کیا ہو گا؟" اولیو ہاورڈ بولا۔ "ہم تو یہاں پھنس کر رہ گئے۔ اُس کی نظروں میں آئے بغیر باہر کیسے نکلیں گے؟"

"یہ درست ہے مسٹر ہاورڈ کہ آپ یہاں سے اُس کی نظروں میں آئے بغیر باہر نہیں نکل سکیں گے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ یہاں پھنس گئے ہیں۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو گیمن؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"کرنل وحدت ایسے نہیں ٹلے گا۔"

"یہاں ایک خفیہ کمرا موجود ہے مسٹر ہاورڈ۔" گیمن نے کہا اور اٹھ کر دیوار گیر الماری کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے الماری کا پٹ کھولا۔ اندر فائلوں کا انبار نظر آ رہا تھا۔ گیمن نے کسی میکنزم کو حرکت دی تو الماری دروازے کے پٹ کی طرح کھل گئی اور دیوار میں خلا نظر آنے لگا۔ "یہ دیکھ رہے ہیں جناب۔" گیمن نے کہا۔ "اس طرف دوسرا کمرا ہے۔ آپ اس کمرے میں چلے جائیں تاکہ میں کرنل وحدت کو بلا سکوں۔"

"اوہ۔" اولیو ہاورڈ کے چہرے پر بشاشت نظر آئی۔ "ہم یہاں محفوظ رہ سکیں گے۔"

"بالکل جناب! اس طرف کرنل وحدت کا ذہن جا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی نہیں سکے گا۔" گیمن نے کہا۔

میں اور اولیو باورڈ اُس خلا سے گزر کر دوسری جانب والے خفیہ کمرے میں داخل ہو گئے۔ وہ دس بائی دس کا مختصر سا کمرا تھا جس میں نہ صرف قالین بچھا تھا بلکہ وہ کمرا ہلکے پھلکے فرنیچر سے بھی آراستہ تھا۔ کمرے میں اگرچہ کوئی کھڑکی نہیں تھی لیکن ایئر کنڈیشنڈ ہونے کی وجہ سے گھٹن کا احساس نہیں تھا۔

"وہاں دیوار پہ کچھ بٹن نصب ہیں۔" گیمن نے کہا۔ "دائیں ہاتھ سے پہلا والا بٹن دبا دیجیے گا۔"

گیمن نے کوئی لیور دبایا اور کمرے کا خلا بند ہو گیا۔ الماری اپنی جگہ پہ واپس آ گئی تھی اور اب خفیہ کمرے میں میں اور اولیو باورڈ ہی رہ گئے تھے۔ میں نے سامنے والی دیوار کی طرف دیکھا وہاں لائن سے کچھ بٹن نصب تھے۔ اُن کے بٹنوں کے اوپر ایک اسکرین تھی جو دیوار میں ہی نصب تھی۔

"گیمن غالباً یہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کے اور کرنل وحدت کے درمیان ہونے والی گفتگو سے باخبر رہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ کیسے؟" اولیو باورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے اس بٹن کو دبانے سے اسکرین روشن ہو جائے گا اور اس پر ہمیں گیمن کا آفس دکھائی دے گا۔"

"ممکن ہے تمھارا خیال درست ہو۔" اولیو باورڈ نے کہا اور آگے بڑھ کر بٹن دبا دیا۔ اسکرین روشن ہو گئی اور اس پر میرے اندازے کے عین مطابق گیمن کا آفس نظر آنے لگا۔ اُس کی میز پر اب فائلوں کا انبار نظر آ رہا تھا۔ میز پر موجود کافی کی پیالیاں اب میز پر سے غائب ہو چکی تھیں۔

گیمن نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا اور ملائمت سے بولا۔ "کرنل وحدت کو میرے کمرے میں بھیج دیجیے۔" اس کی آواز اسکرین کے عقب میں پوشیدہ اسپیکر سے اُبھری تھی۔

"اس ملک میں یہودی لابی بڑے منظم طریقے سے کام کر رہی ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ یہ راز، راز ہی رہے گا۔" اولیو باورڈ نے چونک کر کہا۔ "اور تم اس حوالے سے ہمارے خلاف کچھ نہیں کرو گے۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم ہوں، بے فکر رہو۔"

"ایک بات بتاؤ علی!" اولیو باورڈ نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔ "تم زدتسکی کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئے تھے نا؟"

"کون زدتسکی؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"بڑا عجیب نام ہے۔ میرا خیال ہے اس نام کے آدمی سے میں زندگی میں کبھی نہیں ملا۔ اوہ! دیکھو کرنل وحدت۔"

اسکرین پر گیمن کے کمرے کا دروازہ کھلتا نظر آیا تھا جس سے کرنل وحدت اندر داخل ہوا تھا۔ وہ یونیفارم میں تھا اور اُس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ گیمن اُسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور اُس کے استقبال کے لیے اُس کی طرف بڑھا۔

"تشریف لایئے جناب۔" گیمن اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

کرنل وحدت پلکیں جھپکائے بغیر گیمن کو گھورے جا رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ گیمن اس طرح گھورے جانے پر کچھ مضطرب سا ہو گیا ہے۔

"وہ دونوں کہاں ہیں؟" کرنل وحدت نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

اُس کے الفاظ سن کر میرا دل بُری طرح دھڑکنے لگا۔ یقیناً کہیں کوئی لغزش ہو گئی تھی۔ اُس کا اس طرح یہاں پہنچ جانا ناقابلِ فہم تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں جھماکا سا ہوا اس بات کا امکان تھا کہ کرنل وحدت نے جن یہودی ایجنٹوں کو میری اطلاع پر گرفتار کیا تھا۔ اُن میں سے کسی کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گیا ہو اور اسی کی نشان دہی پر یہاں تک پہنچا ہو۔ میرا دل ڈوبنے لگا، اگر یہی بات تھی تو اس کا مطلب تھا کہ میں خود اپنے لیے مصیبت بن گیا ہوں۔ بہرحال اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ شاید اولیو باورڈ کے ساتھ میرے اپنے ستارے بھی گردش میں آ گئے تھے ابھی تو میں کرنل وحدت سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہا تھا۔ وہ کسی عفریت کے مانند میری جان کو آ گیا تھا۔ میں چاہتا تو اُس سے اور اُس کے آدمیوں سے لڑ بھڑ کے نکل سکتا تھا مگر میں تصادم سے گریزاں تھا۔ محض اس لیے کہ وہ سب عرب ملک سے تعلق رکھتے تھے اور مسلمان تھے۔ میرے ہاتھوں کسی دوست کو نقصان پہنچ جاتا تو میں ساری زندگی خود کو معاف نہیں کر سکتا تھا لیکن اپنی یہ اصول پسندی مجھے اپنے لیے بے حد مہنگی پڑ رہی تھی۔ کرنل وحدت میرے لیے بلائے بے درماں بن گیا تھا۔

گیمن نے فوراً ہی سنبھالا لیا۔ "آپ تشریف تو رکھیے جناب!" اُس نے بڑی نیازمندی سے کہا۔

کرنل وحدت آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

مگر اُس کی نگاہ ایک لمحے کے لیے بھی گیمن کے چہرے سے نہیں ہٹی تھی۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے جناب؟" گیمن نے گھنٹی کے بٹن کو اُنگلی سے دباتے ہوئے کرنل وحدت سے پوچھا۔

"میں بہت جلدی میں ہوں مسٹر گیمن۔" کرنل وحدت سرد لہجے میں بولا اور اُس نے ہاتھ اٹھا کر چپراسی کو کمرے سے باہر چلے جانے کا اشارہ کیا جو گھنٹی کی آواز پر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کرنل وحدت کی نگاہ بدستور گیمن کے چہرے پر جمی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ گیمن ایک بار پھر نروس ہونے لگا ہے۔ کرنل وحدت بڑے جارحانہ موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

چپراسی سوالیہ نظروں سے گیمن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" اُس نے چپراسی سے کہا پھر کرنل وحدت سے بولا۔ "اگر آپ مجھے شرفِ میزبانی بخش دیتے تو مجھے بے حد خوشی ہوتی تاہم فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"وضاحت فرمایئے جناب! آپ کن دونوں کی بات کر رہے ہیں؟"

"تم خوب اچھی طرح سمجھ رہے ہو میرا اشارہ کن دونوں کی طرف ہے۔" کرنل وحدت نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں بھلا کیسے سمجھ سکتا ہوں جناب!" گیمن نے بے بسی سے کہا۔ "ہماری فرم میں تو بہت سے لوگ کام کرتے ہیں۔"

"تم ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہو۔" کرنل وحدت غرایا۔

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں جناب؟" گیمن نے کہا۔ اُس کے لہجے میں تحیر تھا۔

"تم یہودی ہو اور اُن یہودیوں کی پشت پناہی کر رہے ہو جو ہمارے ملک کے خلاف کام کر رہے ہیں۔"

میرے ہوش اُڑ گئے۔ یقیناً کرنل وحدت نے کسی کی زبان کھلوا لی تھی اور اب ہماری خیر نہیں تھی۔

"میں یہودی ضرور ہوں جناب! لیکن یہودی ہونا کوئی جرم تو نہیں ہے۔" گیمن نے احتجاج کیا۔

"ایسے یہودیوں سے تمھارے مراسم سامنے آئے ہیں جو اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔"

"میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا جناب لیکن کسی کے ماتھے پر تو لکھا نہیں ہوتا کہ وہ کس کا ایجنٹ ہے؟"

"جیسے تمھارے ماتھے پر نہیں لکھا ہوا۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں جناب! میں امریکا کا رہنے والا ہوں۔"

"لیکن ہو تو یہودی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "اور ہر یہودی خواہ کسی بھی ملک کا باشندہ ہو، در پردہ اسرائیل کا وفادار ہوتا ہے اور اسی کے مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔"

"میں گزشتہ دس سال سے اسی ملک میں، اسی شہر میں، اسی فرم کے لیے خدمات انجام دے رہا ہوں میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں جناب!"

"ہاں بظاہر تو تمھارے ہاتھ صاف ہیں لیکن تمھاری اصلیت مجھ پر کھل چکی ہے۔ در پردہ تم اسرائیل نواز یہودیوں کی مدد کر رہے ہو۔"

"بے عزتی کی بھی حد ہوتی ہے جناب! میں نے کبھی اس ملک کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور آج مجھے اس کا یہ صلہ مل رہا ہے؟"

"ممکن ہے تم خود ان سرگرمیوں میں ملوث نہ رہے ہو لیکن تم ایسے لوگوں کے ہاتھ ضرور مضبوط کرتے رہے ہو جو ہمارے ملک کے خلاف کام کرتے رہے ہیں۔"

"جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے؟"

"وہی دونوں جنھوں نے تم سے رابطہ قائم کیا ہے۔" کرنل وحدت بولا۔

"آپ نے پہلے بھی دو افراد کا تذکرہ کیا تھا۔ جب تک آپ اُن کے بارے میں تفصیلات نہیں بتائیں گے میں کیا جواب دے سکوں گا؟"

"اُن میں سے ایک کا نام...۔" کرنل وحدت نے گیمن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "اولیو باورڈ ہے۔"

گیمن نے ذہن پر زور ڈالنے کی اداکاری کی۔ "اس نام کے کسی آدمی سے تو میں واقف نہیں ہوں۔" اُس نے کہا۔

"اچھی طرح سوچ لو مسٹر گیمن! بعد میں کہیں تمھیں اپنا بیان تبدیل نہ کرنا پڑ جائے؟"

"دیکھیے ممکن ہے اس نام کے کسی آدمی سے کبھی ملاقات ہوئی ہو لیکن اس وقت قطعی یاد نہیں آ رہا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یعنی اولیو باورڈ نامی شخص نے کچھ دیر قبل تم سے ملاقات نہیں کی؟"

"آج دراصل ایک اہم میٹنگ کے سلسلے میں میں بہت مصروف تھا اس لیے میں نے منع کر دیا تھا کہ کسی ملاقاتی کو میرے پاس نہ بھیجا جائے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ دونوں اس فرم میں کسی اور سے ملنے آئے ہوں؟" کرنل وحدت بولا۔

"میں ابھی معلوم کیے لیتا ہوں۔ آپ مجھے اُن کے حلیے بتائیے۔" گیمن نے کہا اور جواب میں کرنل وحدت نے میرے اور اولیو باورڈ کے حلیے بڑی تفصیل کے ساتھ گیمن کے گوش گزار کر دیے۔ گیمن نے انٹرکام پر استقبالیہ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو ہمارے حلیے اتنی ہی تفصیل سے بتائے جتنی تفصیل سے کرنل وحدت نے بیان کیے تھے۔ "آج صبح سے اس حلیے کے افراد ہماری فرم میں کسی سے ملنے تو نہیں آئے؟" حلیے بتانے کے بعد گیمن نے پوچھا پھر خاموش ہو کر دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا۔ اس کے بعد بولا۔ "دیکھو اگر اس حلیے کے افراد نظر آئیں تو فوراً مجھے مطلع کرنا۔" اُس نے کہا اور انٹرکام بند کر دیا۔ "مجھے افسوس ہے جناب۔" وہ کرنل وحدت سے بولا۔ "ہماری فرم میں اس حلیے کے لوگ نہیں آئے لیکن جناب! آپ کو یہ غلط فہمی کیسے ہو گئی؟"

"غلط فہمی!" کرنل وحدت غرّایا۔ "انھیں اس عمارت میں داخل ہوتے دیکھا گیا ہے۔"

"عمارت تو بہت بڑی ہے جناب! ممکن ہے وہ کسی اور فلور پر گئے ہوں۔" گیمن بولا۔

"ممکن تو بہت کچھ ہے مسٹر گیمن! لیکن بدقسمتی سے اس عمارت میں کوئی اور یہودی فرم نہیں ہے۔"

"واقعی یہ میری بدقسمتی ہے جناب کہ میں یہودی ہوں۔" گیمن کھسیانے ہوئے انداز میں بولا۔

"تمھاری بدقسمتی یہ نہیں ہے کہ تم یہودی ہو بلکہ تمھارے کرتوت تمھاری بدنصیبی کا آغاز کرنے والے ہیں۔"

"میں ایک معزز آدمی ہوں جناب۔" گیمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اور میں مسلسل الزام تراشیاں برداشت کر رہا ہوں۔ آپ بغیر ثبوت کے میرے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔"

کرنل وحدت کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ نظر آئی۔ "مجھے احساس ہے مسٹر گیمن کہ تم ایک غیر ملکی ہو۔ اسی لیے میں تم پر کچا ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ کاش تم یہاں کے باشندے ہوتے!"

"میں غیر ملکی ضرور ہوں کرنل، مگر میں جس ملک میں رہتا ہوں اس سے نمک حرامی نہیں کرتا۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر گیمن!" کرنل وحدت نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہا ہوں لیکن وہ دونوں بچ نہیں سکیں گے۔ وہ اس بلڈنگ سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔"

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو آپ مجھے اُن دونوں کے بارے میں بتا دیں۔ کیا وہ بہت بڑے مجرم ہیں؟"

"حرج تو کوئی نہیں ہے مسٹر گیمن!" کرنل وحدت نے خشک لہجے میں کہا۔ "مگر میں اسے غیر ضروری سمجھتا ہوں۔" کرنل وحدت پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اُس نے گیمن کے آفس سے باہر جانے کے لیے دروازہ کھولا۔ گیمن بھی کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا اور اُسے باہر جاتے دیکھ رہا تھا۔ دروازہ کھول کر کرنل وحدت دفعتاً گیمن کی طرف پلٹا۔ "تم جیسے لوگوں کو بہت محتاط رہنا چاہیے۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولا۔ "تمھیں میز اچھی طرح صاف کر لینا چاہیے تھی۔ میز کی سطح پر پیالیوں کے نشانات صاف نظر آ رہے ہیں۔" گیمن کی نگاہ بے اختیار میز کی طرف جھک گئی لیکن کرنل وحدت اُسے دیکھنے کے لیے رُکا نہیں تھا۔ وہ گیمن پر اپنے جملے کا ردِ عمل دیکھے بغیر چلا گیا تھا۔ اُس کے باہر نکلتے ہی گیمن کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ وہ جیب سے رومال نکال کر اپنے چہرے سے پسینہ خشک کر رہا تھا۔

میں اور اولیو باورڈ سناٹے کے عالم میں بیٹھے تھے۔ کرنل وحدت کے گیمن کے کمرے سے باہر نکلتے ہی میں دیوار کی طرف جھپٹا اور میں نے دوسرا بٹن دبا دیا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اسکرین پر منظر تبدیل ہو گیا تھا اور اب گیمن کے کمرے سے باہر استقبالیہ تک کا منظر نظر آ رہا تھا۔

کرنل وحدت تیز قدموں سے چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ استقبالیہ کاؤنٹر کے سامنے پہنچ کر وہ رُک گیا۔ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے کرنل وحدت کو رُکتے دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا لی۔

"مجھے یقین ہے سر! مسٹر گیمن سے آپ کی ملاقات خوشگوار رہی ہوگی۔" لڑکی نے کہا۔

"کبھی کسی نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ تم کتنی خوبصورت

ہو۔" کرنل وحدت نے سرد لہجے میں کہا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اُس نے لڑکی کی بات سُنی ہی نہ ہو۔

"بتایا ہے جناب!" لڑکی شرما کر بولی۔ اُس نے شاید کرنل وحدت کے لہجے پر توجہ نہیں دی تھی۔ "سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ میں بہت حسین ہوں۔"

"ہوں!" کرنل وحدت نے اپنا اوپری ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ "لیکن کسی نے تمھیں یہ نہیں بتایا ہوگا کہ حسن کتنی ناپائیدار شے ہے۔ محض چند لمحوں کے اندر تمھارا پُرکشش چہرہ اتنا بگڑ سکتا ہے کہ لوگ اُسے دیکھ کر خوف کھانے لگیں۔"

لڑکی کا منہ حیرت کی زیادتی سے کھُل گیا۔ شاید اُسے واقعی کبھی کسی نے یہ نہیں بتایا تھا۔ وہ حیرت سے منہ کھولے بیرونی دروازے کو تک رہی تھی جس سے گزر کر کرنل وحدت باہر جا چکا تھا۔ وہ چند لمحے سکتے کے سے عالم میں بیٹھی رہی پھر چونک کر انٹرکام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

میں نے آگے بڑھ کر بٹن آف کیا اور اسکرین تاریک ہو گئی۔ "دیکھا اولیو باورڈ!" میں نے کہا۔ "وہ یہاں بھی پہنچ گیا۔"

"اب یہ بلڈنگ ہمارے لیے چوہے دان بن کر رہ جائے گی۔"

"ایسا بھی نہیں ہے اولیو باورڈ! کاغذات تیار ہونے تک ہم یہاں محفوظ رہیں گے۔"

"ہمیں اس کے بعد تو یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔ کیسے نکلیں گے؟"

"میرا خیال ہے کرنل وحدت صرف بلڈنگ کی نگرانی کرا رہا ہے اور وہ بہت سخت ہوگی۔"

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں۔ پتا نہیں ہمیں کب تک یہاں بند رہنا پڑے۔"

"عقل کے ناخن لو اولیو باورڈ! اس بلڈنگ میں دن بھر میں ہزاروں افراد آتے جاتے ہوں گے۔ کرنل وحدت کے آدمی کس کس کو چیک کریں گے!"

"وہ بہت چالاک ہے علی! مجھے یقین ہے کہ اُس نے اس حلیے میں بھی ہماری تصویریں ضرور کھینچ لی ہوں گی۔"

"اس سے اُسے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"نگرانی کرنے والوں کے پاس ہم دونوں کی تصویریں موجود ہوں گی۔ انھیں کسی کو چیک کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ وہ ہمیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔"

"اگر اُس کے پاس ہماری تصویریں ہوتیں تو وہ گیمن کو حلیے بتانے کی بجائے ہماری تصویریں دکھاتا۔" میں نے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے اُسے اس بار ہماری تصویریں کھینچنے کا موقع نہیں مل سکا یا پھر اُس نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ہوگی۔"

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ اُس نے یقیناً ہماری تصویریں کھینچی ہوں گی۔"

"تو پھر وہ احمق ہوا۔ تصویروں کے ذریعے وہ بہ آسانی ہمارے بارے میں تفتیش کر سکتا تھا۔"

"دراصل کسی بنا پر اُسے یقین ہے کہ ہم یہیں آئے ہیں اسی لیے اُس نے گیمن کو تصویریں دکھانے سے گریز کیا ہوگا تاکہ ہمیں اس غلط فہمی میں رکھ سکے کہ اس کے پاس ہماری تصویریں نہیں ہیں۔"

"اوہ! اس طرف تو میرا ذہن گیا ہی نہیں تھا۔ ہاں، یہ امکان ہے۔"

دفعتاً خفیہ دروازہ کھُلا اور گیمن نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ "آپ نے سب کچھ دیکھا اور سُنا ہوگا جناب!"

"ہاں۔" اولیو باورڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔ "تم بے فکر رہو۔ اُس کے پاس کسی بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو تمھیں ہرگز نہ چھوڑتا۔"

"لیکن جناب، وہ یہاں پہنچا کیسے؟" گیمن کے لہجے سے اُلجھن جھلک رہی تھی۔ "ممکن ہے آپ کا تعاقب کیا گیا ہو؟"

"ہرگز نہیں۔" اولیو باورڈ نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "ہم نے خاص طور پر اس بات کا خیال رکھا تھا۔"

"ہم خود بڑی احتیاط سے کام کرتے ہیں جناب! دس سال کے دوران ہم ہر قسم کے شک و شبہے سے بالاتر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پھر وہ سیدھا یہیں کیسے آ پہنچا؟"

"تمھاری تشویش حق بجانب ہے مسٹر گیمن!" میں نے کہا۔ "لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔ اس بات کو محض اتفاق ہی قرار دیا جا سکتا ہے کہ اُس کے کسی آدمی کی نظر ہم پر اس وقت پڑ گئی ہو جب ہم بلڈنگ میں داخل ہو رہے تھے۔ ممکن ہے اُس شخص نے ہمیں بلڈنگ کے اندر دیکھا ہو اور یہ امکان بھی مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیں لفٹ سے اس فلور پر اُترتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وقت دیکھا گیا ہو۔ بہرحال صورت کوئی بھی رہی ہو، ہم اس کے بارے میں صرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے۔"

"یہ بات تو یقین سے کہی جا سکتی ہے جناب کہ آپ لوگوں کو اس فلور پر اترتے وقت دیکھا گیا ہے۔" گیبن نے کہا۔

"تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آپ کی اور اس کی آمد کے درمیان زیادہ وقفہ نہیں تھا یعنی وہ اطلاع ملتے ہی سیدھا یہاں پہنچا۔ اگر کہیں اور جاتا تو اتنی جلدی یہاں نہ پہنچ جاتا۔ دوسری وجہ اُس کے گفتگو کرنے کا انداز ہے۔ وہ یوں بات کر رہا تھا جیسے اُسے یقین ہو کہ آپ لوگ یہیں آئے تھے۔"

"تم اُن ایجنٹس کو نظر انداز کر رہے ہو گیبن! جنھیں ملٹری انٹیلی جنس نے گرفتار کیا ہے ممکن ہے اُس نے اُن میں سے کسی کی زبان کھلوا لی ہو۔" اولیو باورڈ بولا۔

"اگر ایسا ہوتا تو اُس نے یہاں تہلکہ مچا دیا ہوتا۔" میں نے کہا۔ "نہیں مسٹر باورڈ! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ صرف اس بنیاد پر اتنے یقین سے یہاں چلا آیا کہ یہ فرم یہودیوں کی ملکیت ہے اور معاملہ چونکہ اسرائیل کا ہے اس لیے اس معاملے میں کوئی بھی یہودی ملوث ہو سکتا ہے۔ اگر اس بلڈنگ میں ایسی کوئی دوسری فرم اور ہوتی تو یقیناً وہ اُلجھ جاتا لیکن وہ ہے بہت چالاک، سیدھا یہیں آیا اور اس طرح گفتگو کی جیسے اُسے سب کچھ معلوم ہے۔"

"آپ کا تجزیہ قرینِ قیاس ہے جناب!" گیبن بولا۔

"وہ نہ صرف بے حد چالاک ہے بلکہ بے انتہا خطرناک بھی معلوم ہوتا ہے۔ میز پر کافی کی پیالیوں کے نشانات بھی اُس کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکے۔ حالانکہ میں نے میز پر کپڑا پھیر دیا تھا۔"

"اُس نے استقبالیہ والی لڑکی کو بھی تو دھمکی دی ہے۔" میں نے کہا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" گیبن چونک پڑا۔

"کرنل وحدت جیسے ہی تمہارے کمرے سے نکلا مسٹر باورڈ نے اسکرین کے نیچے دیوار پر نصب دوسرا بٹن دبانے کو کہا، میں نے تعمیل کی تو پتا چلا کہ اسکرین پر تمہارے کمرے کے باہر کا منظر نظر آ رہا ہے۔ ہم نے وہ گفتگو سنی جو کرنل وحدت نے اُس لڑکی سے کی تھی۔" میں نے کہا۔

"مسٹر باورڈ جینئس ہیں جناب!" گیبن بولا۔ "جی ہاں، مجھے دھمکی دینے کے علاوہ اُس نے اُس لڑکی کو بھی دھمکی دی ہے۔"

"فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں گیبن۔" میں نے کہا۔ "بس ذرا محتاط ہو جاؤ بلکہ بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب۔" گیبن بولا۔

"اب شاید تمہیں ہمارے کاغذات بنوانے میں کچھ وقت ہو گی؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں جناب! میرے ذرائع ایسے ہیں کہ کرنل وحدت وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"یعنی کل تک ہمارے کاغذات تیار ہو جائیں گے؟" اولیو باورڈ نے پوچھا۔

"اُمید تو یہی ہے۔" گیبن نے کہا۔

"کاغذات کے لیے تمہیں ہماری تصویروں کی ضرورت تو نہیں پڑے گی؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے آپ تصویروں کے مطابق میک اپ کر سکیں گے۔"

"بالکل کر سکیں گے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "لیکن ہمارے پاس میک اپ کا سامان کہاں ہے؟"

"آپ فکر نہ کریں۔ اُس کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔"

"اور ہماری رہائش کا کیا بنے گا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے سوچا تو کچھ اور تھا لیکن اب اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں رہی کہ آپ لوگ یہیں قیام کریں۔ وہ واش روم کا دروازہ ہے۔ کمرا مختصر ہونے کی وجہ سے آپ کو جو پریشانی ہوگی اُس پر میں پیشگی معذرت چاہتا ہوں لیکن اس کے سوا کوئی اور چارہ بھی تو نہیں۔"

"ارے نہیں مسٹر گیبن!" میں نے ہنس کر کہا۔ "یہ کمرا تو بہت آرام دہ ہے ورنہ ہم فیلڈ میں کام کرنے والے تو بہت سخت حالات میں بھی گزارہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں جناب! لیکن میری خواہش تھی کہ قسمت سے مجھے مسٹر باورڈ جیسے بلند پایہ آدمی کی میزبانی کا شرف حاصل ہو گیا ہے تو اُن کے شایانِ شان انتظامات کروں، لیکن خیر! پھر کبھی سہی۔ شاید دوبارہ کبھی قسمت

... Library
SAHIWAL

مجھ پر مہربان ہو جائے۔"

"اس کمرے کا مصرف کیا ہے مسٹر گیبن؟" میں نے پوچھا۔ "اور اس سے کتنے لوگ واقف ہیں؟"

"ہم جس قسم کی ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں جناب! اُس کے تحت ہمیں ایسی خفیہ جگہوں کی ضرورت رہتی ہی ہے۔ عام طور پر یہ کمرا صرف میرے استعمال میں رہتا ہے۔ آپ سامنے اسکرین کے نیچے دیوار پر بٹنوں کی جو قطار دیکھ رہے ہیں ان کے ذریعے میں اس کمرے میں بیٹھ کر پورے آفس پر نظر رکھ سکتا ہوں۔ یہاں اس کمرے کے وجود سے بہت کم لوگ واقف ہیں اور وہ سب کے سب بہت قابلِ اعتماد لوگ ہیں لہٰذا آپ بالکل بے فکر ہو کر یہاں رہیں۔ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے گیبن۔" اولیو باورڈ بولا۔ "اب تم جاؤ اور انتظامات کروا لو۔ ہو سکے تو کرنل وحدت کی مصروفیات کے بارے میں بھی معلوم کرنا۔"

"لیکن اُس کی نگرانی کرانے کی حماقت مت کرنا۔" میں نے کہا۔ "اس موقع پر ہم کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اگر اُسے اپنی نگرانی کا شبہ بھی ہو گیا تو وہ مزید شبہے میں مبتلا ہو کر ممکن ہے کوئی بڑا قدم اٹھا بیٹھے۔ لہٰذا خاص طور پر اُس کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" اولیو باورڈ نے کہا۔ "لیکن اِس بلڈنگ میں اُس کی سرگرمیوں کی تفصیلات تو ویسے ہی معلوم ہو جائیں گی۔"

"جی ہاں جناب! یہ معلومات تو اُس پر نظر رکھے بغیر ہی فراہم ہو جائیں گی۔" گیبن نے کہا اور رخصت ہو گیا۔

"اب تم بھی کھل جاؤ علی!" گیبن کے جاتے ہی اولیو باورڈ نے مجھ سے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔ "مجھ سے تم کیا چاہتے ہو؟"

"زوتسکی کو تم نے گرفتار کیا تھا۔ یقیناً تم نے اُس کی زبان کھلوالی تھی، ورنہ اتنے بہت سے لوگ کیسے گرفتار ہو گئے؟"

"کون زوتسکی؟" میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں اولیو باورڈ کو گھورا۔ "تم نے پہلے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا مگر مجھے بالکل یاد نہیں آ رہا کہ میں اس نام کے کسی آدمی سے واقف ہوں۔"

"بنو مت علی!" اولیو باورڈ نے منہ بنایا۔ "کرنل وحدت کا اسرائیلی ایجنٹوں تک پہنچ جانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مخبری ہوئی ہے اور اس کا ذریعہ تم بنے ہو۔"

"تو پھر میں نے اپنی مخبری بھی کی ہو گی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تبھی تو کرنل وحدت یہاں تک پہنچ گیا۔"

"میں نہیں مان سکتا۔ جانتے ہو زوتسکی کس شخص کا نام ہے؟"

"بتانا ہے تو بتاؤ ورنہ میں اصرار نہیں کروں گا۔"

"ریگستان میں قزاقوں کے جس گروہ کا تم نے قلع قمع کیا تھا اُس کے سردار کا نام زوتسکی ہے۔"

"نہیں!" میں اُچھل پڑا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے، وہ تو کوئی مقامی باشندہ تھا۔"

اولیو باورڈ بے اعتباری سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "میں کبھی یقین نہیں کروں گا علی!"

"تم مذاق کر رہے ہو اولیو باورڈ!" میں نے ہنسنے کی کوشش کی۔

"یہ ایک سنگین حقیقت ہے۔" اولیو باورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "اور یہ بڑی ناممکن سی بات ہے کہ بغیر کسی مخبری کے اُن سارے ایجنٹوں کو بیک وقت گرفتار کر لیا گیا ہو۔"

"کرنل وحدت شاید آدمی ہی ناممکنات کا ہے۔" میں نے کہا۔ "اُس کے تین ناممکن قسم کے کارنامے تو ہم دونوں کے علم میں ہیں۔ پہلے اُس نے ہمیں صحرا سے نکلتے ہی گرفتار کر لیا، اُس کے بعد جب ہم ہوٹل میں اُس کی گرفت میں پھنسے اور اب آخر میں وہ یہاں بھی پہنچ گیا۔"

"وہ ہمارے پیچھے تھا اگر اُسے کچھ سراغ مل گئے تو یہ ایسی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے لیکن وہ ایجنٹ تو خفیہ طور پر اپنا کام کر رہے تھے اور اُن کی سرگرمیاں بھی ایسی نہیں تھیں کہ اُن پر کسی قسم کا شبہ کیا جا سکتا۔ ایسے میں یہی سوچا جا سکتا ہے کہ اُن کی مخبری کی گئی ہو گی۔"

"مجھے کیا معلوم تم کن ایجنٹس کا تذکرہ کر رہے ہو؟" میں نے جھنجلا کر کہا حالانکہ مجھے سب کچھ معلوم تھا۔

"اگر تمہیں نہیں معلوم تو تمہارا لاعلم رہنا ہی بہتر ہے۔ کرنل وحدت تو اس ملک میں ہمارے لیے خطرہ ہے مگر تم تو اسرائیل کے لیے مستقل اور ہر جگہ خطرہ ہو۔"

"بہتر یہ ہے کہ اب آرام کرو۔ تمہارا دماغ ٹھیک سے کام نہیں کر رہا۔" میں نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ علی!" اولیو باورڈ بولا۔ "اس وقت تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پوری طرح میرے قبضے میں ہو۔ میں تمھیں ٹھکانے لگادوں تو تمھاری لاش کا بھی پتا نہیں چلے گا۔"

"یہاں تم مجھے انگلی بھی نہیں لگا سکو گے لہٰذا میں بالکل بے فکر ہوں۔"

"میرے ایک اشارے پر تمھیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔"

"جانتے ہو میں کون ہوں؟" میں نے اولیو ہاورڈ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارا اسسٹنٹ ہوں اور اگر تم نے میرے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کی تو تمھیں جواب دہی کرنا مشکل ہو جائے گی۔ پہلے ہی تمھاری پوزیشن بہت خراب ہے۔ ان وضاحتوں کی فکر کرو اولیو ہاورڈ جو تمھیں ہائی کمان کے سامنے کرنا ہوں گی۔"

"میں نے تمھارے ہاتھوں بڑے نقصان اٹھائے ہیں علی! امریکن سی آئی اے سے تو میں نکالا ہی گیا تھا، اب اسرائیل میں بھی مجھے اپنی پوزیشن برقرار رکھنا ناممکن نظر آرہا ہے۔ میری بیٹی تمھارے قبضے میں ہے اور سب سے بدتر بات یہ ہے کہ میں اس وقت تم سے تعاون کرنے پر مجبور ہوں۔"

"مجھے خود بھی یہ سوچ کر افسوس ہوتا ہے اولیو ہاورڈ! کہ باپ کے کرتوتوں کی سزا بیٹی کو بھگتنا پڑ رہی ہے۔ للی ہاورڈ تو بے قصور ہے۔ اس کا قصور اگر کچھ ہے تو صرف یہی ہے کہ وہ تمھاری بیٹی ہے۔ کاش تم نے تہذیب مالکم ایکس پر ہاتھ نہ ڈالا ہوتا تو للی ہاورڈ بھی میرے ہاتھوں محفوظ رہتی!"

"میں تمھیں تہذیب مالکم ایکس کے حوالے سے بلیک میل نہیں کر سکا لیکن تم نے للی ہاورڈ کو یرغمال بنا کر مجھ سے اسرائیل کے خلاف جو جو کام لیے ہیں اس کے بعد بھی تمھارے دل میں کوئی خلش باقی رہ گئی ہے۔ اب تو تمھیں مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

"یہ تو میری شرافت ہے کہ میں للی ہاورڈ کو تمھارے حوالے کرنے کو تیار ہو گیا ہوں ورنہ سوچا تو یہی تھا کہ جب تک تہذیب مالکم ایکس مجھے نہیں مل جائے گی للی کو اپنے قبضے میں ہی رکھوں گا لیکن محض عربوں کے مفادات کے پیشِ نظر میں نے تم سے وعدہ کر لیا تھا کہ للی کو واپس تمھارے حوالے کر دوں گا۔ دیکھ لو اس وعدے کی تکمیل مجھے کتنی بھاری پڑ رہی ہے۔"

"ساری باتیں اپنی جگہ علی لیکن للی کی واپسی کے بعد مجھ سے کسی رعایت کی توقع مت رکھنا۔"

"میں کسی سے بھی رعایت کی توقع نہیں رکھتا اولیو ہاورڈ! اور تم سے تو رعایت کی توقع رکھنا بدترین حماقت ہے۔"

اولیو ہاورڈ کمرے میں موجود مختصر سے بیڈ پر لیٹ گیا اور میں نے صوفہ سنبھال لیا۔ میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ واقعات بہت تیزی سے پیش آئے تھے اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے حالات مجھے اپنے دھارے پر بہائے لیے چلے جا رہے ہوں۔ میں اور اولیو ہاورڈ ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ ہم دونوں کو صرف اس ملک سے کسی طرح نکل جانے کی فکر لاحق تھی۔ اولیو ہاورڈ سے کیا ہوا وعدہ نبھانے کے لیے مجھے بہت سے پاپڑ بیلنا پڑے تھے اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ مستقبل کے پردے پر کیا تحریر ہے۔ میں اپنی راہ میں آنے والی مشکلات سے خوف زدہ نہیں تھا۔ مجھے تو وقت کی فکر لاحق تھی۔ میرے لیے تو سب سے اہم فیکٹر وقت ہی تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ تیزی سے گزرتا ہوا وقت کہیں میری تہذیب کو مجھ سے دور نہ لے جائے۔ ایک عرصے بعد وصل کے امکانات پیدا ہوئے تو پے در پے پیش آنے والے واقعات نے اسے پھر مجھ سے دور کر دیا تاہم اب مجھے یہ بے فکری ضرور تھی کہ تہذیب جہاں بھی ہوگی آزاد ہوگی اور مجھ سے ملاقات کے لیے کوشاں ہوگی۔

ائیر کنڈیشنڈ کمرے میں صوفے پر لیٹے ہوئے مختلف خیالات میں غلطاں و پیچاں میں چپکے سے نیند کی آغوش میں پہنچ گیا اور مجھے اس کا احساس بھی نہیں ہوا۔ میری آنکھ کوئی دو گھنٹے بعد کھلی۔ اس وقت ایک بج چکا تھا۔ میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے میں گیمن داخل ہوا۔ "میں اس سے پہلے بھی حاضر ہوا تھا جناب! لیکن آپ لوگوں کو سوتے دیکھ کر واپس چلا گیا۔"

"تھکن بہت تھی مسٹر گیمن! اس لیے آنکھ لگ گئی تھی۔" میں نے کہا۔ "تم سناؤ کیا خبریں ہیں؟"

ہماری آوازیں سن کر اولیو ہاورڈ بھی اٹھ گیا تھا۔

"کرنل وحدت ابھی تک اس بلڈنگ میں موجود ہے۔" گیمن نے کہا۔

"کیا؟" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے کہا۔ "وہ یہاں کیا کر رہا ہے؟"

"آپ لوگوں کے بارے میں تفتیش کر رہا ہے

جناب عالی!"

"اور بلڈنگ کے باہر کیا صورتِ حال ہے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"بلڈنگ محاصرے میں ہے جناب! باوردی فوجی ہر شخص کو چیک کر رہے ہیں۔" گیمن نے بتایا۔

"تب تو یہاں سے ہمارا نکلنا بے حد دشوار ہو جائے گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"جی ہاں جناب! جب تک یہ صورت رہے گی بلڈنگ سے نکلنا ناممکن ہی ہوگا۔"

"کیوں مسٹر گیمن! کیا اس بلڈنگ میں کام کرنے والے لوگ شام کے وقت اپنے گھروں کو واپس نہیں جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"جو لوگ بلڈنگ میں موجود ہیں انھیں نہیں روکا جائے گا۔" گیمن نے بتایا۔ "یا جو لوگ باہر سے آرہے ہیں اور انھیں چیک کر کے اندر آنے کی اجازت دی جا رہی ہے، انھیں بھی واپس جانے دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ جو شخص بھی باہر نکلنے کی کوشش کرے گا اسے روک لیا جائے گا۔"

"انھیں یہ کیسے پتا چلے گا کہ بلڈنگ میں کون کون موجود ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ملٹری انٹیلی جنس کے لوگ اب تک ساری فہرستیں تیار کر چکے ہیں، باہر جاتے وقت ہر ایک کو چیک کیا جا رہا ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ تم ہمارے نام بھی یہاں کے ملازمین کی فہرست میں درج کرا دیتے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"میں یہ خطرہ کیسے مول لے سکتا تھا جناب!" گیمن نے کہا۔ "انھیں ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا تو پھر آپ لوگ بچ نہیں سکتے تھے۔"

"گویا ہم یہاں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔" میں نے کہا۔ "اور اب یہاں سے نکل نہیں سکیں گے؟"

"آج تو یہ ممکن نظر نہیں آتا جناب۔" گیمن بولا۔ "اب دیکھیے اگر رات تک یہ لوگ محاصرہ اٹھا دیں تو کل آپ یہاں سے نکل سکیں گے۔"

"فرض کرو انھوں نے محاصرہ ختم نہ کیا اور کل بھی یہیں جمے رہے تو کیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے جناب آپ یہاں سے نہیں نکل سکیں گے اس لیے کہ آپ یہاں موجود ہی نہیں ہیں۔"

"فرض کرو ہم کوئی اور میک اپ کر لیں تو کرنل وحدت کے لوگ ہمیں موجودہ حیثیتوں میں کیسے پہچانیں گے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"موجودہ حیثیتوں میں نہ پہچان سکنے کے باوجود یہ سوال تو ضرور پیدا ہوگا کہ ہم بلڈنگ میں داخل کیسے ہوئے؟" میں نے کہا۔ "محض اس شبہے کی بنیاد پر ہمیں روک لیا جائے گا اور اگر ہم پکڑے گئے تو مسٹر گیمن کی پوزیشن بھی خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر تو کرنا ہی پڑے گی۔ ظاہر ہے ہم زیادہ وقت تو نہیں برباد کر سکتے۔ ہمیں اور بھی بہت سے کام کرنا ہیں۔ اسرائیل پہنچ کر مفصل رپورٹ پیش کرنا ہے۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں جناب۔" میں نے مودبانہ انداز میں اولیو ہاورڈ سے کہا۔ "اور مجھے یقین ہے کہ یہاں سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور ہوگی مگر اس وقت ذہن میں نہیں آرہی۔"

"اگر کوئی تدبیر ہوتی تو کیا میں اسے نظر انداز کر دیتا۔" گیمن برا مان کر بولا۔

"اوہ آپ غلط سمجھے۔" میں نے گیمن سے کہا۔ "میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ آپ اس تدبیر سے واقف بھی ہوں گے۔ یہ بات تو سوچی ہی نہیں جا سکتی کہ آپ ہماری آزادی کی کوششوں میں کسی بھی قسم کی دانستہ کوتاہی کے مرتکب ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے پہلے لنچ کر لیا جائے۔" گیمن نے کہا۔ "اس دوران ممکن ہے کوئی تدبیر سوجھ ہی جائے۔"

"اس میں کوئی خطرہ تو نہیں ہے مسٹر گیمن؟" میں نے کہا۔

"خطرہ؟" گیمن نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "کھانا کھانے میں کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟"

"میرا مطلب ہے کرنل وحدت ہماری تاک میں ہے۔ اس نے کوئی معمولی سی چیز بھی نظر انداز نہیں کی ہوگی۔ اگر یہاں زیادہ کھانا آیا تو کیا وہ کھٹک نہیں جائے گا؟"

گیمن ہنس پڑا۔ "آپ بہت محتاط آدمی ہیں جناب۔" اس نے کہا۔ "مگر بے فکر رہیے! کمپنی کی اپنی کینٹین ہے۔"

میں مطمئن ہو گیا۔ کرنل وحدت اتنا ذہین تھا کہ اب اس کے مقابلے میں میں معمولی سے معمولی بات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کچھ تو وہ ذہین تھا اور کچھ قدرت بھی اُس کی مدد کر رہی تھی۔ تبھی تو اتفاقات اُس کے حق میں پیش آ رہے تھے ورنہ کیا ضروری تھا کہ اُس کا کوئی آدمی ہمیں اس بلڈنگ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتا۔

گیمن نے کھانا اسی کمرے میں منگوا لیا اور ہم کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ کھانے کے دوران میں مستقل سوچتا رہا اور بالآخر میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا۔

"اس ملک میں اسرائیل کے بہت سے ایجنٹ کام کر رہے ہوں گے؟" کھانے کے بعد میں نے گیمن سے پوچھا۔

"جی ہاں، کافی لوگ کام کر رہے ہیں۔" گیمن نے کہا۔

"اُن میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اس وقت کوئی کام نہیں کر رہے ہوں گے؟"

"میں سمجھا نہیں جناب کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" گیمن نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی دو افراد ہماری جگہ آ جائیں تو ہم اُن کی جگہ لے لیں گے۔"

"تمہارے ذہن نے خوب کام کیا۔" اولیو ہاورڈ اُچھل پڑا۔ "واقعی اگر ایسے دو افراد مل جائیں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"ایسے لوگ تو موجود ہیں جناب لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اُن سے کیا کام لیا جا سکتا ہے؟" گیمن بولا۔

"میں سمجھاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "تمہارے پاس میک اپ کا سامان تو موجود ہوگا؟"

"جی ہاں ہے اور اگر آپ حکم کریں تو فوری طور پر مہیا بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"بس تو دو ایسے افراد کو بُلاؤ جو ہمارے قد کاٹھ کے ہوں۔ ظاہر ہے اُن کے پاس سارے کاغذات موجود ہوں گے اور بلڈنگ میں داخل ہوتے وقت فوجی انھیں چیک کریں گے۔ اُس کے بعد ہی انھیں اندر داخل ہونے دیا جائے گا۔ جب وہ لوگ یہاں پہنچ جائیں گے تو ہم اُن کا میک اپ کر لیں گے اور انھی کے کاغذات کے سہارے نہ صرف اس بلڈنگ سے بلکہ اس ملک سے بھی نکل جائیں گے۔"

"بہت عمدہ آئیڈیا ہے جناب۔" گیمن نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "گویا آپ کے بجائے وہ دونوں یہاں رہیں گے۔"

"ہاں، تم نے ہمارے کاغذات تو بننے کے لیے دے دیے ہوں گے؟"

"جی ہاں، کل دوپہر کے بعد کسی وقت آپ کے کاغذات تیار ہو جائیں گے۔"

"بس تو وہ کاغذات اُن لوگوں کے کام آ جائیں گے۔ ایسے لوگ اگر ہیں تو انھیں کب تک طلب کیا جا سکتا ہے؟"

"اتفاق سے دو ایسے افراد یہاں موجود ہیں جن کا کام ہو چکا ہے مگر وہ یہاں سے تین روز بعد واپس جائیں گے اور یہ بھی اتفاق ہی ہے کہ وہ میرے گھر پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"وہ لوگ کون سے ملک کے پاسپورٹ پر سفر کر رہے ہیں؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"وہ امریکن ہیں جناب اور اُن کے پاس امریکا کے ہی پاسپورٹ ہیں۔"

"انھیں فوراً یہاں طلب کر کے ساری صورتِ حال سمجھا دو۔" میں نے کہا۔ "اگر تمہارے پاس یہاں آفس میں اُن کی تصویریں موجود ہوں تو اُن کی تصویریں اور میک اپ کا سامان فراہم کر دو تاکہ اُن کے یہاں پہنچنے تک ہم اُن کا میک اپ کر لیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" گیمن نے کہا اور تھوڑی ہی دیر بعد ہمیں میک اپ کا سامان اور اُن ایجنٹوں کی تصویریں فراہم کر دیں۔

"اب ہم محفوظ ہو جائیں گے علی۔" میک اپ کے دوران اولیو ہاورڈ نے مجھ سے کہا۔ گیمن اُس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔

"یہ بہت ضروری تھا اولیو ہاورڈ! اس کے بغیر ہم اس ملک سے نہ نکل پاتے۔ جعلی کاغذات بہرحال جعلی ہوتے ہیں۔ اب ہمارے پاس کاغذات تو اصل ہوں گے مگر ہم خود جعلی ہوں گے۔"

"میرا پروگرام یہ ہے کہ ہم یہاں سے شی گورا نے جائیں گے اور وہاں سے فوراً ہی کوٹے ہل نکل جائیں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ تم لکی کو کوٹے ہل میں ہی میرے حوالے کرو گے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "اگر تم اس پروگرام میں کسی تبدیلی کے خواہاں ہو تو مجھے ابھی بتا دو۔"

"نہیں اولیو ہاورڈ! فی الحال اس پروگرام میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ جب ضرورت ہوگی بتا دوں گا۔"

دونوں ایجنٹوں کے آنے تک میں اور اولیو ہاورڈ

اپنا میک اپ مکمل کر چکے تھے۔ گیمن انھیں خفیہ کمرے میں لے آیا اور وہ دونوں وہاں اپنے ہم شکلوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ "یہ کون لوگ ہیں؟" انھوں نے حیرت سے پوچھا۔

گیمن نے اُن سے ہمارا تعارف کیا۔ اولیو ہاورڈ کا نام سُن کر وہ دونوں مرعوب اور مؤدب نظر آنے لگے۔

گیمن نے اُن سے اُن کے پاسپورٹ لے کر ہمارے حوالے کر دیے۔ "نیچے کار پارکنگ میں میرون کلر کی مرسڈیز کار موجود ہے۔" گیمن نے کار کا نمبر بتاتے ہوئے کار کی چابیاں میرے حوالے کر دیں۔ "اور یہ میری رہائش کا نقشہ ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ جائیں گے۔ میں ملازم کو فون کر دیتا ہوں اور وہ آپ کو آپ لوگوں کے کمرے دکھا دے گا۔"

"ان پاسپورٹس پر شی گورا نے کے ویزے بھی تو لگوانا ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"میرا آدمی گھر سے آپ لوگوں کے پاسپورٹ لے جائے گا اور آج ہی ویزا لگنے کے علاوہ کل صبح کی فلائٹ سے آپ کے لیے سیٹیں بھی بُک کرا دی جائیں گی۔"

میں اور اولیو ہاورڈ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ بلڈنگ کے دروازے پر ہمیں چیک تو کیا گیا مگر ہم سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ بلڈنگ کے احاطے میں فوج کے کئی ٹرک اور جیپیں نظر آ رہی تھیں۔ فوجیوں کی کافی تعداد نے عمارت کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن ہمیں کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ ہم نہ صرف میک اپ میں تھے بلکہ ہم نے اُن ایجنٹوں سے اپنے لباس بھی تبدیل کر لیے تھے۔

کار تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور نقشے کی مدد سے ہم بہ آسانی گیمن کی جائے رہائش تک پہنچ گئے۔ اولیو ہاورڈ میرے برابر والی نشست پر خاموش بیٹھا تھا۔ گیمن کے ملازم نے ہمیں بنگلے کے گیٹ پر ریسیو کیا اور اوپری منزل کے دو کمروں تک پہنچا دیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک شخص آ کر ہمارے پاسپورٹ لے گیا۔

"اب تو تم اس ملک میں اسرائیل کی سرگرمیوں سے بڑی حد تک باخبر ہو گئے ہو۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"لیکن حسبِ وعدہ میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جیسے جیسے اس ملک سے روانگی کا وقت قریب آ رہا ہے میرے ذہنی تفکرات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔"

"عجیب بات ہے اولیو ہاورڈ! حالانکہ تمھیں خوش ہونا چاہیے کہ یہاں سے صحیح سلامت واپس نکل جاؤ گے۔"

"میں ایک مشن کی ناکامی کے بعد لوٹوں گا علی اور مجھے کیسے کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اس کا تجزیہ کرنا تم جیسے ذہین آدمی کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ تم نے تو ایک بار پھر ناممکن قسم کی کامیابی حاصل کر کے فلسطینیوں کی نظر میں اپنا مقام کچھ اور بلند کر لیا ہے۔"

"میں نے کبھی اپنے مقام کی پروا نہیں کی۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"لیکن مجھے تو اپنے مقام کی پروا ہے۔ حالات جس طرح سے پیش آئے ہیں اگر تم نے اُن کی اسی انداز میں پبلسٹی کر دی تو میرا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔"

"میں تمھیں تحریر دینے کو تیار ہوں کہ تم نے ہماری کامیابی میں جو کردار کیا ہے وہ کبھی منظرِ عام پر نہیں آئے گا۔"

"تحریر کی کیا ضرورت ہے۔۔"

"تو اور میں کیا کروں۔" میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں نے کئی بار تم سے کہا کہ تمھارے خلاف کچھ نہیں کروں گا مگر تمھاری سمجھ میں بات آ کے ہی نہیں دیتی۔"

"ٹھیک ہے، مجھے تمھاری بات پر یقین ہے لیکن۔۔۔"

"اگر یقین ہے تو آئندہ یہ تذکرہ مت کرنا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں کروں گا۔" اولیو ہاورڈ نے مُردہ سے انداز میں کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ایک گھنٹے بعد گیمن آ گیا اور اُس نے ہم دونوں کو بتایا کہ ہمارے پاسپورٹ ویزے لگ کر ایک آدھ گھنٹے میں مل جائیں گے اور جہاز میں سیٹیں بھی بُک ہو جائیں گی۔

"کرنل وحدت کی سرگرمیوں کے بارے میں بتاؤ۔" اولیو ہاورڈ نے گیمن سے پوچھا۔ "کیا بلڈنگ اب بھی محاصرے میں ہے؟"

"جی ہاں، بلڈنگ پر مسلح فوجی تعینات ہیں۔ کرنل وحدت کو معلوم نہیں آپ لوگوں کے بارے میں کتنے باوثوق ذرائع سے اطلاع ملی ہوگی کہ وہ آپ کی اُس عمارت میں موجودگی کے بارے میں بہت پُریقین ہے،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

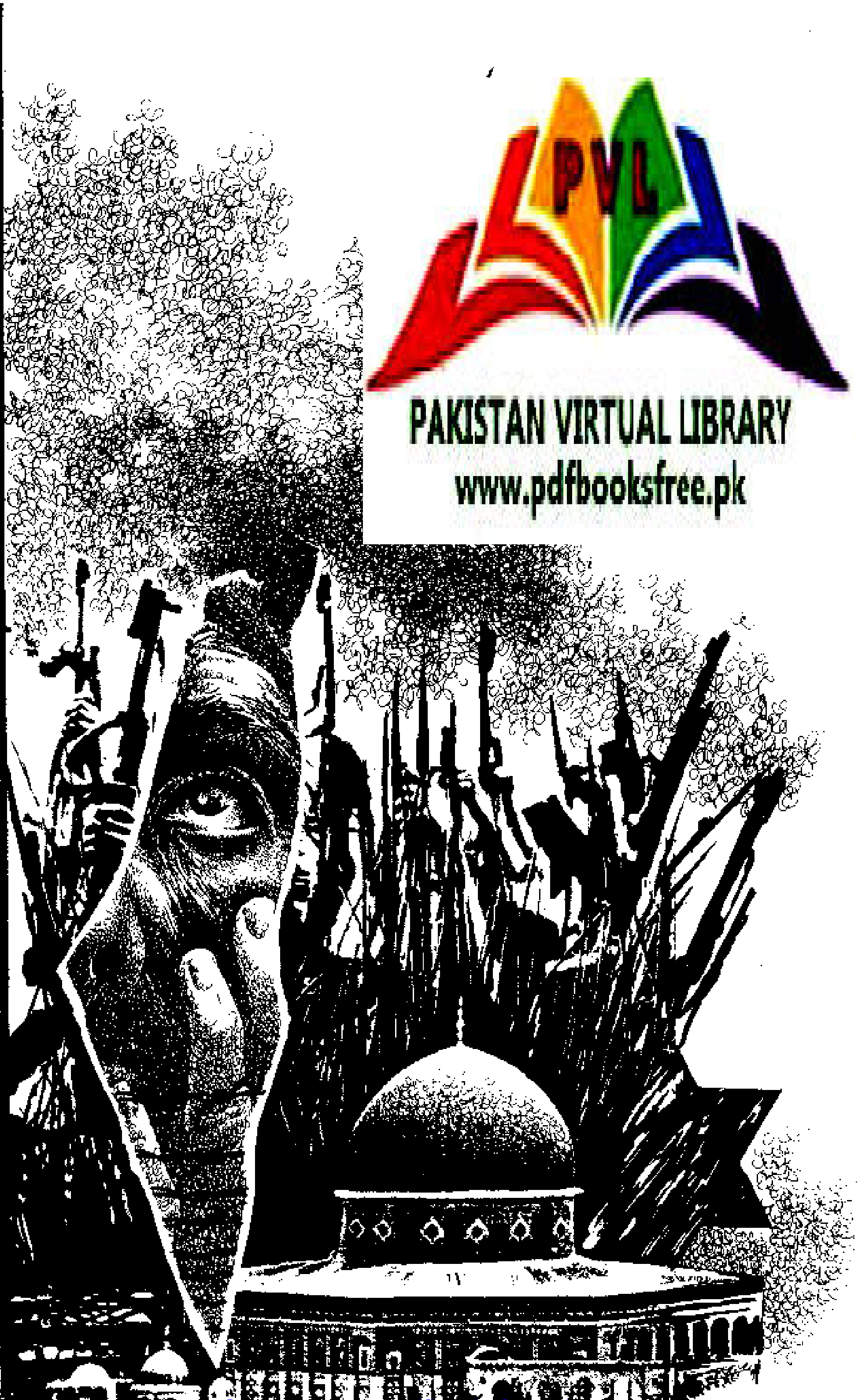
PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ورنہ اب تک تو اُسے مایوس ہو جانا چاہیے تھا!"

"اُس کا یقین غلط بھی تو نہیں ہے۔" مَیں نے کہا۔ "یہ الگ بات کہ ہم وہاں سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"مَیں تو اُس فیصلے پر حیرت کر رہا ہوں جس سے اُسے آپ کے بارے میں اطلاع ملی ہو گی۔" گیمن بولا۔

"اظہارِ حیرت میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ہمیں مستقبل پر نظر رکھنا چاہیے۔" مَیں نے کہا اور اس کے بعد نشست برخاست ہو گئی۔

رات کے کھانے پر ہم تینوں پھر یکجا ہوئے اور گیمن نے ویزا لگے پاسپورٹ ہمارے حوالے کر دیے۔ صبح آٹھ بجے پرواز کرنے والے طیارے میں ہمارے لیے دو نشستیں بھی بک کرا دی گئی تھیں۔ "ٹکٹ اور ویزے چیک کر لیجیے۔" گیمن نے ہم سے کہا۔

مَیں نے اپنا پاسپورٹ چیک کیا جو ہر اعتبار سے مکمل تھا۔ اولیو باورڈ نے بھی پاسپورٹ اور ٹکٹ چیک کرنے کے بعد مطمئن انداز میں سر ہلایا۔

"تم نے یقیناً اطمینان کر لیا ہو گا کہ کرنل وحدت تمھاری سرگرمیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا؟" اولیو باورڈ نے گیمن سے کہا۔

"جی ہاں جناب! مَیں نے ہر قدم دیکھ بھال کر اٹھایا ہے۔"

"آپ نے کام مکمل کرنے میں بڑی تیزی دکھائی مسٹر گیمن۔" مَیں نے کہا۔

گیمن ہنسنے لگا۔ "ہمیں انھی کاموں کی تو تنخواہ ملتی ہے جناب! اگر ہم یہ کام بھی نہ کر سکیں تو ہمارا فائدہ ہی کیا ہے۔"

اگلے روز گیمن خود ہمیں چھوڑنے ایئرپورٹ آیا۔ اُس نے جان بوجھ کر وہ راستہ اختیار کیا جو اُس شعبے آفس والی بلڈنگ کے سامنے سے ہو کر گزرتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ بلڈنگ کے گرد مسلح فوجی پہرا دے رہے تھے۔

"یہ کرنل وحدت بڑا مستقل مزاج آدمی ہے۔" مَیں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"احمق ہے جناب۔" گیمن بھی ہنس کر بولا۔ "ورنہ اب محاصرہ برقرار رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

"وہ احمق نہیں ہے مسٹر گیمن! دوسروں کو احمق بنا دیتا ہے۔ تمھیں یہاں کام کرنا ہے اس لیے میرا مشورہ ہے کہ اُس سے بچ کر ہی کام کرنا ورنہ مارے جاؤ گے۔"

"ج... جی بہتر جناب۔" گیمن نے گڑبڑا کر کہا۔

"ویسے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں وہ بہت چالاک ہے۔ آفس ٹیبل پر پیالیوں کے نشانات کتنے مدھم تھے عام آدمی تو شاید اُن نشانات کو دیکھ بھی نہ پاتا مگر وہ نشانات اُس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ محض دھکے دے کر کیوں چلا گیا۔" اولیو باورڈ بولا۔ "اصولی طور پر تو اُسے گیمن کے خلاف کوئی قدم اٹھا لینا چاہیے تھا۔"

"اُس نے کچھ سوچ کر ہی وہ حرکت کی ہو گی۔" مَیں نے کہا۔ "معاملہ چونکہ غیر ملکیوں کا ہے اس لیے وہ محتاط رہا۔ ممکن ہے کوئی اور وجہ رہی ہو تاہم مجھے خدشہ ہے کہ وہ ڈی او کارپوریشن پر ریڈ کیے بغیر نہیں مانے گا۔"

"ہم نے اپنے گرد بہت مضبوط قسم کے حصار قائم کر رکھے ہیں جناب۔" گیمن بولا۔ "اگر اُس نے ایسی کوئی حماقت کی تو خود ہی بھگتے گا۔"

"تمھاری مرضی۔" مَیں نے بے پروائی سے شانے اُچکا کر کہا اور کار سے باہر دیکھنے لگا۔

ائیرپورٹ پر کسی قسم کی غیر معمولی سرگرمیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ وجہ صاف ظاہر تھی کہ کرنل وحدت کی توجہ ڈی او کارپوریشن والی بلڈنگ پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی۔ اُسے انتہا درجے کا یقین تھا کہ ہم وہیں موجود ہیں ورنہ شہر سے باہر جانے والے ہر راستے کی نگرانی ہو رہی ہوتی۔ اس اعتبار سے اُس بلڈنگ میں ہمارا دیکھ لیا جانا فائدے مند ہی ثابت ہوا تھا۔ ہم بہ آسانی بغیر کسی خصوصی چیکنگ کے ائیرپورٹ سے گزر سکتے تھے۔

"کوئی ایسا فون نمبر مل سکے گا جس پر کرنل وحدت سے گفتگو ہو سکے؟" ائیرپورٹ پر مَیں نے گیمن سے کہا۔

"جی!" گیمن حیران رہ گیا۔ "آپ کرنل وحدت سے گفتگو کر کے کیا کریں گے؟"

"یہاں سے نہیں بلکہ کسی اور ملک سے اُسے فون کر کے بتاؤں گا کہ ہم دونوں اس ملک سے نکل گئے ہیں تاکہ وہ تم پر سے توجہ ہٹا لے اور تم اُس کی نظروں میں شکوک شبہات سے بالاتر ہو جاؤ۔ ورنہ وہ تمھارے پیچھے تو پڑا ہی رہے گا۔"

"مَیں ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں۔" گیمن نے کہا اور ایک ایئرلائن کے کاؤنٹر پر جا کر ٹیلی فون ڈائریکٹری دیکھنے لگا۔ اولیو باورڈ مجھے گھور رہا تھا۔

"تم کس چکر میں ہو علی؟" اولیو باورڈ نے کہا۔ "کرنل وحدت

کے نمبر کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"میرا خیال ہے میں کیمن کو وجہ بتا چکا ہوں۔"

"میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بے اعتباری سے کہا۔ "یقیناً کوئی اور وجہ ہے ورنہ تم کسی یہودی سے ہمدردی کی غلطی نہیں کر سکتے۔"

"قطعی ضروری نہیں ہے کہ میں تمھیں اصل وجہ سے بھی آگاہ کروں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم اسے ڈی او کارپوریشن کی اصلیت سے آگاہ کرو گے۔"

"بدگمانیوں سے بچنے کی کوشش کیا کرو اولیو ہاورڈ! ویسے جو تمھارا جی چاہے سمجھتے رہو، میں تمھیں روکوں گا نہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

چند ہی منٹ کے اندر کیمن واپس پلٹ آیا اور اس نے ایک فون نمبر میرے حوالے کر دیا۔ "یہ انٹیلی جنس کے مقامی ہیڈ کوارٹر کا فون نمبر ہے۔" اس نے بتایا۔ "میرا اندازہ ہے کہ آپ یہاں فون کریں گے تو کرنل وحدت سے یا تو آپ کی بات کرا دی جائے گی یا پھر آپ کو اس کا نمبر بتا دیا جائے گا۔"

"شکریہ کیمن!" میں نے سنجیدگی سے کہا اور اس سے فون نمبر والا پرچا لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

کیمن سے رخصت ہو کر ہم اپنے مختصر سے سامان سمیت ایئرپورٹ بلڈنگ میں داخل ہو گئے۔ میری اور اولیو ہاورڈ کی جیبوں میں وافر مقدار میں کرنسی موجود تھی۔ کسٹمز اور امیگریشن کے مراحل سے بڑی آسانی سے گزرنے کے بعد ہم نے شی کو رلے جانے والے طیارے میں پہنچ کر اپنی نشستیں سنبھال لیں۔ طیارے کی روانگی کے لیے ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

مخصوص بلندی پر پہنچ کر مسافروں کو حفاظتی پیٹیاں کھولنے کی اجازت دے دی گئی اور میں اور اولیو ہاورڈ دونوں ہی طیارے میں موجود مسافروں کا جائزہ لینے لگے۔ طیارے کے مسافروں میں ہر قسم کے ہی لوگ شامل تھے۔ یہاں تک کہ خواتین اور بچے بھی تھے۔

"اب کہیں جا کے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم کرنل وحدت کے چنگل سے نکل گئے ہیں۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"یقین کرو علی! مجھے اب بھی یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے وہ اچانک کہیں سے نمودار ہو گا اور کہے گا، مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟"

"حقیقتاً وہ ایسی ہی شخصیت کا مالک ہے، اعصاب پر چھا جانے والا۔" میرا جملہ مکمل ہوا ہی تھا کہ میں نے ایک پستہ قامت شخص کو اس کی نشست سے کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس کے چہرے پر گھنی داڑھی مونچھیں نظر آ رہی تھیں اور اس نے سیاہ رنگ کے شیشوں والا چشمہ لگا رکھا تھا۔ میری تجربہ کار نگاہوں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا کہ وہ شخص میک اپ میں ہے۔ اس نے سیٹ سے کھڑے ہونے کے بعد اپنی جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور اس کی بھاری بھرکم آواز جہاز میں گونجی۔

"تمام لوگ اپنے ہاتھ بلند کر لیں۔" اس کے الفاظ کے ساتھ تین مزید افراد مختلف نشستوں سے اٹھتے نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں پستولوں کے علاوہ پلاسٹک بم بھی موجود تھے۔ انھی میں سے ایک شخص تیزی سے پائلٹ کے کیبن میں گھس گیا۔

ایک لمحے کے لیے تو میرے حواس بھی گم ہو گئے۔ مجھ پر آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی مثل صادق آ رہی تھی۔ یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں تھا کہ طیارہ اغوا کیا جا رہا ہے۔ میں تابڑ توڑ کوششوں کے بعد کرنل وحدت کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہوا تو ہائی جیکروں کے ہتھے چڑھ گیا۔ اولیو ہاورڈ نے بھی صورت حال کا اندازہ لگا لیا تھا جبکہ دیگر مسافر ابھی تک حیرت کے عالم میں تھے۔ پستہ قامت شخص ایک بار پھر گرجا۔

"ہر شخص اپنے ہاتھ بلند کر لے ورنہ یہ پلاسٹک بم تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ ہاتھ بلند کر لیجیے۔" اس کی آواز اور الفاظ دونوں ہی میں کچھ ایسا خوف ناک تاثر تھا کہ مسافروں کے ہاتھ خود بخود اوپر اٹھنے لگے۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہو گئیں۔ میں نے بھی اولیو ہاورڈ کی طرح اپنے ہاتھ بلند کر لیے۔ پھر ہمیں دوسرا حکم ملا۔

"اپنے ہاتھ گردنوں کے پیچھے لے جائیے فوراً!"

مسافروں نے اس حکم کی بھی بے چون و چرا تعمیل کی۔ طیارے میں ہولناک سکوت طاری ہو گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بیک وقت سارے مسافر پتھر کی مورتیوں میں تبدیل ہو گئے ہوں۔ طیارے کے انجنوں کے شور کے سوا طیارے میں کوئی اور آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

ہائی جیکروں کے بارے میں فی الوقت یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ ان کا تعلق کس گروپ سے ہے، ان کے عزائم کیا ہیں اور وہ کس قومیت کے حامل ہیں؟

میں فرداً فرداً ہر ہائی جیکر کا جائزہ لے رہا تھا مگر ان کے ظاہری حلیے اور ان کے لب و لہجے سے ان کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ آوازیں بدل کر بول رہے ہوں گے اور حلیے تو انھوں نے پہلے سے ہی تبدیل کر رکھے تھے۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ خوش آئند خیال بھی آیا کہ ممکن ہے ان لوگوں کا تعلق تنظیم آزادیِ فلسطین سے ہی ہو تاہم اس بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ان لوگوں کا تعلق کسی یہودی تنظیم سے ہو اور یہ بات بھی قرین قیاس تھی کہ وہ فقط بلیک میلرز ہوں۔ تمام مسافر سمجھ چکے تھے کہ طیارہ ہائی جیک کیا جا چکا ہے اور تقریباً سب ہی اس انتظار میں تھے کہ ہائی جیکرز اپنا تعارف کرائیں تاکہ مسافروں کو اپنے مستقبل کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکے۔

"آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ طیارہ اب ہمارے قبضے میں ہے۔" ایک بار پھر طیارے میں پستہ قامت شخص کی آواز گونجی۔ "اب طیارہ ہماری مرضی کے مطابق سفر کر رہا ہے۔ ابھی آپ کو یہ بات نہیں بتائی جا سکتی کہ طیارے کی آئندہ منزل کون سی ہو گی اور اسے اغوا کرنے کا مقصد کیا ہے۔ یہ باتیں آپ کے سوچنے کی ہیں بھی نہیں۔ لیکن یہ بتانا بہرحال ضروری ہے کہ ہمارا سفر آدھے گھنٹے سے زیادہ کا نہیں ہے۔ آپ لوگ اچھی طرح سمجھ رہے ہوں گے کہ یہ تیس منٹ آپ کو کس طرح گزارنا ہیں۔ زندگی عطیہ خداوندی ہے اور اس کی حفاظت کرنا آپ کی ذمے داری، آپ کا فرض ہے۔ کسی بھی شخص کی ایک ذرا سی غلط حرکت پورے جہاز کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔"

اس حکم کے بعد پستہ قامت ہائی جیکر نے اپنے آدمیوں کو کچھ اشارے کیے جن کے جواب میں پہلے سے منظر عام پر موجود ہائی جیکروں کے علاوہ اگلی سیٹوں سے دو اور افراد اٹھ کر آگے بڑھ آئے۔ وہ دونوں بھی پستول بردار تھے۔ وہ گشت کرتے ہوئے طیارے کے آخری حصے تک چلے گئے۔

"اپنے اپنے پاسپورٹ اور ٹکٹ نکال کر اپنے سامنے ڈال دیجیے۔" پستہ قامت شخص نے نیا حکم جاری کیا۔

اس نئے حکم کی تعمیل کے لیے کچھ ہل چل پیدا ہوئی۔ مسافروں نے حکم کی تعمیل کے بعد اپنے اپنے ہاتھ دوبارہ گردنوں کے پیچھے رکھ لیے تھے۔ ہاتھوں کو اس طرح گدی پر رکھ کر بیٹھنا سخت تکلیف دہ عمل تھا خصوصاً خواتین کے چہروں پر تو بہت زیادہ اذیت کے آثار تھے۔ سبھی کے بازو شل ہوتے جا رہے تھے۔

ہائی جیکروں نے تمام مسافروں کے سامنے سے ان کے پاسپورٹ اور ٹکٹ اٹھا کر یک جا کیے اور لے جا کر پستہ قامت کے حوالے کر دیے اور وہ ایک سیٹ پر بیٹھ کر ان کا جائزہ لینے لگا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس طرح وہ مسافروں کی حیثیتوں کا تعین کرنا چاہتے ہیں۔ مطالبات منوانے کے لیے مسافروں کی حیثیت کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ کسی اغوا شدہ طیارے کے مسافر اگر بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہوں تو مطالبات بھی جلدی تسلیم کر لیے جاتے ہیں ورنہ نہیں۔

ذرا ہی دیر میں ہائی جیکروں کا رد عمل سامنے آ گیا۔ مختلف سیٹوں سے چار افراد کو اٹھا کر آگے والے حصے میں لے جایا گیا اور وہاں سے چار مسافر ان کی سیٹوں پر منتقل کر دیے گئے۔ چاروں مقامی باشندے تھے۔ عمر رسیدہ اور باوقار شخصیتوں کے حامل۔

ہائی جیکرز بڑے ماہرانہ انداز میں کام کر رہے تھے۔ ان کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ کام ان کے لیے نیا نہیں ہے۔ انھوں نے صحت مند اور طاقت ور قسم کے لوگوں کو کھڑکیوں کے ساتھ والی نشستوں پر بٹھا دیا تھا اور خواتین اور کمزور لوگوں کو کنارے والی نشستوں پر لے آئے تھے تاکہ ہائی جیکروں کے لیے کوئی خطرہ نہ رہے۔

پرواز کے تیس منٹ تیس گھنٹوں کی طرح گزر رہے۔ اغوا شدہ بدقسمت طیارے کے مسافر خوف و دہشت کا شکار تھے لیکن ہائی جیکروں کو مسافروں کے جذبات و احساسات سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

تیس منٹ بعد اعلان ہوا کہ جہاز رن وے پر اترنے والا ہے۔ ایک لمحے کے لیے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید ہمیں بتا دیا جائے کہ طیارہ کہاں اترا ہے لیکن شاید ہائی جیکر طیارے کے مسافروں کو بے خبر ہی رکھنا چاہتے تھے۔

طیارہ بحفاظت رن وے پر اتر گیا اور اس کے انجن بند ہو گئے۔ انجن بند ہونے کے بعد طیارے کے ایئرکنڈیشننگ سسٹم نے بھی کام کرنا بند کر دیا جس کے باعث طیارے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حبس اور گھٹن پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ بہ تدریج بڑھتے ہوئے درجہ حرارت کے باعث مسافروں کے جسم پسینے سے شرابور ہونے لگے۔ گرمی، حبس اور گھٹن میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ طیارے میں ہوا کا گزر برائے نام بھی نہیں تھا۔

"کیا مصیبت ہے۔" اولیور ہاورڈ نے سرگوشی کی۔ "یہ اندازہ بھی نہیں ہو پا رہا کہ یہ کون ہیں۔ ان سے کچھ پوچھنے کی کوشش خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"اور کچھ کرنے کی کوشش بھی۔" میں نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔

"عبرت کا مقام ہے کہ آج تک جو کام ہماری نگرانی اور ہدایات کے تحت ہوتا رہا آج ہم خود اس کا شکار ہو گئے۔ تم نے بھی تو ایک طیارہ اغوا کیا تھا علی! یاد ہے؟"

میں صرف مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں بے چینی اور اضطراب بڑھتا جا رہا تھا اور بالآخر ایک مسافر کا پیمانۂ صبر جواب دے گیا۔

"اس گرمی اور حبس میں ہم کتنی دیر زندہ رہ سکیں گے۔" اس نے اپنی سیٹ سے کھڑے ہو کر کہا۔ "اس سے بہتر تو یہ ہے کہ تم طیارہ تباہ کر دو۔"

اس شخص کے نزدیک موجود ہائی جیکر نے پوری قوت سے پستول کا دستہ اس شخص کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔ وہ شخص چکرا کر گرنے لگا مگر اس کے برابر والی نشستوں کے مسافروں نے اسے سنبھال کر سیٹ پر بٹھا دیا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔ شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

کئی گھنٹے اسی عالم میں گزر گئے۔ ایک شخص کا حشر دیکھنے کے بعد کسی اور نے لب کشائی کی جرأت نہیں کی۔ میں اس صورت حال سے خوف زدہ تو نہیں تھا تاہم میرا ذہن تجسس کا شکار ضرور تھا۔ معلوم نہیں وہ لوگ کون تھے؟ ان کے مطالبات کیا تھے اور اس سلسلے میں متعلقہ حکام کا رویہ کیا تھا۔

پھر ہائی جیکرز نے اعلان کیا کہ جنریٹر کا انتظام ہو گیا ہے۔ لوگوں نے اس اطلاع پر سکون کا سانس لیا اور جنریٹر کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد جنریٹر کو طیارے سے منسلک کر دیا گیا اور لوگوں کی جان میں جان آئی لیکن لوگوں کی حالت اب بھی بری تھی۔ بے یقینی کی کیفیت نے ہر ایک کو مضطرب کر رکھا تھا اور اس پر مستقل سیٹوں پر بیٹھے رہنے کی تھکن مستزاد تھی۔

میں خود پر جبر کیے بیٹھا رہا۔ جی چاہتا تھا کہ ہائی جیکرز کے خلاف کوئی قدم اٹھایا جائے مگر اس کے نتیجے میں دیگر مسافروں کی زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی تھیں اور میں کسی قیمت پر بھی معصوم مسافروں کی زندگیوں سے نہیں کھیل سکتا تھا۔

کچھ وقت اور گزر گیا اور پھر درمیانی عمر کی ایک عورت اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اپنی سیٹ سے کھڑی ہو گئی۔ ایک ہائی جیکر نے فوراً اس پر پستول تان لیا۔ اس کے چہرے پر سختی کے آثار نمودار ہوئے پھر اس کی بھاری بھرکم آواز ابھری۔ "کیا چاہتی ہو تم؟"

"تم چاہو تو مجھے ہلاک کر دو لیکن اس سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔ میں ایک اخباری رپورٹر ہوں۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تم لوگ کون ہو اور تمہارا مطالبہ کیا ہے؟ تم جانتے ہو کہ سارے مسافر قصوروار نہیں ہیں پھر ہم بے گناہوں کو یہ اذیت کیوں دی جا رہی ہے؟" عورت کا لہجہ ہذیانی تھا۔

ہائی جیکر نے پلٹ کر عقبی سمت میں دیکھا اور اس کے بعد ایک طرف ہٹ گیا۔ میں نے مسافروں کی ہی ایک سیٹ سے متناسب جسم والی ایک خوبصورت لڑکی کو اٹھتے دیکھا جس کی آنکھوں پر موٹے فریم کا ایک چشمہ نظر آ رہا تھا اور وہ چہرے سے کوئی فلاسفر معلوم ہو رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک مقام پر آ کر رک گئی۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ اس کا مطلب تھا کہ ہائی جیکروں کے کچھ ساتھی ابھی تک مسافروں میں شامل ہیں۔

طیارے کے تمام مسافروں کی نگاہیں لڑکی کی سمت اٹھی ہوئی تھیں جبکہ ہائی جیکرز قدرے مؤدب نظر آنے لگے تھے۔ پستہ قامت ہائی جیکر بھی لڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر وہ لڑکی بڑے باوقار انداز میں گویا ہوئی۔

"خواتین و حضرات!" اس نے کہا اور چند لمحوں کے لیے چپ ہو گئی۔ وہ کسی ماہر مقرر کے سے انداز میں رک کر لوگوں کے چہروں کا جائزہ لینے لگی تھی۔ اس کی نظریں بڑی تیزی سے لوگوں کے چہروں پر سے پھسل رہی تھیں۔

اس کی آواز سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر پر کسی طاقت ور بم کا دھماکا ہو گیا ہو۔ میرے کانوں میں سیٹیاں سی بج رہی تھیں اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جواب دے چکی تھی۔ چند لمحوں کے لیے مجھے گرد و پیش کا کوئی ہوش نہیں رہا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پورے جسم کا خون سمٹ کر میرے چہرے پر آ گیا ہو۔ وہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔

چند لمحے توقف کرنے کے بعد لڑکی نے اپنے الفاظ دہرائے۔ "خواتین و حضرات! تنظیم آزادیٔ فلسطین کے علی گروپ کی جانب سے تہذیب مالکم آپ لوگوں سے مخاطب ہے۔ آپ لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ طیارہ کیوں اغوا کیا گیا ہے۔ بے شک آپ کے ذہنوں میں تجسس پیدا ہو رہا ہوگا اور میں سمجھتی ہوں کہ وجہ بتانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ اس ملک میں ہمارے گروپ کی ایک اہم شخصیت کو نظر بند کر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے۔ ہم ان دونوں کو رہا کرانا چاہتے ہیں۔ اگر مقامی حکومت نے بیس گھنٹے کے اندر اندر ان دونوں افراد کو اس جہاز تک نہ پہنچایا تو ٹھیک بیس گھنٹے بعد مقامی حکومت کے ایک اہم عہدے دار مسٹر ہادی فرحان کو ہلاک کر کے باہر پھینک دیا جائے گا۔ اس کے آدھے گھنٹے بعد حکومت کے دوسرے ایک اہم عہدے پر فائز شخص کو ہلاک کیا جائے گا اور پھر ہر آدھے گھنٹے بعد یہی عمل دہرایا جاتا رہے گا تاآنکہ ہمارے مطالبات پورے نہ کر دیے جائیں۔ ہم نے کنٹرول ٹاور کو طیارے کے تمام مسافروں کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کر دیا ہے۔ آپ لوگوں کا تعلق جن ممالک سے ہے ان سفارت خانوں سے بھی رابطہ قائم کر کے ہم نے ان سے اپیل کی ہے کہ وہ آپ لوگوں کی زندگیاں بچانے کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم یہ قدم اٹھانے کے لیے مجبور ہو گئے تھے۔ طیارے کے تمام مسافروں سے التماس ہے کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ ممکن ہے کہ آپ لوگوں میں سے کچھ کو ہم رہا بھی کر دیں لیکن عدم تعاون کرنے والوں کو کسی قیمت پر بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔"

میں متضاد کیفیات کا شکار تھا۔ خوشی اور حیرت کے تاثرات خاص طور پر مجھ پر حاوی تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے پورے جسم میں پگھلا ہوا لاوا دوڑ رہا ہو۔ کتنا حسین اتفاق تھا۔ تہذیب مالکم ایکس میرے سامنے موجود تھی۔ میں نے اس کی تلاش میں کون سی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اس کی بازیابی کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے تھے۔ اسے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تھا مگر میری کوئی بھی کوشش بار آور ثابت نہیں ہو سکی تھی۔ اسے اچانک سامنے پا کر یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

سب سے زیادہ حیرت مجھے علی گروپ پر تھی۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے کسی ایسے گروپ سے میں ناواقف تھا جس کا نام علی گروپ رہا ہو۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ یہ گروپ حال ہی میں قائم کیا گیا ہوگا ورنہ میں اس سے ناواقف نہ ہوتا اور یہ بات بھی صاف ظاہر تھی کہ اس گروپ کے قیام میں نمایاں کوششیں تہذیب مالکم ایکس کی ہی رہی ہوں گی۔ شاید اس نے خاص طور پر مجھے تلاش کرنے کے لیے یہ گروپ قائم کیا ہوگا۔ سرشاری کی لہروں نے میرے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں تہذیب مالکم ایکس پر جتنا فخر بھی کرتا کم ہوتا۔ اس مادی دور میں کون کسی کے لیے اتنی تگ و دو کرتا ہے۔ دوسرے کے لیے یوں سر دھڑ کی بازی لگا دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔

میرا ذہن مستقل تہذیب مالکم ایکس اور علی گروپ کی گردان کیے جا رہا تھا اور میں سحر زدہ سے انداز میں تہذیب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ یقیناً تہذیب ہی تھی۔

اولیور ہاورڈ کی کیفیت بھی مجھ سے زیادہ مختلف نہیں تھی۔ وہ منہ پھاڑے تہذیب مالکم ایکس کو گھور رہا تھا پھر اس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا لیکن میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ میں تو سحر زدہ انداز میں تہذیب کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اگرچہ میک اپ کر رکھا تھا اور اپنی اصل شکل میں نہیں تھی لیکن اس کے بولنے کا انداز اور۔۔ اور اس کے وجود کی مہک نے میرے لیے کسی شبہے کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

"ہمیں کب تک اس قید میں رہنا ہوگا؟" اخباری رپورٹر خاتون نے پوچھا۔

"بس اب آپ بیٹھ جائیں۔ اس کے بعد کسی سوال کا جواب نہیں دیا جائے گا۔" تہذیب نے کہا اور پلٹ کر پائلٹ کے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دوسرے ہائی جیکروں کو گھورنے لگا۔ میں اس ادھیڑ بن میں تھا کہ وہ لوگ کون ہیں۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کا علی گروپ کیا بلا ہے۔ علی گروپ! جس کا نام خود علی یار خان کے لیے اجنبی تھا۔

"وہ میک اپ میں ہے۔" اولیور ہاورڈ نے کہا اور میں چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"ہاں تم نے یقیناً اسے پہچان لیا ہوگا۔" میں نے کہا۔ "کیا تمہیں اس کی آواز پر کوئی شبہ ہے؟"

"نہیں لیکن ہم بہت خراب صورت حال سے دوچار ہیں۔ انھیں باز رکھنے کی کوشش کرو۔ اگر ان لوگوں نے ایک آدمی کو بھی ہلاک کر دیا تو ہمارے لیے اور بھی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ ہائی جیکروں پر قابو پانے کے لیے دوسری طرف سے بھی کوئی نہ کوئی منصوبہ یقیناً تیار کیا جا رہا ہوگا۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ تہذیب نے یہ سب کچھ میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی بیٹے تو کیا تھا۔ اُسے کسی طرح معلوم ہو گیا ہو گا کہ مجھے اولیو ہاورڈ سمیت قید کر لیا گیا ہے۔ یہ معلومات اُسے کس ذریعے سے حاصل ہوئی ہوں گی، میں اس بارے میں کوئی اندازہ لگانے سے بھی قاصر تھا۔ اس معمّے کو تو تہذیب ہی حل کر سکتی تھی۔ جذبات کی شدت کے باعث میرا ذہن پوری طرح کام نہیں کر پا رہا تھا مگر اتنا تو میں پھر بھی سمجھ سکتا تھا کہ اولیو ہاورڈ کا کہنا درست تھا۔ جو کچھ بھی اُس نے کہا وہ حرف بہ حرف درست تھا۔ اُس کے خدشات کسی وقت بھی حقیقت کا روپ دھار سکتے تھے۔

"مجھے کوئی مشورہ دو ہاورڈ!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"کسی طرح تہذیب سے رابطہ..!" ابھی اولیو ہاورڈ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ ایک ہائی جیکر ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"تم لوگوں سے خاموشی اختیار کرنے کو کہا گیا تھا!" اُس نے دُرشت لہجے میں ہم سے کہا۔

"سنو!" میں نے آہستہ سے کہا اور ہائی جیکر مجھے گھورنے لگا۔ اُس کے جبڑے بھنچ گئے تھے مگر میں نے اُس کے ردِ عمل کو نظر انداز کر کے اپنی بات جاری رکھی۔ "تہذیب سے کہو علی اس جہاز پر موجود ہے!"

میں نے ہائی جیکر کو بُری طرح چونکتے ہوئے دیکھا۔

"نہیں! تم اس خطرناک سچویشن کو نظر انداز نہیں کرو گے!" میں نے جلدی سے کہا۔ "مجھے ساتھ لے کر باتھ روم چلو! میں علی کے بارے میں تمھیں تفصیل سے آگاہ کروں گا!"

ہائی جیکر کے چہرے پر اُلجھن کے آثار نظر آئے۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

"سوچنے کا وقت نہیں ہے! جلدی فیصلہ کرو!" میں نے اُسے خاموش دیکھ کر کہا۔ "تم مسلح ہو اور میں نہتا ہوں۔ ظاہر ہے میں تمھارے خلاف کچھ نہیں کر سکوں گا!"

ہائی جیکر نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پستول کے دستے پر اُس کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی۔ "تم ایک ناممکن بات کر رہے ہو!" اُس نے غرّا کر کہا۔

"جو کچھ میں کہوں گا تمھیں اُس کا ثبوت بھی فراہم کروں گا!" میں نے کہا۔

"ہمیں ٹھوس ذرائع سے معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم نے غلط قدم نہیں اٹھایا!"

"بے شک تمھاری معلومات درست ہیں لیکن ذرا پُرانی ہیں اور شاید تازہ ترین معلومات کی تمھیں ضرورت نہیں ہے!" میں نے قدرے بے پروائی سے کہا۔

ہائی جیکر ایک بار پھر اُلجھ گیا لیکن پھر فوراً ہی جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گیا۔ "ٹھیک ہے! تم میرے ساتھ آؤ لیکن اگر تم اپنی بات ثابت نہ کر سکے تو میں تمھیں گولی مار دوں گا!"

وہ مجھے پستول سے کور کر کے باتھ روم تک لے گیا اور وہاں پہنچتے ہی حکم دیا۔ "دونوں ہاتھ سامنے رکھو اور میری طرف پشت کر کے کھڑے ہو جاؤ!"

میں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اُس نے سر سے پیر تک میری جامہ تلاشی لی اور مطمئن ہونے کے بعد مجھے اپنی طرف رُخ کرنے کی اجازت دے دی۔ "ہاں! اب بتاؤ تم کیا کہہ رہے تھے؟" اُس نے بھاری آواز میں کہا۔

"تہذیب مالکم ایکس سے کہو کہ علی اس جہاز پر موجود ہے بلکہ تم اُسے یہیں بلا لاؤ!" میں نے کہا۔

"کہاں ہے وہ؟" ہائی جیکر نے پوچھا۔

"بحث مت کرو دوست! جاؤ! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو!"

دفعتاً ہائی جیکر نے پستول کی نال میری پیشانی سے چپکا دی۔ "تم دونوں نے یقیناً ہمارے خلاف کوئی سازش کی ہے!" ہائی جیکر دانت پیس کر بولا۔ "تم ہمیں احمق سمجھتے ہو۔ بتاؤ تم دونوں وہاں کیا باتیں کر رہے تھے؟"

میرا ردِ عمل ہائی جیکر کے لیے بڑا غیر متوقع تھا۔ میں نے کھڑا انگوٹھا اُس کی بغل میں ایک مخصوص مقام پر مارا اور ہائی جیکر اچھل پڑا۔ پستول اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا جو نیچے گرنے سے قبل ہی میں نے پکڑ لیا اور اس کے ساتھ ہی پوزیشن اُلٹ گئی۔ اب وہ میری دسترس میں تھا۔ "کیا سمجھے؟" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔ "جاؤ تہذیب سے جا کر کہو علی اُس کا انتظار کر رہا ہے۔ اُسے خاموشی سے یہاں بلا لاؤ!"

ہائی جیکر کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ پستول کی پروا کیے بغیر مجھ سے بھڑ جائے گا لیکن میرے الفاظ نے اُس کے ہوش اُڑا دیے۔ وہ مسحور سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ "تت... تو کیا آپ ہی...؟"

"تم وقت ضائع کر رہے ہو دوست! لو یہ پستول سنبھالو۔ اب سچویشن تمھارے کنٹرول میں ہے۔ طیارے پر بھی تمھارا قبضہ ہے۔ میں تنہا اور نہتا آدمی ایک پورے مسلح گروپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جاؤ شاباش!"

ہائی جیکر نے غیر ارادی طور پر پستول میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اُس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں گویا سلب ہو کر رہ گئی تھیں۔ پھر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔

"سنو!" میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "خود کو سنبھالو اور پُر اعتماد انداز میں واپس جاؤ۔ مسافروں کو تم لوگوں کی کسی کمزوری کا ذرا سا بھی احساس ہو گیا تو وہ تمھاری تِکّا بوٹی کر ڈالیں گے اور کوشش کرنا کہ تہذیب کو کچھ معلوم نہ ہونے پائے۔ میں اُسے خود ہی سب کچھ بتا دوں گا!"

ہائی جیکر چلا گیا اور میں خود کو تہذیب کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرنے لگا۔ تہذیب سے میری ملاقات بڑے عجیب ماحول میں ہونے والی تھی۔ ان حالات میں اس کا سامنا کرنا کسی کڑے امتحان سے کم نہیں تھا۔ اصل یہ کہ اُسے روبرو پانے کے باوجود اپنے جذبات پر قابو رکھنا بڑا مشکل تھا لیکن میں خود پر قابو رکھنے کے لیے مجبور تھا۔ ایک ذرا سی جذباتی لغزش سارے کیے دھرے پر پانی پھیر سکتی تھی۔

پھر وہ آ گئی۔ میری متاعِ حیات، میرا سرمایۂ جاں تہذیب مالکم ایکس اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے جلوہ گر تھی۔ اُس کے عقب میں ہائی جیکر بھی تھا جسے میں نے ہاتھ کے اشارے سے دور ہی روک دیا۔ تہذیب کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ہائی جیکر نے میری ہدایت کے برعکس تہذیب کو سب کچھ بتا دیا ہے تبھی تو اُس کے انداز میں اتنی بے تابی تھی۔ وہ بڑی بے قراری سے سر سے پیر تک میرا جائزہ لے رہی تھی۔ میرے ہجر کا کرب اُس کی آنکھوں سے عیاں تھا۔ میں اُس کی نظریں پڑھ سکتا تھا۔ وہ نظریں مجھ سے کہہ رہی تھیں: "بتاؤ کیا تم ہی میرے علی ہو؟ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ تم میرے سامنے موجود ہو لیکن میں تمھیں پہچان نہیں سکتی۔ تمھاری تلاش میں میں نے کیا نہیں کیا۔ کتنا طویل عرصہ گزارا ہے تمھارے فراق میں... اور اب میں چند لمحے بھی صبر نہیں کر سکتی۔ بس ایک بار زبان سے کہہ دو کہ تم ہی علی یار خان ہو! پھر دیکھو میں کیسا ٹوٹ کے محبت کا اظہار کرتی ہوں۔"

تہذیب کو اپنے اتنے قریب پا کر میرے جذبات میں آگ لگ گئی۔ جی چاہ رہا تھا اُسے خود میں سمو لوں! اپنے وجود کا حصہ بنا لوں۔ میرے سینے میں جذبات کا ایک سمندر موجزن تھا جس کے آگے مجھے ہر حال میں بند باندھنا تھا ورنہ جذبات کا وہ ریلا اس قدر خوفناک تھا کہ اپنے ساتھ تمام مصلحتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتا۔

"میں علی ہوں تہذیب!" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے بہ دقت تمام کہا۔

میرے الفاظ سنتے ہی تہذیب بے اختیار میری طرف بڑھی۔ "رُک جاؤ!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اور جو کچھ میں کہوں اُسے غور سے سنو!"

یوں محسوس ہوا جیسے تہذیب کو کرنٹ لگا ہو۔ وہ ایک جھٹکے سے رُک کر مجھے گھورنے لگی۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو!" اُس نے کہا۔

"کیا میری آواز کی پہچان بھی جاتی رہی؟" میں بے بسی سے مسکرایا۔

"آواز پہچان کر ہی تمھاری طرف بڑھی تھی لیکن تم نے روک دیا۔ علی کبھی مجھے اپنی طرف بڑھنے سے نہیں روک سکتا!"

"اولیو ہاورڈ بھی اس جہاز پر موجود ہے۔ ہم دونوں ساتھ ہی سفر کر رہے ہیں۔ تمھیں خود کو سنبھالے رکھنا ہے تہذیب! تمھاری ذرا سی لغزش ہم سب کو موت کے منہ میں دھکیل سکتی ہے۔ خود کو پوری طرح سنبھالو اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو!"

"علی!" تہذیب کے منہ سے سسکاری سی نکلی۔

"ہاں جانم... تمھارا علی لیکن ابھی کچھ نہیں تہذیب! ایک لفظ بھی نہیں۔ ہمیں غیر جذباتی ہو کر کام کرنا ہے!"

"اتنے عرصے بعد ملے ہو اور اس قدر مشکل فرمائش کر رہے ہو۔ بتاؤ میں کیا کروں؟"

"پائلٹ روم سے کنٹرول ٹاور کو مطلع کرو کہ طیارہ پرواز کرنا چاہتا ہے اور اسے فوری کلیئرنس درکار ہے۔ اگر وہ لوگ ٹال مٹول کرنے کی کوشش کریں تو تم انھیں کوئی بھی دھمکی دے سکتی ہو۔ طیارے کو ایندھن کی ضرورت نہیں ہو گی بس پائلٹ کو قابو میں رکھو اور کام اسی اسپرٹ سے جاری رکھو!"

تہذیب نے ایک جھرجھری سی لی اور سنبھل گئی۔ "ہمیں یہاں سے کہاں جانا ہو گا علی؟" اُس نے پوچھا۔

"پائلٹ سے شی گو رائے چلنے کو کہو لیکن راستے میں طیارے کا رُخ تبدیل کرا کے اسے گوٹے پل لے چلو!"

"تو میں جاؤں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"خدا حافظ!" میں نے کہا۔ "لیکن اس کے بعد مجھ سے شناسائی کا اظہار نہ ہونے پائے!"

تہذیب واپسی کے لیے پلٹ گئی۔ میں جانتا تھا کہ اُسے خود پر کتنا جبر کرنا پڑا ہو گا لیکن حالات کے سامنے ہم دونوں ہی بے بس تھے۔

تھوڑی دیر بعد میں بھی باتھ روم سے نکل کر اپنی سیٹ پر واپس جا بیٹھا۔ ہائی جیکر پہلے ہی کے سے انداز میں اپنی اپنی جگہ پر مستعد کھڑے تھے۔

"کیا رہا؟" اولیو ہاورڈ نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا۔

"کام بن گیا!" میں نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔ لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اب گفتگو کرنے سے گریز کرو۔"

اولیو ہاورڈ مطمئن ہو کر خاموش ہو گیا۔ ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ مسافروں کو سیٹ بیلٹس باندھنے کی ہدایت کی گئی اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد طیارہ ایک بار پھر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ ہر چیز میری توقع کے خلاف ہوئی تھی۔ ابھی تو اولیو ہاورڈ کا مسئلہ بھی طے نہیں ہوا تھا اور میری تمام تر توجہ اسی جانب رہی تھی۔ اولیو ہاورڈ میرا بدترین دشمن تھا اور اس بار میں نے جس طرح اسے بے بس کیا تھا اگر اس کی جگہ کوئی ایسا شخص ہوتا جس میں ذرہ برابر بھی ظرف ہوتا تو زندگی بھر دوبارہ میرے مقابل نہ آتا لیکن اس کا نام اولیو ہاورڈ تھا۔ کسی بھی قسم کی اقدار کی اس کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں تھی۔ نہ صرف اس کا کیریئر داؤ پر لگا ہوا تھا بلکہ اس نے اپنی بیٹی کو بچانے کے لیے مجھ سے جس حد تک تعاون کیا تھا اس سے اسرائیل کو عظیم نقصان پہنچا تھا۔ اتنا عظیم نقصان جس کی تلافی بھی ممکن نہیں تھی۔ یہ راز اگر افشا ہو جاتا تو شاید اولیو ہاورڈ کو تختہ دار تک جانے سے کوئی بھی نہ بچا سکتا لیکن اس نے اپنے بچاؤ کے انتظامات کر لیے تھے۔ اس سے وعدہ کرنے کے بعد ظاہر ہے میں تو اس کے خلاف زبان کبھی نہ کھولتا۔ یہی معاملہ طلحہ اور ابو حاتم کا بھی تھا۔ اولیو ہاورڈ کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا تھا جو یہ بات اسرائیلی حکام تک پہنچاتا۔ لہٰذا وہ ہر طرح سے محفوظ تھا۔ خود اولیو ہاورڈ کے یہ اعتراف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ لانچ آف کروزل سے آنے والے اسلحے کے سلسلے میں جو عظیم سازش ہوئی تھی اس کا وہ تن تنہا ذمہ دار ہے۔ مجھے اچھی طرح علم تھا کہ اپنے خلاف عدم ثبوت کا فائدہ اٹھا کر وہ کوئی بھی کہانی گھڑ کر اسرائیلی حکام کو سنائے گا اور خود صاف بچ نکلے گا... لیکن میں نے محض اپنا وعدہ نبھانے کے لیے خود کو ایک غیر ملک کا مجرم بنا لیا تھا۔ شروع سے ہی میری کوشش یہ رہی تھی کہ میرے ہاتھوں کسی کو نقصان نہ پہنچنے پائے اور میں اس حد تک بہر حال کامیاب رہا تھا کہ میرے ہاتھوں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ گو کہ چند پولیس والے زخمی ہو گئے تھے جو کوئی ایسی بڑی بات نہیں تھی مگر مجھے اس کا بھی ملال تھا۔

میرا پروگرام تو یہ تھا کہ لکی ہاورڈ کو اولیو ہاورڈ کے حوالے کرنے کے بعد اپنی زندگی یعنی تہذیب المالکس کو تلاش کروں گا۔ وہ تہذیب المالکس جس سے طویل جدائی کے باعث اس کے ساتھ گزارے ہوئے حسین لمحات اس کی یادیں اس کی باتیں سب کچھ کسی بھولے بسرے خواب کی مانند محسوس ہونے لگا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اسے تلاش کرنے کے لیے مجھے کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا لیکن مجھے یہ بھی تو نہیں معلوم تھا کہ قدرت اسے اپنے کسی انعام کی طرح یوں میری جھولی میں لا پھینکے گی۔ بغیر کسی جدوجہد بغیر کسی کوشش کے۔ شاید یہ میرے خلوص کا انعام تھا۔ یہودیوں کے خلاف میری بے لوث جدوجہد کو شرف قبولیت بخش دیا گیا تھا تبھی تو میں تہذیب کو تلاش کرنے کے جھنجٹوں سے بچا لیا گیا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں کسی کو تلاش کرنا آسان کام تو نہیں ہوتا۔ وقت، پیسا اور محنت سب کچھ لگانے کے باوجود کامیابی کی ضمانت کون دے سکتا ہے لیکن قدرت شاید یہ چاہتی تھی کہ میرا قیمتی وقت برباد نہ ہونے پائے۔ میری ہر جدوجہد صرف اسرائیل اور یہودیوں کے خلاف ہو۔

میرے جسم کا رواں رواں جذبۂ تشکر سے سرشار ہو رہا تھا۔ میرے وجود سے محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے اور میرے دل میں مسرت کی لہریں موجزن تھیں۔ مجھے صرف تہذیب ہی واپس نہیں ملی تھی بلکہ اس کے ساتھ ایک پورا گروپ تھا۔ تہذیب المالکس فلسطینی مفادات کی حامی اور شاید علی گروپ کی باقی... علی گروپ جو تہذیب کی مجھ سے بے پایاں محبت کا اظہار تھا۔ اس سے زیادہ وہ مجھے اور کیا دیتی؟

طیارہ فضائے بسیط میں محو پرواز تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا ذہن خلا کی بے کراں وسعتوں میں اڑا جا رہا ہو۔ تہذیب کے یوں اچانک مل جانے کی خوشی اتنی بڑی تھی کہ اس سے میرا ہارٹ فیل بھی ہو سکتا تھا لیکن وہ خالقِ کائنات جس نے یہ عظیم کائنات تخلیق کی اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا وہ ہر ایک کو ہر چیز بہ قدرِ ظرف ہی عطا کرتا ہے۔ وہ حکیم ہے وہ جو خبیر ہے اس نے مجھے اتنی بڑی خوشی سے نوازا تھا تو یقیناً اسی لیے نوازا تھا کہ میں اتنی بڑی خوشی کو برداشت کرنے کی استطاعت رکھتا تھا۔ مجھ میں اتنا ظرف تھا اور یقیناً یہ ظرف بھی اپنے عاجز و لاچار بندے کو اس ربِ ذوالجلال نے عطا کیا تھا جو سارے جہانوں کا خالق ہے۔

جی چاہ رہا تھا تمام احتیاط اور مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر تہذیب کے پاس پہنچ جاؤں اور اسے اس وقت تک سینے میں سموئے رکھوں جب تک کہ سارے وجود کی پیاس نہ بجھ جائے۔ جب تک یہ سینہ جو اس کی دوری سے خالی خالی سا محسوس ہونے لگا تھا دوبارہ پہلے کی طرح بھرا بھرا نہ محسوس ہونے لگے لیکن میں نے خود پر قابو رکھا۔ ایک ذرا سی جذباتی لغزش کھیل بگاڑ سکتی تھی، سارے کیے دھرے پر پانی پھیر سکتی تھی۔

مجھے معلوم تھا اس وقت تہذیب کی کیفیت بھی مجھ سے

مختلف نہ رہی ہوگی۔ وہ چاہتی تو میرے پاس آ سکتی تھی لیکن اس نے بھی اپنے حق میں یہی بہتر سمجھا ہوگا کہ وقت کا انتظار کرے اور پہلے کام کی تکمیل کر لے۔ وہ میرا سامنا کر کے خود کو امتحان میں ڈالنے سے گریز کر رہی تھی۔ اس نے بہت صحیح فیصلہ کیا تھا۔ ایک دوسرے کا سامنا نہ کرنا ہی ہم دونوں کے لیے بہتر تھا۔

اولیو ہاورڈ خاموش تھا۔ میرے لیے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اس کے دل پر کیا بیت رہی ہوگی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اب رہائی کا وقت قریب آ پہنچا ہے اور اس خیال سے ہی اسے ہول چڑھ رہا ہوگا کہ اسے اسرائیل واپس جا کر اعلیٰ حکام کے سامنے اپنی پوزیشن صاف کرنا ہوگی۔ جواب دہی کرنا ہوگی۔ میری وجہ سے اس کے لیے جتنے مسائل پیدا ہو گئے تھے ان سے نمٹنا آسان نہیں تھا۔ بیٹی کی ناعاقبت اندیشی نے اسے اپنے بدترین دشمن کے سامنے سرنگوں کر دیا تھا۔ اس کے لیے مصائب ہی مصائب تھے۔۔۔ اس نے دو تین بار مجھے مخاطب کرنے کی کوشش کی مگر میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر خاموشی اختیار کر لی۔ ہائی جیکرز انتہائی مستعد تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تھی ورنہ ممکن تھا کہ کوئی مسافر موقع دیکھ کر ان سے الجھنے کی کوشش کر گزرتا۔ مسافر یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کی منزل تبدیل کروائی گئی ہے لیکن جب انھیں بتایا گیا کہ اب وہ گوٹے ہل میں اترنے والے ہیں تو ان کے چہرے اتر گئے۔ اس اچانک اطلاع نے انھیں خوفزدہ کر دیا تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ہائی جیکرز نے مذاکرات میں ناکام ہو کر اپنی منزل تبدیل کی ہے۔ ان کے مطالبات منظور نہیں کیے گئے اور وہ کسی بھی وقت مسافروں کا قتل عام شروع کر دیں گے لیکن میں جانتا تھا کہ ایسا نہیں ہے۔ ان کا مقصد پورا ہو چکا تھا اور اب تو صرف طیارہ واپس کرنے کا کام باقی رہ گیا تھا۔

گوٹے ہل کے ساتھ ہی مجھے جنرل ٹیرس کا خیال آیا۔ اس بے چارے کو میں نے گوٹے ہل کی حکومت کیا دلائی تھی کہ وہ مستقل عذاب کا شکار ہو کر رہ گیا تھا اور اب تو وہ تقریباً پوری طرح فلسطینی معاملات میں ملوث ہو گیا تھا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کی دوستی پر مجھے فخر تھا۔

مسافروں کو سیٹ بیلٹس باندھنے کی ہدایت کی جا رہی تھی یعنی طیارہ گوٹے ہل میں بس اترنے ہی والا تھا جس کا مطلب تھا کہ اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہا۔ ہم ہر قسم کے خطرات سے دور نکل آئے تھے۔ کرنل وحدت جیسے ذہین شخص کے چنگل سے یوں نکل آنا ہنسی کھیل نہیں تھا اور اس میں بھی قسمت کا زیادہ دخل تھا۔ اگر امریکی نژاد یہودی ایجنٹ گیمن نہ مل گیا ہوتا تو مجھے وہاں سے نکلنے میں مزید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ گیمن بھی صرف اس وجہ سے بچ گیا تھا کہ وہ غیر ملکی تھا اور اس کے خلاف کارروائی کرنا آسان نہ ہوتا۔ ذرا سی بھی گڑبڑ ہوتی تو کرنل وحدت کو جواب دہی کرنا مشکل ہو جاتا۔ مجھے کرنل وحدت سے یہی امید تھی کہ وہ پنجے جھاڑ کر گیمن کے پیچھے پڑ جائے گا۔

طیارہ گوٹے ہل ائیرپورٹ پر اتر گیا۔ رن وے پر ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا تھا اس لیے کہ رن وے پر مختلف قسم کی گاڑیاں دوڑتی دکھائی دے رہی تھیں اور ائیرپورٹ کے مسلح محافظ جہاز کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے تھے۔

پائلٹ کے کیبن کا دروازہ کھلا اور تہذیب المالکس باہر آتی دکھائی دی۔ اس نے آتے ہی کچھ مسافروں کو رہا کرنے کا اعلان کیا۔ ان میں چند خواتین اور چند معمر افراد کے ساتھ میرا نام بھی شامل تھا۔ مجھے رہا کرنے کا مطلب یہی تھا کہ اب آگے کی ساری کارروائی مجھے ہی کرنا تھی۔

طیارے سے اترنے والے مسافروں کو ائیرپورٹ سیکیورٹی نے اپنی تحویل میں لے لیا اور ہمیں لے کر سیکیورٹی لاؤنج کی طرف چل پڑے۔ طیارے کے قریب جانے کی شاید ممانعت کر دی گئی تھی، اس لیے کہ مسلح محافظ جہاز سے کوئی دو سو گز کے فاصلے پر گھیرا بنائے کھڑے تھے۔ سیکیورٹی لاؤنج میں پہنچنے کے بعد ہمیں ایک افسرِ اعلیٰ کے سامنے پیش کیا گیا۔ رہا ہونے والے مسافروں میں میں واحد جوان آدمی تھا۔ سیکیورٹی آفیسر کی نظریں مجھ پر جم گئیں۔

"کیا آپ بیمار ہیں؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"جی نہیں، میں پوری طرح صحت مند ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو ان خواتین اور ضعیف مسافروں کے ساتھ آپ کو کیوں رہا کیا گیا؟" سیکیورٹی آفیسر نے پوچھا۔

"اس بات کا جواب میں صرف آپ کو دے سکتا ہوں۔" میں نے دیگر لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور پھر اس کے اشارے پر سب لوگوں کو باہر لے جایا گیا اور کمرے میں صرف میں اور وہ رہ گئے۔ "ہاں اب بتائیے۔" اس نے مضطربانہ انداز میں مجھ سے کہا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ میں جنرل ٹیرس کا دوست ہوں۔"

"کیا؟" سیکیورٹی آفیسر اچھل پڑا۔

"جی ہاں اور میں فوری طور پر جنرل ٹیرس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ٹیلی فون رکھا ہے۔ آپ چاہیں تو ٹیرس محل فون کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکتے ہیں لیکن خیال رہے کہ آپ کا دعویٰ اگر غلط ثابت ہوا تو...“

”بے فکر رہو۔“ میں نے بے پروائی سے فون اپنی طرف کھینچا اور ٹیرس محل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے پر میں نے آپریٹر کو اپنا نام بتا کر جنرل ٹیرس سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ کم از کم ٹیرس محل میں میرا نام اجنبی نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ آپریٹر نے فوراً ہی جنرل ٹیرس سے رابطہ ملا دیا۔

”ہیلو! جنرل ٹیرس بول رہا ہے۔“ فون پر جنرل ٹیرس کی آواز سنائی دی۔

”اور اس طرف تمہارا دوست علی!“

”اوہ علی! کیا حال ہے۔ کہاں سے بات کر رہے ہو؟“

”میں بالکل ٹھیک ہوں اور ائیرپورٹ سے بات کر رہا ہوں۔“

”او ہو! کیا تمہیں لینے کے لیے گاڑی بھجواؤں؟“

”شاید اس کی ضرورت نہ پڑے۔“ میں نے کہا۔

”کیوں؟ کیا تم مجھ سے ملے بغیر ہی چلے جاؤ گے؟“

”یہ بات نہیں ہے جنرل۔“ میں نے کہا۔ ”دراصل میں ایک جہاز اغوا کر لایا ہوں۔“

”اوہ ہاں! مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی تھی اور میں اسی سلسلے میں ہدایات جاری کر رہا تھا کہ تمہارا فون آ گیا۔“

”اپنی ہدایات روک دو۔“ میں نے ہنس کر کہا۔ ”جہاز کے اغوا کنندگان ہم لوگ ہیں لہٰذا مزید ہدایات جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر ممکن ہو تو یہاں کے لیے خصوصی احکامات جاری کر دو۔ تمہیں کسی بڑی اُلجھن کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔“

”فکر کیوں کرتے ہو دوست! میں خود ائیرپورٹ آ رہا ہوں۔ ہر کام تمہاری خواہش کے مطابق ہو گا۔ تم ائیرپورٹ پر کس جگہ ہو؟“

”میں سیکیورٹی والوں کی تحویل میں ہوں اور اُنھی کے آفس سے فون کر رہا ہوں۔“

”تم وی آئی پی لاؤنج میں پہنچو۔ میں بس فوراً ہی روانہ ہو رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تم سے وہیں ملاقات ہو گی۔“

”شکریہ جنرل۔“ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ سیکیورٹی آفیسر کا رویہ یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔

”اگر کوئی گستاخی ہو گئی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں جناب! مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ...“

”ارے نہیں بھئی!“ میں نے ہنس کر کہا۔ ”گستاخی وغیرہ کوئی چیز نہیں ہوئی۔“

”میں شکرگزار ہوں جناب! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے۔“

”جنرل ٹیرس خود یہاں آ رہے ہیں۔“ میں نے کہا۔ ”تم مجھے وی آئی پی لاؤنج میں پہنچا دو۔“

سیکیورٹی آفیسر نے بڑے احترام سے مجھے وی آئی پی لاؤنج میں پہنچا دیا۔

مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جنرل ٹیرس نے ائیرپورٹ پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ وہ اپنے محافظ دستے کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوا۔ اُس کے ساتھ کیتھی براؤن بھی تھی۔ جنرل مجھ سے بغل گیر ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی جنرل ٹیرس کے ساتھ ایک میٹنگ کی جس میں میں نے اُسے مختصراً تمام باتوں سے آگاہ کر دیا۔ کیتھی براؤن بھی اس میٹنگ میں موجود تھی اور بڑی محویت سے میری باتیں سُن رہی تھی۔

”ٹھیک ہے علی!“ تفصیلات سُن کر جنرل ٹیرس نے کہا۔ ”اس بارے میں بقیہ باتیں تو بعد میں ہوتی رہیں گی۔ فی الحال تو یہ بتاؤ کہ اب ہمیں کیا کرنا ہو گا؟“

”میرے ذہن میں جو اسکیم ہے اس کے تحت تمہیں اغوا کنندگان کی گرفتاری کا ڈراما رچانا ہو گا۔ کوٹے پل کی فورس کے جوان جہاز پر حملہ کر کے جہاز کو ہائی جیکروں کے قبضے سے آزاد کرا لیں گے۔ یہ سب کچھ اس طرح ہو گا کہ اس پر حقیقت کا ہی گمان ہو۔ اس کے بعد جہاز میں ایندھن بھروا کے یہاں سے رخصت کر دو تاکہ تمہاری بیرونی پوزیشن مستحکم رہے۔ اندرونی معاملات سے نمٹنا مشکل نہیں ہو گا۔ کیا خیال ہے؟“

”بہت عمدہ خیال ہے علی!“ جنرل ٹیرس نے کہا۔ ”میرا خیال ہے ہمیں فوری طور پر عمل شروع کر دینا چاہیے۔ تم اپنے ساتھیوں کو اس منصوبے سے آگاہ کر دو۔ میں اپنے لوگوں کو اس سلسلے میں ہدایات جاری کر دیتا ہوں۔“

مجھے تہذیب مالکم ایکس کو مطلع کرنے کے لیے اغوا شدہ طیارے تک واپس جانا پڑا۔ میں نے تہذیب کو باہر بلوایا۔ اُس کے ساتھ گھنی داڑھی مونچھوں والا پستہ قامت ہائی جیکر بھی باہر آیا۔ میں اُسے پہلے بھی دیکھ چکا تھا مگر میں نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی اور تہذیب سے گفتگو کرنے لگا۔ ہم نے منصوبے کی جزئیات طے کیں اور پھر میں نے واپس آ کر جنرل ٹیرس کو تفصیلات بتا دیں۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو آخری ہدایات جاری کیں جس کے تھوڑی ہی دیر بعد طیارے کو ہائی جیکروں سے چھڑانے کے ڈرامے کا آغاز ہو گیا۔

اس ڈرامے کا اختتام جلد ہی ہو گیا جس کے نتیجے میں تمام ہائی جیکرز کو قابو میں کر لیا گیا تھا اور طیارے کے سارے مسافر رہا کر لیے گئے تھے۔ یہ ڈراما اتنی خوبصورتی سے کھیلا گیا تھا کہ مسافروں میں سے کسی کو بھی شبہ نہیں ہو سکا۔ تمام ہائی جیکرز کو جن میں تہذیب مالکم ایکس بھی شامل تھی، ایک وین میں بھر کے ٹیرس محل روانہ کر دیا گیا تو جہاز کے عملے اور مسافروں کو ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔

طیارے میں ایندھن بھرنے کے فوراً بعد طیارے کو پرواز کی اجازت دے دی گئی اور طیارہ تمام مسافروں کو لے کر وہاں سے پرواز کر گیا۔

اولیو ہاورڈ کو میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا۔ طیارہ روانہ ہونے کے بعد میں اور اولیو ہاورڈ، کیتھی اور جنرل ٹیرس کے ساتھ محل روانہ ہو گئے۔ گرفتار شدگان پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ محل پہنچ کر ایک بڑے ہال میں ہماری ملاقات تہذیب مالکم ایکس اور اس کے ساتھی گوریلوں سے ہوئی۔ تہذیب مالکم ایکس نے پُرتپاک انداز میں کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس سے ملاقات کی تھی۔ اس کے بعد اس نے ہنستے ہوئے مجھ سے کہا۔

”ہم میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جسے اپنی صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس نے بہترین پرفارمنس دی ہے۔ تبھی تو وہ تمہاری آنکھوں میں بھی دھول جھونکنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ کیا تم اُس سے ملنا پسند نہیں کرو گے؟“

”کون ہے وہ؟“ میں نے تعجب سے کہا۔

”اسے نہیں پہچانتے؟“ تہذیب نے پستہ قامت ہائی جیکر کی طرف اشارہ کیا جس کے چہرے پر گھنی داڑھی مونچھیں تھیں۔

”اسے میں نے طیارے پر بھی دیکھا تھا مگر میں اس سے واقف تو نہیں ہوں۔“

”واقعی کمال ہو گیا۔“ تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”ارے تم اسے نہیں پہچانتے! یہ بڈھ ہے۔“

میرے ذہن میں گویا ایک دھماکا سا ہوا۔ میں تحیر آمیز نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ بڈھ نے آگے بڑھ کر میرے سامنے سر خم کر دیا۔

”اوہ ڈفر تم۔ تم کہاں مر گئے تھے؟“ میں نے اُس کے شانے پر گھونسا رسید کرتے ہوئے کہا۔

بڈھ شانہ پکڑ کر کراہنے لگا۔ ”میں جانتا تھا میڈم! دیکھ لیا نا آپ نے۔ میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مجھے پہلا انعام یہی ملے گا۔“

”تم واقعی جادوگر ہو بڈھ۔“ تہذیب حیرت سے پلکیں جھپکا کر بولی۔ ”اس میں کوئی شک نہیں علی! بڈھ نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ جب تم پر یہ انکشاف ہو گا تو تم اس کے شانے پر عین اسی مقام پر گھونسا رسید کرو گے۔“

بڈھ سے ملاقات کر کے مجھے بے پناہ مسرت ہوئی تھی۔ میرے ذہن میں بے شمار سوالات مچل رہے تھے مگر اُس وقت اُس سے سوال کرنے کا موقع نہیں تھا۔

جنرل ٹیرس نے ہمارے اعزاز میں ضیافت کا بندوبست کیا تھا۔ ایک طویل و عریض میز پر ہمارے کھانے کا انتظام تھا۔ کھانے کے دوران گفتگو کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ جنرل ٹیرس نے بڑے پُرخلوص انداز میں مجھے میری کامیابی پر مبارکباد پیش کی۔ اولیو ہاورڈ کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ ابھی تک میک اپ میں تھا جبکہ میں میک اپ سے نجات حاصل کر چکا تھا اور اب اپنی اصل صورت میں تھا۔ اولیو ہاورڈ بظاہر ہر طرح ہم لوگوں کے ساتھ شریک تھا مگر اُس کے دل و دماغ میں جس طرح کے طوفان اُٹھ رہے ہوں گے، میں اُن سے بہت اچھی طرح واقف تھا لیکن اس کے باوجود میں نے نہ تو اُسے خود سے الگ کیا اور نہ ہی اُس کے سامنے ایسی کوئی بات کی جس کا تعلق ہمارے مشن سے ہوتا۔ ضیافت کے دوران دیگر لوگوں نے بھی اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ اُس کے سامنے مشن سے متعلق کوئی تذکرہ نہ کیا جائے۔

ضیافت کے بعد اولیو ہاورڈ کو ایک آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا جو اُس کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ ظاہر ہے، وہ سمجھ دار آدمی تھا۔ اُسے کمرے میں پہنچانے کے بعد ایک بار پھر ہم سب مل بیٹھے۔ اس نشست میں تہذیب مالکم ایکس، بڈھ اور ان کے ساتھی ہائی جیکرز کے علاوہ جنرل ٹیرس بھی تھا۔ میں نے جنرل ٹیرس سے کہا۔

”ہائی جیکروں کے خلاف جو کچھ کیا گیا میرے خیال میں وہ بین الاقوامی قوانین کے عین مطابق ہے؟“

”ہاں!“ جنرل ٹیرس بولا۔ ”لیکن اگر اس سے ہٹ کر بھی مجھے تمہارے لیے کچھ اور کرنا پڑتا تو یقین کرو میں اس سے بھی دریغ نہ کرتا۔“

”میں جانتا ہوں جنرل!“ میں نے مسکرا کر کہا۔ ”اور نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہارے لیے مشکلات کھڑی ہوں۔“

”مشکلات تو آتی جاتی رہتی ہیں علی! تم جیسے دوست ذرا مشکل سے ہی ملتے ہیں۔“

”خیر اب یہ بتاؤ کہ ہائی جیکرز کے سلسلے میں آئندہ کے لیے تمہارے ذہن میں کیا ہے؟“

”تمہارے ہوتے ہوئے مجھے سوچنے سمجھنے کی زحمت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسا تم کہو گے ہو جائے گا۔“

”میرے خیال میں اگر اس سلسلے میں ایک چھوٹا سا ڈراما اور کر لیا جائے اور ملک کے اخبارات ہائی جیکرز کے فرار کی خبریں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چھاپ دیں تو اس کے بعد کھیل ختم ہو جائے گا۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہا تھا۔" جنرل مسکرایا۔ "تمہارے ہوتے ہوئے مجھے سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر مزید کچھ ہدایات ہوں تو بتا دو۔"

"فی الحال تو اتنا ہی بہت ہے اور اگر تم مجھے اجازت دو تو میں کچھ وقت تہذیب کے ساتھ گزار لوں۔"

کیپٹن براؤن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی مگر وہ کچھ بولی نہیں اور ان لوگوں نے ہمیں اجازت دے دی۔ میں تہذیب کے ساتھ باہر نکلا تو بڈ بھی ہمارے ساتھ ہو لیا۔

"مجھے احساس ہے چیف کہ آپ دونوں تنہائی کے طلب گار ہو رہے ہیں لیکن بڈ کو تھوڑی دیر کے لیے تو برداشت کرنا ہی ہوگا۔" بڈ نے ہمارے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"ضرور ضرور۔" میں نے کہا۔ "تمہیں منع کس نے کیا ہے۔"

جنرل ٹیرس کا محل تو گویا میرا گھر بن چکا تھا۔ وہ کمرا جو میرے لیے مخصوص تھا اور جس کے لیے کیپٹن براؤن نے مجھ سے کہا تھا کہ اس میں میرے علاوہ کوئی اور قدم نہیں رکھ سکے گا، اسی طرح آراستہ تھا جیسے پہلی بار مجھے ملا تھا۔ تہذیب کالم ایکس کے چہرے پہ تھکن کے آثار تھے۔ اس نے خود کو ایک آرام کرسی پر گرا دیا۔

"میں بہت تھک گئی ہوں علی!" تہذیب نے کہا۔ "میں نے تمہیں تلاش کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی ہے اور اب آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ بات اگر میرے لیے کہی گئی ہے میڈم۔" بڈ بولا۔ "تو میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میں چیف کی محبوبہ نہ سہی مگر ان کا دوست ضرور ہوں۔ میری حیثیت گھٹانے کے لیے آپ مجھے ان کا غلام بھی کہہ سکتی ہیں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں کچھ وقت ضرور لوں گا اور اس کے بعد میرا وعدہ ہے کہ آپ دونوں کو تنہا چھوڑ دوں گا۔ اس وقت تک کے لیے جب تک کہ آپ دونوں ایک دوسرے سے۔۔۔"

"اوہ ڈفر! بکواس سے گریز کر اور بیٹھ جا۔ تجھے منع کس نے کیا ہے۔" میں نے اسے ڈانٹا۔ "پہلے تو مجھے یہ بتا کہ تو تہذیب تک کیسے پہنچا اور کالو کیمپ سے کہاں غائب ہو گیا تھا؟"

"چیف! میں نے میڈم کو یہ بات بالکل نہیں بتائی کہ مس جیولٹ.... اوہ سوری سوری!" بڈ نے بوکھلائے ہوئے سے انداز میں کہا۔ "اب دیکھو! انسان خطا کا پتلا ہے۔ یہ نام بالکل بے خیالی میں میرے منہ سے نکل گیا۔ نہیں میڈم ہرگز نہیں۔ ایسی کسی لڑکی کا وجود نہیں جس کا نام جیولٹ ہو اور جو آپ کی ہم شکل بھی ہو اور جس نے.... مم.... میرا مطلب ہے.... یس.... سوری چیف سوری۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "تم بہت شریر ہو بڈ۔" میں نے کہا۔

"حالانکہ بڈ مجھے جیولٹ کے بارے میں پوری تفصیل بتا چکا ہے۔" تہذیب مسکراتے ہوئے بولی۔ "لیکن اس کی حرکتیں دیکھو۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے تھکے لہجے میں کہا۔ "اچھی طرح جانتا ہوں اس کمینے انسان کو۔"

"تمہیں کیا معلوم چیف! کالو کیمپ میں تم تو جیولٹ کے ساتھ... اوہ۔" بڈ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا۔ "مم... میرا مطلب ہے تم تو کالو کیمپ میں عبادت کر رہے تھے کہ مجھے اتفاقاً میڈم کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں اس کی تفصیل بعد میں بتاؤں گا۔ میں نے سوچا تم تو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے ہو اور یقیناً معاملات سے نمٹ بھی لو گے لہٰذا میں نے سوچا کہ میڈم کی تلاش میں نکل جاؤں اور تم سے دوبارہ میڈم کے ساتھ ہی ملاقات کروں۔ میں تمہاری نظروں میں سرخرو ہونا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تم اس بات پر بے انتہا خوش ہو جاؤ گے کہ میں نے میڈم کو تلاش کر لیا ہے اور پھر بڈ کو بہت سی رعایتیں مل جائیں گی۔ بس مجھے افسوس اس بات پر ہے کہ میں تمہیں اپنی روانگی کی اطلاع نہیں دے سکا لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس سے تم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میڈم کی تلاش کے لیے مجھے کیسی کیسی دشواریوں سے گزرنا پڑا! یہ ایک الگ اور طویل داستان ہے لیکن میں کسی نہ کسی طرح میڈم تک پہنچ ہی گیا۔ بعد کی کہانی تو میڈم تمہیں سنا ہی دیں گی۔ ویسے اگر تم چاہو تو میں چلا جاؤں تاکہ تمہیں خلوت میسر آ جائے کیونکہ خود میں بھی کچھ اسی قسم کا آدمی ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایسے مواقع پر کباب میں ہڈی کتنی بری لگتی ہے۔"

میں گھونسا تان کر بڈ کی طرف بڑھا اور وہ جھپٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ تہذیب ہنسنے لگی پھر بولی۔

"یہ حقیقت ہے علی کہ یہ اپنی نوعیت کا واحد شخص ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے جو آسانیاں حاصل ہوئیں اور اس نے جس جس طرح میری مدد کی اسے آسانی سے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔"

میں نے تہذیب کی بات نہیں سنی۔ سب سے پہلے میں نے دروازہ بند کیا اور پھر پلٹ کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔ تہذیب بولتے بولتے رک گئی تھی اور اپنی حسین آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ نگاہیں جھک گئیں۔ میں اپنی جگہ کھڑا خاموشی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد تہذیب نے دوبارہ نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھے یوں محویت سے اپنی جانب دیکھتے پا کر ایک بار پھر اس کی حسین آنکھیں جھک گئیں۔

وہ کرسی سے کھڑی ہو کر میری طرف بڑھی۔ اس کی نگاہیں بدستور جھکی ہوئی تھیں۔ میرے بالکل نزدیک آ کر وہ رک گئی۔ میں نے اسے اپنی بانہوں کے حلقے میں لے لیا۔ اس کا سر میرے سینے پر ٹکا ہوا تھا۔

معلوم نہیں اس عالم میں کتنی دیر گزر گئی۔ وہاں وقت کا ہوش کسے تھا۔ وہ تو ایک عالم بے اختیاری تھا۔ ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک دوسرے میں گم تھے۔ کتنی طویل جدائی کے بعد یہ لمحات میسر آئے تھے۔ ہم نے جو کرب ناک وقت گزارا تھا اب اس کی تلافی کا وقت آ گیا تھا۔ کتنی بار میں تہذیب کی طرف سے مایوس ہوا تھا۔ کتنی بار یوں لگا تھا جیسے میں اب تہذیب سے کبھی نہیں مل سکوں گا لیکن محبت کی طلب سچی ہو تو آدمی کڑے سے کڑے وقت سے بھی گزر جاتا ہے۔ منزلیں خود مسافروں کی طرف کھنچی چلی آتی ہیں۔

ہم ایک دوسرے میں گم تھے۔ میں تھا اور تہذیب تھی۔ تہذیب تھی اور میں تھا۔ یہی کل کائنات تھی۔ اس کے علاوہ کائنات میں اور کچھ بھی نہیں تھا۔ وقت کا بہتا ہوا دھارا تھم گیا تھا۔ میں خود کو یقین دلا دینا چاہتا تھا کہ وہ واقعی مجھے مل گئی ہے۔

خدا جانے کتنا وقت یوں ہی گزر گیا۔ پھر جب میں عالم کیف سے عالم ہوش و حواس کی طرف لوٹا تو میں نے دیکھا کہ تہذیب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میری آنکھیں بھی نم ہیں۔ تہذیب کو اس نمی کا احساس ہوا تو اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور میری آنکھیں چوم لیں۔

"نہیں علی نہیں۔" اس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "ان آنکھوں کی آگ ٹھنڈی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ آنکھیں تو شعلے برسانے کے لیے ہیں۔ میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتی۔ میں تمہیں رونے نہیں دوں گی۔"

"میں بھی آدمی ہوں تہذیب! میرے سینے میں بھی دھڑکتا ہوا دل ہے۔ میں کوئی بے جان پتھر کوئی سنگلاخ چٹان نہیں ہوں۔"

تہذیب نے میری آنکھیں خشک کر دیں۔ "بے جان پتھر اور سنگلاخ چٹانیں اگر نہیں روتیں تو اس میں ان کا کوئی کمال نہیں ہوتا علی! ان میں تو یہ صلاحیت سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ تم تو ان سے بہت افضل ہو علی! میں تمہیں ناقابل شکست دیکھنا چاہتی ہوں علی!"

"میرا سینہ جل رہا ہے تہذیب! تمہارے فراق کے جاں گسل لمحوں نے میرے سینے میں کتنے شگاف ڈال دیے ہیں، کاش میں تمہیں دکھا سکتا!"

"میں جانتی ہوں علی!" وہ میرے بالوں میں اپنی نازک انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔ "لیکن اب تو میں تمہیں مل گئی ہوں نا۔ اب کس بات کا غم ہے؟"

ہم دونوں مسہری پر آ بیٹھے۔ "تمہیں علم ہو گیا ہو گا تہذیب! کہ ہم کس سازش کا شکار ہوئے تھے؟"

"ہاں علی! بڈ کے ذریعے مجھے اس سازش کا علم ہو چکا ہے جو اولیو ہاورڈ نے ہمارے خلاف کی تھی۔"

"تم اندازہ کر سکتی ہو تہذیب کہ بعض مصلحتوں کی وجہ سے میں اس ذلیل یہودی کو رہا کرنے کے لیے مجبور ہوں جس نے ہم دونوں کو اس کرب میں مبتلا کیا۔" میں نے سسکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یقیناً وہ مصلحتیں فلسطینیوں کے مفاد سے متعلق ہوں گی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہاں تہذیب! یہی تو زندگی کی سب سے بڑی مجبوری ہے جو میرے پیروں کی زنجیر بن گئی ہے۔"

"میں تمہیں ایسا ہی دیکھنا چاہتی ہوں علی! فرض کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے والا۔"

"بعض اوقات بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑ جاتی ہے تہذیب! کلیجا منہ کو آ جاتا ہے۔"

"سچ بتاؤ علی! تمہارا کیا بگڑا؟ میرا کیا نقصان ہوا؟ تم بھی وہی ہو، میں بھی وہی ہوں اور ہمارے جذبے بھی وہی ہیں۔"

"کیا تم وہ وقت بھول گئیں جب بیروت میں ہم دونوں کی شادی ہونے والی تھی اور اولیو ہاورڈ نے عین موقع پر تمہیں اغوا کر لیا تھا۔"

"کیسے بھول سکتی ہوں علی! ہمارے دوستوں نے ہمیں یکجا کرنے کے لیے مخلصانہ کوششیں کی تھیں۔ مجھے اس وقت بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا جب میں دلہن بن چکی تھی لیکن سچ بتاؤ علی! کیا ہمارے دل، ہماری روحیں بہت پہلے سے اس بندھن میں نہیں جکڑی ہوئی ہیں جسے دنیا شادی کے بندھن کے نام سے پکارتی ہے۔ اس قدر منظم سازش کا انجام یہ ہے کہ آج ہم پھر ایک ہیں۔ ہمیں جدا کرنے کی ہر کوشش ناکام ہو چکی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اولیو ہاورڈ پر کیا گزر رہی ہو گی؟"

"بلاشبہ وہ تلملا رہا ہو گا۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس کے لیے اس سے بھی بڑھ کر کوئی سزا ہونا چاہیے تھی۔"

"یہ اس کے لیے سب سے بڑی سزا ہے علی کہ وہ زندہ رہے اور اپنی بے بسی پر کڑھتا رہے۔"

"مجھے تمہارا خیال تھا تہذیب!" میں نے گفتگو کا رخ بدل کر کہا۔ "اس کے بعد تم پر کیا بیتی؟ میں اس سے لاعلم ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تارینا ہارڈو کے ذریعے تمھیں خط بھجوانے کے بعد میں کچھ ایسے معاملات میں پھنس گئی جن کا تعلق تنظیم سے ہی تھا۔" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اور مجھے اچانک ہی یہ احساس ہوا کہ گرین پول سے الگ ہونے کے بعد تمھارے پیار کی آگ نے مجھے پگھلا دیا ہے۔ میں اپنی شخصیت اپنا تشخص کھو بیٹھی ہوں۔ میری صلاحیتیں زنگ آلود ہو چکی ہیں۔ شاید اس لیے کہ میں نے ہر معاملے میں تم پر انحصار کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ سوچے بغیر کہ تمھارے شانوں پر تو ویسے بھی بہت ذمے داریاں ہیں۔ تم تو پہلے ہی اپنے فرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا کہ زندگی کے ایک اچھے ساتھی کی حیثیت سے یہ مناسب نہیں ہے کہ...." تہذیب کے لہجے میں کچھ جھجک پیدا ہوئی پھر اُس نے کہا۔ "کہ اپنی زندگی کے ساتھی کو اپنے بوجھ تلے دبا لیا جائے۔ اس خیال کے تحت میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ تم سے ملوں گی تو ضرور مگر فوراً نہیں۔ پہلے میں اس تہذیب کو زندہ کروں گی جو گرین پول کی سیکنڈ ان چیف تھی۔ ہاں علی! میں تمھارا ہاتھ بٹانا چاہتی تھی۔ زندگی کے ہر شعبے میں تمھارے شانہ بشانہ چلنے کی شدید خواہش میرے ذہن میں پیدا ہوئی اور میں نے اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کیا۔ میں کچھ کر کے تم سے ملنا چاہتی تھی۔ خدا کی ذات سے مجھے اس بات کا تو یقین تھا کہ تم مجھے زندہ ہی ملو گے۔ اس یقین نے مجھ میں ایک ناقابلِ شکست اعتماد پیدا کر دیا اور اسی اعتماد کے سہارے میں نے اپنے کام کا آغاز کیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں کوئی بڑا کارنامہ نہیں کر سکی لیکن میں کسی حد تک کامیاب ضرور رہی۔ اپنی جدوجہد کے آغاز میں ہی بڈ مجھے مل گیا جس کے ذریعے حالات میرے علم میں آئے اور میں نے بڈ کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اگر میں چاہتی تو فوراً ہی تم تک پہنچ سکتی تھی لیکن کچھ کر کے تم تک پہنچنے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ میں اس کے خلاف کچھ نہ کر سکی۔ پھر مجھے بعض ذرائع سے علم ہوا کہ تم نے لائن آف کنٹرول سے آنے والا اسلحہ اس کی منزلِ مقصود تک پہنچا دیا ہے اور اُسے خورد برد کرنے کی سازش کو ناکام بنا دیا ہے۔ مجھے یہ بھی پتا چلا کہ اولیو ہاورڈ بھی تمھارے ساتھ ہے۔ یہ خبر باعثِ حیرت ضرور تھی لیکن جب میں مسعود طلحہ سے ملی تو اس نے مجھے تمام صورتِ حال بتا دی اور اس کے بعد ہی میں نے یہ منصوبہ ترتیب دیا۔ درحقیقت مجھے یہ علم نہیں تھا کہ تم بھی اسی جہاز میں سفر کر رہے ہو لیکن مجھے یہ معلوم تھا کہ اس جہاز سے اس ملک کی دو ایسی اہم شخصیتیں ضرور سفر کر رہی ہیں جنھیں یرغمال بنا کر میں تمھاری اور اولیو ہاورڈ کی رہائی کا مطالبہ کر سکتی ہوں لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آنے پائی اور تم نے خود کو ظاہر کر کے مجھے ایک مصیبت سے بچا لیا۔ اس لیے کہ کسی بھی عرب ملک کے کسی مسلمان باشندے کو جسمانی نقصان پہنچانے کا تصور بھی میرے لیے بہت محال ہے لیکن تمھیں رہا کرانا بھی اشد ضروری تھا اور اس کے لیے مجھے جو بھی کرنا پڑتا میں اس سے دریغ نہ کرتی۔"

"اس سے مجھے کم از کم اتنا تو پتا چل گیا کہ طیارے کس طرح اغوا کیے جاتے ہیں۔" میں نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"میں نے سخت غصے کے عالم میں وہ قدم اٹھایا تھا علی! میرا بس چلے تو اُن لوگوں کی بوٹیاں اڑا دوں جو تمھاری خدمات کی قدر نہیں کرتے۔ مجھے اُن لوگوں کی یہ انتہا پسندی ایک آنکھ نہیں بھائی تھی اور میں اس کے خلاف عملی احتجاج کر رہی تھی۔"

مجھے تہذیب پر بے اختیار پیار آیا اور میں نے اُسے خود سے لپٹا لیا اور ایک لامتناہی سکون میرے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

میں نے خود کو تہذیب کے ساتھ اپنے کمرے تک محدود کر لیا تھا۔ بڈ کا کوئی پتا نہیں تھا۔ میں اُس کے مشاغل سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ یقیناً کوئی سیاہ فام حسینہ اس کی توجہ کا مرکز بن گئی ہوگی اور بڈ نے اُسے یقین دلایا ہوگا کہ یہ اُس کی زندگی کی سب سے پہلی اور آخری محبت ہے۔ یہ اور بات کہ اُس کی وہ آخری محبت چند روز سے زیادہ نہ جاری رہ سکے چنانچہ نہ تو بڈ نے اور نہ ہی کسی اور نے ہماری خلوت میں مداخلت کی۔

میں اور تہذیب ایک دوسرے میں اس طرح گم ہوئے کہ چار پانچ روز گزر گئے اور ہمیں پتا بھی نہیں چلا۔ اس دوران میں ہم نے کمرے سے باہر قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ بس ہم دونوں ایک دوسرے میں کھوئے رہے تھے۔ چار پانچ روز بعد جب جنون میں کسی قدر کمی ہوئی تو ہمیں یہ احساس ہوا کہ ہم نے یہ چار پانچ روز دنیا سے کٹ کر گزارے ہیں۔ مجھے سخت شرمندگی محسوس ہوئی۔ اتنی وارفتگی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ آخر دوسرے لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے؟

تہذیب اور میں احساسِ شرمندگی کے ساتھ کمرے سے نکل آئے۔ ہم جنرل ٹیریس اور کیتھی براؤن سے ملے تو وہ ہم سے اُسی طرح ملے جیسے ہمیشہ ملتے تھے۔ اُن کے انداز میں کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن شاید اُنھوں نے ہماری ندامت کو بھانپ لیا تھا۔

"طویل فراق کے بعد محبت کرنے والوں پر ایسی ہی وارفتگی طاری ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔" کیتھی براؤن ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولی۔ جنرل ٹیریس مسکرانے لگا تھا۔

"کوئی خاص واقعہ تو پیش نہیں آیا؟" میں نے جھینپ کر جنرل ٹیریس سے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ہائی جیکروں سے طیارہ چھڑانے پر میرا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔"

"اور ہائی جیکروں کے سلسلے میں کوئی بات نہیں ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں! انھوں نے کہا تھا کہ ہائی جیکرز اُن کے حوالے کر دیے جائیں لیکن میں نے اُن سے کہہ دیا کہ چونکہ ہائی جیکرز اُن کے ملک کے باشندے نہیں ہیں لہٰذا انھیں اُن کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔" لیکن انھوں نے اپنا ایک نمائندہ یہاں بھیجا ہے۔"

"اوہو!" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "یہ تو خاص بات ہوئی۔ پھر اُس نمائندے سے کیا گفتگو رہی؟"

"وہ کل ہی یہاں پہنچا ہے اور میں نے ابھی تک اُس سے ملاقات بھی نہیں کی ہے۔"

"کیوں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟"

"محل میں ہی مقیم ہے اور اس سے ملاقات سے اس لیے گریز کیا کہ میں نے سوچا پہلے تم سے مشورہ کر لوں۔ بلکہ اگر تم مناسب سمجھو تو تم بھی میرے ساتھ ہی اُس سے مل لو۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے کہا۔ "تم خود ہی یہ معاملات دیکھ لو۔"

"ممکن ہے گفتگو کے دوران کوئی ایسا موڑ آ جائے جہاں تم میرے مقابلے میں بہتر بات کر سکو۔"

"دراصل میں اس ملک کا مجرم ہوں نا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اس لیے میں نہیں چاہتا کہ انھیں یہاں میری موجودگی کا علم ہو۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟" جنرل ٹیریس نے حیرت سے کہا۔

"اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ تمھاری دشواریوں میں اضافہ ہو گا۔"

"ایسے فضول خیالات دماغ سے نکال دو۔ میں کسی کا پابند نہیں ہوں۔ ویسے تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ انھیں تمھاری یہاں موجودگی کا علم ہے۔"

"انھیں کیسے علم ہوا؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بقیہ سوالات بعد کے لیے اٹھا رکھو اور پہلے اُس سے مل لو۔ اُسے مجھ سے ملاقات کا انتظار کرتے ہوئے چوبیس گھنٹے سے زائد ہو چکے ہیں۔"

میں نے مزید کوئی سوال نہیں کیا اور تھوڑی دیر بعد میں اور جنرل ٹیریس محل کے ایک پُرتکلف ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔ جنرل ٹیریس نے نمائندے کو بلانے کے لیے کہا۔ چند ہی منٹ میں وہ نمائندہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور میں اُسے دیکھ کر اچھل پڑا۔ وہ کرنل وحدت تھا۔

کرنل وحدت کا انداز بڑا مؤدبانہ تھا جیسا کہ ہونا چاہیے تھا مگر مجھے حیرت اس بات پر ہوئی کہ اُس نے مجھ سے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

"کامیابی مبارک ہو علی!" کرنل وحدت نے مجھ سے کہا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اُس کے لہجے میں طنز نہیں تھا۔

"اس مبارک باد کو میں کیا سمجھوں کرنل وحدت؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ایک دوست کا دوسرے دوست کے لیے ہدیۂ خلوص۔" کرنل وحدت نے بڑی سادگی سے کہا۔

"یا قانون کے ایک محافظ کا ایک مجرم کو چیلنج؟" میں نے کرنل وحدت کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس بدگمانی پر میں آپ کو موردِ الزام نہیں ٹھہراؤں گا۔ دراصل واقعات ہی کچھ اس انداز میں پیش آئے کہ آپ بھی اپنی سوچ میں حق بجانب ہیں۔"

"مثلاً میری آواز ٹیپ کرنا تاکہ اسے میرے خلاف استعمال کیا جا سکے؟"

"لیکن میں نے آپ کے خلاف کچھ نہیں کیا۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"تم پنجے جھاڑ کر تو میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ دو بار مجھے گرفتار کیا اور تیسری بار گرفتاری کے لیے تم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ اس کے علاوہ تم میرے خلاف اور کر بھی کیا سکتے تھے۔"

"وہ صرف اصول کی جنگ تھی علی! ہم ایک دوسرے کے دشمن نہ تو پہلے تھے اور نہ ہی اب ہیں۔ آپ جنگ جیت چکے ہیں اور میں ایک اچھے اسپورٹس مین کی طرح آپ کو مبارک باد دے رہا ہوں۔"

"تم تو یہ کہہ کے بری الذمہ ہو گئے۔" میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ "لیکن تمھیں یہ اندازہ بھی ہے کہ میرے ساتھ جو سلوک ہوا اس سے میرے جذبات کو کس قدر ٹھیس پہنچی ہے۔ میں نے غیر عرب ہوتے ہوئے بھی خود کو ہمیشہ عربوں کی جدوجہد میں برابر کا شریک رکھا ہے۔ مجھے بڑا مان تھا کہ اگر میں کبھی کوئی درخواست کروں گا تو میری درخواست یوں ہی نہیں ٹھکرا دی جائے گی لیکن اب مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے جیسے میری محنت رائیگاں چلی گئی ہو۔ جتنا کچھ میں نے عربوں کے لیے کیا ہے اگر غیروں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیسے ہی کرتا تو وہ تا زندگی میرے ممنونِ احسان رہتے۔ جانتے ہو ہم لوگوں کے اس سلوک کے باعث مجھے کیا کچھ سننا پڑا ہے؟" میرا لہجہ مزید تلخ ہو گیا۔ "اولیو ہاورڈ نے تمہارے رویے کے حوالے سے مجھے اسرائیل کے لیے کام کرنے کی دعوت دی۔ اُس نے کہا کہ ہم کارآمد لوگوں کی قدر کرنا جانتے ہیں، ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ کن لوگوں کے لیے جان کی بازی لگا رہے ہو۔"

میری آواز بھرا گئی اور میں خاموش ہو گیا۔

کرنل وحدت نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ جنرل ٹیرین خاموش تماشائی کی حیثیت سے بڑی محویت سے ہماری گفتگو سن رہا تھا۔

"مجھے اعتراف ہے علی کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی۔ یہ بات میں ذاتی طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ میں اپنے ملک کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ تم کہو گے کہ ہمارے اس اعتراف سے تمہارے ساتھ ہونے والی زیادتی کا ازالہ تو نہیں ہو سکتا۔ تو اس سلسلے میں میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ کسی غلطی کا اعتراف آئندہ کے لیے اس غلطی کے اعادے کے امکانات کو ختم کر دیتا ہے۔ دوسری بات میں ذاتی طور پر کہوں گا اور مجھے یقین ہے کہ اُسے سن کر تمہارے دل سے ہر کدورت دور ہو جائے گی۔" کرنل وحدت خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"کہتے رہو کرنل وحدت!" میں نے اُسے ٹوکا۔ "میں بڑی توجہ سے تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔"

"اب میں ایمبرن ہال کے بڑبولے سے مخاطب ہوں۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "جس کی زندگی کایا شہناز کے قتل سے پلٹ گئی تھی۔"

میں نے چونک کر کرنل وحدت کو دیکھا۔ "مجھ پر اپنی معلومات کا رُعب ڈالنے کے بجائے صاف صاف مطلب کی بات کرو۔" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ تم نے اپنی زندگی یہودیوں کے خلاف وقف کر رکھی ہے اور اس کے لیے تم بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اپنی بات جاری رکھو۔"

"قدرت طرح طرح سے تمہاری مدد کرتی ہے علی! اب میں تمہیں گرفتار کرنے کے خبط میں مبتلا ہوا تو ایک بڑی یہودی سازش بے نقاب ہو گئی۔ نہ صرف سازش بے نقاب ہوئی بلکہ اس سازش میں ملوث تمام یہودی ایجنٹ گرفتار بھی ہو گئے۔ اُن کی گرفتاری تمہاری اطلاع پر ہی عمل میں آئی لیکن یہ بھی تو سوچو کہ تمہارا اُن سے ٹکراؤ کس وجہ سے ہوا؟ اگر میں نے اولیو ہاورڈ کو پہچان کر گرفتار نہ کیا ہوتا تو نہ تم اُسے لے کر فرار ہوتے اور نہ تمہارا ٹکراؤ ان یہودی ایجنٹوں سے ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ یہودی کامیابی کے ساتھ اپنی کارروائیاں جاری رکھتے اور بالآخر ممکنہ طور پر ایک عرب ملک میں شدید انتشار برپا کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کر لیتے۔"

"تمہاری ہر بات درست ہے لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کیا تم یہ سوچ کر بھی اپنا دل میری طرف سے صاف نہیں کر سکتے کہ میں نادانستگی میں ہی سہی یہودیوں کے خلاف تمہارا معاون ثابت ہوا؟"

"میرے دل میں کسی بھی ایسے شخص کے لیے کوئی کدورت باقی نہیں رہتی کرنل وحدت جو سچے دل سے اپنی کسی غلطی پر نادم ہو جائے۔ چاہے وہ میرا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ پھر عرب تو ویسے بھی میرے دوست ہیں، میرے ساتھ مذہب کے مضبوط رشتے میں منسلک ہیں۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں علی! اگر تم مجھے معاف نہ کرتے تو تازندگی میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہتا۔"

"شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں میرے دوست! ہاں میں یہ ضرور پوچھنا چاہوں گا کہ اب تمہارے ملک میں میری پوزیشن کیا ہے؟"

"وہی جو پہلے تھی اور ہم پہلے ہی کی طرح تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ اعلیٰ سطح پر یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ ہم غلطی پر تھے۔ تمہارا مطالبہ مان لیا جانا چاہیے تھا۔"

"یہ تو بڑی خوش آئند بات ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم جنرل ٹیرین سے کس سلسلے میں ملنے آئے تھے؟"

"جنرل ٹیرین سے!" کرنل وحدت حیرانی سے بولا۔ "میں جنرل ٹیرین سے ملنے تو نہیں آیا تھا۔ میں تو تم سے ملنے آیا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ تم مصروف ہو اس لیے میں تم سے ملاقات کا منتظر تھا۔"

میں نے جنرل ٹیرین کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "میں نے سوچا تمہیں سرپرائز دیا جائے۔" جنرل نے کہا۔

"تمہاری آمد کی غرض و غایت کیا ہے؟" میں نے کرنل وحدت سے پوچھا۔

"میں اپنی حکومت کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں خود جا کر ذاتی طور پر بھی اور حکومت کی طرف سے بھی تم سے معافی مانگوں اور تمہیں سرکاری طور پر اپنے ملک آنے کی دعوت دوں۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور جہاں تک تمہارے ملک آنے کی بات ہے تو میں ضرور آؤں گا۔ وقت کا تعین میں نہیں کر سکتا لیکن جب بھی مجھے وقت ملا میں وہاں آنے سے گریز نہیں کروں گا۔ میں تو ہر عرب ملک کو اپنا ہی ملک تصور کرتا ہوں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تمہیں یہاں میری موجودگی کا علم کیسے ہوا؟"

"دراصل جب جہاز اغوا ہوا اور ہم سے تمہارا اور اولیو ہاورڈ کا مطالبہ کیا گیا تو صورتِ حال بہت گمبھیر ہو گئی۔ ظاہر ہے تم ہمارے قبضے میں تو تھے نہیں کہ ہم تمہیں ہائی جیکرز کے حوالے کر کے اپنا طیارہ اُن سے چھڑا لیتے۔ ہماری اس بات کو انھوں نے تسلیم نہیں کیا کہ تم ہمارے قبضے میں نہیں ہو۔ چونکہ میں اس معاملے میں براہِ راست ملوث تھا لہٰذا مجھ سے کہا گیا کہ میں اس معاملے کا کوئی حل پیش کروں۔ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ تم اسی بلڈنگ میں ہو جس میں گیمبی کی کمپنی کے دفاتر ہیں لیکن میں گیمبی پر ہاتھ اس لیے نہیں ڈال سکتا تھا کہ اگر میں تمہیں برآمد نہ کر پاتا تو لینے کے دینے پڑ جاتے۔ معاملہ ایک غیر ملکی کمپنی کا تھا۔ چنانچہ جب مجھ سے تمہارے سلسلے میں کہا گیا تو میں نے حکام سے گیمبی کے خلاف کارروائی کرنے کی اجازت مانگی۔ اس گمبھیر صورتِ حال کے باوجود مجھے بڑی مشکل سے اجازت ملی اور وہ بھی صرف اس کمپنی کی تلاشی لینے کی۔ وقت خاصا برباد ہو چکا تھا مگر میں مایوس نہیں تھا۔ میں نے وہاں کی تلاشی لی مگر وہاں سے کچھ برآمد نہ کر سکا لیکن مجھے یقین تھا کہ گیمبی اس معاملے میں بہرحال ملوث ہے۔ میرے آدمیوں نے پورے دفتر کو چھان مارا۔ میں خود اس کی نگرانی کر رہا تھا اور عین اُس وقت جب میں مایوس ہونے والا تھا میرے ذہن میں اچانک کسی خفیہ کمرے کا خیال آیا۔ یہ خیال تو پہلے بھی ذہن میں موجود تھا لیکن سوال یہ تھا کہ وہ خفیہ کمرا کہاں ہے اور اُسے کیسے تلاش کیا جائے؟ گیمبی کے ہونٹوں پر موجود طنزیہ مسکراہٹ میرا خون کھولا رہی تھی۔ بالآخر ایک ترکیب ذہن میں آ گئی۔ میں نے متعلقہ محکمے سے اُس عمارت کا منظور شدہ نقشہ طلب کر لیا۔"

"واہ!" میں نے بے ساختہ کہا۔ "واقعی تم ایک مکمل ایجنٹ ہو کرنل وحدت! تمہاری ذہانت کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔" میں نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھا۔ "غالباً اس کے بعد تم نے اس فلور کے ہر کمرے کی پیمائش کرانا شروع کرائی ہو گی اور کسی کا کمرا اختلافِ سائز کا نکلا ہو گا۔"

"جی ہاں! جب میں نے کمروں کی پیمائش کرانا شروع کی تو گیمبی کا رنگ فق ہو گیا لیکن وہ بڑا ڈھیٹ تھا۔ اس نے آخر وقت تک اعتراف کر کے نہیں دیا کہ وہاں کوئی خفیہ کمرا بھی ہے لیکن میں نے نہ صرف خفیہ کمرا دریافت کیا بلکہ اس کا راستہ بھی معلوم کر لیا۔ وہاں سے وہ دونوں امریکی برآمد ہوئے جن کے بارے میں بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ تم نے اور اولیو ہاورڈ نے انھی کے میک اپ میں اس جہاز پر سفر کیا جو اغوا ہوا تھا۔ گیمبی نے تو خودکشی کر لی لیکن وہاں سے برآمد ہونے والے ریکارڈ سے بہت کچھ ثابت ہوا۔ کمپنی کا لائسنس منسوخ کر دیا گیا اور بہت سے اسرائیلی ایجنٹ گرفتار کر لیے گئے۔"

"مجھے یقین تھا کہ جلد یا بدیر تم گیمبی پر ہاتھ ضرور ڈال دو گے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"یہ بات تو بالکل یقینی تھی کہ میں اُسے ہرگز نہ چھوڑتا۔ اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے میں مجھے خواہ کتنا ہی عرصہ کیوں نہ لگ جاتا میں اس کے پیچھے پڑا رہتا اور اُسے کیفرِ کردار تک پہنچا کر ہی دم لیتا لیکن یہ بھی اچھا ہوا کہ طیارہ اغوا ہونے کے باعث مجھے اپنے کام میں آسانی ہو گئی اور یہ معاملہ بہت جلد نمٹ گیا۔"

"تم اس عمارت تک کیسے پہنچ گئے تھے کرنل وحدت! جہاں گیمبی کا دفتر واقع تھا اور جہاں میں نے اور اولیو ہاورڈ نے پناہ لی تھی؟"

"محض اتفاق۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "ملٹری انٹیلی جنس کے ایک سادہ لباس والے نے آپ دونوں کو بلڈنگ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ وہ کسی کام سے وہاں سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر آپ دونوں پر پڑ گئی۔ وہ آپ کے پیچھے بلڈنگ میں داخل ہوا اور آپ کو آٹھویں منزل پر جاتے دیکھا اور فوری طور پر مجھے اطلاع کر دی۔ میں نے اُسے تاکید کی کہ میرے وہاں پہنچنے تک نگاہ رکھے کہ آپ لوگ بلڈنگ سے باہر نہ نکلنے پائیں اور جب میں وہاں پہنچا تو مجھے یہی رپورٹ ملی کہ آپ اس وقت تک بلڈنگ میں ہی موجود تھے۔"

"اور جب تم پر یہ راز منکشف ہوا کہ ہم کس طرح تمہارے ملک سے نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے تو کیا تم نے ہائی جیکرز کو مطلع نہیں کیا؟"

"اُس وقت تک طیارہ ہائی جیکروں کے قبضے سے آزاد کرایا جا چکا تھا۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "لیکن بے فکر رہیے یہ بات مجھ تک ہی محدود ہے۔"

"کون سی بات کرنل وحدت؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"یہی کہ آپ کس طرح ملک سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ میں نے حکام کو بس یہ بتایا ہے کہ بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ آپ گوٹے ہل میں ہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"جنرل ٹیرس آپ کے دوست ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کے کسی دوست کی ذرا بھی پوزیشن خراب ہو۔"

"او ہو! جنرل ٹیرس کی پوزیشن کہاں سے درمیان میں آ گئی؟"

"اگر میں یہ بات ظاہر کر دوں کہ آپ کس طرح ملک سے نکلے تھے تو کوئی بھی شخص بڑی آسانی سے وہ نتائج اخذ کر سکتا ہے جو میں نے کیے ہیں۔ آپ کو علم نہیں تھا کہ طیارہ اغوا کیا جانے والا ہے۔ ہائی جیکرز بھی اس بات سے لاعلم تھے کہ آپ اسی طیارے میں سفر کر رہے ہیں جسے انھوں نے اغوا کیا ہے۔ طیارے کے تمام مسافر اس بات سے لاعلم تھے کہ طیارہ اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں اور طیارہ اغوا کرنے سے اُن کا مقصد کیا ہے۔"

"تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ مسافر طیارہ اغوا کرنے والوں اور اُن کے مقاصد سے بے خبر تھے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اغوا شدہ طیارے کے بعض مسافروں سے مل کر خود معلومات حاصل کی ہیں۔ ایک خاتون رپورٹر کے سوال کرنے پر مسافروں کو طیارہ اغوا کرنے کے مقصد سے آگاہ کیا گیا۔ ظاہر ہے اُس وقت تک آپ بھی اس بات سے لاعلم تھے کہ طیارہ اغوا کرنے والے کون ہیں اور انھوں نے طیارہ کیوں اغوا کیا ہے لیکن یہ راز منکشف ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد طیارہ پرواز کر گیا۔ مسافروں کو بتایا گیا کہ اُن کی منزل قبرص کورائے ہے مگر طیارے کی منزل گوٹے ہل ثابت ہوئی یہاں سب سے پہلے رہا ہونے والے مسافروں میں آپ بھی شامل تھے اور اس کے کچھ ہی دیر بعد طیارہ ہائی جیکروں کے قبضے سے آزاد کرا لیا گیا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس سے جنرل ٹیرس کا کیا تعلق ہے؟"

"اغوا کنندگان آپ کے ساتھی تھے۔ میک اپ کے باعث آپ انھیں پہچان نہیں پائے ہوں گے لیکن جیسے ہی انھوں نے اپنی شناخت کرائی آپ نے خود کو اُن پر ظاہر کر دیا جس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اُس کے بعد انھوں نے ہم سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا ورنہ انھیں اپنے مطالبے کا اعادہ کرنا چاہیے تھا اپنی دھمکیوں کو عملی جامہ پہنانا چاہیے تھا مگر انھوں نے کچھ بھی نہیں کیا اور گوٹے ہل پہنچ کر چند مسافروں کے ساتھ آپ کو بھی رہا کر دیا تاکہ آپ جنرل ٹیرس سے مل کر اُن کے تحفظ کا بندوبست کر سکیں جو آپ نے کیا۔"

"میں نے کیا کیا؟" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "اس کے برعکس تمام ہائی جیکرز کو گرفتار کر لیا گیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنرل ٹیرس ایک قانون پسند حکمراں ہے۔"

کرنل وحدت مسکرایا۔ "یہی بہتر ہے۔" اس نے کہا۔ "دنیا والوں کو یہی سمجھتے رہنا چاہیے کہ جو کچھ ہوا حقیقت پر مبنی تھا۔"

"اور تم کیا سمجھ رہے ہو؟"

"اپنی بیرونی پوزیشن مستحکم رکھنے کے لیے معاملے کو یہ رنگ دینا اشد ضروری تھا ورنہ جنرل ٹیرس کی سخت بدنامی ہوتی۔"

میں نے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی اور وہ بڑے غور سے کرنل وحدت کو دیکھ رہا تھا۔

"تم واقعی اپنے ملک کا سرمایہ ہو۔" جنرل ٹیرس نے کرنل وحدت سے کہا۔ "ظاہر ہے علی نے تمھاری ذہانت کی تعریف کی ہے تو کچھ دیکھ کر ہی کی ہوگی۔ ایک نمونہ تو میں نے ابھی دیکھ لیا۔"

"یہ میرے لیے ایک اعزاز ہے سر کہ آپ نے میری حوصلہ افزائی کی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ اُس کے لہجے میں انکسار تھا۔

"رسمی باتوں کی ضرورت نہیں ہے جوان!" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "بے تکلفی سے گفتگو کرو۔ علی کا دوست میرا بھی دوست ہے۔"

"شکریہ جناب!" کرنل وحدت نے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "اولیو ہاورڈ کہاں ہے۔ واپس چلا گیا کیا؟"

کرنل وحدت کے سوال پر میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اولیو ہاورڈ کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا اور ایک اولیو ہاورڈ پر کیا موقوف تہذیب کے ساتھ گزارے ہوئے وقت کے دوران مجھے کسی بھی چیز کا ہوش نہیں رہا تھا۔ مجھے چاہیے تھا کہ میں جنرل ٹیرس کو اولیو ہاورڈ کے بارے میں ہدایت دے دیتا۔ اُس سے کیا ہوا وعدہ پہلی فرصت میں نبھانا میرا فرض تھا۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ جنرل ٹیرس سے مخاطب ہوا۔ "اولیو ہاورڈ کا کیا ہوا جنرل؟" میں نے پوچھا۔

"تم بتاؤ! تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا؟"

"اوہ جنرل! مجھ سے زبردست غفلت سرزد ہوئی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں اتنا از خود رفتہ بھی ہو سکتا ہوں کہ سب کچھ بھول جاؤں۔ مجھے چاہیے تھا کہ اُس کی رہائی کے بارے میں تمھیں مطلع کر دیتا لیکن افسوس! اب تو غلطی ہو چکی۔"

"یہ بھی تو بتاؤ کہ اولیو ہاورڈ کو کن شرائط کے ساتھ رہا کرنا ہے؟"

"اس پر کوئی شرط عائد نہیں کی جا سکتی جنرل!" میں نے کہا۔ "اس نے اُس معاہدے کی تکمیل کر دی ہے جو ہمارے درمیان ہوا تھا۔ میری خواہش تھی کہ اس کے بعد ایک بھی لفظ کہے بغیر اُس کی بیٹی اُس کے حوالے کر دوں۔ اُس سے اگر میری الوداعی ملاقات ہوتی تب بھی اُس سے کچھ نہیں کہوں گا صرف اُسے رخصت کروں گا لیکن نہیں! میں تو اب اُس سے ملنا بھی نہیں چاہتا۔ میری طرف سے وہ آزاد ہے۔ اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر جہاں جی چاہے جائے۔ گوٹے ہل سے واپس جانے کے بعد اگر وہ پھر میرے

خلاف کمربستہ ہو جائے تو یہ اُس کا اپنا فعل ہے جس کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے لیکن اب یہ کام تم ہی سنبھالو۔ میں تو شرمندگی کی وجہ سے اُس کا سامنا بھی نہیں کر سکوں گا۔"

"مجھے یہی تو بتا دو کہ اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے!" جنرل ٹیرس نے پوچھا۔

"نکی ہاورڈ کو خاموشی سے اُس کے حوالے کر دو اور اُسے بحفاظت عزت و احترام کے ساتھ جس ملک میں بھی وہ جانا چاہے بھجوا دو۔" میں نے سخت شرمندگی کے عالم میں کہا۔ "تم میرے لیے یہ کام کر دو گے تو میں اُس ندامت سے بچ جاؤں گا جو اولیو ہاورڈ کا سامنا کرنے کی صورت میں مجھے اٹھانا پڑے گی۔"

جنرل ٹیرس ہنسنے لگا۔

"تم ہنس رہے ہو ٹیرس اور میری جان پر بنی ہوئی ہے! میرے خدا! زندگی میں شاید ہی کبھی ایسی غلطی سرزد ہوئی ہو۔"

"اولیو ہاورڈ اس لائق تو نہیں کہ آپ اُس کے لیے اس قدر پریشان ہوں۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"بات اولیو ہاورڈ کی نہیں میری اپنی ہے۔ میں نے اُس سے جو وعدہ کیا تھا اُسے اولین فرصت میں پورا ہونا چاہیے تھا۔"

"آپ بہت حساس ہیں علی!" کرنل وحدت بولا۔ "اور اتنا حساس ہونا نقصان دہ ہوتا ہے۔"

"آدمی آدمی کا فرق ہوتا ہے کرنل وحدت! ممکن ہے کسی روز یہی اولیو ہاورڈ میرے ہاتھوں مارا جائے۔ اُس وقت مجھے اُس کی موت کا ذرہ برابر بھی افسوس نہیں ہوگا لیکن آج مجھے جس بات کا قلق ہے اُس کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے۔ میں اپنی کوتاہی پر شرمندہ ہوں۔"

"آؤ علی!" جنرل ٹیرس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اولیو ہاورڈ کا کچھ بندوبست کریں۔"

ہم کرنل وحدت سے معذرت کر کے اُٹھ گئے۔ جنرل ٹیرس اُسے ایک دن اور رُکنے کو کہہ رہا تھا مگر وہ فوری واپسی پر مصر تھا۔ ناچار جنرل ٹیرس نے اُسے واپسی کی اجازت دے دی۔

جنرل ٹیرس مجھے اُس کمرے میں لے گیا جہاں تہذیب اور کیتھی آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ ہمیں دیکھ کر وہ خاموش ہو گئیں۔

"کچھ سُنا تم نے!" جنرل ٹیرس نے کیتھی براؤن سے کہا۔ "علی کہہ رہا ہے اولیو ہاورڈ کی بیٹی فوراً اُس کے حوالے کر کے اُسے جہاں وہ کہے روانہ کر دوں۔"

کیتھی نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "اولیو ہاورڈ جیسے شخص کو یوں رہا نہیں کیا جانا چاہیے۔ وہ تو ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ تم اُس سے بہت سے فوائد حاصل کر سکتے ہو علی!"

جنرل ٹیرس نے قہقہہ لگایا اور میں جھنجلا گیا۔ "میں نے تم سے کہا تھا! اولیو ہاورڈ کو رہا کر دو۔ اُس وقت بھی تم ہنس رہے تھے اور اب بھی تم ہنس رہے ہو۔ کیا تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ اس وقت مذاق بھی مجھے گراں گزرے گا۔ تم میری جذباتی کیفیت نہیں سمجھ رہے ہو؟"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں علی!" جنرل ٹیرس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "اسی لیے تو مجھے ہنسی آ رہی ہے۔"

میری جھنجلاہٹ بڑھ گئی اور میں نے مناسب یہی سمجھا کہ خاموشی اختیار کر لوں۔ چند لمحوں بعد جنرل ٹیرس سنجیدہ ہو گیا۔

"دوستوں کا بھی تو کچھ فرض ہوتا ہے علی!" اس نے کہا۔ "اور ایسے دوست جو تم پر اندھا اعتماد کرتے ہوں جنھیں یقین ہو کہ اگر اُن سے کوئی غلطی سرزد ہو بھی گئی تو تم اُسے نظر انداز کر دو گے۔ جنرل ٹیرس تمھارے ایسے ہی دوستوں میں سے ہے علی! میں نے تمھیں شرمندہ نہیں ہونے دیا دوست۔ اولیو ہاورڈ کو صرف پندرہ گھنٹے بعد اُس کی بیٹی کے ساتھ بیروت روانہ کر دیا گیا تھا۔ اُس نے بیروت جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"کیا!" میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "تم نے مجھ سے پوچھے بغیر اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا لیا؟"

"یہی تو بات ہے۔ میں بھی علی یار خان سے تھوڑی سی واقفیت کا دعویٰ رکھتا ہوں۔ مجھے علم ہے وہ کس وقت کیا کرنا چاہتا ہے۔ جس بدترین دشمن کو بچانے کے لیے اُس نے اپنوں کی دشمنی مول لینے سے بھی گریز نہیں کیا وہ اُس کی رہائی کے لیے کوئی شرط کیسے عائد کر سکتا ہے۔ مجھے اس بات کا یقین تھا اور جب میں نے یہ بات کیتھی سے کہی تو وہ بے چین ہو گئی۔ وہ یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھی کہ تم اولیو ہاورڈ کو یونہی رہا کر دو گے۔ جب میں نے کیتھی کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو اُس نے کہا کہ کم از کم اولیو ہاورڈ کو رہا کرنے سے قبل علی سے تو مشورہ کر لوں مگر میں نے تمھیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے کیتھی سے کہہ دیا تھا کہ علی، اولیو ہاورڈ کی بیٹی اُس کے حوالے کر کے اُسے دوستوں کی طرح رخصت کرے گا، دشمنوں کی طرح نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں دونوں پھر سے ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں لیکن علی سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اولیو ہاورڈ سے اب مزید کوئی فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ میں نے اولیو ہاورڈ کو صرف پندرہ گھنٹے بعد اُس کی خواہش کے مطابق بیروت کے لیے روانہ کر دیا۔ اُس نے تم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن میں نے اُس سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ تم اس وقت اس سے نہیں مل سکو گے۔ اُس نے بھی مزید اصرار نہیں کیا اور اپنی بیٹی کے ساتھ چلا گیا۔"

"مجھے تمھاری دوستی پر فخر ہے جنرل ٹیرس!" میں نے ممنونیت سے کہا۔ "تمھارے علاوہ شاید ہی کسی کو میں اپنا عظیم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوست کہہ سکوں اور تمہارے احسانات کا صلہ تو میں ادا کر ہی نہیں سکتا۔"

جنرل پیٹرسن نے میری بات سن کر بُرا سا منہ بنایا۔ "بہت بُری بات ہے علی۔" اُس نے کہا۔ "تمہیں ایسی فضول باتوں سے گریز کرنا چاہیے۔"

"نہیں جنرل۔" تہذیب بولی۔ "جس اعتماد سے آپ نے یہ اقدام کیا، وہ لائقِ تحسین ہے اور جس طرح آپ نے علی کو شرمندگی سے بچایا وہ واقعی ایک احسان ہے۔"

"آپ علی کی زبان نہیں بولیں گی تو اور کون بولے گا۔" جنرل پیٹرسن نے ایک سرد آہ بھر کر کہا اور سب ہنسنے لگے۔

میں واقعی جنرل پیٹرسن کا بے حد ممنون تھا۔ اُس کے بُرا اعتماد فیصلے نے مجھے خوش کر دیا تھا۔ جتنا اعتماد اُس نے مجھ پر کیا تھا اتنا ہی اعتماد مجھے بھی اُس پر تھا۔ دُنیا میں کسی بھی شخص کو ایسے بے مثال اچھا دوست مل جائیں تو اُس کی خوش بختی پر رشک کرنا گناہ ہے۔

جنرل پیٹرسن نے مجھ سے میرے آئندہ کے پروگرام کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔ پیٹرس محل میں مجھے جو آسائشیں حاصل تھیں اُس کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی...

اگر میں اپنی بقیہ زندگی وہیں گزارنا چاہتا تو بھی شاید جنرل پیٹرسن مجھ سے کبھی منع کرتا۔

ہم بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ فی الوقت میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ بُڈ کے لیے میں نے جنرل پیٹرسن سے کہہ دیا تھا کہ اُسے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ تہذیب کے جن ساتھیوں نے اُس کے ساتھ مل کر طیارہ اغوا کیا تھا اُن کا قیام بھی پیٹرس محل میں ہی تھا۔ اُس رات تہذیب، مالکم ایکس سے اس موضوع پر میری گفتگو ہوئی۔

"ابھی تک ہمارے درمیان اُن لوگوں کے معاملے میں گفتگو نہیں ہوئی جنھوں نے تمہارے ساتھ مل کر طیارہ اغوا کیا تھا۔"

"ان لوگوں کا تعلق مختلف مسلم ممالک سے ہے اور یہ سب فلسطینی مفادات کے حامی ہیں۔ گو اُن میں سے کسی کا تعلق باقاعدہ طور پر کسی تنظیم کے ساتھ نہیں رہا لیکن جب میں نے علی گروپ ترتیب دیا تو انھوں نے بصد خلوص اپنی خدمات پیش کر دیں۔ یہ لوگ اب تک انتہائی قابلِ اعتماد ثابت ہوئے ہیں۔ علی گروپ کے ارکان کی کل تعداد ستائیس ہے جن میں سے یہ چند افراد میں نے اس مہم کے لیے اپنے ساتھ لیے تھے۔ بُڈ ان کا ٹرینر ہے اور ان کے ساتھ ہر مہم میں شریک رہتا ہے۔"

"بقیہ افراد کہاں ہیں؟"

"میں نے بیروت میں اُنھیں جمع کیا ہے جہاں وہ خاموشی سے وقت گزار رہے ہیں اور مختلف جگہوں پر مقیم ہیں۔"

میں نے متحیّرانہ انداز میں تہذیب کو دیکھا۔ "لیکن تمہارے ذہن میں یہ خیال کیونکر آیا؟"

"اس کی وجہ میں تمہیں بتا چکی ہوں علی! میں نے محسوس کیا تھا کہ تم پر مکمل انحصار کرنے کی وجہ سے میں نہ صرف تم پر ایک اضافی بوجھ بن گئی ہوں بلکہ خود میری صلاحیتوں کو بھی زنگ لگ رہا ہے۔ اگر میں کوئی عام لڑکی ہوتی اور اس زندگی سے میرا کوئی تعلق نہ رہا ہوتا تو ظاہر ہے اس انداز میں سوچنا میرے لیے ممکن ہی نہ رہتا لیکن ایسی صورت میں جب کہ میں نے اپنا کافی وقت اس قسم کی زندگی میں گزارا ہے تو پھر میں خود کو معطل کیوں کرلوں۔ بس تمہارا ہاتھ بٹانے کے لیے میں نے یہی سوچا کہ اب ہمیں اولیو ہاورڈ اور اپنے تمام دشمنوں کے خلاف ایسا محاذ تیار کر لینا چاہیے جس میں ہم مطلق العنان ہوں اور کسی کے دستِ نگر نہ رہیں۔ اس ضمن میں، میں نے ایک منصوبہ بھی ترتیب دیا تھا جس کے بارے میں سوچا تھا کہ تمہیں اطمینان سے اُس کی تفصیل بتاؤں گی۔"

"میرا خیال ہے اس وقت ہمیں کوئی فکر دامن گیر نہیں ہے لہٰذا تم مجھے اپنا منصوبہ بتاؤ۔"

"بات ذرا تفصیل ہے اور تمہیں اس پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ میں نے بڑی سوچ بچار کے بعد چند فیصلے کیے ہیں جنھیں میں تمہارے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔ تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا علی کہ تم میری زندگی کے اس شعبے کو نظرانداز نہیں کرو گے۔ میں تمہارے شانہ بشانہ کام کرنا چاہتی ہوں۔"

"بے فکر رہو تہذیب! میں کسی بھی معاملے میں تمہیں تمہاری خواہش کے خلاف مجبور نہیں کروں گا۔"

"تمہاری پوری زندگی میرے سامنے ہے علی! تم نے جو کارنامے سرانجام دیے ہیں میں اُن پر نازاں ہوں لیکن بُرا زمانہ نا! میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے جیسے متعلقہ لوگوں نے خلوص سے تمہاری اہمیت کو تسلیم نہیں کیا۔ تمہیں وہ مقام نہیں ملا جو ملنا چاہیے تھا۔ تمہاری شخصیت تو عربوں کے لیے غیر متنازعہ ہونا چاہیے تھی لیکن دوسری طرف میں اُن لوگوں سے بھی مل چکی ہوں جو تمہیں بے حد چاہتے ہیں..."

"اس طرح تو ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہو گئے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"سنجیدگی سے غور کرو علی! ماضی میں ہم نے جو کچھ بھی کیا اُس میں فلسطینی مقاصد اور مفادات ہمارے پیشِ نظر رہے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری زیادہ تر کاوشیں سیاسی جوڑ توڑ اور اسرائیلی سازشوں کے خلاف سرگرمِ عمل رہنے تک محدود رہی ہیں۔ اُن لاتعداد فلسطینی باشندوں کے لیے ہم کبھی کوئی

ٹھوس قدم نہیں اُٹھا سکے جو بیروت کے کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ بھی تو ہماری توجہ کے مستحق ہیں بلکہ سب سے زیادہ مستحق تو وہی لوگ ہیں۔ اسرائیلی وحشی اپنی ہر شکست کا بدلہ انھی مظلوموں سے لیتے ہیں اور ہر انتقام کا نشانہ وہی لوگ بنتے ہیں۔ اُن کے لیے کچھ اور نہ سہی اگر اُن کی صرف مالی مدد ہی کی جاتی رہے تو اُن کے آنسو کچھ خشک ہو سکتے ہیں۔ اس وقت تو وہ دُہرے عذاب کا شکار ہیں۔ علی! میں نے فیصلہ کیا ہے علی گروپ کسی کے اشتراک سے کام نہیں کرے گا۔ ہم لوگ بالکل علیحدہ رہ کر آزادانہ طور پر کام کریں گے۔ ہر کام چونکہ ہم اپنی ذمہ داری پر کریں گے لہٰذا اپنی کامیابی یا ناکامی کے لیے کسی کو جواب دہ بھی نہیں ہوں گے۔ ہم یہودیوں کے خلاف کام کریں گے لیکن مالی مفادات کو اولیت حاصل رہے گی۔ اپنی مہمات کے ذریعے جو دولت ہم یہودیوں سے حاصل کریں گے اُس کا بڑا حصہ بیروت کے کیمپوں میں موجود فلسطینیوں کی امداد میں صرف ہوگا۔"

تہذیب خاموش ہو گئی۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ جب خاموشی کے یہ لمحات طویل ہوئے تو میں نے اُسے ٹوکا۔ "بولتی رہو تہذیب! خاموش کیوں ہو گئیں؟"

"کیا میرا کیا ہوا فیصلہ غلط ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔"

"گویا تم مجھ سے متفق ہو؟"

"سو فیصدی۔ بلکہ میں سوچ رہا ہوں کہ میں نے خود کیوں اس انداز میں نہیں سوچا؟"

"اب سوچ رہے ہو یہی بہت کافی ہے۔ دیر آید درست آید۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔ اُس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے تہذیب! اب ہم اس پروگرام پر عمل کرنے کے لیے ایک فنڈ قائم کریں گے۔ کیمپوں میں زندگی بسر کرنے والوں کی ضروریات کا جائزہ لیں گے اور زندگی گزارنے کے لیے اُنھیں ضروری وسائل کے علاوہ اسلحہ بھی فراہم کریں گے تاکہ وہ خود اپنی حفاظت کر سکیں اور کسی بھی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔"

"بالکل یہی منصوبہ میرا بھی ہے۔" تہذیب نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "اس وقت ہمارے پاس ستائیس تربیت یافتہ نوجوان موجود ہیں جن میں سے چند کو تم دیکھ چکے ہو۔ ہم ان کی تعداد بڑھائیں گے، اُنھیں بہترین تربیت دیں گے۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی عرق ریزی سے کام کیا ہے اور میرے پاس ایک بہترین پروگرام بھی موجود ہے جس سے ہم اپنے کام کا آغاز کر سکیں گے۔"

"بہت خوب!" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "تمہارے پاس کوئی پروگرام بھی موجود ہے؟"

"ہاں علی!" تہذیب نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"دو دولت مند یہودی جن میں سے ایک امریکی ہے اور دوسرا فرانسیسی — دونوں ایک دوسرے کا کاروبار تباہ کر دینا چاہتے ہیں اور اس کام کے لیے کسی بھی حد تک دولت خرچ کرنے کو تیار ہیں۔"

"میرے خدا!" میں نے حیران ہو کر کہا۔ "تمہیں یہ ساری باتیں معلوم کیسے ہو گئیں؟"

"اس طرح کہ اُن میں سے ایک میرا کلائنٹ بن چکا ہے۔" تہذیب نے فخریہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"بہت اچھی خبر ہے۔" میں نے جوابی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "مگر مزید وضاحت کی طلب گار ہے۔"

"اوشیل میکائیل۔" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہنا شروع کیا۔ "ایک فرانسیسی دولت مند ہے جس کے موٹرسازی کے کارخانے فرانس کے علاوہ پولینڈ اور بیلجیم میں بھی کام کر رہے ہیں۔ وہ عرب دشمن نہیں بلکہ کھرب پتی ہے لیکن یہودی ہونے کی وجہ سے انتہائی لالچی فطرت کا مالک ہے اور اپنے کاروبار پر توجہ دینے کے بجائے اب اسلحہ سازی کے میدان میں بھی قدم رکھنا چاہتا ہے جو اس دور کا سب سے منافع بخش کاروبار ہے۔ اوشیل میکائیل اسلحہ سازی پر سرمایہ کاری کی حد میں اب تک اربوں ڈالر لگا چکا ہے مگر اس میدان میں اُس کے قدم جمنے نہیں پا رہے — اُس کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ ہاروت رابیل ہے۔"

"یہ ہاروت رابیل صاحب کون ذاتِ شریف ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ایک امریکی نژاد یہودی جو اس وقت اسلحہ سازی کے میدان کا بے تاج بادشاہ ہے۔ ناجائز اسلحے کی دُنیا پر ہاروت رابیل کی اجارہ داری ہے۔ اُسے امریکی یہودیوں کی پشت پناہی حاصل ہے اور اسلحے کی بڑی بڑی منڈیوں پر اُس کا قبضہ ہے۔ غیر سرکاری سطح پر نہ تو اُس کا کوئی حریف ہے اور نہ ہی کوئی اس کے مقابل آ سکتا ہے۔ کیونکہ اُس کی فیکٹریوں میں تیار ہونے والے اسلحے پر ساختہ امریکا کی چھاپ ہوتی ہے اور اس وقت دُنیا بھر میں امریکی اسلحہ بے حد مقبول ہے۔ دوسرا نمبر روس کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ فرانسیسی اسلحہ بھی بہترین ہوتا ہے مگر اُس کی مانگ اتنی نہیں ہے۔ اوشیل چاہتا ہے کہ اُسے حکومت امریکا کی پشت پناہی حاصل ہو جائے۔ ظاہر ہے یہ آسان کام نہیں ہے اس لیے کہ یہودی لابی کے دباؤ کے تحت امریکا میں ہاروت کو جو آسانیاں حاصل ہیں وہ کسی اور کو نہیں مل سکتیں چنانچہ اسلحہ سازی کے میدان میں اوشیل اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ امریکی حکومت پر سے ہاروت رابیل کے اثرات ختم نہیں ہو جاتے جس کا بظاہر کوئی امکان نہیں ہے۔"

"دونوں کے درمیان خاصی دلچسپ چپقلش ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہم اس سے کیسے فائدہ اُٹھا سکیں گے؟"

"سنتے رہو، بات خاصی طویل ہے۔" تہذیب بولی۔ "موٹر سازی کی صنعت جاپان کے قبضے میں چلی گئی ہے چنانچہ اوشیل کا کاروبار مستقل طور پر خسارے میں چل رہا ہے۔ اب اُس کی نگاہ اسلحہ سازی کی صنعت پر لگی ہوئی ہے۔ ایک بار اُس نے مارکیٹ میں اسلحہ سپلائی کیا بھی تھا مگر فرانسیسی اسلحے کی ترسیل نہ ہونے کے برابر رہی اور اُسے کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی جبکہ ہاروت رابیل امریکی حکومت کے تعاون سے اپنا اسلحہ ایسے ...... ملکوں کو فراہم کر رہا ہے جو جنگ پسند ہیں۔ حال ہی میں ایسے کئی واقعات منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ امریکی حکومت بہت سے ممالک کو اسلحہ براہِ راست فراہم نہیں کرتی لیکن یہودی النسل رابیل اپنا اسلحہ اسمگل آؤٹ بھی کرتا ہے اور سرکاری سطح پر فروخت بھی کرتا ہے۔ اوشیل ہر قیمت پر اس منافع بخش کاروبار کو اپنی گرفت میں لینا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ بڑی خطیر رقم خرچ کرنے کو تیار ہے۔ اوشیل میکائیل سے میری ملاقات ہو چکی ہے اور اس کام کے لیے اُس کے اور میرے درمیان ایک معاہدہ بھی طے پا چکا ہے۔ اسی معاہدے کے تحت اوشیل ہم سے جو کام لینا چاہتا ہے اُس کی تکمیل پر وہ پچاس ملین ڈالر دینے پر آمادہ ہے۔ پچیس ملین ایڈوانس اور بقیہ پچیس ملین کام کی تکمیل پر۔"

"اتنی معقول رقم کے عوض وہ کام کیا لینا چاہتا ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاروت رابیل کی ایک ایسی کمزوری اوشیل کے علم میں آ گئی ہے کہ اُسے رابیل کے خلاف اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا ہے۔ اوشیل کے پاس مکمل منصوبہ موجود ہے جس پر عمل ہمیں کرنا ہوگا۔ میں تمھیں اس کی تفصیل بتاتی ہوں۔ ہتھیار سازی کے لیے ہاروت رابیل نے جدید ترین اسلحے کے ماہرین کی خدمات حاصل کی ہیں۔ انھی ماہرین میں سے ایک جرمن سائنس داں اُس کے قبضے میں تھا جس کا نام ڈی فوسٹر ہے۔ ڈی فوسٹر خاندانی اسلحہ ساز ہے۔ اُس کا دادا ہٹلر کا مشیرِ خاص تھا اور اسلحہ سازی کے سلسلے میں ہٹلر کا مددگار بھی تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلحہ سازی فوسٹر کا آبائی و خاندانی پیشہ ہے اور وہ اس فیلڈ میں خاص مہارت کا حامل ہے۔ پچھلے دنوں اسرائیل نے امریکی حکومت سے چھوٹے جوہری ہتھیار طلب کیے تھے جس کی اُس نے سخت ضرورت ظاہر کی تھی لیکن امریکی حکومت ایسے جوہری اور کیمیاوی ہتھیار کسی بھی ملک کو سپلائی نہیں کرتی چنانچہ امریکا نے اسرائیل سے اس سلسلے میں معذرت کر لی اور نتیجے میں امریکی حکومت کو تمام یہودیوں کے غم و غصے کا شکار ہونا پڑا لیکن حکومت اپنے موقف پر سختی سے ڈٹی رہی اور بات آئی گئی ہو گئی۔ ہاروت رابیل تمام باتوں سے واقف تھا چنانچہ اُس نے جوہری ہتھیاروں کی تیاری کے لیے ایک منصوبہ بنایا اور امریکی حکومت کے محکمۂ دفاع کے ریکارڈ روم سے چھوٹے جوہری ہتھیاروں کے فارمولے چوری کروا لیے۔ یہ سب کچھ اُس نے کیسے کیا ہوگا، ممکن ہے اوشیل میکائیل واقف ہو مگر اُس نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ ہاروت رابیل نے خفیہ طور پر اسرائیلی حکومت سے رابطہ قائم کر کے اسلحے کا آرڈر حاصل کر لیا۔ اس سلسلے میں جو معاہدہ ہوا وہ اوشیل میکائیل کے علم میں آ گیا کیونکہ اُس کے بھی اسرائیل میں خاصے تعلقات ہیں۔ اوشیل میکائیل نے تفتیش کرائی تو پتا چلا کہ جرمن ڈی فوسٹر جیسے کیمیاوی ہتھیاروں کی تیاری میں کمال رکھتا ہے اور رابیل نے اُس سے کام لینے کی غرض سے امریکی حکومت کے جوہری راز چوری کروائے تھے۔ یہ فارمولے چوری کرانے کے بعد اس نے ڈی فوسٹر کے حوالے کر دیے تاکہ ڈی فوسٹر اپنے کام کا آغاز کر سکے لیکن جرمن سائنس داں ان فارمولوں کو لے کر فرار ہو گیا۔ اس وقت وہ مشرقی جرمنی میں ہے اور وہاں رہ کر جوہری ہتھیاروں کے ان فارمولوں کی سودے بازی کر رہا ہے۔ غالباً تمھیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ان فارمولوں میں سب سے زیادہ دلچسپی کون سا ملک لے سکتا ہے۔ باوجود اس کے کہ روس کے پاس ہر قسم کی ٹیکنالوجی موجود ہے، حکومت امریکا کے چھوٹے چھوٹے رازوں سے بھی اُسے ہمیشہ دلچسپی رہتی ہے۔ چنانچہ ڈی فوسٹر کے پروگرام میں روس سے سودے بازی بھی شامل ہے اور وہ مشرقی جرمنی میں بیٹھ کر سودے بازی کر رہا ہے۔ ہاروت رابیل کو بھی اس سلسلے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں لیکن وہ ڈی فوسٹر کے حصول میں ابھی تک ناکام ہے۔"

"اوشیل میکائیل ہمارے ذریعے ڈی فوسٹر کو شاید اغوا

کرانا چاہتا ہوگا تاکہ خود جوہری ہتھیار تیار کرا کے اسرائیل کو سپلائی کر سکے۔" میں نے کہا۔ "یا پھر وہ خود اُن فارمولوں کی مختلف ممالک سے سودے بازی کرنا چاہتا ہے؟"

"دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ اوشیل میکائیل کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ چوری کیے ہوئے فارمولے وہ کسی اور ملک کے ہاتھ فروخت کر دے۔ وہ تو ڈی فوسٹر کو چوری کیے ہوئے فارمولوں سمیت حکومت امریکا کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح رابیل منظرِ عام پر آ جائے گا اور حکومت امریکا کا مجرم قرار پائے گا جس کا فائدہ ظاہر ہے اوشیل میکائیل کو ہی پہنچے گا۔ رابیل کے کاروبار پر تو پابندی عائد ہو جائے گی۔ رابیل کے بعد اُسے حاصل شدہ مراعات اوشیل میکائیل کے حصے میں آئیں گی۔ اُس کے امریکا میں اتنے اثرات تو بہر حال ہیں کہ رابیل کے بعد میکائیل کو ہی سارے فوائد حاصل ہوں گے۔ میرا خیال ہے اب ساری صورتِ حال تمھاری سمجھ میں آ گئی ہوگی؟"

میں متحیرانہ انداز میں تہذیب مالکم ایکس کو دیکھ رہا تھا۔ گرین پول کی اس سربراہ سے میری پہلی ملاقات بڑے عجیب حالات میں ہوئی تھی اور اُس کے بعد گوٹے ہل کے معاملات میں اُس نے میری مدد کی تھی۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی کہ وہ ایک ایسی تنظیم کی رکن رہی ہے جو دُنیا میں بڑے بڑے کام کر چکی ہے لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی زیادہ ذہنی صلاحیتوں کی مالک ہوگی۔ میں تہذیب کے پیش کردہ پروگرام پر غور کر رہا تھا اور ورطۂ حیرت میں غوطہ زن تھا۔ جس انداز سے اُس نے کام کی ابتدا کی تھی اُس سے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ جس طرح اُس نے طیارہ اغوا کر کے میری تلاش کے میدان میں ایک کارنامہ سر انجام دیا تھا اُسی طرح اس میدان میں بھی کارنامے ضرور دکھائے گی۔

"یہ سارے کام نہایت خطرناک ہیں تہذیب!" میں نے حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "جو معلومات تم نے فراہم کی ہیں وہ تو بے شمار ملکوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ یہ معلومات منظرِ عام پر آ جائیں تو بین الاقوامی طور پر شدید قسم کی رسہ کشی شروع ہو جائے گی۔ اکثر ممالک کے ایجنٹ فارمولے کے حصول کے لیے میدانِ عمل میں کود پڑیں گے لیکن تم اوشیل میکائیل تک کیسے جا پہنچیں؟"

"اُس سے میرا ٹکراؤ اتفاقاً ہی ہوا تھا۔" تہذیب نے کہا۔ "وہ مجھے گرین پول کے نمائندے کی حیثیت سے جانتا تھا۔ بہت پہلے کی بات ہے جب میں گرین پول میں تھی تو ایک معاملے میں اوشیل نے گرین پول کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وہ معاملہ میرے سپرد کیا گیا تھا جس میں میں نے کامیابی حاصل کی تھی اور معاوضے کے طور پر اوشیل میکائیل سے دو ملین ڈالر وصول کیے تھے۔ اس بار وہ مجھے ملا تو میں نے اُسے بتا دیا کہ اب گرین پول سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا اور میں نے اپنی تنظیم علیحدہ سے بنالی ہے۔ چونکہ گرین پول کے دوسرے ارکان سے اُس کا واسطہ نہیں پڑا تھا اس لیے اپنے طور پر اس نے یہی سمجھا کہ میں ہی سب کچھ تھی، اسی لیے اُس نے مجھ سے اس سلسلے میں مدد طلب کر لی۔"

"کیا تم اُس سے وعدہ کر چکی ہو کہ اُس کا کام کر دو گی؟"

"وعدہ تو نہیں کیا البتہ اس سے کچھ روز کی مہلت طلب کر لی تھی۔ جانتے ہو کیوں؟"

میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"دراصل فلسطین کی آزادی کے لیے کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ اُن سب کی کارکردگی کا تجزیہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ بلاشبہ ہر تنظیم کے مقاصد نیک ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی تخریب کار نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وطن کی بقا اور اُس کی آزادی کے لیے کوشاں ہیں لیکن خرابی یہ ہے کہ ان سب کا طرزِ فکر الگ الگ ہے۔ ہم اُن سے الگ رہ کر ایک اور تنظیم کی حیثیت سے اُن کی مدد کر سکتے ہیں۔ خاص طور پر جیسا کہ میں نے تم سے کہا، مجھے اُن بے گھر فلسطینیوں سے بہت زیادہ دلچسپی ہے جو بیروت کے کیمپوں میں بڑی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ شعبہ اگر ہم اپنے ہاتھ میں لے لیں تو میرا خیال ہے ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے ہمیں خواہ کتنے ہی پاپڑ کیوں نہ بیلنا پڑیں، ہم کام کرتے رہیں گے۔"

"میں تو پہلے ہی رضامندی ظاہر کر چکا ہوں اور میرے خیال میں اب اس پر مزید گفتگو کی گنجائش نہیں ہے۔ جہاں تک اوشیل میکائیل اور ہاروت رابیل کے کیس کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں پچاس ملین ڈالر کی ہمارے لیے بہت اہمیت ہے اور ہم اس سلسلے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دیں گے۔ شتیلا کیمپ اور دوسرے کیمپوں میں اس رقم سے کافی امداد فراہم کی جا سکتی ہے۔ میں تمھاری اس تجویز سے متفق ہوں تہذیب۔"

تہذیب مالکم ایکس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تو کیوں نہ ہم اپنے کام کا آغاز فوراً ہی کر دیں۔ میرا خیال ہے ابتدائی کارروائیاں گوٹے ہل میں ہی رہ کر مکمل کی جا سکتی ہیں۔ جب سارے مرحلے مکمل ہو جائیں گے تو ہم طے شدہ پروگرام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے مطابق یہاں سے نکل چلیں گے۔"
"ٹھیک ہے تہذیب۔" میں نے اُس سے مکمل اتفاق کیا اور اُس کے بعد میں نے دانستہ طور پر گفتگو کا رُخ بدل دیا۔ میرے ذہن میں تہذیب مالکم ایکس کا منصوبہ گردش کر رہا تھا اور میں اُن دونوں یہودیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو یہودی ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے کاروباری حریف تھے۔

میرے ذہن میں بھی بہت سے پروگرام اور منصوبے تھے لیکن فوری طور پر میں تہذیب پر اُن کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کام کے ساتھ ساتھ تفریح بھی ضروری ہوتی ہے لہٰذا اس کے بعد ہم صرف تفریحی گفتگو کرتے رہے۔

تہذیب مالکم ایکس سے ملاقات کا خمار ابھی تک ذہن کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھا لیکن ہم نے ذہنی طور پر یہ بات قبول کر لی تھی کہ ایک ساتھ رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے کوئی جذباتی بندھن اُس وقت تک استوار نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارا مشن کسی خاص نہج پر نہیں پہنچ جاتا۔ یہ معاہدہ کرنے کے بعد ہم دونوں ہی مطمئن ہو گئے تھے۔

جنرل ٹیرس، کیتھی براؤن اور علی گروپ کے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم دونوں منصوبہ بندی میں بھی مصروف تھے۔ چند روز بعد میں نے علیحدگی میں تہذیب سے ملاقات کی اور اپنا منصوبہ اُس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ ہم دونوں ہی کے لیے حیرت کا لمحہ تھا اس لیے کہ اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے جو منصوبہ میں نے ترتیب دیا تھا، کم و بیش وہی منصوبہ تہذیب نے بھی تیار کیا تھا۔ یہ ذہنی ہم آہنگی کی عمدہ مثال تھی جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اس کے فوراً بعد ہم نے اپنے پروگرام پر عمل کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ اُس روز رات کے کھانے کے بعد میں نے جنرل ٹیرس سے روانگی کی اجازت طلب کی۔

"ابھی سے کہاں جا رہے ہو علی؟" جنرل ٹیرس نے شاکی لہجے میں کہا۔ "ابھی تو تم سے ٹھیک طرح ملاقات بھی نہیں ہوئی۔"

"میں جا ہی کتنے دن کے لیے رہا ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "پھر کوئی نیا مسئلہ اٹھ کھڑا ہو گا اور میں پھر ہیڈ کوارٹر کا رُخ کروں گا۔ ہاں جنرل اب تو گوٹے بل ہی میری سرگرمیوں کا مرکز بن گیا ہے اور ہر پھر کے میں بالآخر یہیں پہنچ جاتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں علی! تم یہاں مستقل رہ تو نہیں سکتے لیکن جو بات تم نے کہی وہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس پر غور کرو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔ "میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی جس پر غور کرنے کی ضرورت پڑ گئی؟"

"کیوں نہ تم گوٹے بل کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا ہی لو۔" جنرل نے کہا۔

"وہ تو ہے ہی۔" میں نے کہا۔ "آدمی کسی مشکل میں پھنستا ہے تو ہیڈ کوارٹر سے ہی مدد طلب کرتا ہے یا ہیڈ کوارٹر کا رُخ کرتا ہے۔"

"وہ تو ہے لیکن میڈم مالکم ایکس نے علی گروپ تشکیل دیا ہے جو تنظیم آزادیٔ فلسطین کا حصہ نہیں ہے۔ اپنے لوگوں کو یکجا کیے بغیر تم کام نہیں کر سکو گے۔ کہیں نہ کہیں تو تمہیں ہیڈ کوارٹر بنانا ہی پڑے گا تو کیوں نہ گوٹے بل میں ہی ہیڈ کوارٹر بنا ڈالو۔"

تجویز بُری نہیں تھی۔ بلکہ بہت عمدہ تھی۔ گوٹے بل میں مجھے جو مراعات حاصل تھیں وہ شاید کسی اور ملک میں حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ جنرل ٹیرس کی حکومت خاصی مستحکم ہو چکی تھی اور فی الحال اُس کے زوال کے امکانات نہیں تھے۔

"تمہارا کیا خیال ہے تہذیب؟" میں نے پوچھا۔

"میرے خیال میں تو یہ ایک عمدہ تجویز ہے اور اس پر عمل کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔"

اگلے روز جنرل ٹیرس نے ایک عمارت ہمارے حوالے کر دی۔ وہ پورا دن بہت مصروف گزرا۔ میں نے اور تہذیب نے مل کر علی گروپ کے نام سے تنظیم آزادیٔ فلسطین کی شاخ اُس عمارت میں قائم کرنے کے انتظامات کو حتمی شکل دی اور یہ سارے انتظامات اُن ہائی جیکرز کے سپرد کر دیے جو گوٹے بل میں موجود تھے۔ بڈ کو اُن کا نگراں بنا دیا گیا۔

یہ سب کچھ اچانک ہی ہوا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ بہت اچھا ہوا۔ اس طرح ہماری ایک الگ لیکن باقاعدہ حیثیت متعین ہو گئی تھی اور ہم دوسروں سے الگ تھلگ رہ کر گوٹے بل میں رہتے ہوئے اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتے تھے۔

اُس سے اگلے روز میں اور تہذیب جنرل ٹیرس سے رخصت ہو کر پیرس کے لیے روانہ ہو گئے۔

پیرس میں ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ ہم دونوں نے معمولی سا میک اپ کر لیا تھا تاکہ غیر ضروری طور پر کسی کی نظروں میں آنے سے محفوظ رہیں۔ اس کے باوجود میں پوری طرح محتاط تھا کہ کوئی ہماری طرف متوجہ تو نہیں ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد تہذیب نے اوشیل میکائیل سے فون پر رابطہ قائم کیا۔ اوشیل

نے ہمیں اُسی روز شام کو اپنے گھر پر بُلا لیا۔

اُسی روز شام کے وقت اوشیل میکائیل اپنی عالی شان کوٹھی کے وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں ہمارا استقبال کر رہا تھا۔ تہذیب نے اپنا ننھا سا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اُسے دکھایا۔

"آپ غالباً میک اپ میں ہیں؟" اُس نے ٹٹولنے والی نظروں سے تہذیب کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "ہمیں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ ویسے اگر آپ کہیں تو میں آپ کو میک اپ اُتار کے دکھا دوں؟"

"میں اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔" اوشیل میکائیل نے کہا۔ وہ کاروباری آدمی تھا اور اطمینان کے بغیر کسی کام میں ہاتھ ڈالنا اُس کی فطرت کے خلاف تھا۔

تہذیب نے میک اپ اُتار کے اُسے اپنا اصل چہرہ دکھایا اور اوشیل مطمئن ہو گیا۔ وہ ایسا میک اپ تھا کہ بہ آسانی دوبارہ ہو سکتا تھا۔ اوشیل نے میرے بارے میں استفسار نہیں کیا اور نہ ہی تہذیب نے میرا تعارف کرایا۔ غالباً اوشیل نے اپنے طور پر مجھے اُس کا معاون یا نائب فرض کر لیا ہوگا۔

"ہر چند کہ میں بہت تھکا ہوا ہوں میڈم ایکس لیکن آپ کے ساتھ ہونے والا معاہدہ ایسا ہے کہ میں فوری طور پر ملاقات کیے بنا نہ رہ سکا اور باوجود اس کے کہ آپ کی طلب کی ہوئی مہلت ابھی باقی تھی، مجھے توقع تھی کہ آپ میعاد سے پہلے ہی آ جائیں گی۔"

"جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا تھا مسٹر اوشیل میکائیل کہ مجھے کچھ ایسی مصروفیات درپیش تھیں جن کی وجہ سے مجھے آپ سے مہلت طلب کرنا پڑی۔ اب میں اُن مصروفیات سے فراغت پا چکی ہوں اور آپ کا کام کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔"

"میں شکر گزار ہوں مس مالکم ایکس۔ اس لیے کہ اس کام میں جتنی تاخیر ہو گی مجھے اُتنا ہی زیادہ نقصان ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا کام جلد از جلد مکمل ہو جائے۔ اگر آپ میرے کام کی تکمیل کا فیصلہ کر چکی ہیں تو یہ بات میرے لیے باعثِ مسرت ہے۔"

"آپ کے کام کے سلسلے میں، میں نے اپنی تنظیم کے متعدد ماہرین سے مشورے کیے۔ مسٹر میکائیل اور اُن سے گفتگو کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ اپنے معاونین کے ساتھ مل کر میں اس کام کو بہ خوبی سرانجام دے سکوں گی۔"

"میں نے جو تفصیلات آپ کے گوش گزار کی تھیں اُن پر اپنی تنظیم کے ماہرین سے گفتگو کے بعد آپ نے یہ تعین تو یقیناً کر لیا ہو گا کہ آپ کام کا آغاز کہاں سے کریں گی؟"

"کام کے آغاز کے لیے مشرقی برلن جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔" تہذیب مالکم ایکس نے کہا۔

"میرا اپنا بھی یہی خیال تھا مس مالکم ایکس! میں نہیں چاہتا کہ ہاروت رائیل کو وقت سے قبل اس سلسلے میں کوئی بھنک پڑے۔ پہلے ڈی فوسٹر مسروقہ فارمولوں سمیت ہمارے ہاتھ آ جائے اُس کے بعد ہاروت رائیل کو پھانسنا بھی زیادہ مشکل نہیں رہ جائے گا۔"

"بالکل ٹھیک خیال ہے مسٹر میکائیل اور ہم خود بھی یہی کوشش کریں گے کہ ڈی فوسٹر ہمارے ہاتھ آ جائے اور ہاروت رائیل کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے پائے۔ اب آپ یوں کیجیے کہ اس سلسلے میں جتنی معلومات ممکن ہوں ہمیں فراہم کر دیں۔ میں کام کا آغاز فوراً ہی کر دینا چاہتی ہوں۔"

"میں آپ کو وہ تمام تفصیلات ابھی مہیا کرتا ہوں مس ایکس لیکن پہلے یہ بتائیے کہ آپ کیا پینا پسند کریں گی؟"

"کچھ نہیں، بے حد شکریہ۔" تہذیب مالکم ایکس نے جواب دیا۔ اوشیل میکائیل کے سامنے میری حیثیت ایک خاموش تماشائی کی سی تھی۔ یہ بات میں نے اور تہذیب نے پہلے ہی طے کر لی تھی کہ اُس سے تمام گفتگو صرف تہذیب کرے گی۔ میں کسی مرحلے پر بھی دخل اندازی نہیں کروں گا۔

اوشیل نے ایک طرف لگی ہوئی بیل کا بٹن دبایا۔ اُس نے کچھ پینے کے لیے اصرار نہیں کیا تھا۔ گھنٹی کا بٹن دبنے کے ردِ عمل میں دُبلی پتلی جسامت والا ایک شخص ڈرائنگ روم میں نمودار ہوا۔ اُس کا چہرہ جھُرّیوں سے بھرا ہوا مگر اُس کے ہر انداز میں بے حد چستی تھی۔

"فائل نمبر ۱۳۲۰ اُٹھا لاؤ۔" اوشیل نے اُسے حکم دیا اور وہ کسی روبوٹ کی مانند چلتا ہوا باہر نکل گیا۔ اُس کے جانے کے بعد اوشیل پھر تہذیب سے مخاطب ہوا۔

"مس ایکس! یہ علی گروپ کیا چیز ہے۔ آپ تو گرین پول سے متعلق تھیں۔ کیا علی گروپ گرین پول کی ہی کوئی شاخ ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"آپ تو بہت بڑے کاروباری آدمی ہیں مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے کہا۔ "آپ کی یادداشت اس قدر خراب تو نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں گرین پول کو خیرباد کہہ چکی ہوں اور علی گروپ خالصتاً میری اپنی قائم کردہ تنظیم ہے جو آپ کے لیے ڈی فوسٹر کو اغوا کرنے کا کام کرے گی۔"

"اچھا اچھا۔ ہاں آپ نے مجھے بتایا تھا۔ کاروباری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُلجھنوں میں یہ بات ذہن سے نکل گئی تھی۔ مجھے افسوس ہے۔"
"کوئی بات نہیں مسٹر میکاٹیل۔" تہذیب بولی۔ "آپ دیکھیں گے کہ گرین پول کے نمائندے کی حیثیت سے میں نے جس طرح آپ کے لیے خدمات انجام دی تھیں، علی گروپ آپ کے لیے اُس سے کہیں زیادہ بہتر طور پر کام کرے گا۔ مجھے ہر شعبے میں ماہر ترین لوگوں کی خدمات حاصل ہیں۔"
"مجھے یقین ہے مس ایکس! ابھی تو میں نے اس سلسلے میں آپ پر انحصار کیا ہے۔" اوشیل نے کہا اور اُسی وقت آدمی نما روبوٹ یا روبوٹ نما آدمی فائل لے کر اندر آ گیا۔ فائل اُس نے بڑے احترام سے اوشیل کے سامنے رکھ دی۔ فائل رکھ کر وہ کسی روبوٹ ہی کے مانند مڑا اور نپے تلے قدموں سے چلتا ہوا واپس چلا گیا۔ اوشیل نے فائل کھولی۔ چند لمحے فائل کی ورق گردانی کرتا رہا پھر بولا۔
"ڈی فوسٹر کے بارے میں، میں تمھیں بتا چکا ہوں مس ایکس کہ وہ نسلاً جرمن ہے اور اُس کا تعلق شمرخ خاندان سے ہے۔ شمرخ ہٹلر کے معاونین میں سے ایک تھا۔ اگرچہ اُس کی داستانیں منظرِ عام پر نہیں آئیں لیکن یوں سمجھ لو کہ اذیت رسانی کے جو ہولناک طریقے ہٹلر سے منسوب ہیں اُن کی ایجاد شمرخ کے ہاتھوں ہی ہوئی تھی۔ یہ بات بہرحال تمھیں ذہن میں رکھنا ہوگی کہ مشرقی برلن میں شمرخ خاندان کے بہت لوگ آباد ہیں جن سے ڈی فوسٹر ہر طرح کی مدد حاصل کر سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مشرقی جرمنی کی حکومت ڈی فوسٹر کی پشت پناہی کر رہی ہوگی نہ ہی خود ڈی فوسٹر یہ بات گوارا کرے گا کہ اس وقت اُسے کسی حکومت کا تعاون حاصل ہو۔ ایسے معاملات میں حکومتوں کا ملوث ہونا نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ امکان یہ ہے کہ اُس نے کے جی بی کے ذریعے روس کی حکومت سے رابطہ قائم کیا ہوگا اور اگر روس کو اس فارمولے کی بھنک بھی مل چکی ہے تو وہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ ابھی تک حکومتِ امریکا کو ان فارمولوں کی چوری کا علم ہو سکا ہے یا نہیں لیکن اندازہ یہ ہے کہ ابھی تک یہ راز راز ہی ہے ورنہ ہاروت رابیل دھڑلے سے اپنا کاروبار جاری نہ رکھ پاتا۔ یہ بات میرے علم میں ہے کہ صرف چار روز قبل ایک جنگ پسند ملک نے ہاروت رابیل سے کروڑوں ڈالر کا اسلحہ خریدا ہے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی مس ایکس کہ ہاروت رابیل کو بے پناہ دولت کماتے دیکھ کر میرے دل پر چھریاں سی چلتی ہیں۔ میں کیسے گوارا کر لوں کہ اسلحے کی دُنیا پر اُس کی اجارہ داری یونہی برقرار رہے۔ میں ہر قیمت پر یہ بات حکومتِ امریکا کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ اُس کے کیمیاوی اور جوہری ہتھیاروں کی تیاری کے فارمولے ہاروت رابیل نے چوری کروا کے ایک ایسے شخص کے حوالے کر دیے ہیں جو انھیں کسی بھی ملک کے ہاتھوں فروخت کر سکتا ہے۔ یہ بات میں کسی بھی وقت امریکا کی حکومت کے علم میں لا سکتا ہوں لیکن میں کچا کام نہیں کرنا چاہتا۔ اسی لیے میں نے تمھاری خدمات حاصل کی ہیں تاکہ تم مجھے ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کر سکو جس کے بعد ہاروت رابیل کے لیے کوئی جائے فرار باقی نہ رہ جائے۔ میں نے اس کام کے عوض تمھیں جس معاوضے کی پیشکش کی ہے اُس کی ادائیگی میری ذمے داری ہے۔ میں تمھیں ڈی فوسٹر کی تصویر بھی فراہم کر سکتا ہوں مگر یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ تمھیں کہاں ملے گا لیکن میں نے تمھیں جس خاندان کے بارے میں بتایا ہے اگر تم اُس کے افراد کو ٹٹولو تو امکان یہی ہے کہ تمھیں ڈی فوسٹر کا سراغ مل جائے گا۔"
"ٹھیک ہے مسٹر میکاٹیل۔" تہذیب نے کہا۔ "میں تو محض آپ کے کام کی خاطر اپنے معاملات جلد نمٹا کر فرانس پہنچی ہوں۔ یہ تفصیلات مجھے دے دیجیے اور ڈی فوسٹر کی تصویر بھی نیز معاوضے کی آدھی رقم میرے حوالے کر دیجیے۔"
"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے مس ایکس لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آپ کام کی تکمیل کر ہی لیں گی؟"
"کوئی ضمانت نہیں ہے مسٹر میکاٹیل۔" تہذیب نے کہا۔ "آپ کو ہماری کوششوں پر انحصار کرنا ہوگا۔ ہم اپنی طرف سے بھرپور کوشش کریں گے لیکن اس دوران اگر ڈی فوسٹر مسروقہ فارمولوں کا سودا کر چکا ہے تو ظاہر ہے ہماری کوششیں بے نتیجہ ہی ثابت ہوں گی۔"
"یہ بات تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں مس ایکس کہ ڈی فوسٹر نے ابھی تک مسروقہ فارمولے کسی ملک کے ہاتھ فروخت نہیں کیے — یہ بات البتہ ضرور ممکن ہے کہ اس سلسلے میں اُس نے مختلف ممالک سے مراسلت شروع کر رکھی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف ممالک کے ایجنٹوں سے وہ اس سلسلے میں گفت و شنید بھی کر رہا ہو لیکن اگر وہ چالاک ہے تو اس نے خود کو پوشیدہ ہی رکھا ہوگا کیونکہ اس قسم کے معاملات میں زندگی بڑی آسانی سے چلی جاتی ہے۔ رہا سوال معاوضے کی طے شدہ رقم میں سے نصف ایڈوانس کا تو وہ میں ابھی ادا کر سکتا ہوں لیکن اگر آپ کامیابی نہ حاصل کر سکیں تو کیا ہوگا؟"
"آپ کو اس آدھی رقم پر صبر کرنا ہوگا۔" تہذیب نے بڑی سادگی سے کہا۔

"یعنی وہ رقم مجھے واپس نہیں ملے گی؟" اوشیل میکاٹیل کے لہجے میں حیرت تھی۔
"نہیں۔" تہذیب نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔
"آپ کیا کہہ رہی ہیں مس ایکس! پچیس ملین ڈالر معمولی رقم نہیں ہوتی۔"
"میں وہی کہہ رہی ہوں مسٹر میکاٹیل جو میرا اصول ہے۔ بقیہ رقم میں کام کی تکمیل کے بعد وصول کروں گی لیکن نصف رقم تو آپ کو پیشگی ہی ادا کرنا ہوگی۔"
"اوہ! کیا یہ رقم پچیس فیصد نہیں ہو سکتی؟" اوشیل نے مُردہ سے انداز میں کہا اور مجھے اپنا ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ ضبط کرنا پڑ گیا۔ یہودی قوم انتہائی کنجوس ہوتی ہے اور اوشیل نے جو بات کہی تھی وہ یہودی روایات کے عین مطابق تھی۔
"نہیں مسٹر میکاٹیل۔" تہذیب نے قدرے بے رُخی سے کہا۔ "یہ پھلوں کی دُکان نہیں ہے کہ ہم سودے بازی کریں۔ مہربانی کر کے وقت ضائع کرنے کے بجائے فوری طور پر کوئی فیصلہ کر لیں۔ آپ پچاس فیصد رقم پیشگی ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟"
"میں انکار کرنا چاہوں تو بھی نہیں کر سکتا۔" اوشیل ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "اپنا منصوبہ تمھیں بتانے کے بعد ظاہر ہے میرے پاس انکار کی گنجائش نہیں ہے۔"
"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں مسٹر میکاٹیل۔" تہذیب نے بڑے سکون سے کہا۔ "جتنی رقم کے عوض میں نے آپ کے لیے کام کرنے کی ہامی بھری ہے اتنی رقم تو ہاروت رابیل ہمیں صرف اپنی زبان بند رکھنے کے لیے ادا کر سکتا ہے۔" میں نے چونک کر تہذیب کو دیکھا۔ اس کے منہ سے اس قسم کی بات سن کر مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔
"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ!" اوشیل میکاٹیل نے گڑبڑا کر کہا۔ "ہمارے اور آپ کے درمیان کسی اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے معاوضے کی آدھی رقم پیشگی دینے سے انکار تو نہیں کیا۔ میں اُس کی ادائیگی کے لیے تیار ہوں۔"
"شکریہ۔" تہذیب نے کہا۔ "اس کے ساتھ ہی آپ ہمیں شمرخ خاندان کا جغرافیہ اور وہ تمام تفصیلات بھی فراہم کر دیں جو ڈی فوسٹر کے سلسلے میں ہمارے کام آ سکیں۔"
"یہ فائل آپ اپنے ہی پاس رکھ لیں۔ اس میں ہر چیز موجود ہے اور اس کے بعد آپ کو مزید معلومات کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"
"معاوضے کی رقم کب تک مل جائے گی؟" تہذیب نے اوشیل میکاٹیل سے فائل لیتے ہوئے پوچھا۔
"میں کل ہی رقم کی ادائیگی کر دوں گا لیکن اس کے فوراً بعد ہی آپ کام کا آغاز کر دیں گی۔"
"ٹھیک ہے۔ جب رقم مل جائے گی تو کام بھی شروع ہو جائے گا۔"
"لیکن مس ایکس! کیا آپ مجھے اس رقم کی رسید نہیں دیں گی؟"
"کیوں نہیں دوں گی مسٹر میکاٹیل! آپ رسید تیار کروا لیجیے گا جس پر میرے اور آپ کے درمیان ہونے والے معاہدے کی تفصیل درج ہو۔ میں اُس پر دستخط کر دوں گی۔"
"کیا مطلب؟" اوشیل نے حیرت سے کہا۔
"مطلب یہ کہ رسید پر یہ بھی توضیح ہو گا کہ میں نے کون سا کام سرانجام دینے کے عوض اتنی خطیر رقم وصول کی ہے۔"
اوشیل تھوڑی دیر تک تہذیب کو تحیرانہ انداز میں دیکھتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "گرین پول کی کسی نمائندہ کو اتنا ہی ذہین ہونا چاہیے۔ میں تو آپ کا امتحان لے رہا تھا مس ایکس! بھلا کیسی رقم اور کہاں کا معاہدہ! آپ کل تک انتظار کر لیجیے۔ کل رقم کی ادائیگی ہو جائے گی لیکن مجھے آگاہ کر دیجیے گا کہ آپ مشرقی جرمنی کے لیے کب روانہ ہوں گی۔"
"بہت بہتر مسٹر میکاٹیل۔" تہذیب نے کہا۔ "اب ہمیں اجازت دیں۔"
اوشیل باہر تک ہم دونوں کو چھوڑنے آیا۔ واپسی میں تہذیب قہقہے لگا رہی تھی۔ میں بھی ہنس رہا تھا۔
"مجھے تعجب ہے تہذیب!"
"کس بات پر؟"
"تم اتنی اچھی کاروباری کیسے ہو گئیں؟"
"میں اتنی ہی اچھی کاروباری تھی لیکن کسی نے میرے راستے بدل دیے۔" تہذیب نے مجھ پر ایک نگاہِ غلط انداز ڈال کر کہا۔
"یہ کمبخت اوشیل بھی بے حد چالاک ہے۔ اس نے یقیناً اپنے طور پر بھی ڈی فوسٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے انتظامات ضرور کیے ہوں گے۔" میں نے کہا اور تہذیب نے سر ہلا کر میری بات کی تائید کر دی۔
اوشیل میکاٹیل کو اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ علی گروپ کیا ہے تو یقیناً وہ یہ کیس کبھی تہذیب کے سپرد نہ کرتا خواہ کچھ بھی ہو جاتا۔ لیکن یہ اُس کی بدقسمتی تھی کہ وہ تہذیب کی صرف گرین پول والی حیثیت سے آگاہ تھا اور اسی لیے اس جال میں پھنس گیا تھا۔
ہم اس سلسلے میں صرف کاروباری تھے۔ کاروبار کو فروغ دینے کے لیے ہم جو کچھ بھی کرتے جائز ہوتا۔ میں نے اور تہذیب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سنے اس 'جو کچھ' کے بارے میں بڑی تفصیلی گفتگو کی تھی مگر وہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال تو ہمیں کام کی ابتدا کرنا تھی۔

"علی!" دفعتاً تہذیب نے کہا۔ "کیا برلن میں ہم دونوں کو یکجا رہنا چاہیے؟"

"کیا مطلب!" میں نے چونک کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں وہاں علیحدہ علیحدہ رہنا ہوگا تاکہ ایک دوسرے پر نظر رکھ سکیں۔"

"پھر وہی علیحدگی۔" میں نے بے چینی سے کہا اور تہذیب ہنس پڑی۔

"ہم اس کے عادی ہیں علی اور ہمیں اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ تقدیر ہمیں ہر حال میں یکجا کر دے گی خواہ کچھ بھی ہو جائے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تہذیب تھوڑی دیر بعد دوبارہ بولی۔

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے کہ اس کیس پر صرف ہم دونوں ہی کام کریں گے۔ علی گروپ کے کسی ممبر کو استعمال نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر اس مہم کے دوران کسی مرحلے پر ہمیں ضرورت پڑی تو اُن میں سے کسی کو بلوالیں گے ورنہ نہیں۔ الگ الگ رہ کر کام کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ کسی شکل میں ہم میں سے ایک دوسرے کی مدد کر سکے گا۔"

"ٹھیک ہے تہذیب۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تمھاری کسی تجویز سے مجھے اختلاف نہیں ہو سکتا۔"

اگلے روز ادشیل میکائیل نے رقم کی ادائیگی کر دی۔ ہم نے وہ رقم گوٹے ہل میں سائمن ہاؤس کے اسے جی ڈیپارٹمنٹ کو بھجوا دی۔ ہماری ساری تیاریاں مکمل تھیں اور میرے اور تہذیب کے درمیان سارے معاملات طے ہو چکے تھے۔ ہم دونوں کو الگ الگ سفر کرنا تھا اور تہذیب سے میری ملاقات برلن کے گیلارڈ ہوٹل میں طے ہوئی تھی۔ مجھے ایک سیاح کی حیثیت سے پہلے فرینکفرٹ اور پھر وہاں سے برلن کا سفر کرنا تھا۔

میں اسی روز پیرس سے روانہ ہو گیا۔ فرینکفرٹ میں میری ملاقات ایک برطانوی سیاح سے ہو گئی جس کا نام ڈکسن فیروپل تھا۔ اگر اُس سے میری ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو مجھے برلن جانے کے سلسلے میں معلومات کے حصول میں خاصی دشواریوں سے گزرنا پڑتا۔

"جرمنی آکر دوسری جنگِ عظیم کی یادگاریں دیکھے بغیر چلے جانا بڑی بدذوقی کی علامت ہے۔" ڈکسن نے مجھ سے کہا۔

"میں نے بھی اسی غرض سے جرمنی کا سفر کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر ساتھ ہی برلن کیوں نہ چلیں؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ذریعۂ سفر کیا ہوگا؟"

"آٹو بیان پر سفر کرنے والے بے حد فراخ دل ہوتے ہیں اور ہم جیسے غریب لوگوں کو لفٹ دے دیتے ہیں۔"

"اگر لفٹ نہ ملی تو؟" میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ڈکسن نے بڑے اعتماد سے کہا اور اُس کا یہ اعتماد غلط ثابت نہیں ہوا۔ ایک معمر جوڑے نے جو تقریباً اپنی ہی عمر کی فاکس ویگن میں سفر کر رہا تھا اپنی فاکس ویگن میں ہمیں جگہ دے دی۔ مرد کا نام ایمر شوئٹر تھا اور اُس کی بیوی آرکورخ تھی۔ دورانِ سفر اُنھوں نے ہمبرگر کے ساتھ کافی پلائی لیکن فوکسی کی رفتار بہت سست تھی۔ میں تو خیر سکون سے بیٹھا تھا مگر ڈکسن بہت مضطرب نظر آرہا تھا۔

"غلطی ہو گئی۔" بالآخر اُس سے نہ رہا گیا اور وہ بول پڑا۔ "یہ بوڑھا جوڑا تو ہمیں اپنی عمر کے اختتام تک ہی برلن پہنچائے گا۔"

"کیا غضب کر رہے ہو ڈکسن۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "ان لوگوں نے سن لیا تو بُرا مان جائیں گے۔ ان کا یہی احسان کیا کم ہے کہ انھوں نے ہمیں لفٹ دی ہے۔"

"آٹو بیان پر احسان لفٹ دینے والے کا نہیں بلکہ لفٹ لینے والے کا ہوتا ہے۔ ویسے بھی وہ انگریزی نہیں جانتے۔"

"تمھیں کیسے علم ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بتلا چکے ہیں کہ جرمن نژاد ہیں اور جرمن نژاد آج بھی انگریزی سے نفرت کرتے ہیں۔"

"یہ صرف تمھارا خیال ہے ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے اُس کی بات رد کرتے ہوئے کہا۔

"یہ میرا تجربہ ہے۔ ان کے دل آج بھی صاف نہیں ہیں اور یہ آج بھی نازی ازم کے پرستار ہیں۔"

"اس کی وجوہات ہیں ڈیئر۔"

"کیا؟" ڈکسن نے پوچھا۔

"جرمنی کی شکست کے بعد اتحادیوں نے اُس کے خلاف جو پروپیگنڈہ مہم شروع کی تھی وہ مبالغے کی انتہا سے بھی بڑھ گئی تھی اور اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ اُنھیں اس کے مواقع میسّر تھے۔"

"یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے دوست جسے آج نہیں تو کل تسلیم کیا جائے گا۔" اگلی سیٹ سے ایمر شوئٹر کی آواز آئی اور ڈکسن نے آنکھیں بند کر کے زبان دانتوں تلے دبا لی۔ مجھے ہنسی آگئی۔ ڈکسن کا یہ خیال غلط ثابت ہو گیا تھا کہ جرمن انگریزی سے نابلد ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سفر کا زیادہ تر حصہ خاموشی سے گزرا۔

رات کے پچھلے پہر ہم مشرقی جرمنی کی سرحد میں داخل ہوئے۔ سرحدی محافظوں نے ہمارے پاسپورٹ چیک کر کے ہمیں ویزا آفس بھیج دیا جہاں ہمیں اپنے کام میں کوئی دقت پیش نہیں آئی اور اس کے بعد ہم نے آگے کا سفر شروع کر دیا۔

سرحدوں کے درمیان ہیبت ناک عمارتیں پھیلی ہوئی تھیں جو ہٹلر کے دور کی یادگار تھیں۔ لاتعداد حفاظتی مینار نظر آرہے تھے جہاں مشین گن بردار مسلح محافظ پہرا دے رہے تھے۔ کئی مقامات پر ہمارے کاغذات چیک کیے گئے اور ہمارا سفر جاری رہا۔

برلن کے نواح میں پہنچتے پہنچتے صبح ہو گئی۔ معمر جوڑے نے ہمیں ایک جگہ اُتارا اور رسمی کلمات ادا کر کے چلے گئے۔

عارضی طور پر ڈکسن فیروپل کا ساتھ بُرا نہیں تھا، اس لیے کہ تہذیب کی یہاں آمد میں چند دن باقی تھے۔ اس دوران میں مجھے یہ اندازہ لگانا تھا کہ میری نگرانی تو نہیں کی جا رہی۔ چنانچہ جب ڈکسن نے اس سلسلے میں مجھ سے سوال کیا تو میں نے کہا۔

"تم اگر کچھ وقت میرے ساتھ گزارنا چاہتے ہو تو جیسا تم پسند کرو ورنہ ہماری راہیں الگ الگ ہیں۔"

"کاش! مجھے تمھاری مالی حیثیت کا علم ہوتا۔" ڈکسن نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ایک سیاح کی مالی حیثیت کے بارے میں اندازہ لگانا کوئی مشکل کام تو نہیں ہے۔"

"تم اپنے اخراجات آسانی سے برداشت کر سکو گے؟" ڈکسن نے پوچھا۔

"ہاں، میرا خیال ہے مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ ڈکسن کے اس سوال کا مطلب میں بخوبی سمجھ گیا تھا۔ دیارِ غیر میں اس قسم کے ڈرامے عام ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں بامروّت قسم کے سیاح بعض اوقات بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ میں سب کچھ اس انداز میں کرنا چاہتا تھا کہ کسی کو مجھ پر شک نہ ہونے پائے۔

ڈکسن نے قیام کے لیے جس ہوٹل کا انتخاب کیا اُس میں ایک کمرے کا کرایہ پچیس مارک یومیہ تھا۔ ہم دونوں ساڑھے بارہ مارک فی کس یومیہ کے حساب سے وہاں مقیم ہو گئے۔ میں تہذیب ماخم ایکس سے ہوٹل گیلارڈ میں ملاقات تک کا عرصہ کسی جھگڑے میں پڑے بغیر گزارنے کا خواہاں تھا۔ اس کے علاوہ اس دوران میں مشرقی برلن سے واقفیت بھی حاصل کر لینا چاہتا تھا تاکہ بعد میں کام کرنے میں آسانی ہو۔ مجھے معلوم تھا کہ ڈی فوسٹر کو تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ شیمرخ خاندان کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا تھیں۔ ڈکسن کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے یہ آسانی حاصل رہتی کہ وہ ایک سیاح تھا۔

ڈکسن خود بھی برلن کی سیر کا خواہش مند تھا لہٰذا ہم دونوں ساتھ ہی اپنے ہوٹل سے باہر نکلے تھے۔ سب سے پہلے ہم نے دیوارِ برلن دیکھنے کا پروگرام بنایا۔

امریکی اس تاریخی دیوار کو جیل کی دیوار اور مشرقی جرمنی والے حفاظتی دیوار کا نام دیتے ہیں جو بقول اُن کے اُن کے وطن کو امریکی لٹیروں سے بچائے ہوئے ہے۔

جنگِ عظیم کی تباہ کاریوں کے داغ گو کہ برلن سے کافی حد تک مٹ چکے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہاں جابجا دوسری جنگِ عظیم کی تباہ کاریاں دکھائی دیتی ہیں۔ اتحادیوں کی خوفناک بمباری نے جنگ سے پیشتر کے حسین برلن کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا تھا۔ رہی سہی کسر روس نے پوری کر دی تھی۔ مارشل زوکوف نے برلن پر بیس ہزار توپوں کی مدد سے حملہ کیا تھا جس کی ایک ہی باڑھ سے لاتعداد گاؤں اور گھنے جنگل ملیامیٹ ہو گئے تھے۔ قیصر ولیم میموریل چرچ کا جلا ہوا ڈھانچا آج بھی اُسی طرح موجود تھا۔ کلیسا کے گھڑیال کی سوئیاں ساڑھے سات کے ہندسوں پر ساکت تھیں۔ برلن کی تاریخ میں نومبر ۱۹۴۳ء کی ایک شام بہت خوفناک ہے جس میں برلن پر سیکڑوں من آگ برسی۔ ایک بم کلیسا کے گھڑیال پر گرا اور وقت کی رفتار تھم گئی۔ جرمنوں نے شہر کی تعمیرِ نو کر دی لیکن اس جلے ہوئے ڈھانچے کو بطور یادگار یوں ہی رہنے دیا۔ البتہ اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا کلیسا تعمیر کر دیا گیا۔ یہ تاریخی یادگار دیکھنے کے بعد ہم نے برلن کے دیگر نوادرات دیکھنے کا فیصلہ کیا۔

برٹش ہونے کی وجہ سے ڈکسن ان تمام چیزوں میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔ برلن کی تباہ کاری دیکھ کر اُس کے چہرے پر فخر کے آثار تھے۔ جیسے وہ سارے کھنڈرات اسی کی کوششوں کا نتیجہ ہوں۔ ایک موقع پر اُس نے مجھ سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اتحادیوں نے ہٹلر کی قوت توڑنے کے لیے بڑی جاں فشانی سے جنگ کی۔ شاید میں نے یہ بات تمھیں نہیں بتائی کہ میرے دادا فرانسیسی فوج میں شامل تھے اور جنگِ عظیم کے خاتمے پر اُنھیں بڑے اعزازات و انعامات سے نوازا گیا تھا۔"

میں ہونٹ سکوڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ مجھے اُس کے تبصروں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

ڈاہلم میوزیم جانے کے لیے زیرِ زمین سفر کرنا پڑا۔ ڈاہلم کے اسٹیشن پر اُتر کر ہم عجائب گھر کی طرف چل پڑے جہاں ایک نہایت پُرفضا اور خوبصورت سڑک پھیلی ہوئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ میوزیم دُنیا بھر کے شاہکاروں کی وجہ سے بڑی شہرت کا حامل ہے چنانچہ یہاں پہنچ کر یہی محسوس ہوا جیسے میں واقعی اپنی آمد کا مقصد بھول گیا ہوں۔

دوپہر کے ایک بجے تک ہم سیر و سیاحت میں مشغول رہے پھر ایک ہوٹل میں کھانا کھا کر اپنی پناہ گاہ واپس آ گئے۔ مشرقی برلن میں پہلا دن بے مصرف ہی گزر گیا تھا۔

دوسرے روز بھی ہم برلن کے تاریخی مقامات دیکھنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ یہاں کا چڑیا گھر آفاقی شہرت کا حامل ہے۔ ریلوے اسٹیشن کے عین سامنے چڑیا گھر کے پھاٹک سے گزر کر میں اور ڈکسن اندر داخل ہوئے۔ یہاں بھی دوسری جنگِ عظیم کی تباہ کاریوں کے آثار موجود تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ اتحادی بمبار طیاروں نے اس چڑیا گھر کو تباہ کرنے کی سر توڑ کوششیں کی تھیں۔ اس لیے نہیں کہ انھیں گینڈوں اور مگرمچھوں سے بیر تھا بلکہ اس کی وجہ سیمنٹ اور لوہے سے تیار کردہ وہ مینار تھا جسے جی ٹاور کہا جاتا تھا۔ یہ عمارت اتنی وسیع و عریض تھی کہ فضائی حملے کے دوران پندرہ ہزار شہری اس میں پناہ لے سکتے تھے۔ یہ حفاظتی مینار ایک سو تینتیس فٹ بلند تھا اور اس کی دیواریں آٹھ فٹ موٹی تھیں۔ چھت پر مشین گنیں اور درجنوں طیارہ شکن توپیں نصب تھیں۔ نچلی منزلوں میں ایک اسپتال اور گولہ بارود کا کثیر ذخیرہ موجود رہا کرتا تھا۔

اس رات میں متضاد کیفیات کا شکار تھا۔ ڈکسن بلاشبہ بے ضرر آدمی تھا اور اُس کا ساتھ کسی اُلجھن کا باعث نہیں بنا تھا لیکن اس کے باوجود میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ دو دن بالکل ہی بے مصرف رہے ہیں اور اس دوران مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا لہٰذا مناسب یہی تھا کہ اب اُس سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے مگر مشکل یہ تھی کہ اُس مخلص آدمی کو کیسے بتاؤں کہ میں اُس سے الگ ہونا چاہتا ہوں۔ اُس نے کوئی ایسی حرکت بھی نہیں کی تھی جو میری مرضی کے خلاف ہوتی یا مجھے ناگوار گزرتی۔ وہ بے چارہ تو میرے ساتھ سیر و تفریح کے کئی پروگرام بنا چکا تھا۔ پہلے تو میرا ارادہ یہی تھا کہ تہذیب کے یہاں آنے تک کا وقت ڈکسن کے ساتھ گزار دوں مگر پھر مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ اُس کے ساتھ رہتے ہوئے اپنے طور پر کوئی کام کرنا میرے لیے ناممکن تھا۔ میری حیثیت واقعتاً ایک سیاح کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ مثلاً میں شیفرج خاندان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن ڈکسن کو بھلا چند ایسے افراد سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی جو وہاں کے کسی مخصوص خاندان سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا پھر میری خواہش تھی کہ میں ایک بار گیلارڈ کا جائزہ لے لوں لیکن مشکل یہ تھی کہ ڈکسن اتنے مہنگے ہوٹل میں جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اُس کے ساتھ مجھے بھی ایک گھٹیا زندگی گزارنا پڑ رہی تھی جس کا بظاہر کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔

رات کافی گزر چکی تھی۔ میں سوچتے سوچتے تھک گیا تو ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی۔ گو وہ بڑی عامیانہ سی ترکیب تھی لیکن اُس پر عمل کر کے میں ڈکسن سے چھٹکارا حاصل کر سکتا تھا اور اُسے کوئی شبہ بھی نہ ہوتا۔ میرا مقصد حاصل ہو جاتا تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ میں نے کوئی عامیانہ حرکت کر کے کامیابی حاصل کی ہے یا کسی سنجیدہ حرکت کے ذریعے۔

ڈکسن سو رہا تھا۔ کمرے میں اُس کے خراٹے گونج رہے تھے کہ میں نے اپنے کھیل کا آغاز کر دیا۔ یہ آغاز پیتل کی ایک بڑی آرائشی پلیٹ کے گرنے سے ہوا جو کمرے کے ایک گوشے میں آویزاں تھی۔ پیتل کی وزنی پلیٹ کے فرش پر گرنے سے زوردار آواز پیدا ہوئی۔ رات کے سناٹے میں پیدا ہونے والی وہ آواز بہت پُراسرار تھی۔ ڈکسن کی آنکھ کھل گئی اور اُس نے میری طرف دیکھا۔ میں اپنے دونوں بازو فضا میں پھیلائے مسہری کے ایک حصے پر ایک ٹانگ سے کھڑا تھا۔ میری کوشش تھی کہ میرا چہرہ انتہائی خونخوار نظر آئے۔

ڈکسن کہنیوں کے بل اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ نیند سے بیدار ہونے کی وجہ سے اُس کا ذہن خمار آلود ہو رہا تھا۔ پہلے تو وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر پھاڑ سا منہ کھول کر خوفزدہ سے انداز میں ہنس پڑا۔ "کیا ہو گیا بڑے بھائی۔ کیا تم عبادت کر رہے ہو؟"

میں نے جواب دینے کی زحمت کیے بغیر مسہری سے چھلانگ لگائی۔ میرا رُخ ڈکسن کی طرف تھا اور انداز ایسا تھا جیسے اُسے دبوچ لینا چاہتا ہوں۔ چھلانگ لگاتے ہوئے میں نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اس طرح چھلانگ لگانے سے کہیں مسہری ہی نہ ٹوٹ جائے۔

ڈکسن پھرتی سے لوٹ لگا کر مسہری سے نیچے اُتر گیا۔ اُس کے چہرے پر شدید بوکھلاہٹ کے تاثرات تھے۔

"ک... کیا ہوا... کیا بات ہے! یہ کیا کر رہے ہو؟" اُس نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا پھر اُس کی نگاہ میرے چہرے پر پڑی اور اُس کی گھگی بندھ گئی۔ میرے چہرے پر نظر آنے والے خوفناک تاثرات سے وہ بے حد خوفزدہ ہو گیا تھا۔ وہ کمرے کے دروازے کی طرف جھپٹا لیکن میں نے رُخ تبدیل کر لیا اور اُس کے اور دروازے کے درمیان حائل ہو گیا۔ ڈکسن کے حلق سے ڈری ڈری سی چیخیں نکلیں اور وہ بے تحاشا پلٹ

کر غسل خانے کی طرف دوڑا اور اندر گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ میرے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اس سے زیادہ حماقت کھیل بگاڑ دیتی۔ خدشہ تھا کہ کہیں ڈکسن چیخنا شروع کر دے اور ہوٹل کے دوسرے مسافر میری طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔ میں خواہ مخواہ دوسروں کی توجہ کا مرکز بننے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

میں نے اپنا حلیہ درست کیا اور وہیں کمرے کے فرش پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ اندر سے ڈکسن کی ڈری ڈری آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"اگر یہ مذاق ہے تو بہت گھٹیا مذاق ہے۔ تمھیں یہ مذاق نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ سوتے ہوئے آدمی کو جگا کر ڈرا دینا کہاں کا انصاف ہے۔ تم جیسے سنجیدہ آدمی کو ایسا مذاق زیب نہیں دیتا۔" پھر غالباً اُس نے غسل خانے کا دروازہ تھوڑا سا کھول کر باہر جھانکا تھا اور پھر دل کڑا کر کے باہر نکل آیا۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا میرے قریب آ کر مجھے دیکھتا رہا مگر میں نے سر نہیں اُٹھایا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے کافی قریب آ گیا ہے لیکن میں نے کوئی جنبش نہیں کی اور بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے دو قدم پیچھے ہٹ کر مجھے آوازیں دیں اور میں سر اُٹھا کر اُسے دیکھنے لگا۔

"پیارے بھائی! یہ کیا حرکت تھی آخر... میں کہتا ہوں تمھیں یک بیک یہ سوجھی کیا تھی؟" اُس نے کہا۔ وہ ابھی تک سہما ہوا تھا اور کسی بھی لمحے دوبارہ بھاگنے کو پوری طرح تیار تھا۔

"اوہ ڈکسن ڈیئر! تم کہاں چلے گئے تھے؟" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

ڈکسن نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ "میں تو تھا باتھ روم میں لیکن تمھاری طبیعت کیسی ہے۔ کیا ہو گیا تھا تمھیں؟"

میں نے گہری گہری سانسیں لیں اور فرش سے اُٹھ کر مضمحل انداز میں چلتا ہوا مسہری پر جا بیٹھا۔ ڈکسن متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر کشمکش کے اثرات تھے۔ شاید وہ یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ مذاق تھا یا کچھ اور۔

مسہری پر بیٹھ کر میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ ڈکسن میرے نزدیک آنے کی جرأت تو نہیں کر سکا لیکن اُس کی آنکھوں میں ہمدردی کے تاثرات نظر آنے لگے تھے۔ اُس نے ایک بار پھر مجھے آواز دی اور میں سر اُٹھا کر اُسے دیکھنے لگا۔

"یہ سب کچھ کیا ہے؟" ڈکسن نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کیا کر رہے تھے تم؟"

"تمھیں میرے ہاتھوں سے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی ڈیئر ڈکسن؟"

"تکلیف کی بات کیوں کر رہے ہو۔ کوئی وجہ تو بتاؤ؟"

"کیا بتاؤں ڈکسن!" میں نے ایک سرد آہ بھر کے کہا۔ "اگر تمھیں مجھ سے نادانستگی میں کوئی تکلیف پہنچ گئی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں... لیکن ڈاکٹروں نے تو مجھے یقین دلا دیا تھا کہ اب مجھ پر ایسا کوئی دورہ نہیں پڑے گا۔ اس بار کوئی ڈیڑھ سال بعد میری یہ حالت ہوئی ہے ورنہ ہر دوسرے تیسرے ماہ مجھ پر یہ دورہ پڑا کرتا تھا۔"

"دورہ!" ڈکسن نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "تمھیں کس قسم کا دورہ پڑتا ہے؟"

"بس سوتے سوتے اچانک میرے پورے جسم میں کھنچی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آخری بار تو... آخری بار تو میں بال بال بچ گیا تھا ورنہ میرے ہاتھوں قتل ہو جاتا۔ وہ میرا گہرا دوست تھا۔ میرا بہت اچھا ساتھی تھا لیکن دورے کے عالم میں، میں نے اُس کی گردن دبا دی۔ اُس کی آنکھیں حلقوں سے اُبل پڑی تھیں۔ زبان ہونٹوں سے نیچے لٹک گئی۔ وہ تو اچھا ہوا کہ چند افراد نے میرے سر پر ضربات لگا کر مجھے بے ہوش کر دیا ورنہ مائیکل میرے ہاتھوں مارا جاتا۔ مائیکل بچ تو گیا مگر سُنا ہے اُس کی آواز بند ہو گئی ہے۔ مجھے پولیس کی تحویل میں دے دیا گیا لیکن ڈاکٹروں نے میرا دماغی معائنہ کرنے کے بعد مجھے ذہنی مریض قرار دے دیا۔ اس کے بعد تقریباً سات آٹھ ماہ میں نے دماغی امراض کے اسپتال میں گزارے۔ اس کے بعد مجھے صحت مند قرار دے کر رخصت کر دیا گیا۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں لیکن ڈیڑھ سال کے بعد..." میں نے ڈکسن کے چہرے کی طرف دیکھا تو ہنسی پر قابو پانا دوبھر ہو گیا۔ برطانوی سیاح کا چہرہ دہشت سے زرد پڑ گیا تھا۔ اُس کی پھٹی پھٹی آنکھیں میرے چہرے پر جمی تھیں پھر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمھارا دوست مائیکل زندہ بچ گیا؟"

"ہاں۔ اگر وہ زندہ نہ بچتا تو شاید پاگل ہونے کے باوجود مجھے عمر قید کی سزا بھگتنا پڑتی۔ اُس نے زندہ رہ کر میری زندگی بچائی۔ میں اُس کا ممنون ہوں لیکن ڈیڑھ سال کے بعد یہ دورہ... سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بہتر ہوگا کہ تم کل دن میں دماغی امراض کے کسی ڈاکٹر سے معائنہ کراؤ۔ یہ بے حد ضروری ہے۔"

"ہاں ڈکسن لیکن میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں اور اب سوجانا چاہتا ہوں۔ میرا سر بھاری ہو رہا ہے، دماغ دُکھ رہا ہے۔"

"سو جاؤ، فوراً سو جاؤ۔" ڈکسن نے بوکھلا کر کہا۔

میں نے مسہری پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں مگر سویا نہیں۔ کچھ دیر بعد میں نے کمرے میں ڈکسن کے چلنے پھرنے کی آوازیں سنیں۔ یقیناً وہی ہو رہا تھا جو میں چاہتا تھا لیکن ذرا دیر بعد ڈکسن مسہری پر جا لیٹا پھر مجھے نیند آ گئی۔

صبح جب میری آنکھ کھلی تو ڈکسن کا بستر خالی پڑا تھا۔ خاکی رنگ کا وہ بیگ بھی غائب تھا جس میں ڈکسن کا مختصر سا سامان تھا اور جو ہر وقت سامنے ہی رکھا رہتا تھا۔ گویا ڈکسن سے میری جان چھوٹ گئی تھی۔ بعد میں اس کی تصدیق بھی ہو گئی۔ ڈکسن اپنے حصے کا بل ادا کر کے چلا گیا تھا۔

غسل خانے میں نہانے کے دوران میں بے چارے ڈکسن کے بارے میں سوچنے لگا۔ اُس کا چند روزہ ساتھ بہت اچھا رہا تھا اور آخر میں اُس نے غیر شعوری طور پر میری مرضی کے مطابق عمل کیا تھا لیکن اب اُس کے بارے میں سوچنا بھی فضول تھا۔ وہ سمجھدار آدمی تھا۔ توقع نہیں تھی کہ دوبارہ ادھر کا رُخ کرے گا چنانچہ مجھے ہوٹل تبدیل کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ میں اپنے کام کا آغاز کہاں سے کروں۔ ہر چند کہ میرے اور تہذیب کے درمیان یہ بات طے ہو چکی تھی کہ تہذیب کے یہاں پہنچنے کے بعد ہی ہم کام کا آغاز کریں گے لیکن میرے لیے یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بہت مشکل تھا لہٰذا میں نے کام کا آغاز اُسی ویٹر سے کر دیا جو میرے لیے ناشتا لے کر آیا تھا۔ وہ مقامی آدمی تھا مگر ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول لیتا تھا۔ میں نے اُس کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے اور اُس کے ہوٹل کی سروس بہت اچھی ہے۔

ویٹر چند لمحے میری کہی ہوئی بات پر غور کرتا رہا اور پھر میرا مطلب سمجھ کر وہ مسکرایا اور اُس نے سر خم کر دیا۔ میں نے جیب سے دس مارک کا ایک نوٹ نکال کر اُس کے سامنے لہرایا۔

"اگر تم چاہو تو اس نوٹ کے مالک بن سکتے ہو۔" میں نے اُس سے کہا۔

دس مارک کا نوٹ دیکھ کر ویٹر کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی۔ اُس کا تعلق غریب طبقے سے تھا جس کے لیے دس مارک کا نوٹ بہت بڑی چیز ہوتا ہے۔

"کیا تمھیں شمرخ خاندان کے بارے میں کچھ معلومات ہیں؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" ویٹر نے کہا۔ اُس کی نظریں حریصانہ انداز میں دس مارک کے نوٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

"او ہو! تب تو یہ نوٹ تمھارا ہوا۔" میں نے نوٹ اُس کی طرف بڑھایا اور اُس نے نوٹ مجھ سے لے کر اپنے لباس کی جیب میں بڑی احتیاط سے رکھ لیا۔

"لیکن میں اُس خاندان کے صرف ایک ہی فرد سے واقف ہوں۔" ویٹر نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔

"کوئی بات نہیں دوست۔ مجھے بھی اُس خاندان کے ایک فرد سے کچھ کام ہے لیکن بدقسمتی سے یہاں کوئی ایسا شخص نہیں مل سکا جو شمرخ خاندان کے کسی ایک بھی فرد سے واقف ہو۔ شمرخ خاندان کا کوئی ایک فرد بھی مجھے مل جائے تو بقیہ معلومات اُس سے حاصل ہو جائیں گی۔"

ویٹر کچھ دیر شاید اپنے ذہن میں میرے کہے ہوئے الفاظ کا ترجمہ کرتا رہا پھر غلط سلط انگریزی میں اُس نے کہنا شروع کیا۔ "شمرخ خاندان کوئی گمنام خاندان نہیں ہے جناب لیکن وہ لوگ معزز نہیں ہیں اس لیے کہ اُن کا ذریعۂ معاش ملازمت ہے اور اس خاندان کے افراد اچھے عہدوں پر فائز نہیں ہیں۔ تاہم ایک شخص ہے جس کے بارے میں میں تمھیں بتا سکتا ہوں۔ اس کا نام ایلنزے فورسے ہے اور وہ روہن اسٹریٹ پر واقع ایک ہوٹل کا مالک ہے۔ میں نے بھی کچھ عرصہ اُس کے پاس کام کیا ہے لیکن وہ فطرتاً اچھا آدمی نہیں ہے۔ ملازمین کی اُجرتیں اور تنخواہیں ٹھیک وقت پر ادا نہیں کرتا تاہم یہ بات مجھے معلوم ہے کہ اس کا تعلق شمرخ خاندان سے ہی ہے۔ اس خاندان کے لوگ چونکہ جھگڑالو فطرت کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا لوگ شمرخ خاندان کے افراد کے پاس ملازمت کرنا پسند نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے لین دین کرنا پسند کرتے ہیں۔"

"مسٹر ایلنزے فورسے کے ہوٹل کا نام کیا ہے؟" ویٹر کا مفہوم پوری طرح سمجھنے کے بعد میں نے اُس سے سوال کیا۔

"ہوٹل بون بون۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"اگر مجھے اس شخص کو تلاش کرنے کے لیے تمھاری ضرورت پڑی تو کیا تم یہ کام کر سکو گے؟" میں نے دس مارک کا ایک اور نوٹ ویٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں جناب۔" ویٹر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "آپ کے کام آ کر مجھے خوشی ہوگی۔"

ویٹر سراپا اخلاق بنا ہوا تھا۔ کیوں نہ بنتا۔ بیس مارک کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ میں نے اُس سے چند باتیں مزید معلوم کیں اور پھر اُسے جانے کی اجازت دے دی۔

ساڑھے گیارہ بجے کے قریب میں ہوٹل سے نکل کھڑا ہوا۔ ہوٹل بون بون کا سرسری جائزہ لینا ضروری تھا۔ ہوٹل سے نکل کر میں مختلف علاقوں میں بے مقصد گھومتا رہا۔ ڈکسن کے ساتھ تاریخی مقامات دیکھنے کے دوران میں برلن کے بہت سے علاقوں سے واقف ہو گیا تھا لیکن اُس علاقے کی طرف میرا جانا نہیں ہوا تھا جہاں کا پتا مجھے ویٹر نے دیا تھا۔ روہن اسٹریٹ پرانے برلن میں واقع تھی۔ وہاں نچلے طبقے کے لوگ آباد تھے۔ مکانات خستہ حالت میں تھے جن کے احاطوں، سڑکوں اور گلیوں میں میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس بچے اپنی غربت سے بے خبر کھیل کود میں مصروف تھے۔ مکانات کی طرح اُس علاقے کی دُکانیں بھی اپنے مالکان کی زبوں حالی کی مُنہ بولتی تصویر نظر آ رہی تھیں۔

میں بون بون ہوٹل کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن وہاں پہنچ کر پتا چلا کہ بون بون ہوٹل دراصل ایک بہت بڑا بار ہے جہاں دن سوتے اور راتیں جاگتی ہیں۔ دن کے وقت وہ بار بند رہا کرتا تھا۔ اُس کے کھلنے کا وقت پانچ بجے شام تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ شام وہیں گزاروں گا اور ایلنزے فورسے سے ملاقات کروں گا۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد سوال یہ پیدا ہوا کہ شام پانچ بجے تک کا وقت کہاں گزارا جائے؟ میں نے مناسب یہی سمجھا کہ شام تک سڑک نوردی کرتا ہوں۔ اس طرح وقت گزاری کرنے سے مجھے دُہرا فائدہ حاصل ہوتا۔ شام تک کا وقت بھی گزر جاتا اور برلن سے مزید واقفیت بھی حاصل ہو جاتی۔

برلن کی سڑکوں پر مارے مارے پھرنے کے دوران میرے ذہن میں متعدد خیالات گردش کرتے رہے۔ ڈی نوسٹر نے آخر اُن قیمتی فارمولوں کا سودا کیوں نہیں کیا جو یوں تو ہر ملک کی دلچسپی کا باعث ہو سکتے تھے مگر روس اور اسرائیل کے لیے وہ بے انتہا اہمیت کے حامل تھے۔ ہو سکتا ہے، اسرائیل کی حکومت کو اُن فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہ ہو سکا ہو ورنہ انھوں نے فارمولوں کے حصول کے لیے تگ و دو شروع کر دی ہوتی۔ ہاروت راذیل نے ظاہر ہے، اسرائیل سے یہ ساری باتیں پوشیدہ رکھی ہوں گی ورنہ اُس کی ساکھ تباہ ہو جاتی۔ میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ کیا ہاروت راذیل نے ڈی نوسٹر کے یوں فرار ہو جانے پر اُس کے خلاف کچھ نہیں کیا ہوگا۔ اگر ہاروت راذیل نے اس سلسلے میں خاموشی اختیار کر لی تھی تو یہ بڑی عجیب بات تھی۔ اس راز کے طشت ازبام ہونے سے ہاروت راذیل کی شخصیت اور اس کا کاروبار تباہ ہو جاتا۔ اور اگر اُس نے ڈی نوسٹر کی بازیابی کے لیے کوئی قدم اُٹھایا ہے تو ہمارا مقابلہ ہاروت راذیل کے ایجنٹوں سے ہو سکتا تھا۔ روسیوں سے ٹکراؤ ہونے کا بھی اندیشہ تھا۔ یہ امکان بھی کُلی طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ہاروت راذیل نے اس سارے ماجرے سے اسرائیلی حکومت کو مطلع کر دیا ہو اور موسد کے ایجنٹ بھی میدان میں کود پڑے ہوں۔ ان تمام امکانات کے پیشِ نظر محتاط رہنا بہت ضروری تھا۔

تقریباً چار بجے تک میں برلن کی سڑکیں ناپتا رہا اور اُس کے بعد پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے ایک ہوٹل کا رُخ کیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ شمرخ خاندان کے کسی فرد سے ڈی نوسٹر کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں تو کام بہت آسان ہو جائے گا۔ تہذیب ماکم ایکس نے اس سلسلے میں جو منصوبہ بنایا تھا میں اس کی طرف سے زیادہ پُرامید نہیں تھا۔ تہذیب کا لائحۂ عمل ایسا نہیں تھا جس میں کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہوں لیکن میں چاہتا تھا کہ پہلے اُسی منصوبے کے مطابق عمل کیا جائے۔ اگر بالفرض ہمیں کامیابی نہ ہوتی تب بھی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم دونوں مل کر از سرِ نو کوئی منصوبہ تیار کر سکتے تھے۔ تہذیب سے ملاقات سے قبل اگر میں ایلنزے فورسے سے کچھ کار آمد معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو یہ نہ صرف میری خوش قسمتی ہوتی بلکہ اس سے ہمارا کام بھی آسان ہو جاتا۔ تہذیب کی آمد سے قبل ہی میں کچھ نہ کچھ کر گزرتا۔

میں کوئی ساڑھے سات بجے کے قریب بون بون بار پہنچا۔ اسٹریٹ لائٹس روشن ہو چکی تھیں اور فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ روہن اسٹریٹ پر اس وقت زیادہ چہل پہل نظر نہیں آ رہی تھی۔

بار کے سامنے پہنچ کر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر بار کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ بار کی سیڑھیاں سنگی تھیں اور سامنے شیشے کا ایک بڑا سا دروازہ تھا جس کا شیشہ درمیان سے چٹخا ہوا تھا اور اُس پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ بار کے اندرونی ماحول کو رومینٹک بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ مدھم رنگین روشنیاں اور ہلکی موسیقی نے مل کر ماحول کو بڑا تاثر کن بنا دیا تھا۔ ہال میں بہت رونق تھی۔ زیادہ تعداد غیر ملکیوں کی تھی۔ کچھ میزوں پر مقامی جوڑے بھی تھے جن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں زیادہ تر نوجوان تھے۔ میری جانب کسی نے توجہ نہیں دی اور میں آگے بڑھ گیا۔ ہال کے دونوں کناروں پر کیبن بنے ہوئے تھے جن پر بھاری پردے پڑے ہوئے تھے۔ اُن کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے اُن کے اندر سے آنے والی آوازیں بھی سنیں۔

ہال کے سرے پر مجھے ایک خالی میز نظر آئی اور میں اسی طرف بڑھ گیا۔ جس کرسی پر میں بیٹھا اُس کا رُخ ایسا تھا کہ پورے ہال پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ ایک ویٹر آرڈر لینے میرے نزدیک آیا تو میں نے اُس سے ایک ہلکی شراب طلب کر لی۔ میں دیکھ چکا تھا کہ وہاں شراب کے علاوہ اور کسی چیز کا رواج نہیں ہے۔ شراب کا مصرف بھی میں دریافت کر چکا تھا۔ ہال کی دیوار کے ساتھ بڑے بڑے گملے رکھے تھے جن میں پودے اُگے ہوئے تھے۔ ایسا ہی ایک گملا میری کرسی کے عقب میں بھی موجود تھا لہٰذا میں اُس طرف سے بے فکر تھا ورنہ طلب کردہ شراب کی کھپت ایک الگ مسئلہ بن جاتی۔

ابھی ویٹر میری طلب کردہ شراب لایا بھی نہیں تھا کہ میں نے ایک ایسا حیران کن منظر دیکھا جس نے میرے ہوش اُڑا دیے۔ ہال کے دروازے سے داخل ہونے والی ..... تہذیب عالم ایکس تھی لیکن اُس کا لباس اور میک اپ مجھے حیرت سے پاگل ہو جانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اُس کے کپڑوں کا رنگ انتہائی شوخ اور بھڑکیلا تھا۔ لباس اس قدر چست تھا کہ اُس سے اُس کے تمام جسمانی نشیب و فراز بُری طرح اُجاگر ہو رہے تھے۔ ہونٹوں پر گہری لپ اسٹک، گالوں اور آنکھوں پر گہرا نفرت انگیز میک اپ اور سر پر سیاہ گھونگریالے بالوں کی وِگ تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُس نے سر پر وِگ لگا رکھی ہے۔ چال میں لڑکھڑاہٹ بھی تھی اور آنکھیں بھی چڑھی ہوئی تھیں۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ وہ نشے میں ہے۔

میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ تہذیب کی اِس طرح وہاں آمد اور اُس کا حلیہ ناقابلِ یقین تھا لیکن وہ اِس حلیے میں وہاں پہنچی تھی تو اُس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور رہی ہوگی۔ مجھے یقین تھا کہ میں اُس کی طرف سے بدگمان نہیں ہوا ورنہ اِس حد تک آنکھوں سے دیکھنے کے بعد تو کوئی بھی کسی کی طرف سے بھی بدگمان ہو سکتا ہے۔

تہذیب ایک میز پر بیٹھ گئی۔ اُس نے اپنے ہاتھ میں موجود پرس کو کھولا۔ پرس میں سے سگریٹ کا ایک پیکٹ برآمد کیا۔ پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکال کر انگلیوں میں دبائی پھر پیکٹ پرس میں واپس رکھ کر ایک سگریٹ ہولڈر نکالا۔ سگریٹ ہولڈر میں لگائی اور ہولڈر دانتوں میں دبا لیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے چکر سے آنے لگے۔ یہ یقین کرنا میرے لیے بہت دشوار تھا کہ تہذیب جیسی نفیس طبیعت کی مالک لڑکی خواہ کسی اشد ضرورت کے تحت ہی سہی ایسا حلیہ بھی اختیار کر سکتی ہے۔

ویٹر نے میری طلب کردہ شراب لا کر میرے سامنے رکھ دی لیکن میں نے جام کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ میری نظریں تو تہذیب پر جمی تھیں مگر وہ میری طرف متوجہ نہیں تھی بلکہ وہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہیں تھی۔ وہ تو بڑی بے نیازی سے سگریٹ کا دھواں اُڑا رہی تھی۔

پھر اچانک ہی تہذیب نے میری طرف دیکھا۔ مجھے دیکھ کر وہ بڑے بھونڈے انداز میں مسکرائی۔ میں اُس کی مسکراہٹ کا مطلب سمجھ گیا اور جواب میں خود بھی مسکرا دیا۔ اُس کے بعد میں نے اُسے اشارے کرنا شروع کر دیے۔ ایسے اشارے جو اُس ماحول کے مطابق تھے۔ ویٹر نے مجھے تہذیب کو یوں اشارے کرتے دیکھا تو تہذیب کی میز کی طرف بڑھا مگر تہذیب اُس سے قبل ہی کرسی سے اُٹھ چکی تھی اور میری طرف آ رہی تھی۔ اُس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ میرے نزدیک پہنچ کر اُس نے میرے سامنے والی کرسی کھینچی اور اُس پر بیٹھ گئی۔

"ہیلو!" اُس نے بڑے بازاری انداز میں مجھے مخاطب کیا۔

"ہیلو!" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اِس حلیے کے لیے میں تم سے معافی کی خواستگار ہوں۔" تہذیب نے قدرے دھیمی آواز میں کہا۔ انداز ایسا تھا جیسے مجھے سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "لیکن مجبوری تھی۔ بون بون میں شریف لڑکیاں نہیں آتیں۔"

"مجھے اندازہ ہے ڈیئر! لیکن تمہیں یہاں دیکھ کر میں سخت حیران ہوا ہوں۔"

"یہی کیفیت میری بھی ہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم بھی ایلزے فورے کی راہ پر لگ چکے ہو۔"

"کیا یہ صحیح راستہ ہے؟"

"ایلزے فورے کا تعلق شہرخ خاندان سے ہی ہے۔ جرائم پیشہ بھی ہے اور اس بات کے شواہد ملے ہیں کہ اُس کا تعلق ڈی فوسٹر سے ہے۔ میں اُس کے چکر میں تین بار یہاں آ چکی ہوں۔"

"ملاقات ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، ابھی تک تو میں اُسے دیکھ بھی نہیں سکی ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "کیا تمہیں کوئی کامیابی ہوئی؟"

"میں تو آج یہاں پہلی بار آیا ہوں۔ ویسے کیا تمہارا قیام

گیلارڈ میں ہی ہے؟"

"نہیں۔ گیلارڈ کو میں نے اپنے لیے محفوظ نہیں سمجھا۔ ایک پرائیویٹ جگہ رہ رہی ہوں۔ تم سے ملاقات ہو گئی علی، یہ بہت اچھا ہوا۔ میں گیلارڈ میں تمہارے لیے پیغام چھوڑتی کیونکہ میں کچھ مشکوک لوگوں کے راستے پر لگ چکی ہوں۔ اِس وقت تمہیں تفصیل نہیں بتا سکتی۔ موقع نہیں ہے لیکن تمہارا یہاں مل جانا میرے لیے نیک فال ہے کیونکہ میں اِس سلسلے میں ذرا پریشان تھی۔"

"کس سلسلے میں پریشان تھیں؟"

"میں جن لوگوں کے پیچھے ہوں اُن کو نہیں چھوڑنا چاہتی لیکن ایلزے فورے سے بھی صرفِ نظر نہیں کر سکتی۔ اگر تمہیں کوئی اور کلیو نہیں ملا ہے تو تم ایلزے فورے کو دیکھو اور میں یکسوئی کے ساتھ اُن لوگوں کو ٹٹولتی ہوں جن پر مجھے شبہ ہے۔"

"اُس جگہ کا پتا نہیں بتاؤ گی تہذیب جہاں تمہارا قیام ہے؟"

"میری طرف سے بے فکر رہو علی! میں محفوظ جگہ پر مقیم ہوں۔ تم اپنا کام جاری رکھو، میں اپنا کام کر رہی ہوں۔ یہ ملاقات ہو گئی۔ بہت اچھا ہوا۔" تہذیب نے میز پر یوں سر رکھ دیا جیسے نشے کی زیادتی سے خود پر قابو رکھنا دوبھر ہو گیا ہو لیکن میز پر سر رکھے وہ مجھ سے مسلسل گفتگو کرتی رہی تھی۔ "اگر تم ایلزے فورے تک رسائی حاصل کر سکو تو اُس سے یقیناً ڈی فوسٹر کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور حاصل ہو جائیں گی۔ میں اب چلتی ہوں۔ اور کوئی بات تو نہیں کرنی؟"

"بس تہذیب! میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم کہاں ہو۔ کام کا آغاز تو گیلارڈ میں تم سے ملاقات کے بعد ہی کرنا تھا۔ یہ تو میری جلد بازی تھی کہ میں یہاں پہنچ گیا۔"

"ٹھیک ہے علی۔ باقی باتیں پھر ہوں گی۔ اب میں تمہیں گیلارڈ میں نہیں ملوں گی لیکن کسی نہ کسی جگہ تم سے ملاقات ضرور کر لوں گی۔" تہذیب نے میز سے سر اُٹھایا اور خوں خوار انداز میں مجھے گھورنے لگی۔ پھر اُس نے غراتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "تم کیا سمجھتے ہو مجھے! میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔" وہ دانت پیستی ہوئی اُٹھی اور اپنا پرس اُٹھا کر سیدھی دروازے کی جانب چلی گئی۔

میں غصیلے انداز میں اُسے جاتے دیکھ رہا تھا لیکن دماغ میں بہت سے خیالات گردش کر رہے تھے اور میری متلاشی نظریں ہال کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں مگر میں نے کسی کو بھی تہذیب کی جانب متوجہ نہیں پایا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر میں نے اپنے سامنے رکھا ہوا جام اُٹھایا اور کسی کو اپنی طرف متوجہ نہ پا کر جام کی شراب عقب میں رکھے ہوئے گملے میں انڈیل دی اور جام اپنے منہ سے لگا لیا۔

میں سوچ رہا تھا کہ اب ایلزے فورے سے ملاقات کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے کہ دفعتاً برابر والی میز سے ایک بھرائی ہوئی سی آواز اُبھری۔ "پلیز مسٹر، پلیز!"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک پستہ قامت اور کسی قدر فربہ اندام شخص میز پر کہنیاں ٹکائے بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے رکھا ہوا جام بھرا ہوا تھا لیکن اُس کی پلکیں جھکی جا رہی تھیں۔ شاید وہ پہلے ہی بہت زیادہ پی چکا تھا۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اُس نے انگلی کے اشارے سے مجھے اپنی طرف بلایا۔ اُس کی اس حرکت پر مجھے سخت طیش آیا لیکن کچھ سوچ کر میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور اُس کی میز پر جا بیٹھا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟" میں نے کرخت لہجے میں اُس سے پوچھا۔

اُس نے اپنی جھکی ہوئی بوجھل پلکیں اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں نشے کے بجائے تکلیف کے تاثرات تھے۔ پھر اُس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور بولا۔ "شاید تم سمجھ رہے ہو کہ میں نشے میں ہوں۔"

"نہیں، تم سے بڑا ہوش مند میری نظروں سے کبھی نہیں گزرا۔ مجھے بلانے کا مقصد کیا تھا؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں نے ایک قطرہ بھی نہیں پی۔ میں تو تم سے مدد کا خواہاں ہوں بھائی صاحب! مہربانی کر کے میری مدد کرو۔"

"بات کیا ہے؟" میں نے اس بار نرمی سے پوچھا۔

"میرے پیٹ کے نچلے حصے میں تین گولیاں لگی ہیں۔ اگر احتیاط سے جھک کر دیکھو تو تمہیں خون بہتا ہوا نظر آ جائے گا۔ میں اپنے دشمنوں کو دھوکا دے کر یہاں آ بیٹھا ہوں۔ میرے جسم کا زخمی حصہ میز کی سطح سے نیچے ہے۔ وہ عقبی دروازہ دیکھ رہے ہو جو میری پشت کی طرف ہے۔ تمہارا کام بس اتنا ہوگا کہ مجھے اُس عقبی دروازے سے نکال کر میری کار تک پہنچا دو۔ میری کار اس عقبی دروازے سے زیادہ دور نہیں ہے اور گلی عقبی دروازے سے کوئی بیس قدم کے فاصلے پر ہے۔ میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔"

اُس کی باتیں سن کر میں حیران رہ گیا۔ میں نے کرسی پیچھے کھسکائی اور جھک کر نیچے دیکھنے لگا۔ درحقیقت اُس کی ٹانگوں پر خون کے دھبے نظر آ رہے تھے اور فرش پر بھی خون جمع ہو گیا تھا۔ میں نے مضطربانہ انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے گردوپیش کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ہر شخص اپنے آپ میں مگن تھا۔ کسی اور کی طرف دیکھنے کی فرصت کسی کو بھی نہیں تھی۔

"لیکن تمہیں کس نے زخمی کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ سب کچھ تم بعد میں بھی پوچھ سکتے ہو۔ میرے جسم سے خون بہہ رہا ہے اور مجھ پر نقاہت طاری ہو رہی ہے۔ میری مدد کرو۔ مجھے گاڑی تک لے چلو بلکہ اگر میرے لیے ڈرائیو بھی کر سکو تو میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

"لیکن تمہارے جسم سے بہتا ہوا خون دیکھا بھی جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں بل ادا کر چکا ہوں اور کوئی ہمیں دیکھ نہیں رہا ہے تاہم تم احتیاطاً اپنا کوٹ اُتار کر مجھے دے دو۔ میں اُسے اس طرح پکڑوں گا کہ سامنے کا حصہ چھپ جائے اور تم مجھے سہارا دے کر باہر لے چلو گے۔ اگر کسی نے ہمیں دیکھا بھی تو یہی سمجھے گا کہ میں زیادہ پی گیا ہوں۔"

ایک لمحے کے لیے میں نے غور کیا۔ اُس کی داستان حلق سے نہیں اُتر رہی تھی اور اُس میں کئی جھول تھے لیکن ساتھ ہی وہ زخمی بھی تھا۔ اندازہ یہی تھا کہ جو کچھ اُس نے کہا ہے کسی حد تک درست ہی ہو۔ تاہم اصل صورتِ حال تو بعد میں بھی معلوم کی جا سکتی تھی۔ ممکن تھا میری کوشش سے اُس کی زندگی بچ جاتی۔ یہ سوچ کر میں نے اپنا کوٹ اُتار کر اُس کے سپرد کر دیا۔ اُس نے کوٹ ہاتھوں میں سنبھال لیا۔ میں نے ویٹر کو بلا کر اپنا بل ادا کیا اور اُس شخص کا بازو پکڑ کر عقبی دروازے کی طرف چل دیا۔ دروازہ کھول کر ہم ایک راہداری میں نکل آئے۔ اس راہداری کا اختتام گلی کے دروازے میں ہوا۔ گلی سنسان پڑی تھی چنانچہ میں اُسے لیے ہوئے گلی میں آ گیا۔

ایلزبتھ فوسے ملاقات کا پروگرام میں نے ملتوی کر دیا تھا۔ پہلے اُس شخص کی مدد کرنا ضروری تھا۔ اگر وہ میری مدد سے زندہ بچنے میں کامیاب ہو جاتا تو ممکن تھا میرے کسی کام آ جاتا۔ ایک اجنبی ملک میں وہ میرے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ میں اُسے سہارا دیے چلتا رہا۔ کچھ ہی فاصلے پر اُس کی سیاہ رنگ کی مرسیڈیز کار موجود تھی۔

"کار کی چابیاں میرے کوٹ کی جیب میں ہیں۔" اُس نے کراہتے ہوئے کہا۔

میں نے اُس کے کوٹ کی جیب سے کار کی چابیاں نکال کر دروازہ کھولا اور اُس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ بدقت تمام کار میں داخل ہو کر عقبی نشست پر ڈھیر ہو گیا۔ میرا کوٹ اُس نے اگلی سیٹ پر ڈال دیا تھا۔ میں نے کار اسٹارٹ کر کے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔

"تمہیں کہاں پہنچا دوں؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"ڈیلم اسکوائر، بلوہاؤس۔" اُس نے جواب دیا۔

"راستہ بتاتے جاؤ اور سنو خود کو ہوش میں رکھنے کی کوشش کرو۔ میں یہاں کے راستوں سے واقف نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا۔" اس نے کراہ کر کہا اور مجھے گلی سے نکلنے کا راستہ بتایا۔ میں اُس کی ہدایت کے مطابق کار چلاتا ہوا سڑک پر نکل آیا۔ وہ مجھے ہدایات دے رہا تھا مگر اُس کی آواز سے بہت زیادہ نقاہت ٹپکنے لگی تھی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ بے ہوش نہ ہو جائے لہٰذا میں اُس سے باتیں کرنے لگا۔

"کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے دشمن کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تم اجنبی ہو اس لیے میں یہ اعتراف کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں۔ شاید تم برلن میں نو وارد ہو۔ تمہارے راستہ پوچھنے سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔"

"ہاں، میں سیاحت کی غرض سے برلن آیا ہوں۔"

"مشرقی جرمنی میں سیاحوں کے لیے کوئی کشش نہیں ہے۔ یہاں کے قوانین بہت سخت ہیں۔ معلوم نہیں سیاح معلومات کیے بغیر یہاں کا رُخ کیوں کرتے ہیں؟"

"تم بات ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مختصراً یوں سمجھ لو کہ میں منشیات کا اسمگلر ہوں اور میرے کچھ حریف مجھے راستے سے ہٹانے کے خواہاں ہیں۔ انھوں نے کرائے کے کچھ غنڈوں سے مجھ پر حملہ کرایا۔ اُن غنڈوں نے مجھ پر فائرنگ کی۔ بس قسمت اچھی تھی کہ بچ نکلا اور میں نے یون یون میں پناہ لی۔ وہ کرائے کے غنڈے میرے صورت آشنا نہیں تھے اس لیے کہ وہ مجھے ڈھونڈتے ہوئے یون یون بھی آئے تھے۔ وہ کسی زخمی کو تلاش کر رہے ہوں گے جبکہ میرے بیٹھنے کے انداز سے ہرگز یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ میں زخمی ہوں چنانچہ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ یوں میں نے فی الحال اپنی جان بچا لی ہے۔ بعد میں جو بھی ہو، لیکن اگر میں ٹھیک ہو گیا تو اُن سے بہ آسانی مقابلہ کر سکوں گا۔ بائیں طرف، ہاں یہاں سے بائیں طرف موڑ لو۔"

میں اُس کے کہنے کے مطابق کار ڈرائیو کرتا رہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم مطلوبہ جگہ تک پہنچ گئے۔ اُس نے ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے کار رُکوائی تھی۔ کار رُکنے کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔

"اب آخری کام اور کر دو۔ مجھے سہارا دے کر اندر پہنچا دو۔ تم نے میری خاطر جو زحمت کی ہے میں اُس کے عوض تمہارے لیے جو تم کہو گے کر دوں گا۔"

میں اُسے سہارا دے کر مکان کے دروازے تک لایا۔ کار میں نے لاک کر دی تھی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ بڑی چابی مکان کے تالے کی ہے۔ میں نے دروازے کا قفل اُس چابی کی مدد سے کھول لیا۔

"کیا تم یہاں تنہا رہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اُس نے کہا۔

میں اُسے لیے ہوئے مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ اُس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے خود ہی اُس کمرے میں روشنی کی۔ ایک کشادہ ڈرائنگ روم تھا جس میں سادہ سا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ فرش پر البتہ عمدہ قسم کا قالین بچھا تھا۔

وہ ایک صوفے پر بیٹھ کر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔ "کچھ پینا پسند کرو گے؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں، شکریہ۔ بس اب میں جاؤں گا۔" میں نے کہا اور اپنا کوٹ اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اُس پر ایک آدھ جگہ خون کے دھبے لگ گئے تھے۔

"اُدھر باتھ روم ہے۔" اُس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے باتھ روم دکھایا۔ "خون کے دھبے دھو لو۔"

"تم زخمی ہو، تمہیں طبی امداد کی فوری ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔

"بے فکر رہو، اب میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہوں۔ میں خود ہی سب کچھ کر لوں گا۔"

میں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے اور کوٹ ہاتھوں میں لیے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے خون کے اُن دھبوں کو دھونے کی کوشش کی مگر دوسرے ہی لمحے مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ وہ خون کے دھبے تو نہیں تھے۔ وہ یقیناً خون جیسے رنگ کا کوئی سیال تھا۔ دھبے بہ آسانی صاف ہو گئے تھے۔ اگر وہ خون ہوتا تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس کا رنگ گہرا ہوتا چلا جاتا۔ مجھے اچانک ہی خطرے کا احساس ہوا۔ میرے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہوا تھا۔

مجھے اپنا دماغ چکراتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ مجھے پھانسنے کے لیے بڑے منظم طریقے سے کام کیا گیا تھا۔ ڈی فوسٹر والا معاملہ تھا بھی اتنا ہی بڑا کہ اُس کے لیے کام کرنے والے دُنیا کے منجھے ہوئے لوگ ہو سکتے تھے۔ دُنیا کے بہت سے ممالک کے ایجنٹس کی نگاہیں مشرقی برلن پر لگی ہوئی ہوں گی۔ ممکن ہے ڈی فوسٹر سے فارمولے کے حصول کے لیے بہت سے ایجنٹس یہاں پہنچ بھی چکے ہوں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں اُن میں سے کس کے ہتھے چڑھا ہوں۔

لیکن سوال یہ تھا کہ کسی کو میرے بارے میں معلوم کیسے ہوا۔ میں نے اور تہذیب نے ہر معاملے میں انتہائی رازداری برتی تھی اور یہ بات تو قرینِ قیاس تھی ہی نہیں کہ مجھ پر کسی غلط فہمی میں ہاتھ ڈال دیا گیا ہو۔ یون یون جیسے بھرے پُرے بار سے کسی شخص کو یوں اغوا کر لینا ہنسی کھیل نہیں تھا۔ مجھے اس جال میں پھانسنے والوں کو علم رہا ہو گا کہ میں کن صلاحیتوں کا مالک ہوں تبھی تو انھوں نے ایسی اسکیم بنائی جس میں میرا دھوکا کھا جانا لازمی تھا۔ میرے اس جال میں اتنی آسانی سے پھنس جانے کی ایک وجہ میری بے فکری بھی تھی۔ میں اس خیال کے تحت بے فکر تھا کہ میری مشرقی جرمنی آمد کے مقصد سے کوئی بھی واقف نہیں ہے لیکن اب مجھے اندازہ ہو رہا تھا، میں خوش فہمی کا شکار تھا۔ ایٹمی اور کیمیاوی ہتھیاروں کے فارمولوں کے حصول کے سلسلے میں تو دُنیا کے خطرناک ترین ایجنٹوں سے ٹکراؤ کا اندیشہ تھا۔

میں نے سر جھٹک کر اپنے خیالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اب میں بدترین حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ میں نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی مگر کہیں سے کوئی آہٹ نہیں سنائی دی۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ دبے قدموں باتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھا۔

خوابوں کی تعبیر، ان کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

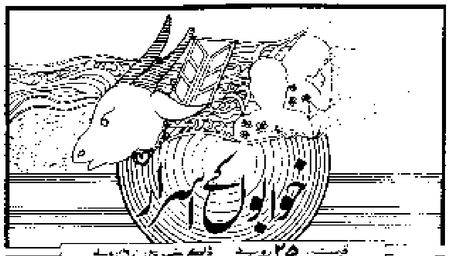

قیمت ۲۵ روپے

خواب کیا ہوتے ہیں؟
ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
خواب کیوں نظر آتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:

خوابوں پر ایک مکمل اور مستند کتاب

مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۔۔۔ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آتے وقت میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ اندر دروازے کے پاس پہنچ کر میں چند لمحے کے لیے رُکا اور سانس روک کر کھڑا ہو گیا۔ باہر کمرے سے کسی قسم کی کوئی آواز سُنائی نہیں دے رہی تھی، کوئی نقل و حرکت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں مخمصے میں پھنس گیا۔ مجھے جتنے منظم طریقے سے گھیر کر یہاں لایا گیا تھا تو یقیناً میرا کوئی نہ کوئی مصرف بھی ضرور رہا ہو گا۔ پھر اس خاموشی کا کیا مطلب ہو سکتا تھا؟ ممکن ہے، وہ لوگ مجھے یہاں قید کر گئے ہوں! میں نے سوچا اور مزید انتظار کو فضول سمجھتے ہوئے میں نے باتھ روم کا دروازہ کھول دیا۔

کمرے کا منظر دیکھ کر میں متحیر رہ گیا۔ وہاں صوفے پر ایک سفید فام لڑکی بے ہوش پڑی تھی، اس کے علاوہ کمرے میں اور کوئی بھی متنفس نہیں تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے سُرخ رنگ کے لباس میں ملبوس وہ لڑکی کسمسائی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے تک وہ خالی خالی نظروں سے چھت کو تکتی رہی پھر دفعتاً اُچھل کر بیٹھ گئی۔ میں باتھ روم کے دروازے میں کھڑا آنکھیں جھپکا رہا تھا۔ لڑکی نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اُس کی نظریں مجھ پر جم گئیں۔ میرے علاوہ وہاں اور تھا ہی کون؟

"اوہو، تو تم ہو وہ خبیث!" لڑکی صوفے سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی اور میری سمت جھپٹی۔

"ٹھہرو!" میں نے گرج کر کہا "تم کس خبیث کا ذکر کر رہی ہو؟"

"انجان بننے کی کوشش مت کرو۔ بتاؤ تم نے مجھے کیوں اغوا کرایا ہے؟" لڑکی چیخ اُٹھی۔

میں نے بڑے غور سے اُسے دیکھا۔ اُس کی عمر پچیس برس کے لگ بھگ رہی ہو گی۔ "میں نے تمھیں اغوا نہیں کرایا!" میں نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"تم جھوٹے مکار ہو!" وہ چیخی "میری عزت لوٹنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو تم مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے!"

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے اب تک تمھاری عزت محفوظ رہی ہو!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اُس نے مجھے گھور کر دیکھا "میری مرضی کے خلاف کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا!"

"یہ بڑا اچھا قانون ہے!" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "بات ایک ہی ہے، مرضی سے ہو تو ٹھیک ورنہ جرم؟"

"میں جا رہی ہوں!" وہ پیر پٹخ کر بولی "روک سکتے ہو تو روک لو!"

"مجھے کیا پاگل کتے نے کاٹا ہے کہ تمھیں روکنے کی کوشش کروں گا!" میں نے کندھے جھٹک کر کہا "ضرور جاؤ!"

وہ طوفانی رفتار سے دروازے کی طرف بڑھی۔ مجھے یقین تھا کہ دروازہ مقفل ہو گا۔ اس کے علاوہ کمرے میں ایک دروازہ اور بھی تھا۔ میں اطمینان سے صوفے کی طرف بڑھا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ لڑکی دروازے کے ہینڈل سے زور آزمائی کر رہی تھی۔ ناکام ہو کر وہ دوسرے دروازے کی طرف بڑھی لیکن وہاں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

"مجھے جانے دو!" وہ میری طرف پلٹ کر ہذیانی انداز میں بولی۔

"میں نے تمھیں کب روکا ہے!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"دروازے کے قفل کی چابیاں میرے حوالے کر دو!" لڑکی غُرّائی۔

"اگر چابیاں میرے پاس ہوتیں تو ضرور تمھارے حوالے کر دیتا!" میں نے بڑے خلوص سے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ تم نے مجھے کیوں اغوا کرایا ہے؟ بتاؤ۔ جواب دو!" اُس نے چیخ کر کہا۔

"میں نے تمھیں اغوا نہیں کرایا!"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں یقین نہیں کر سکتی!"

"مت یقین کرو!" میں نے بے پروائی سے کہا "میں کوئی زبردستی تو کر نہیں رہا!"

وہ مجھے گھورتی رہی پھر بے بسی سے بولی "دیکھو تم مجھے صاف صاف بتا دو کہ تم نے مجھے کس مقصد کے تحت اغوا کیا ہے؟"

"اس سے کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر میرے بس میں ہوا تو میں تمھاری خواہش پوری کر دوں گی!" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "لیکن پلیز! مجھے اس طرح پریشان مت کرو۔ اس سے تمھیں کیا فائدہ ہو رہا ہے؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ میں نے تمھیں اغوا نہیں کرایا، نہ ہی خود اغوا کیا ہے۔ میں تو تمھیں جانتا تک نہیں ہوں!"

"میں کیسے یقین کر لوں!" وہ بے اعتباری سے بولی "بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میرے اغوا کے ذمے دار تم ہی ہو!"

"بے اعتبار لوگوں کے ساتھ میرا گزارہ نہیں ہو سکتا!" میں نے خشک لہجے میں کہا "اب مجھ سے کسی بات کے جواب کی توقع مت رکھنا!"

"اگر تم نے مجھے اغوا نہیں کرایا تو . . . تو پھر تم آخر ہو کون؟"

"قطعی ضروری نہیں ہے کہ میں تمھارے سوال کا جواب دوں!"

میں نے بے رُخی سے کہا۔

"تمھیں ایک مجبور لڑکی پر رحم نہیں آتا؟" اس بار اُس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"مجبور لڑکی!" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا "لڑکی کبھی مجبور نہیں ہو سکتی اور پھر تمھارا تعلق تو اُس قوم سے ہے جہاں لڑکیاں مَردوں کی برابری کی دعوے دار ہیں!"

"پتا نہیں تم کون ہو اور کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔ اگر تم ان لوگوں سے متعلق نہیں ہو تو پھر میری مدد کرو!"

"کچھ ہی دیر قبل تم نے میرے ساتھ جس قسم کا سلوک کیا ہے اس کے بعد مجھ سے مدد کی توقع رکھنا بڑی حیران کن بات ہے!"

"خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو!" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "مجھے اغوا کیا گیا اور جب ہوش آیا تو تمھیں اپنے سامنے پایا۔ میں اس کے علاوہ اور کیا سمجھ سکتی تھی کہ تم نے ہی مجھے اغوا کرایا ہے تاہم مجھ سے جو بد سلوکی سرزد ہوئی ہے اُس کے لیے میں تم سے معافی چاہتی ہوں!"

"چلو کوئی بات نہیں!" میں نے کہا "اب ذرا اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤ تا کہ میں کوئی فیصلہ کر سکوں!"

"میری شخصیت میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے جو کسی کی دلچسپی کا باعث ہو۔ میرا تعلق آسٹریلیا سے ہے اور میں ایک سیاح ہوں۔ شاید میری شامت مجھے مشرقی جرمنی کھینچ کر لے آئی ہے!"

"مجھے سب سے زیادہ دلچسپی تمھارے اغوا کی داستان سے ہے!" میں نے کہا۔

"میں آج ہی یہاں پہنچی ہوں۔ ہوٹل سے اس ارادے سے نکلی تھی کہ ذرا گھوم پھر کر یہاں کے راستوں کا جائزہ لے لوں۔ ایک جگہ ہوٹل بون بون کا بورڈ دیکھ کر اندر داخل ہو گئی۔ وہاں ایک شخص ملا جو صورت سے خاصا معقول نظر آتا تھا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ وہ پیشہ ور گائیڈ ہے اور مجھے برلن کے مشہور تاریخی مقامات دکھائے گا۔ اس نے معاوضہ اتنا معقول طلب کیا کہ میں نے اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ وہ مجھے یہاں کا ایک کلب دکھانے کے لیے نکلا تھا پھر میں اس کی کار ہی میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اُس نے مجھے بے ہوش کرنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہرحال میری آنکھ اس کمرے میں کھلی اور میں نے تمھیں اپنے سامنے موجود پایا۔ اس کے بعد کے حالات تو تمھارے علم میں ہیں!"

میں چند لمحے اُس کی بتائی ہوئی باتوں پر غور کرتا رہا۔ جو کچھ اُس نے بتایا تھا وہ قرینِ قیاس بھی تھا اور بعید از قیاس بھی۔ دونوں ہی باتیں ممکن تھیں اور میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے میں اس کے بیان کی تصدیق کرتا۔ میں تو خود تاریکی میں تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کن لوگوں کی قید میں ہوں اور مجھے اغوا کرنے سے اُن کا مقصد کیا ہے۔ دوسری طرف میں جس کیس پر کام کر رہا تھا اُس میں اور بھی بہت سے لوگوں کو دلچسپی ہو سکتی تھی۔ مجھے اغوا کرنے والوں کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو سکتا تھا۔ اسی طرح وہ لڑکی جو مظلومیت کا لبادہ اوڑھے میرے سامنے بیٹھی تھی اس کا تعلق کسی پارٹی سے بھی ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے، وہ اُنھی کی ایجنٹ ہو اور مظلوم بن کر مجھ سے کچھ اگلوانا چاہتی ہو۔ بات خواہ کچھ بھی ہوتی مجھے ہر حال میں محتاط رہنا تھا۔

"کیا سوچنے لگے؟" لڑکی نے مجھے خاموش پا کر ٹوکا "تم نے نہیں بتایا کہ تم کون ہو؟"

"تمھاری طرح میں بھی ایک سیاح ہوں!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اور مجھے بھی اُسی ہوٹل سے اغوا کیا گیا ہے!"

"اغوا کیا گیا ہے!" لڑکی نے متحیرانہ انداز میں کہا اور پھر زور سے ہنس پڑی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" میں نے اُسے گھورا۔

"اوہ معاف کرنا!" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی "بس یہ سوچ کر ہنسی آ گئی کہ تم جیسے آدمی کو کوئی کیوں اغوا کرنے لگا؟"

"مجھ جیسے آدمی سے تمھاری کیا مُراد ہے؟"

"کسی لڑکی کو اغوا کیے جانے کا مقصد تو سمجھ میں آ سکتا ہے لیکن . . ." وہ بولتے بولتے رُکی پھر ہنس پڑی "کہیں ایسا تو نہیں کہ تمھیں کسی عورت نے اغوا کرایا ہو؟"

"تم اتنی معصوم تو ہرگز نظر نہیں آتیں جتنا ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی ہو!" میں نے جھینپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک پڑی۔

"کیا اغوا کیے جانے کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے، کسی دوسرے مقصد کے لیے کوئی کسی کو اغوا نہیں کرتا؟"

"اوہو، تو کیا تم کوئی بہت دولت مند آدمی ہو؟" لڑکی نے پوچھا "بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کو اغوا کر کے رقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے!"

میں اُلجھ کر رہ گیا۔ اُس کا انداز بڑا بے ساختہ اور بہت معصومانہ تھا۔ قطعی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی گروہ سے متعلق یا اُن کی آلۂ کار ہو سکتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں، بدقسمتی سے میں کوئی امیر آدمی بھی نہیں ہوں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تو پھر تمھارا کوئی قریبی عزیز بہت امیر ہوگا۔ تمھاری رہائی کے عوض اُس سے رقم کا مطالبہ کیا جائے گا۔" اُس نے بچکانہ انداز میں کہا۔

"تمھارا یہ اندازہ بھی غلط ثابت ہوا۔ میرے خاندان میں دُور دُور تک کوئی صاحبِ ثروت شخصیت موجود نہیں ہے۔"

"تو پھر آخر تمھیں کیوں اغوا کیا گیا ہے؟" لڑکی کے لہجے میں بے انتہا حیرت تھی۔ "کوئی کسی کو بے مقصد تو اغوا نہیں کر سکتا۔"

"میں خود بھی اسی فکر میں غلطاں و پیچاں ہوں کہ آخر مجھے اغوا کیوں کیا گیا ہے۔"

"تمھیں کم از کم اتنا تو علم ہوگا ہی کہ تمھیں اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"میں اس بات سے بھی لاعلم ہوں۔ میں تو ایک سیاح ہوں اور اس شہر تو کیا اس پورے ملک میں میرا ایک بھی واقف کار نہیں ہے۔"

"کمال ہے!" لڑکی نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "بالکل یہی معاملہ میرے ساتھ بھی ہے۔"

"گویا ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ارے تم کیسے آدمی ہو؟" لڑکی نے یک بیک چونک کر کہا۔ "اتنے سکون سے بیٹھے ہو۔ یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"تدبیر اُس چیز کی کی جاتی ہے جس کا کوئی امکان نظر آ رہا ہو۔" میں نے کہا۔ "ویسے تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتلایا۔"

"میرا نام ماریا ہے۔" لڑکی نے کہا۔ "لیکن یوں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔"

"تم دیکھ رہی ہو، اس کمرے میں کوئی روشن دان تک نہیں ہے۔ دو دروازے ہیں جنھیں تم پہلے ہی آزما چکی ہو۔ دونوں دروازے باہر سے بند ہیں۔ اس کمرے میں تیسرا دروازہ باتھ روم کا ہے — میں باتھ روم سے ہو کر آ چکا ہوں۔ وہاں بھی کوئی روشن دان نہیں ہے۔ صرف ایک چھوٹا سا ایگزاسٹ فین لگا ہوا ہے جسے اگر کسی طرح اکھاڑ بھی دیا جائے تو اُس سے باہر نکلنا ناممکن ہوگا۔ لے دے کے یہی صورت رہ جاتی ہے کہ دونوں دروازوں میں سے کوئی ایک توڑ ڈالا جائے اور یہ کام بغیر اوزاروں کے ممکن نہیں۔"

"تمھارا اطمینان مجھے خوف زدہ کر رہا ہے۔ کہیں تم واقعی اُنھی لوگوں سے متعلق تو نہیں ہو؟"

"تم پھر پٹری سے اُتریں۔" میں نے تنبیہی لہجے میں کہا۔ "کیا تمھارے لیے اتنا ہی اطمینان کافی نہیں ہے کہ اگر میں اُن لوگوں سے متعلق ہوں تب بھی تمھیں مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے؟"

ماریا خاموش ہو گئی۔ اُس کے چہرے پر خوف کے سائے بدستور لہرا رہے تھے۔ "تمھیں کچھ اندازہ تو ہوگا کہ ہم کن لوگوں کے قبضے میں ہیں؟" قدرے سکوت کے بعد ماریا بولی۔

"اندازہ لگانے کے لیے بھی تو تھوڑی بہت بنیادی معلومات درکار ہوتی ہیں۔ جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہو، وہاں اندازہ کیا خاک لگایا جا سکتا ہے۔"

"اگر تم بُرا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں؟" ماریا نے جھجکتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"پوچھو۔" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم اس قدر پُرسکون کیسے نظر آ رہے ہو؟ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ تم کسی کی قید میں ہو۔"

"اگر تم کسی طرح مجھے یقین دلا دو کہ میرے بے سکون یا غیر مطمئن ہو جانے سے میری رہائی کی کوئی صورت نکل آئے گی تو یقین کرو، میں فوری طور پر انتہائی غیر مطمئن نظر آنے لگوں گا۔"

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟" ماریا نے حیرانی سے پوچھا۔

"مطلب یہ ہوا کہ فکر مند ہونے سے میں رہا تو ہو نہیں جاؤں گا۔ رہوں گا تو قیدی ہی، تو پھر ایسا لایعنی کام کیوں کیا جائے؟"

"لیکن... لیکن یہ کوئی اختیاری چیز تو نہیں ہے۔ کسی مشکل میں پھنس کر فکر مند ہونا تو فطری امر ہے۔"

"ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن جب میں یہ جانتا ہوں کہ اس حرکت کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے تو کیوں نہ خود کو اس سے محفوظ رکھنے کی کوشش کروں۔"

ماریا مجھے عجیب سی نظروں سے گھورنے لگی مگر مجھے اس کی نظروں کی کوئی خاص پروا نہیں تھی۔ میں تو اس اُدھیڑبُن میں تھا کہ معلوم نہیں کس پارٹی کے جنگل میں پھنس گیا ہوں اور اب میرا حشر کیا ہونے والا ہے۔ یہ بات تو طے تھی کہ میرا اغوا اُدی فوسٹر والے معاملے کی ایک کڑی ہے۔ اس سلسلے میں دو باتیں البتہ بہت پریشان کن تھیں۔ ایک تو یہ کہ مجھے پہچانا کیسے گیا اور دوسرے یہ کہ میں آخر ہوں کس کے قبضے میں۔ ان دو میں سے کم از کم ایک بات کا میرے علم میں آنا بہت ضروری تھا تاکہ میں اپنے لیے آئندہ کا لائحۂ عمل طے کر سکتا۔

"کیا تم شادی شدہ ہو؟" دفعتاً ماریا نے مجھ سے کہا اور میں چونک پڑا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"کوئی خاص مقصد تو نہیں ہے۔" ماریا گڑبڑا کر بولی۔ "ویسے

ہی پوچھ لیا تھا۔ خاموشی سے وحشت ہو رہی تھی۔"

"خواتین کو ہمیشہ ہوتی ہے۔ موقع محل دیکھنے کی اُنھیں فرصت ہی کب ہوتی ہے۔"

"اوہ تو تمھارا تعلق بھی مردوں کے اسی روایتی قبیل سے ہے!" ماریا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"حالانکہ یہ خواتین کی روایت ہے جس کی پابندی وہ زندگی کی آخری سانسوں تک کرتی ہیں۔ اُس کے بعد شاید فرشتوں کی شامت آتی ہوگی۔"

"فی الحال تو اپنی خیر مناؤ۔" وہ جل کر بولی۔ "ابھی جب عذاب کے فرشتے نازل ہوں گے تو ساری زبان طراریاں دھری رہ جائیں گی۔"

"مجھے یقین ہے کہ میں کسی غلط فہمی کے تحت اغوا کیا گیا ہوں۔ انھیں جیسے ہی اس بات کا احساس ہوگا مجھے چھوڑ دیں گے اسی لیے میں اتنا بے فکر ہوں۔"

"میرے ساتھ بھی یہی معاملہ معلوم ہوتا ہے۔" ماریا تیزی سے بولی — "ورنہ ایک اجنبی جگہ پر کوئی کسی کو کیوں اغوا کرنے لگا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کندھے جھٹکے۔ "لیکن اس کے باوجود تمھیں یونہی نہیں رہا کر دیا جائے گا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" اُس نے مجھے گھورا۔

"وہی جو اس سے قبل تم خود بھی کہہ چکی ہو۔ تم جوان بھی ہو اور حسین بھی۔ ہاتھ آئی نعمت کون ٹھکراتا ہے۔"

"تم بدتمیز ہونے کے ساتھ اُجڈ، جاہل اور گنوار بھی ہو۔" ماریا آپے سے باہر ہو گئی۔ "تمھیں خواتین سے بات کرنے کا ذرا بھی سلیقہ نہیں ہے۔"

"میرے شریفانہ رویّے نے تمھیں یہ الفاظ منہ سے نکالنے کا حوصلہ دیا ہے۔ میری جگہ واقعی اگر کوئی اُجڈ شخص ہوتا تو تم بھیگی بلی بنی نظر آتیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہ گئی۔ پھر بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے واقعی ایسے الفاظ نہیں کہنے چاہئیں تھے۔ میں معافی چاہتی ہوں۔"

"تم جیسی حسّاس لڑکیوں کو تو بہت محتاط رہنا چاہیے۔ انتہا پسندانہ رویّہ ہمیشہ زحمت کا باعث بنتا ہے۔ ہر کسی پر اعتماد کر لینا اور ہر ایک کے ساتھ ضرورت سے زیادہ خوش اخلاقی سے پیش آنا ایسے ہی حالات کو جنم دیتا ہے جن سے تم اس وقت دوچار ہو۔ دوسرا شخص تم سے جس طرح بھی پیش آتا ہے اُس کا محرک تمھارا اپنا رویّہ ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی بات پر دوسرے کو سرزنش کرنے کے بجائے اپنے رویّے میں تبدیلی لانے کی کوشش کرو۔ سنجیدگی انسان کی شخصیت کو وقار عطا کرتی ہے۔ شائستگی بہت اچھی چیز ہے مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر ایک سے مسکرا کر اور ہنس کر ہی گفتگو کی جائے۔ شائستہ رویّے کا مظاہرہ سنجیدہ رہ کر بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"تم تو اچانک مجھ سے اس طرح گفتگو کرنے لگے جیسے میں کوئی ننھی سی بچی ہوں، اپنا بُرا بھلا نہیں سمجھ سکتی؟"

"سمجھتی ہوتیں تو یوں تنہا سیاحت کرنے نہ نکل کھڑی ہوتیں۔ ایک اجنبی کے ساتھ محض اُس کے کہنے پر یقین کر کے یوں منہ اٹھا کے نہ چل پڑتیں۔"

"میں مانتی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن غلطیاں انسانوں ہی سے تو سرزد ہوتی ہیں۔"

"بے شک غلطیاں انسانوں سے ہی سرزد ہوتی ہیں لیکن ہر شخص ہر غلطی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی تلافی کرنا ممکن ہوتا ہے اور بعض غلطیاں ناقابلِ تلافی ہوتی ہیں۔ انسان کو اُن حالات سے ہی دُور رہنا چاہیے جہاں کسی ناقابلِ تلافی غلطی ہونے کا احتمال بھی پایا جاتا ہو۔"

"میں ایک عاقل و بالغ لڑکی ہوں اور اپنا اچھا بُرا اچھی طرح سمجھتی ہوں۔"

"خود کو عقلِ کُل سمجھنے والے ہمیشہ بہت بُری طرح ٹھوکر کھاتے ہیں۔ بعض اوقات تو یوں ہوتا ہے کہ انھیں اُس وقت ہوش آتا ہے جب وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کسی شخص کو خود سے زیادہ ذہین تسلیم کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ صحیح بات کوئی بھی بتائے اُسے مان لینا چاہیے۔ جو شخص تم سے زیادہ ذہین ہوگا ظاہر ہے تم سے بہتر سوچے گا۔ تمھاری بات کی بہ نسبت اس کی بات زیادہ درست ہوگی لیکن سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی اپنی بات پر مصر رہنا خود سری ہے اور خود سر لوگوں کا انجام بہرحال بہت بُرا ہوتا ہے۔"

"پتا نہیں، تم کس ملک سے تعلق رکھتے ہو۔ ہمارے ہاں تو ہر شخص اپنی مرضی کا مختار ہوتا ہے۔"

"میری نظر میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ کس کا تعلق کس ملک سے ہے۔ اصل پیمانہ تو کسی شخص کے نظریات اور اس کا کردار ہوتا ہے۔ مشرق میں شرم و حیا عورت کا زیور ہوتا ہے۔ مشرق کی بیٹی اپنی عصمت کی حفاظت کے لیے اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتی۔ اگر کوئی خاتون جغرافیائی تقسیم کے اعتبار سے کسی مغربی ملک سے متعلق ہو مگر اُس کے نزدیک عصمت بے حد اہم ہو تو ظاہر ہے نظریاتی اعتبار سے وہ مشرقی عورت کہلائے گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمھارے نظریات بہت اُلجھے ہوئے ہیں اور پھر تم انھیں مجھ پر مسلط کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو؟"

"میرے نظریات بے حد سادہ ہیں۔ اگر تمھیں اُن میں کوئی اُلجھن نظر آ رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم انھیں قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو اور یہ خیال بھی ذہن سے نکال دو کہ میں اپنے نظریات تم پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم میں مجھے مشرقی عورت کی جھلکیاں نظر آئی تھیں اس لیے تمھارے کان میں کچھ باتیں ڈال دیں۔ اس وقت تو میں کوشش کروں گا کہ تم پر کوئی آنچ نہ آئے لیکن آئندہ ایسی کسی صورت حال سے بچنے کا انحصار تمھارے اپنے رویے پر ہوگا۔"

"میں کوشش کروں گی کہ تمھارے نظریات پر عمل پیرا ہو سکوں۔" ماریا نے کہا۔

"یاد رکھو عورتوں پر ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی نہیں سجتی۔ عورت بہرحال صنفِ نازک ہے اور اُسے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"تم نے بتایا تھا کہ تم شادی شدہ نہیں ہو؟" ماریا نے پوچھا۔

"ہاں، ابھی تک میری مصروفیات نے مجھے اتنی مہلت نہیں دی کہ اس طرف توجہ دے سکوں۔"

"تمھیں شادی کر لینا چاہیے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی صنفِ نازک نہیں ہوگی جسے تمھارے سہارے کی ضرورت ہو؟"

"ہے، لیکن ہم نے ایک مخصوص وقت تک کے لیے اس کام کو التوا میں ڈال دیا ہے۔"

"وہ خوش نصیب کون ہے جسے تم نے اپنی شریکِ حیات کے طور پر منتخب کیا ہے؟"

ابھی میں ماریا کو کوئی جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ دروازے پر اس قسم کی آوازیں سنائی دیں جیسے اُسے باہر سے کھولنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ماریا بھی اٹھی، جھپٹ کر میرے نزدیک آئی اور میرے بازو سے چمٹ گئی۔

"وہ لوگ آ گئے۔" اُس نے خوف زدہ آواز میں کہا۔ میں اس کے پورے جسم میں لرزہ محسوس کر رہا تھا۔ "اب کیا ہوگا؟"

"مطمئن رہو۔" میں نے اس کے ہاتھ پر ہولے سے تھپکی دی۔ "جب تک میں زندہ ہوں تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا یہ میرا وعدہ ہے۔"

"تت . . . تم بہت اچھے ہو۔" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں مرتے دم تک تمھارا یہ احسان نہیں بھولوں گی۔"

"اچھے لوگوں کے ساتھ کوئی اچھائی کرنا احسان نہیں فرض ہوا کرتا ہے۔" میں نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

دروازہ کھولنے والا بہت محتاط تھا۔ اُس نے دروازہ بہت آہستگی سے بتدریج کھولا تھا۔ دروازے میں مجھے وہی شخص نظر آیا جس نے اپنے زخمی ہونے کا ڈھونگ رچا کر مجھے اغوا کیا تھا۔ وہ دروازے میں تنہا کھڑا تھا اور تبدیل شدہ لباس میں نظر آ رہا تھا۔

"کیا یہی وہ شخص ہے جس نے تمھیں گائیڈ بن کر اغوا کیا ہے؟" میں نے ماریا سے سرگوشی میں پوچھا۔

"نہیں، یہ وہ شخص نہیں ہے۔" ماریا نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس شخص نے ماریا کو اغوا نہیں کیا ہے اس لیے کہ وہ تو میرے ساتھ مصروف تھا۔ ماریا سے وہ سوال میں نے محض احتیاطاً ہی کیا تھا۔ اگر وہ اثبات میں جواب دیتی تو یہ بات یقینی ہو جاتی کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔

وہ شخص محتاط طریقے سے چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ یقیناً کوٹ کی کسی جیب میں پستول بھی موجود رہا ہوگا۔ وہ ہم سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔ اُس کی نظروں کا مرکز میں نہیں بلکہ ماریا تھی۔

"میرے آدمیوں نے ایک غلط فہمی کے تحت تمھیں اغوا کر لیا ہے۔" اُس نے ماریا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب تمھارا کیا کیا جائے؟"

میں نے محسوس کیا کہ ماریا نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر الفاظ اُس کے منہ سے ادا نہیں ہو پائے۔ وہ بہت بُری طرح خوف زدہ تھی۔

"یہ فیصلہ تو تمھیں ہی کرنا چاہیے۔ اس سے کیا پوچھ رہے ہو؟" میں نے کہا۔

"اس صورت حال سے نمٹنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسے رہا کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

"نہیں!" ماریا کے منہ سے نکلنے والی ہذیانی آواز چیخ کی مانند تھی۔

"بہتر یہی ہے کہ اسے رہا کر دو۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "کسی بے گناہ کو قتل کرنے سے کیا فائدہ؟"

"یہ صورت ہمارے لیے بے حد خطرناک ہوگی۔ اس نے اگر پولیس کو مطلع کر دیا تو ہمارا پورا گروہ خطرے میں پڑ جائے گا۔"

"مم . . . میں پولیس کو اطلاع نہیں دوں گی۔" ماریا نے زور زور سے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ "کسی کو بھی کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

"یہ بات تو تم ابھی کہہ رہی ہو۔ ممکن ہے یہاں سے نکلنے کے بعد تمھاری نیت میں فتور آ جائے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم اپنی بات پر قائم رہو گی؟"

ماریا نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔

"اگر یہ ایسی حماقت کرے تو تم اسے ٹھکانے لگوا دینا۔" میں نے کہا۔ "تمھارا گروہ تو بہت بڑا ہوگا۔ پولیس بیک وقت تمام لوگوں کو تو گرفتار نہیں کر سکے گی۔ تمھارا کوئی بھی آدمی اسے بڑی آسانی سے ٹھکانے لگا دے گا۔ کیا خیال ہے؟"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" وہ شخص بولا۔ "کیوں لڑکی! تم نے سُن لیا۔ اگر تم نے یہاں سے نکلنے کے بعد کسی کو بھی ہمارے بارے میں کچھ بتایا تو اپنی جان سے جاؤ گی۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔" ماریا نے کہا۔ اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، آؤ میرے ساتھ۔ میں تمھیں واپس بھجوانے کا بندوبست کر دوں۔" اس شخص نے کہا اور ماریا کو راستہ دینے کے لیے ایک طرف ہٹ گیا۔ ماریا نے میری طرف دیکھا۔

"جاؤ ماریا۔" میں نے اُس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "رہائی مبارک ہو!"

"لیکن تمھارا کیا ہوگا؟" ماریا نے وحشت زدہ انداز میں پوچھا۔

"میری فکر مت کرو۔ جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے وہی ہوگا۔ تم صرف اپنی فکر کرو۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔" دفعتاً ماریا نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "تمھیں یوں چھوڑ کر چلے جانا مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

"چلی جاؤ ماریا۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اپنے ساتھ ساتھ میرے لیے بھی مشکلات مت پیدا کرو۔"

ماریا متذبذب نظر آئی۔ "اگر میرے چلے جانے سے تمھارے لیے کوئی آسانی پیدا ہو رہی ہے تو میں چلی جاتی ہوں۔ خدا حافظ!" ماریا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور تیزی سے پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ میرا اغوا کنندہ بھی اُس کے پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا لیکن وہ جاتے ہوئے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

اُس کے جانے کے بعد میں دوبارہ اطمینان سے صوفے پر جا بیٹھا۔ چند ہی لمحے بعد کمرے کا دروازہ پھر کھلا۔ ایک بار پھر وہی شخص دروازے میں نظر آیا۔

"تمھیں اندازہ ہو چکا ہوگا کہ وہ خون نہیں رنگ تھا۔" اُس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"ہاں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اور میں تمھاری چالاکی کا معترف بھی ہوں۔"

"تم یہ نہیں جاننا چاہو گے کہ تمھیں اغوا کیوں کیا گیا ہے؟"

"وہ تو معلوم ہو ہی جائے گا لیکن پہلے یہ تو بتا چلے کہ تم آخر ہو کیا بلا؟"

"میں کوئی بلا نہیں ہوں۔ میرا نام ایلزے فورسے ہے۔"

میں بڑی مشکل سے اپنے تاثرات اس سے چھپا سکا۔ وہ وہی ایلزے فورسے تھا جس کی تلاش میں میں ہوٹل بون بون گیا تھا۔ لیکن خود اس کے جال میں پھنس گیا اور وہ بھی کتنی آسانی سے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ اس قدر اچانک کیسے ہو گیا! ایلزے فورسے کو آخر مجھ پر شبہ کیسے ہوا؟ میں تو پہلی بار بون بون گیا تھا اور وہاں بھی میں نے اُس کے بارے میں کوئی پوچھ گچھ نہیں کی تھی لیکن وہ ایسی باتیں سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ مجھے تو یہ طے کرنا تھا کہ اُس سے کیا گفتگو کی جائے۔

"تم نے یہ ڈراما کیوں کیا مسٹر ایلزے فورسے؟" میں نے آہستگی سے پوچھا۔

"پہلے یہ فیصلہ کر لو کہ ہمارے درمیان گفتگو دوستانہ فضا میں ہوگی یا نہیں۔" ایلزے فورسے نے کہا۔ "اگر تمھارا جواب اثبات میں ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن اگر تمھارا جواب اس کے برعکس ہے تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔"

"میں انتہائی امن پسند آدمی ہوں۔" میں نے کہا۔ "لیکن ان پُراسرار حالات نے میرا سکون درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔"

"میں تمھاری بے چینی دور کیے دیتا ہوں۔" ایلزے فورسے نے پُراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں تمھیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ڈی فوسٹر اس وقت برلن میں نہیں ہے۔"

ایلزے فورسے کے الفاظ میرے اعصاب پر بم بن کر گرے۔ میں نے سوچا تھا کہ اس سے اپنی اصلیت چھپانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا لیکن اُس نے جتنے اعتماد سے مجھ سے بات کی تھی اس سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اُس کی معلومات محض سطحی نہیں ہیں۔ وہ بہت آگے تک کی باتیں جانتا ہے اور میرے بارے میں مکمل معلومات رکھتا ہے۔ چنانچہ اُس سے اپنی اصلیت چھپانے کی کوئی کوشش بے سود ہی ثابت ہوتی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

ایلزے فورسے کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ ابھری اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے وہ خود بھی میرے مقابل ایک صوفے پر آ بیٹھا۔

"میں تم سے کہہ رہا تھا کہ ڈی فوسٹر ان دنوں برلن میں نہیں ہے۔" ایلزے فورسے نے صوفے پر بیٹھنے کے بعد کہا۔ "ہم لوگوں نے اُس کے تحفظ کا مکمل بندوبست کر رکھا ہے۔ تم آسانی سے اُس تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا پہلا خیال ہی درست تھا۔ میں نے جب بون بون میں تمھیں دیکھا تھا تو پہلا خیال میرے ذہن میں یہی آیا تھا کہ تم نشے میں بہت زیادہ دھت ہو۔"

"تمھارا پہلا خیال بالکل غلط تھا، اس وجہ سے کہ میں نشے میں نہیں تھا۔ اگر تم اب بھی خود کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہو تو یہ محض تمھاری حماقت ہے۔"

"مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ڈی فوسٹر مذکر ہے یا مونث۔" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "کہیں یہ اُس لڑکی کا اصل نام تو نہیں ہے جو اپنا نام ماریا بتا رہی تھی؟"

ایلزے فورے نے بڑا زوردار قہقہہ لگایا۔ "بے فکر رہو، اُسے میں نے بحفاظت واپس بھجوا دیا ہے۔ وہ ایک دوسری لڑکی کے دھوکے میں اغوا کرلی گئی تھی۔"

میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے اُسے ..... تہذیب عالم ایکس کے دھوکے میں اغوا کیا گیا ہو مگر میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ "دراصل تمھاری گفتگو اس قدر مبہم ہے کہ میں اُس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر پا رہا ہوں۔ جب تک تم کھل کر نہیں بتاؤ گے، میں کیسے سمجھ سکوں گا کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"میں جانتا ہوں کہ تم سیاح نہیں ہو اور ڈی فوسٹر کی تلاش میں یہاں آئے ہو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ڈی فوسٹر کی تلاش کا کام تمھارے سپرد اوشیل میکائیل نے کیا ہے لیکن اُس بے وقوف یہودی کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ اس نے یہ حقیقت نظر انداز کر دی کہ ڈی فوسٹر کا تعلق جرمن قوم سے ہے اور جرمن قوم سے تعلق رکھنے والا ہر فرد خواہ وہ ہٹلر کا پیروکار ہو یا نہ ہو، یہودیوں سے نفرت ضرور کرتا ہے اور پھر ڈی فوسٹر تو ہٹلر کے پیروکاروں میں سے ہے جن کی یہودیوں سے نفرت ضرب المثل ہے۔ اوشیل میکائیل نے تمھیں شیمرخ خاندان کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی ہوں گی مگر اُس نے یہ نہیں بتایا ہوگا کہ ہمارا خاندان برلن کا پسماندہ ترین خاندان ہے۔ اتحادیوں نے ہمیں خاص طور پر اپنے وحشیانہ مظالم کا نشانہ بنایا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے کسی بھی مرحلے پر شیمرخ خاندان پھل پھول نہیں سکا۔ ہم مستقلاً کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ڈی فوسٹر کے دل میں اپنے خاندان کا درد ہے۔ وہ شیمرخ خاندان کو اس افلاس سے نکالنے کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہے۔ شیمرخ خاندان کی روز بروز خراب ہوتی ہوئی معاشی حالت کو سنبھالنے کے لیے وہ اب تک بہت کچھ کر چکا ہے اور اب بھی وہ جو کچھ کر رہا ہے اُس کا مقصد یہی ہے کہ کسی طرح شیمرخ خاندان اس قعرِ مذلت سے نکل آئے جس میں وہ تقریباً ربع صدی سے پھنسا ہوا ہے۔"

"مجھے یہ ساری باتیں سن کر بہت افسوس ہوا ہے۔" میں نے متاسفانہ انداز میں کہا۔ "مجھے بتاؤ کہ میں شیمرخ خاندان کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"جب ڈی فوسٹر نے ہمارے لیے اتنا کچھ کیا ہے۔" ایلزے فورے میری بات پر توجہ دیے بغیر اپنی ہی دھن میں کہتا رہا۔ "تو کیا ہم پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ وہ کسی مشکل میں پھنس گیا ہے تو ہم اس کی مدد کریں۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم اس موقع پر اُسے تنہا چھوڑ دیتے؟ نہیں میرے دوست، یہ ممکن نہیں تھا اور نہ ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ اوشیل میکائیل بھی ناکام رہے اور ہاروت مایل بھی۔ کامیابی صرف ڈی فوسٹر کے حصے میں آنا چاہیے۔ یہی وہ واحد صورت ہے جس سے شیمرخ خاندان کے سارے ایسے مسائل حل ہو جائیں گے جو بہت بڑی دولت کے ذریعے ہی ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سب مل کر ڈی فوسٹر کے لیے کام کر رہے ہیں اور اگر تم اپنے ارادے سے باز نہ آئے تو مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں سے تمھارا زندہ واپس جانا ممکن نہیں رہے گا۔"

دفعتاً مجھے اپنے عقب میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ میں نے پھرتی سے پلٹ کر دیکھا۔ میرے عقب میں ایک دراز قامت آدمی کھڑا تھا۔ غالباً میرے عقب میں اُس کی موجودگی کا مقصد یہ تھا کہ میں ایلزے فورے پر حملہ آور نہ ہو سکوں۔

مجھے اپنی جانب مڑتے دیکھ کر اُس نے اضطراری طور پر میری گردن کی پشت پر گھونسا مارنے کی کوشش کی لیکن میں نے بے حد پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس کی کلائی پکڑ لی۔ نہ صرف کلائی پکڑ لی بلکہ اُسے پوری قوت سے جھٹکا بھی دیا۔ وہ میرے سر پر سے ہوتا ہوا میرے سامنے فرش پر آ گرا لیکن فرش پر بچھے ہوئے دبیز قالین کی وجہ سے اُسے زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ میں نے اُس کا ہاتھ نہیں چھوڑا اور صوفے پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنا پیر اُس کی گردن اور ٹھوڑی کے درمیان رکھ دیا۔

مجھے اس طرح حاوی ہوتے دیکھ کر ایلزے فورے بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے جیب سے پستول نکال کر اُس کا رُخ میری جانب کر دیا۔ "اسے چھوڑ دو۔" ایلزے فورے نے تحکمانہ لہجے میں مجھ سے کہا۔ "اس کی یہاں موجودگی کا مقصد صرف اتنا تھا کہ اگر تم کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرو تو تمھیں سنبھالا جا سکے۔"

میں نے اس شخص کے ہاتھ پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر کے پیر سے اس کی ٹھوڑی کو جھٹکا دیا اور اُسے چھوڑ دیا۔ اُس کے منہ سے ایک کراہ نکلی اور وہ اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ چند لمحوں کی کوشش کے بعد جیسے ہی وہ زمین سے اٹھا، میں بڑی پھرتی سے اُس پر جھپٹا اور اُسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر پوری قوت سے ایلزے فورے پر دھکیل دیا۔

ایلزے فورے میری اس اچانک حرکت کے لیے تیار نہیں تھا اس کے باوجود اگر وہ شخص میرے اور ایلزے فورے کے درمیان میں نہ ہوتا تو ایلزے فورے نے مجھ پر فائر کر دیا ہوتا۔

وہ شخص بہت زور سے ایلزے فورے سے ٹکرایا.... ایلزے فورے نے خود کو اس تصادم سے بچانے کی کوشش کی تھی مگر اس کی کوشش بہت بعد از وقت تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے اُلجھے ہوئے زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

ایلزے فورے سے ملاقات میرے لیے ضروری تھی لیکن جس طرح سے اور جن حالات میں اُس سے ملاقات ہوئی اُسے خطرناک ہی قرار دیا جا سکتا تھا اور اس وقت میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اُس کی گرفت سے نکل جاؤں۔ ابھی تک یہ بھی واضح نہیں ہو سکا تھا کہ ایلزے فورے مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

جیسے ہی وہ دونوں ایک دوسرے سے اُلجھ کر گرے، میں نے برق رفتاری سے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ میرے پیچھے کیا ہوا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میں دوڑتا ہوا.... ایلزے فورے کے مکان سے باہر نکل آیا۔ مکان میں کسی اور شخص سے میرا ٹکراؤ نہیں ہوا۔ شاید وہاں اُن دونوں کے علاوہ کوئی اور موجود نہیں تھا۔ مکان کے باہر مرسیڈیز بدستور کھڑی تھی لیکن اُس کی چابیاں میں ایلزے فورے کے حوالے کر چکا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس وقت مرسیڈیز میرے بہت کام آ سکتی تھی تاہم مجھے وہاں سے فرار تو ہونا ہی تھا چنانچہ میں نے سڑک پر اُسی سمت میں دوڑ لگا دی جس سمت سے ایلزے فورے مجھے کار میں یہاں لایا تھا۔ جلدی میں میں نے یہ حقیقت نظر انداز کر دی کہ ایلزے فورے اور اس کے ساتھی یہاں کے باشندے ہونے کی وجہ سے یقیناً ایسے مختصر راستوں سے واقف ہوں گے جو انھیں مجھ سے پہلے سڑک کے نکڑ تک پہنچا سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب میں دوڑتا ہوا ذیلی سڑک سے مرکزی سڑک پر مڑا تو اُن دونوں کو اپنے سامنے موجود پا کر مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ انھوں نے راستہ روک رکھا تھا۔ اور اُن کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ مجھ سے دو دو ہاتھ کرنے کا آخری فیصلہ کر چکے ہیں۔

میں رُک گیا۔ وہ دونوں ہی صورت سے کافی خونخوار نظر آ رہے تھے۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا اور فوراً ہی ایک فیصلے پر پہنچ گیا — مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت وہاں اُن دونوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ مجھے مکان میں کسی اور کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا اور اگر وہاں کوئی ہوتا تو یقیناً اس وقت ایلزے فورے کے ساتھ نظر آ رہا ہوتا۔ دوسرا شخص بھی وہاں میری آمد کے بعد ہی پہنچا ہوگا، اس لیے کہ مکان کا دروازہ تو.... ایلزے فورے نے مجھ سے ہی کھلوایا تھا جو مقفل تھا۔ اس تبدیل شدہ صورتِ حال کے تحت میں نے فرار ہونے کا فیصلہ تبدیل کر دیا تھا۔ ایلزے فورے کو اس طرح چھوڑ کر چلے جانا مناسب نہیں تھا۔ میں تو ڈی فوسٹر کی تلاش میں تھا اور فی الحال ایلزے فورے کے علاوہ ڈی فوسٹر کے بارے میں مجھے کوئی اور نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ خود اپنے منہ سے ڈی فوسٹر سے اپنی شناسائی کا اظہار بھی کر چکا تھا۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ وہ دونوں اس طرح میرے سامنے آ گئے ورنہ فرار ہونے کی کوشش کر کے میں غلطی تو کر ہی چکا تھا۔

ایلزے فورے اور اُس کا ساتھی اب پوری طرح ہوشیار تھے اور مجھ پر حملہ کرنے کے لیے پینترے بدل رہے تھے۔ پھر ایلزے فورے نے ہی پہل کی اور نپے تلے انداز میں مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ ایلزے فورے نے زبردست غلطی کی تھی۔ میں چاہتا تو جھکائی دے کر بچ سکتا تھا یا پھر اُسے دوسری طرف بھی اچھال سکتا تھا لیکن میں نے ایک تیسری صورت اختیار کی۔ میں جان بوجھ کر اُس کی زد میں آ گیا اور اُس سے اُلجھا ہوا گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی میں زور سے چیخا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

ایلزے فورے مجھے بُری طرح رگڑ رہا تھا اور میں بہت کمزور مدافعت کر رہا تھا۔ ایلزے میرے سینے پر سوار تھا اور میرے سر پہ مُکّے برسا رہا تھا۔ تھوڑی سی مزاحمت کرنے کے بعد میں ساکت ہو گیا۔ ایلزے فورے کو یہ احساس ہوا کہ میں بے ہوش ہو گیا ہوں تو وہ میرے سینے سے اُتر گیا۔

"کیوں؟ کیا ہوا؟" اُس کے ساتھی نے اس سے بے اختیار پوچھا۔

"بے ہوش ہو گیا ہے۔" ایلزے فورے نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔

"گردن پر چھری پھیر دو۔" دوسرے شخص نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

"گدھے ہو تم۔" ایلزے فورے نے بگڑ کر کہا۔ "اسے زندہ رکھنا ہے۔ یہ ہمیں بتائے گا کہ اس کے ساتھ اور کون کون ہے۔ چلو اٹھاؤ اسے۔"

ان دونوں نے مل کر مجھے اٹھایا اور مجھے ایلزے فورے کے ساتھی کے کندھے پر منتقل کر دیا گیا۔ وہ دونوں واپس مکان کی طرف چل پڑے۔

میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ یہ تو بعد میں ہی معلوم ہوگا دوستو کہ کون کس سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ میں نے سوچا اور ایلزے فورے کے ساتھی کے کندھے پر سفر کرتا رہا۔

مجھے واپس اُسی مکان میں لایا گیا مگر اس بار وہ مجھے دوسرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمرے میں لائے تھے۔ پہلے کمرے کی طرح یہ کمرا بھی کشادہ تھا۔ ایلزبے کے ساتھی نے مجھے ایک صوفے پر پٹخا اور دروازہ بند کرنے کے لیے پلٹ پڑا۔ اب مزید وقت ضائع کرنا حماقت تھا چنانچہ میں نے بے ہوشی کا ڈھونگ ختم کیا اور صوفے سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اس طرح اُٹھتے دیکھ کر ایلزبے فورے بُری طرح چونک پڑا۔ مجھے معلوم تھا کہ اُس کے پاس پستول موجود ہے جبکہ اس کا ساتھی غیر مسلح تھا۔ میں نے ایلزبے فورے کے سنبھلنے سے قبل ہی اُس پر حملہ کر دیا۔

میں طوفانی انداز میں اُس پر جھپٹا تھا اور اُس کے پیٹ پر بھرپور ٹھوکر رسید کی تھی۔ ایلزبے فورے کے حلق سے دردناک کراہ خارج ہوئی اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ دبا کر جھک گیا۔ میرے لیے اتنا موقع کافی تھا۔ میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اُس کی جیب سے اُس کا پستول نکال لیا لیکن ابھی میں پستول نکال کر سیدھا بھی نہیں ہوا تھا کہ اُس کے ساتھی نے عقب سے مجھ پر جوجیتسو کا ایک ہاتھ مارا۔ پستول میرے ہاتھ سے نکل کر صوفے کے پیچھے جا گرا۔ اُس نے برق رفتاری سے پستول پر جھپٹنے کی کوشش کی مگر میں نے اُس سے بھی زیادہ تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس پر چھلانگ لگا دی اور اُس کا سر قابو میں کر کے پوری قوت سے اُسے گھما دیا۔ یہ ریسلنگ کا ایک داؤ تھا۔ وہ چاروں شانے چت گر پڑا۔ اس اثنا میں ایلزبے فورے سنبھل چکا تھا۔ اُس نے مجھ پر چھلانگ لگائی مگر میں غافل نہیں تھا۔ میں اُس کے ساتھی کو چھوڑ کر ہٹ گیا اور ایلزبے فورے میرے بجائے اپنے ساتھی پر گرا۔ اُس کے ساتھی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

ایلزبے نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس کا ساتھی بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اب میں اُن دونوں کے مقابل تھا۔ پستول جس صوفے کے پیچھے گرا تھا وہ میرے عقب میں تھا۔ اور اگر میں پلٹ کر پستول نکالنے کی کوشش کرتا تو وہ دونوں مجھ پر ٹوٹ پڑتے۔

وہ دونوں پینترے بدل رہے تھے اور مجھ پر حملہ کرنے کے لیے مناسب زاویہ تلاش کر رہے تھے کہ دفعتاً میں نے فضا میں اچھل کر ایلزبے فورے کے سینے پر فلائنگ کک رسید کر دی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور دیوار سے جا ٹکرایا لیکن اسی دوران اُس کے ساتھی نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ وہ عقب سے مجھ پر حملہ آور ہوا تھا اور اُس نے دونوں ہاتھ میری بغل میں ڈال کر میری گردن میں قینچی لگا دی تھی۔ میں نے فوری طور پر اپنے دونوں پیر زمین سے اُٹھا دیے اور اپنا پورا بوجھ اُس کے دونوں ہاتھوں پر ڈال دیا۔ وہ اس اچانک وزن کو نہ سنبھال سکا اور مجھ پر سے اُس کی گرفت ختم ہو گئی۔ میں بڑی پھرتی سے پلٹا اور اُس کے دونوں پیر

پکڑ کر گھسیٹ لیے۔ وہ پہلے ہی کی طرح ایک بار پھر گر پڑا مگر میں نے اُس کا ایک پیر نہ چھوڑا اور اُسے موڑنا شروع کیا۔ وہ اُلٹ گیا۔ اُس کے اُلٹتے ہی میں اُس کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھا۔ اُس کی ٹانگ بدستور میرے قبضے میں تھی اور یہ ایک خطرناک داؤ تھا جسے ریسلنگ میں بوسٹن کریب کہا جاتا ہے اور اس سے ریڑھ کی ہڈی بھی ٹوٹ سکتی ہے لیکن مجھے بوسٹن کریب جاری رکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ ایلزبے فورے نے ایک بار پھر مجھ پر چھلانگ لگائی تھی۔ میں نے بوسٹن کریب چھوڑا اور برق سرعت سے ایک طرف ہٹ گیا۔

ایلزبے فورے کی قسمت ہی خراب تھی کہ وہ بار بار کی کوشش کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ پا رہا تھا۔ اس بار بھی یہی ہوا۔ میرے اچانک ہٹ جانے سے وہ اپنے ہی ساتھی کی پشت پر گرا اور میں نے اُن دونوں کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اُن کی گردنیں پکڑ لیں اور اُن کے سر پوری قوت سے آپس میں ٹکرا دیے۔ میں یہ عمل ایک بار کر کے رُک نہیں گیا بلکہ اسے بار بار دہراتا رہا۔ یہاں تک کہ اُن دونوں کے کس بل نکل گئے اور اُن دونوں کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ بظاہر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اُن دونوں میں لڑنے کی سکت نہ رہ گئی ہو۔

"چھوڑ دو۔ ۔ ۔ آہ، چھوڑ دو۔ ۔ ۔" ایلزبے فورے کی درد میں ڈوبی ہوئی کراہ اُبھری مگر وہ جملہ پورا نہ کر سکا۔ اُس کے ساتھی کے منہ سے تو اتنی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔ وہ بالکل ہی بے جان محسوس ہو رہا تھا۔

میں نے اُن دونوں کی گردنیں چھوڑ دیں اور دونوں بے دم ہو کر گر گئے۔ ایلزبے فورے اوندھا پڑا تھا۔ جس بے دردی سے میں نے اُن کے سر آپس میں ٹکرائے تھے اس کے بعد انھیں بے ہوش تو ہو ہی جانا چاہیے تھا لیکن مجھ سے اندازے کی غلطی سرزد ہو چکی تھی۔ ایلزبے فورے بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ اپنی غلطی کا احساس مجھے اس وقت ہوا جب ایلزبے فورے نے صوفے کے نیچے ہاتھ ڈال کر پستول نکال لیا۔ میں نے اُسے صوفے کے نیچے ہاتھ ڈالتے دیکھا تھا مگر میں یہی سمجھا تھا کہ تشنجی کیفیت میں اُس کے ہاتھ پیر پھیل گئے ہیں۔

اُس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر میرے ہوش اُڑ گئے۔ اُس نے بڑی چالاکی سے مجھے دھوکا دیا تھا اور میں دھوکا کھا گیا تھا۔ ایلزبے فورے نے بڑی تیزی سے میرا نشانہ لے کر فائر کر دیا اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اُس میں میری کسی کوشش کو دخل نہیں تھا۔ بس قسمت ہی تھی یا شاید قدرت میری مدد کرنے پر آمادہ تھی۔ ہوا یہ کہ جس دوران ایلزبے فورے میرا نشانہ لے رہا تھا اسی دوران میں اُس کا ساتھی اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایلزبے فورے کے

حواس بجا نہیں تھے اس لیے وہ دیکھ نہ سکا کہ اُس کا ساتھی اُٹھ رہا ہے۔ اُدھر اُس نے پستول کا ٹرائیگر دبایا اور اُدھر اُس کا ساتھی کھڑا ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایلزبے کے پستول سے نکلی ہوئی گولی نے خود اُس کے ساتھی کی کھوپڑی میں سوراخ کر دیا۔ اُس کی کربیہ چیخ نے ایلزبے فورے کے اعصاب کشیدہ کر دیے اور وہ حواس باختہ انداز میں اپنے ساتھی کو دیکھنے لگا جو فرش پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔

یہ میرے لیے سنہری موقع تھا۔ اس حادثے نے ۔ ۔ ۔ ۔
ایلزبے فورے کو بھونچکا کر دیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ سنبھلتے ہی میرا نشانہ لے گا اور اس کے دوسرے فائر سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ میں نے تڑپ کر چھلانگ لگائی اور ایلزبے کے ہاتھ پر ٹھوکر مارتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ ٹھوکر نپی تلی تھی اور چونکہ جان بچانے کے لیے تھی اس لیے اس پر قوت بھی کچھ زیادہ ہی صرف ہو گئی تھی۔ ایلزبے کے ہاتھ سے نہ صرف پستول نکلا بلکہ اُس کی کلائی کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔

ایلزبے چیختا ہوا اپنی کلائی پکڑ کر لوٹنے لگا اور میں نے اطمینان سے پستول اُٹھا لیا۔ پھر میں نے ایلزبے کے ساتھی کو دیکھا۔ وہ مر چکا تھا۔ اُس کا جائزہ لینے کے بعد میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے محض تمھاری وجہ سے ہوا ہے ایلزبے! ورنہ میرے اور تمھارے درمیان معاملات دوسری طرح بھی طے ہو سکتے تھے۔"

"ہائے میرا ہاتھ۔" ایلزبے کرب ناک آواز میں بولا۔ "شاید میرے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔"

"اور شاید اس موقع پر مجھے تمھاری مدد کرنی چاہیے کیوں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"چُپ ہو جا خبیث۔" وہ کرب سے چیخا۔ "تُو نے میرے ہاتھ کی ہڈی توڑ دی ہے۔"

"ابھی تو صرف ابتدا ہوئی ہے ایلزبے۔" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "اور کان کھول کر سُن لو کہ میں تمھارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا۔"

"چلے جاؤ یہاں سے۔" ایلزبے چیخا۔ "جاؤ، نکلو یہاں سے ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

"اگر تمھیں اپنی جان پیاری ہے تو شرافت سے مجھے بتا دو کہ ڈی فوسٹر کہاں ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ڈی فوسٹر جہنم میں ہے۔" ایلزبے دہاڑا۔ "تم بھی وہیں چلے جاؤ۔"

"چلا جاؤں گا ایلزبے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "لیکن اس کے لیے مجھے اُس جہنم کا صحیح پتا درکار ہے جہاں ڈی فوسٹر پایا جاتا ہے۔" میں نے آگے بڑھ کر ایلزبے فورے کی ٹوٹی ہوئی کلائی پر ایک اور ٹھوکر رسید کر دی۔ ایلزبے کے منہ سے دردناک چیخیں نکلیں اور وہ اپنے دوسرے ہاتھ کی مدد سے پیچھے کھسکنے لگا۔

"ڈی فوسٹر کا پتا ایلزبے۔" میں نے سفاکی سے کہا اور اس کے ایک اور ٹھوکر رسید کر دی۔ اس بار ہدف اُس کی پسلیاں تھیں۔ ایلزبے کی چیخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں مگر اس چیز کا انتظام تو وہ لوگ پہلے ہی کر چکے تھے کہ کسی بھی قسم کی آواز کمرے سے باہر نہ جانے پائے۔

"خدا تمھیں غارت کرے۔" ایلزبے چلّایا۔ "میں مر رہا ہوں مجھ پر رحم کرو۔ مجھے چھوڑ دو۔"

"میں تمھیں زندہ درگور کر دوں گا ایلزبے ورنہ تم مجھے ڈی فوسٹر کا پتا بتا دو۔"

"تم یقین نہیں کرو گے۔" ایلزبے کراہا اور بولا۔ "مجھے خود بھی اُس کا پتا نہیں معلوم۔"

"تم بکواس کر رہے ہو ایلزبے۔" میں دانت پیس کر غرّایا۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ کہاں مل سکے گا۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم میری بات پر یقین نہیں کرو گے۔" ایلزبے کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"میں تمھیں آخری موقع دے رہا ہوں ایلزبے۔ اگر تم نے شرافت سے پتا بتا دیا تو میں تمھیں جان سے نہیں ماروں گا لیکن اگر میں نے تشدد کے ذریعے تم سے پتا اُگلوایا تو تمھیں جان سے مار کر ہی یہاں سے جاؤں گا۔"

"تم چاہے میری بوٹی بوٹی کیوں نہ الگ کر دو لیکن میں تمھیں ڈی فوسٹر کا پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"اوہ! تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اُس کے پتے سے واقفیت کا اعتراف کر رہے ہو۔" میں دانت بھینچ کر بولا۔

"ہاں، میں اُس کے پتے سے واقف ہوں مگر نہیں بتاؤں گا۔" ایلزبے فورے نے سرکشی سے کہا۔

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔" میں نے کہا اور اس کے منہ پر بھرپور ٹھوکر ماری۔ ایلزبے نے کربناک چیخ ماری اور اس کے منہ سے بے تحاشا خون بہنے لگا۔ اس کا سالم ہاتھ اُس کے منہ پر جم گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اُس کے جسم پر ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ وہ کسی ذبح کیے ہوئے بکرے کی طرح تڑپ رہا تھا، چیخ رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا مگر میں ہر چیز سے بے نیاز اُس پر ٹھوکریں برسانے میں مصروف تھا۔ میں نے صرف ایک چیز کا خیال رکھا تھا کہ اُس کے جسم کے نازک حصے زد میں نہ آنے پائیں کیونکہ اگر وہ مر جاتا تو مجھے ڈی فوسٹر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا پتا کون بتاتا؟"

پیختے چیختے ایلزے فورسے کی آواز بیٹھ گئی۔ اُس کا ساتھی اُس کے ہاتھوں پہلے ہی مارا جا چکا تھا اور اب وہ خود ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اُس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بہت پہلے ہتھیار ڈال چکا ہوتا لیکن وہ بڑی سخت جانی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"اب بولو کیا کہتے ہو؟" میں نے اُس پر ٹھوکریں برسانا بند کرتے ہوئے کہا۔ اُس کا چہرہ کرب کی زیادتی کی وجہ سے بگڑا ہوا تھا۔ شاید اُس کے کانوں تک میری آواز نہیں پہنچی تھی۔ وہ درد و کرب سے بلبلاتا رہا۔

"تم نے سنا نہیں، میں کیا کہہ رہا ہوں ایلزے؟" میں نے اس بار بلند آواز میں کہا۔ "ڈی فوسٹر کا پتا بتا رہے ہو یا نہیں؟"

اُس نے تکلیف سے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور پھر اپنا سر اِدھر اُدھر جھٹکنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ابھی تمھارا دماغ ٹھکانے پر نہیں آیا۔" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ایلزے! اب میں یہاں سے جانے والا ہوں مگر میں یونہی نہیں چلا جاؤں گا۔ میں تمھیں جان سے تو نہیں ماروں گا لیکن تمھارا دوسرا ہاتھ اور دونوں گھٹنے توڑ ڈالوں گا تاکہ بقیہ زندگی تم اپاہجوں کی طرح گزارو۔" میں نے اپنے ہاتھ میں موجود اُسی کے پستول سے اس کے گھٹنے کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "میں تمھیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ اگر اب بھی تمھارا جواب نفی میں ہوا تو میں اپنا کام شروع کر دوں گا۔ بولو۔"

"ٹھ... ٹھہرو۔" ایلزے فورسے نے بوکھلا کر کہا۔ "مم... میں بتا رہا ہوں۔"

"جلدی کرو ایلزے! میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اُسے ضائع کروں۔"

"ایورگرین... ہٹ نمبر سترہ، ایورگرین۔" اُس نے بے اختیار کہا۔

میں اُس کے الفاظ پر غور کرنے لگا اور لمحاتی طور پر... ایلزے فورسے کی طرف سے غافل ہو گیا۔ اُس نے میری غفلت سے فائدہ اٹھا کر اچانک میری پنڈلی میں دانت گاڑ دیے۔ اُس نے پکچا کر دانت گاڑے تھے۔ درد کی ایک لہر میرے پورے جسم میں دوڑ گئی لیکن اپنی یہ حرکت اُسے بہت مہنگی پڑی۔ میری انگلی پستول کے ٹریگر پر تھی۔ اس اچانک تکلیف کے باعث ٹریگر پر میری انگلی کا دباؤ بے ساختہ بڑھ گیا اور گولی چل گئی۔ پستول کا رُخ چونکہ ایلزے کی طرف تھا اس لیے وہ گولی کی زد میں آ گیا۔ گولی دل کے مقام پر لگی تھی۔ وہ آخری بار اُچھلا۔ میری پنڈلی اُس کے دانتوں کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔

"لعنت ہے۔" میرے منہ سے غرّاہٹ نکلی اور اپنا لباس خون کی بوچھار سے بچانے کے لیے میں اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

ایلزے کا جسم تشنجی کیفیت سے گزر رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ساکت ہو گیا۔ اُس کی آنکھیں تکلیف کی شدت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ کمرے میں دو عدد لاشیں موجود تھیں مگر اب اُن سے مجھے کوئی سروکار نہیں رہ گیا تھا۔ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اگر ایلزے نے میرے ساتھ فراڈ نہیں کیا تھا تو مجھے ڈی فوسٹر کا پتا معلوم ہو گیا تھا اور اگر اُس نے غلط بیانی کی تھی تو مجھے ابھی ڈی فوسٹر کا پتا معلوم کرنے کے لیے مزید خاک چھاننا تھی۔

میں نے ڈی فوسٹر کا پتا اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد وہاں سے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ پستول ساتھ رکھنے کی ضرورت نہیں تھی، اس لیے میں نے اُس پر سے انگلیوں کے نشانات صاف کیے اور اسے وہیں ایک طرف ڈال دیا۔ پستول پھینکنے کے بعد میں کمرے پر ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہوا باہر نکل آیا۔ باہر مرسیڈیز اُسی طرح کھڑی تھی مگر میرے لیے بے مصرف تھی۔ اُسے استعمال کرنا خطرات کو دعوت دینے کے مترادف تھا چنانچہ میں وہاں سے پیدل ہی چل پڑا۔ کافی دور چلنے کے بعد ٹیکسی مل سکی اور میں ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر میں نے سکون کی ایک گہری سانس لی اور اطمینان سے پیر پھیلا کر بیٹھ گیا۔ واقعات اتنی برق رفتاری سے پیش آئے تھے کہ مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ ایلزے کا مارا جانا ہی بہتر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ تہذیب اُس کی نظروں میں آ چکی تھی اور محض ایلزے کے کسی آدمی کی غلطی سے بچ نکلی تھی اور اُس کی جگہ ایک بے گناہ لڑکی ماری گئی۔ وقتی طور پر پھنس گئی تھی۔ اگر ایلزے زندہ بچ گیا ہوتا تو جلد یا بدیر وہ دوبارہ مجھ تک ضرور پہنچ جاتا بلکہ تہذیب بھی مستقلاً خطرے میں رہتی۔

مجھے تہذیب کا وہ حلیہ یاد آیا جس میں وہ مجھے ہوٹل بون ہون میں ملی تھی۔ بلاشبہ وہ بے حد ذہین تھی اور اُسے کام کرنے کا سلیقہ بھی تھا لیکن میں ہنوز اس بات سے ناواقف تھا کہ وہ کن خطوط پر کام کر رہی ہے۔ ایلزے فورسے تک بہرحال وہ مجھ سے پہلے پہنچ چکی تھی اور اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ صحیح خطوط پر کام کر رہی ہے۔

ان تمام باتوں سے بڑھ کر میرے لیے لمحۂ فکریہ یہ تھا کہ ایلزے فورسے کو ہمارے بارے میں معلوم کیسے ہو گیا؟ یہ بات انتہائی تشویش ناک اور مستقل اُلجھن کا باعث تھی کہ اُسے ہمارے بارے میں کس ذریعے سے اطلاع ملی۔ اگر ایلزے فورسے مشرقی جرمنی

میں ہماری آمد کے مقصد سے واقف ہو سکتا ہے تو اور لوگوں کے علم میں بھی یہ بات آ سکتی ہے۔ میں اور تہذیب جس مشن پر نکلے تھے اُس میں رازداری بنیادی اہمیت رکھتی تھی جس سے ہم محروم ہو چکے تھے۔ کچھ لوگ ہمارے مشن سے واقف ہو چکے تھے۔

میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ تہذیب کی قیام گاہ کے بارے میں بھی کچھ علم نہیں تھا ورنہ میں اس نئی صورتِ حال پر اس سے ضرور مشورہ طلب کرتا۔ مجھے یہ اطمینان ضرور تھا کہ تہذیب خراب حالات میں بھی اپنا دفاع کر سکتی ہے اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے طور پر آگے بڑھنے کی کوشش کروں۔

میرے ہونٹوں پر یہ سوچ کر مسکراہٹ اُبھر آئی کہ میں تہذیب کی طرف سے صرف اس لیے فکرمند ہوں کہ میرا تعلق ایک ایسے معاشرے سے ہے جس میں عورت کے تحفظ کا ذمہ دار مرد ہوتا ہے ورنہ درحقیقت تہذیب کو کسی سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنی حفاظت خود کر سکتی تھی۔ ماضی میں ایسی مثالیں موجود تھیں جب اُس نے اپنے دشمنوں کو بدترین شکست سے دوچار کیا تھا۔

تہذیب سے ہٹ کر میرے خیالات کی رَو پھر ڈی فوسٹر کی طرف پہنچ گئی۔ مجھے پتا تو معلوم ہو گیا تھا لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ ایورگرین کیا چیز ہے اور کہاں واقع ہے۔ اب مجھے اس کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ اس کے بغیر میں ڈی فوسٹر تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میں نے دل ہی دل میں پتا دُہرایا جو مجھے ایلزے فورسے سے حاصل ہوا تھا۔ ایورگرین، ہٹ نمبر سترہ۔ سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ کیا ایلزے فورسے نے مجھے صحیح پتا بتایا ہے؟ یہ امکان بہت کم تھا کہ اُس نے غلط بیانی کی ہو گی لیکن بہرحال غلط بیانی کے امکان کو یکسر مسترد بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایلزے فورسے جرائم پیشہ ذہنیت کا مالک شخص تھا اور ایسے لوگوں سے کسی بھی وقت کسی بھی قسم کی حرکت کی توقع کی جا سکتی ہے۔

ایورگرین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے پتا چلا کہ وہ لیپزگ لائن سے بائیں سمت ایک نواحی علاقہ ہے، جسے تفریحی مقام کی حیثیت حاصل ہے۔ وسیع و عریض سرسبز میدانوں پر محیط اس علاقے میں کیمپنگ بھی ہوتی ہے۔ ایلیون کے پہاڑوں سے گرتے ہوئے آبشار ایک تیز رفتار ندی کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

مجھے اس علاقے کی جغرافیائی پوزیشن سے قطعاً دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے تو اپنے کام کی تکمیل کرنی تھی۔ تاہم چند باتیں ایسی تھیں جو میرے لیے اُلجھن کا باعث تھیں اور جن کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

ڈی فوسٹر کو بارودت رابیل کے پاس سے فرار ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا۔ کیا وجہ تھی کہ اُس نے اب تک اُس فارمولے کا سودا کسی ملک سے نہیں کیا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ جلد از جلد اس کام کو تکمیل تک پہنچا کر اس مہلک فارمولے سے اپنی جان چھڑا لیتا جس کی موجودگی میں اُس کی جان کو ہر وقت خطرہ لاحق تھا۔ اس موضوع پر ابتدا میں تہذیب سے کچھ گفتگو ہوئی بھی تھی مگر وہ بھی اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے پائی تھی۔

میں نے اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے بہت ذہنی ورزش کی لیکن کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہ کر سکا۔ ظاہر ہے اصل وجہ سے تو خود ڈی فوسٹر ہی واقف تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ وہ شیرنج خاندان کی بہتری چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ فارمولا لے کر فرار ہوا تھا ورنہ محض اپنی ذات کے لیے اُسے اتنی خطرناک حرکت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ چونکہ اُس نے ایک بہت بڑے خاندان کی مالی معاونت کے ارادے سے یہ حرکت کی تھی، اس لیے یہ بات بھی طے شدہ تھی کہ اُسے بہت زیادہ رقم کی ضرورت رہی ہو گی۔ اُس کا محور صرف اُس کی اپنی ذات رہی ہوتی تو اُسے فارمولا فروخت کرنے کے لیے اتنا طویل عرصہ انتظار کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

لیکن اس کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ وہ جرائم پیشہ شخص نہیں تھا لہٰذا یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ اُس نے خود مختلف ممالک اور اُن کے ایجنٹوں سے سودے بازی کرنے کے لیے رابطہ قائم کیا ہو گا۔ اس کام کے لیے اُسے لامحالہ دوسرے افراد کی ضرورت پڑی ہو گی۔ ایسے لوگ جو اُس کی طرف سے یہ کام کر سکیں اور خود وہ سکون سے کسی جگہ روپوش رہے۔ ایسے لوگوں کو تلاش کرنا بھی ایک مشکل کام ہوتا ہے لیکن ڈی فوسٹر کو یہ سہولت حاصل تھی کہ اُسے ایلزے فورسے جیسے لوگ میسر تھے۔ ایلزے فورسے کی وجہ سے ڈی فوسٹر کا کام آسان ہو گیا تھا کیونکہ اُس کا تعلق بھی شیرنج خاندان سے ہی تھا اور وہ ڈی فوسٹر کے برعکس مجرمانہ فطرت کا بھی مالک تھا۔ وہ مجھے جس چالاکی سے پھانس کر اپنے رہائش گاہ پر لے گیا تھا، وہ نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔ یہ بات البتہ مانی جا سکتی تھی کہ وہ اُس پائے کا جرائم پیشہ نہ ہو جو غیر ملکی ایجنٹوں سے سودے بازی کر سکے تاہم ڈی فوسٹر کی بہ نسبت وہ اس کام کو بہت آسانی سے کر سکتا تھا۔

میں نے خیالات کی یلغار سے چھٹکارا حاصل کیا اور سکون سے سو گیا۔ اتنی رات گئے ایورگرین کی تلاش میں نکلنا مناسب نہیں تھا۔

اگلے روز صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں دوبارہ اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مشن پر نکل کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے میں نے اپنے ہوٹل کی معرفت ایک کرائے کی کار حاصل کی جو بڑی آسانی سے مل گئی۔ ایوگرین کے علاقے کا محلِ وقوع میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا اور یہ بات طے تھی کہ وہاں تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ تہذیب کا خیال بار بار دل میں آتا تھا لیکن یہ بھی اچھا ہی تھا کہ ہم دونوں الگ الگ کام کر رہے تھے۔ اس طرح کامیابی کے امکانات بڑھ گئے تھے۔

ایوگرین کا علاقہ واقعی قابلِ دید تھا۔ تاحدِ نگاہ سرسبزی و شادابی نظر آ رہی تھی جسے شفاف پانی کی ایک ندی قطع کرتی ہوئی گزر رہی تھی۔ ندی کے دونوں کناروں پر حسین مکانات بنے ہوئے تھے جو بلندی سے دیکھنے پر سبز قالین پر بکھرے ہوئے خوشنما کھلونے معلوم ہوتے تھے۔ اسی وسیع و عریض قطعے میں سرسبز گھاس ہوا کے دوش پر لہلہا رہی تھی۔ موسم بہت حسین تھا مگر مجھے اس حسین موسم سے صرفِ نظر کر کے ایک بہت مشکل کام سرانجام دینا تھا۔

ہٹ نمبر سترہ کو تلاش کرنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوئی۔ وہ گہرے سبز رنگ کا ہٹ تھا جس کے کناروں پر سرخ حاشیے دکھائی دے رہے تھے۔ سرخ ہی رنگ سے اُس پر سترہ نمبر بھی لکھا ہوا تھا۔ اُس علاقے میں زیادہ بھیڑ بھاڑ تو نہیں تھی مگر اِکا دُکا لوگ چلتے پھرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ہٹ البتہ سارے ہی آباد معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے نزدیک سے گزرتے ہوئے مترنم نسوانی قہقہے اور سسکاریاں سنائی دیتی رہیں۔ ایسی جذباتی سسکاریاں جنھیں سن کر دماغ پراگندہ ہو جاتے۔

بالآخر میں ہٹ نمبر سترہ کے قریب پہنچ گیا۔ شیرخ خاندان کے لوگوں کو یقین تھا کہ ڈی فوسٹر اُن کے لیے ایک عظیم منصوبہ لے کر آیا ہے اور اسی بنا پر وہ ڈی فوسٹر کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اس کا اندازہ ایلنر فورے سے ہی ہو چلا تھا لہٰذا محتاط رہنا بہت ضروری تھا۔

میں ہٹ کے سامنے سے گزرتا چلا گیا اور پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر ہٹ کے عقب میں پہنچ گیا۔ عقبی سمت سے ہٹ میں کوئی داخلی دروازہ نہیں تھا۔ گویا ہٹ میں صرف سامنے سے ہی داخل ہوا جا سکتا تھا۔ عقب میں کھڑکی ضرور تھی مگر وہ ایسی نہیں تھی کہ اُس سے کوئی گزر سکے۔

میں نے ہٹ سے دور ایک مناسب جگہ کار روک دی اور پیدل ہٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ راہگیروں میں سے کسی کے بارے میں یہ کہنا ممکن نہیں تھا کہ اُن میں سے کسی کا تعلق ڈی فوسٹر یا ہٹ نمبر سترہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ اُن کے علاوہ وہاں نوجوان جوڑے بھی نظر آ رہے تھے جو سب کے سب تفریحات میں مگن تھے۔ ایسا کوئی شخص نظر نہ آ سکا جو خصوصیت سے ہٹ کی طرف متوجہ رہا ہو۔

ہٹ کے دروازے پر پہنچ کر میں رک گیا۔ ہٹ بہت حسین اور اسٹائلش تھا۔ میں نے اپنی جیب کو تھپ تھپایا۔ جیب میں پستول موجود تھا جس کا اس مہم کے لیے میں نے خاص طور پر بندوبست کیا تھا۔ میں نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی اور غالباً گھنٹی ابھی پوری طرح بجی بھی نہیں تھی کہ ہٹ کا دروازہ کھلا اور مجھے ایک دبلا پتلا شخص نظر آیا۔ اُس کا چہرہ ستا ستا سا تھا اور بال اُلجھے ہوئے تھے۔ اُس نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور پھر سرخم کرتے ہوئے نرم لہجے میں بولا ”جنابِ عالی!“

”مجھے مسٹر ڈی فوسٹر سے ملنا ہے۔“ میں نے فوراً جواب دیا۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ ہٹ میں سے کوئی اس طرح سامنے آ جائے گا۔

اُس نے ایک بار پھر تعظیمی انداز میں سرخم کیا اور اندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ”تشریف لائیے جناب۔“

اس انداز کی پذیرائی بڑی غیر متوقع تھی۔ میں اندر داخل ہونے سے جھجک رہا تھا مگر اب اندر داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

وہ شخص مؤدبانہ انداز میں میری راہنمائی کرتا ہوا مجھے ہٹ کے ایک بغلی حصے میں لے گیا جہاں ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

”آپ تشریف رکھیے جناب! میں انھیں مطلع کرتا ہوں۔“ اُس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

میں اُس کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ ایک مختصر سا ڈرائنگ روم تھا جس میں دو صوفے پڑے ہوئے تھے۔ یہی اُس کمرے کی کل آرائش تھی۔ وہ شخص غالباً ڈی فوسٹر کو اطلاع کرنے کے لیے چلا گیا تھا۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ انتظار کرتا رہا۔ میرے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ڈی فوسٹر سے ملنا اتنا آسان ہوگا۔ اُس شخص نے کسی ردّ و قدح کے بغیر مجھے ڈی فوسٹر سے ملانے کی حامی بھر لی تھی۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اُن لوگوں کے خیال میں یہ ہٹ بہت محفوظ تھا اور یہاں صرف اُنھی لوگوں کی رسائی ممکن ہوگی جن کی یہاں آمد سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ ڈی فوسٹر کا ملازم مجھے اُنھی لوگوں میں سے ایک سمجھا ہوگا۔

انتظار کرتے ہوئے دو منٹ، تین منٹ، پانچ منٹ اور پھر دس منٹ گزر گئے۔ کسی کو یوں بٹھا کر غائب ہو جانا نہ سمجھ میں آنے والی بات تھی۔ پھر اچانک ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح میرے ذہن میں لپکا۔ میں نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھی ہی تھی کہ اُس شخص نے دروازہ کھول دیا تھا گویا وہ گھنٹی کی آواز سن کر دروازہ کھولنے نہیں آیا تھا بلکہ وہ پہلے ہی سے دروازے پر موجود تھا اور دروازہ کھول کر کہیں باہر جا رہا ہوگا۔ مجھے دیکھ کر اُس نے مؤدبانہ انداز اختیار کر لیا۔ یعنی وہ ملازم نہیں تھا بلکہ اُس نے مجھے تاثر یہ دیا تھا جیسے وہ ملازم ہو۔

میں اُچھل کر صوفے سے کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف لپکا۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں دروازہ باہر سے نہ بند کر دیا گیا ہو مگر ایسی بات نہیں تھی۔ ہینڈل گھمانے پر دروازہ کھل گیا۔ میں ہٹ کے مختصر سے کوریڈور میں نکل آیا۔ اس دروازے کے علاوہ وہاں دو مزید دروازے نظر آ رہے تھے جو دونوں کے دونوں بند تھے۔ ہٹ میں داخل ہونے والا دروازہ بھی بند تھا اور اُس ملازم کا کہیں پتا نہیں تھا۔

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر پہلے دروازے کا ہینڈل گھما کر اُسے کھولنے کی کوشش کی۔ دروازہ کھل گیا۔ میں نے کھلے ہوئے دروازے سے کمرے کے اندر نگاہ دوڑائی۔ کھڑکیوں کے پردے کھنچے ہوئے ہونے کے باعث کمرے میں ہلکا اُجالا تھا۔ ایک لمبی ڈائننگ ٹیبل کے گرد چار افراد بیٹھے تھے۔ انداز ایسا تھا جیسے کسی اہم گفتگو میں مصروف ہوں۔ اُن میں سے کسی نے بھی کمرے کا دروازہ کھلنے کا نوٹس نہیں لیا۔ مجھے اس پر سخت حیرت ہوئی لیکن پھر مجھے یہ احساس بھی ہوا کہ اُن میں سے کسی کے بھی باتیں کرنے کی آواز نہیں آ رہی۔

میں کمرے کے اندر داخل ہو گیا اور دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کر کے کمرے میں تیز روشنی کر دی۔ پہلی ہی نگاہ میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ اُن میں سے ایک بھی زندہ نہیں ہے۔ وہ کسی بت کی طرح ساکت و جامد بیٹھے رہ گئے تھے۔ غالباً موت اُن پر اتنی تیزی سے حملہ آور ہوئی تھی کہ انھیں اپنی جگہ سے ہلنے تک کی مہلت نہ مل سکی۔

میں اُن کے نزدیک چلا گیا۔ کمرے میں اُن چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اُن چاروں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور اُن سے کریہہ ناک وحشت ظاہر ہو رہی تھی۔

میرے اعصاب جھنجھنا کر رہ گئے۔ ماحول اچانک ہی بے حد پُراسرار ہو گیا تھا۔ میں یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ انھیں مرے ہوئے کتنی دیر ہو چکی ہے لیکن یہ بات یقینی تھی کہ وہ ہٹ میرے لیے انتہائی غیر محفوظ ہو گیا تھا۔ وہ شخص جو مجھے وہاں بٹھا کر غائب ہو گیا تھا اُسے کافی وقت مل گیا تھا۔ اُس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ وہ کون ہے۔ اگر اُس نے کسی کو میرے بارے میں مطلع ہی کر دیا ہو تب بھی وہ ہٹ میرے لیے بے حد مخدوش ہو گیا تھا۔

ایک لمحے کے لیے دل میں خیال آیا کہ وہاں سے بھاگ نکلوں لیکن میں نے سختی سے خود کو روک لیا۔ خطرے میں تو میں گھر ہی چکا تھا۔ وہاں سے ایسے ہی واپس چلا جاتا تو یہ اور بھی بُرا ہوتا۔ لیکن میں تو وہاں ڈی فوسٹر کی تلاش میں آیا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں خیال اُبھرا کہ جو شخص مجھے جُل دے کر نکل گیا ہے کہیں وہ ڈی فوسٹر ہی تو نہیں تھا؟

میں نے چند لمحے اپنے ذہن میں اُبھرنے والے اس امکان کا تجزیہ کیا اور پھر اُسے رد کر دیا۔ وہ دبلا پتلا دراز قامت شخص ڈی فوسٹر نہیں ہو سکتا تھا۔ لوشیل میکائیل نے ہمیں ڈی فوسٹر کی جو تصویر دی تھی اور اُس کے بارے میں جو معلومات فراہم کی تھیں وہ شخص اُن پر کسی طرح بھی پورا نہیں اُترتا تھا۔ میک اپ کا بھی امکان نہیں تھا۔ اس لیے کہ میک اپ سے کوئی اس حد تک تبدیل نہیں ہو سکتا۔

میرے سامنے میز کے گرد چاروں مُردہ اشخاص میں سے بھی کوئی ڈی فوسٹر نہیں ہو سکتا تھا۔ اُن چاروں کی قومیتیں اُن کے بُشروں سے عیاں تھیں۔ وہ چاروں ہی روسی تھے اور ڈی فوسٹر ظاہر ہے کہ روسی نہیں تھا اور نہ ہی اُسے کسی روسی کا میک اپ کرنے کی ضرورت تھی۔

لیکن سوال یہ تھا کہ وہ چاروں روسی وہاں پہنچے کیسے تھے؟ ایلنر فورے نے تو بتایا تھا کہ ڈی فوسٹر کی جائے قیام پوشیدہ ہے۔ اُس نے مجھے بھی بڑی مشکل سے یہاں کا پتا بتایا تھا۔ اور پھر وہ مرے کیسے گئے؟ اُن کے جسموں پر تشدد کی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ خون کا ایک قطرہ بھی اُن کے جسم سے نہیں بہا تھا۔ پھر وہ کیسے مر گئے؟

میری نگاہ میز پر رکھے ہوئے شراب کے جاموں پر پڑی۔ میز پر شراب کے پانچ جام موجود تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے بھی اُن جاموں سے شراب نہیں پی ہے لیکن جب آدمی چار تھے تو شراب کے پانچ جام کیوں تھے؟ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ وہ پانچواں جام اُس شخص کے لیے تھا جو مجھے جُل دے کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

اُن لوگوں کی پُراسرار ہلاکت کے بارے میں میں اس کے سوا کوئی اندازہ نہ لگا سکا کہ انھیں زہر کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہوگا۔ کسی انتہائی سریع الاثر زہر کے ذریعے۔ ممکن ہے اُن کے سامنے موجود شراب کے گلاسوں میں ...... دنیا کا سریع الاثر زہر پوٹاشیم سائینائڈ ملا ہوا ہو جس کا ایک ہی قطرہ کسی کو پلک جھپکتے میں موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے۔ میں صرف اندازہ ہی لگا سکتا تھا۔ اپنے اندازے کی تصدیق کرنے کے لیے میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

میرے پاس وقت بہت محدود تھا اس لیے میں نے اُن چاروں کو وہیں چھوڑا اور اُس کمرے سے نکل آیا۔ اب میرا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رُخ دوسرے کمرے کی طرف تھا۔ دوسرا کمرا خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور وہاں زیادہ سامان بھی نہیں تھا۔ مجھے اس سامان کی تلاشی لینے میں زیادہ وقت نہیں لگا مگر وہاں سے ایسی کوئی چیز برآمد نہیں ہو سکی جس سے ڈی فوسٹر کے بارے میں کچھ پتا چلتا۔

اُس کمرے سے واپس ہو کر مَیں نے ہٹ کا چپّہ چپّہ چھان مارا مگر وہاں اور کوئی بھی شخص موجود نہیں تھا۔ کوئی ایسی چیز تک نہیں مل سکی جس سے کم از کم اتنا ہی ثابت ہو جاتا کہ ڈی فوسٹر کا اس ہٹ سے کسی قسم کا تعلق بھی ہوگا۔

مَیں نے بڑی مایوسی کے عالم میں سوچا۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ ایلزبے فورے نے مجھ سے غلط بیانی کی ہو اور اس ہٹ سے ڈی فوسٹر کا کوئی تعلق ہی نہ ہو بلکہ وہاں روسی ہی رہتے ہوں۔

مَیں مزید وقت ضائع کیے بغیر واپس اُسی کمرے میں آگیا اور اُن چاروں روسیوں کی جامہ تلاشی لے ڈالی۔ اُن میں سے تین کے پاس سے اُن کے شناختی کاغذات برآمد ہوئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُن کا تعلق کے جی بی سے ہے۔ یہ بات باعثِ حیرت تھی کہ... انھیں ہلاک کرنے والے نے اُن کے کاغذات غائب کر کے انھیں ناقابلِ شناخت بنانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ تاہم وہ کاغذات میرے لیے تو بے مصرف ہی تھے، چنانچہ مَیں نے انھیں واپس اُنھی کی جیبوں میں ٹھونس دیا اور وہاں سے واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔

ہٹ کا داخلی دروازہ کھول کر مَیں نے باہر کا جائزہ لیا۔ لوگ بدستور تفریحات میں مگن تھے۔ کسی نے ہٹ کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ مَیں نے ہٹ سے باہر نکل کر دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔

باہر نکل کر مَیں نے ایک بار پھر دُور دُور تک نگاہ دوڑائی۔ لیکن کوئی مشکوک شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر اچانک میری نگاہ ایک کار پر پڑی جو ابھی ابھی اس علاقے میں داخل ہوئی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کار ہٹ کی طرف ہی آ رہی ہو۔

مَیں بہت تیزی سے حرکت میں آیا اور وہاں سے ہٹ گیا لیکن ایک اور ہٹ کی آڑ میں رک کر جائزہ لینے لگا۔

کار اُسی ہٹ کے پہلو میں آ کر رکی اور اُس میں سے دو افراد اُتر کر ہٹ میں داخل ہو گئے۔ بقیہ افراد کار میں ہی بیٹھے رہے۔ مَیں اندازہ نہ لگا سکا کہ اُن لوگوں کا تعلق کس ملک سے ہو سکتا ہے۔ اب میرا وہاں رکنا بے کار تھا، چنانچہ میں واپس اُس جانب چل پڑا جہاں مَیں نے اپنی کار پارک کی تھی۔

کار اسٹارٹ کر کے مَیں ایورگرین سے آگے چل پڑا۔ وہاں چاروں طرف کھیت بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان پکّی سڑکیں نظر آ رہی تھیں۔ کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے خوب صورت مکانات بھی تھے جو یقیناً کسانوں کے ہی رہے ہوں گے۔

مَیں کھیتوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اُس سڑک پر پہنچ گیا جو بل کھاتی ہوئی پہاڑی کے اوپر جا رہی تھی۔ مَیں احتیاط سے ڈرائیونگ کرتا رہا لیکن کچھ دیر بعد میں نے عقب نما آئینے میں اُسی کار کو دیکھا جو کچھ ہی دیر قبل ہٹ کے سامنے رکتی نظر آئی تھی۔ اس کار کو دیکھتے ہی خطرے کا احساس میرے ذہن میں کلبلانے لگا۔ یقیناً کوئی ایسی غلطی مجھ سے ضرور سرزد ہوئی تھی جس کی بنا پر وہ لوگ میرے پیچھے لگ گئے تھے۔

ابتدا میں تو کار کی رفتار سست تھی۔ وہ لوگ فاصلے سے میرا تعاقب کر رہے تھے لیکن کچھ آگے جا کر جب سڑک تنگ ہونا شروع ہوئی تو اس کی رفتار میں اضافہ ہوتا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ کچھ کر گزرنا چاہتے ہیں۔

دفعتاً عقبی کار سے ایک فائر ہوا اور گولی کار کی چھت سے ٹکرائی۔ اس کے فوراً بعد دوسرا فائر ہوا۔ یہ گولی ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والے دروازے پر لگی تھی۔

مَیں نے کار کی رفتار میں اضافہ کر دیا لیکن یہ اس مسئلے کا حل نہیں تھا کیونکہ پچھلی کار کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ درمیانی فاصلے میں اضافہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ فائرنگ وقتی طور پر رک گئی۔ سڑک اور بھی تنگ ہو گئی تھی اور اُس پر جلدی جلدی موڑ آ رہے تھے اس لیے پچھلی کار والوں کو فائر کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

کچھ دیر بعد موڑ ختم ہو گئے۔ اور کافی دور تک سیدھی سڑک نظر آنے لگی۔ اُسی وقت مَیں نے بہت تیزی سے ایک فیصلہ کیا۔ اُن لوگوں کے ساتھ زیادہ دیر آنکھ مچولی نہیں کھیلی جا سکتی تھی۔ بہتر یہی تھا کہ اُن سے کھل کر مقابلہ کر لیا جاتا۔ چنانچہ مَیں نے بریک لگا کر گاڑی روکی اور اُسے کنارے لگا کر خود نیچے اُتر آیا اور پستول نکال کے ہاتھ میں لے لیا۔

شاید آدھے منٹ کے اندر اندر پچھلی کار نے موڑ کاٹا اور جیسے ہی وہ سامنے آئی مَیں نے اُس کے اگلے پہیوں میں سے ایک کو نشانہ بنایا۔ مجھے اندازہ نہ ہو سکا کہ وجہ کیا تھی لیکن میرا نشانہ خطا ہو گیا تھا۔ مَیں نے تیزی سے دوسرا فائر کیا۔ اس بار مَیں نے ونڈ شیلڈ کو نشانہ بنایا تھا۔ کار کا سامنے کا شیشہ چکنا چور ہو گیا لیکن اُس کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا اور رُخ تو پہلے ہی میری طرف ہو گیا تھا۔ میرے پاس تیسرا فائر کرنے کا وقت نہیں تھا۔

کار میرے اوپر چڑھی چلی آ رہی تھی۔ مجبوراً مجھے نشیب میں چھلانگ لگانا پڑی۔

پہاڑی ڈھلوان پر ننھی ننھی خود رو جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ اُن میں سے بعض خاردار بھی تھیں۔ مَیں اُن سے اُلجھتا ہوا لڑھکتا چلا گیا۔ میں اپنا توازن کھو بیٹھا تھا۔ میرے ایک ہاتھ میں پستول تھا جسے میں کسی قیمت پر نہیں گنوانا چاہتا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے مَیں کسی جھاڑی کو پکڑنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔

مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اب میں سنبھل نہیں سکوں گا اور کسی گہری کھائی میں ہی جا کر رکوں گا لیکن پھر قدرت کو مجھ پر رحم آگیا اور میری راہ میں ایک بڑی جھاڑی مزاحم ہو گئی۔ میرے جسم کو شدید جھٹکا لگا لیکن مَیں نے شدید جدوجہد کر کے اپنے حواس بحال رکھے۔

میرا تعاقب کرنے والی کار کے ڈرائیور نے مجھے اچانک چھلانگ لگاتے دیکھا تو عجلت میں اضطراری طور پر اُس نے اسٹیئرنگ اسی سمت موڑ دیا جدھر مَیں نے چھلانگ لگائی تھی پھر اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اُس نے بریک لگا کر کار روکنے کی کوشش کی مگر اتنی تیز رفتار پر بریک لگانا اور بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ کار بے قابو ہو کر نشیب میں لڑھکنے لگی۔ مَیں نے اپنی آنکھوں سے اُسے پتھروں اور چٹانوں سے ٹکرا کر نشیب میں گرتے دیکھا۔ لوہے کی باڈی کے پتھریلی چٹانوں سے ٹکرانے کی وجہ سے چنگاریاں اُڑ رہی تھیں۔ کار کے لڑھکنے کی رفتار لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے کار مجھ سے تقریباً پچاس فٹ کی گہرائی میں ایک نوکیلی چٹان پر جا گری۔ کار میں بیٹھے ہوئے افراد میں شاید اتنی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی کوشش بھی کر پاتے۔ اگر وہ ہوش میں ہوتے تب بھی شاید وہ کار سے نہ نکل پاتے۔ اس لیے کہ کار میں آگ لگ گئی تھی۔ چند ہی لمحے بعد کار کا پیٹرول ٹینک ایک زوردار دھماکے سے پھٹا اور کار دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

مَیں خاموشی سے کار کی تباہی کا منظر دیکھتا رہا۔ اُس کے اندر موجود افراد روسٹ ہو چکے تھے۔ مَیں جس جھاڑی میں اُلجھا ہوا تھا، میں نے خاصی جدوجہد کے بعد خود کو اُس جھاڑی سے نکالا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ میرے کپڑے گرد میں اَٹ گئے تھے اور جسم پر جابجا خراشیں پڑ گئی تھیں۔ مَیں نے سنبھل سنبھل کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

سڑک تک پہنچتے پہنچتے خاصا وقت صرف ہو گیا لیکن مَیں اس بات پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس دوران وہاں سے کوئی نہیں گزرا تھا ورنہ مَیں مزید مصیبت میں بھی پڑ سکتا تھا۔

مَیں بوجھل قدموں سے چلتا ہوا کار تک پہنچا اور ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر ڈھیر ہو گیا۔ وہ کار مجھے اس وقت بہت بڑی نعمت معلوم ہو رہی تھی۔

کافی دیر تک میں سیٹ پر بیٹھا اپنے کپڑوں میں سے کانٹے چُنتا رہا پھر مَیں نے عقب نما آئینے کا رُخ اپنی جانب کر کے اُس میں اپنا چہرہ دیکھا۔ میرا چہرہ نہ صرف گرد و غبار سے اَٹا ہوا تھا بلکہ چہرے پر کئی خراشیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ مَیں نے ٹشو پیپر نکال کر اپنے چہرے کی جھاڑ پونچھ کی پھر لباس سے بھی گرد جھاڑی اور اسٹیئرنگ پر آ کر بیٹھ گیا۔

مَیں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ایورگرین میں ڈی فوسٹر نہیں مل سکا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ صورت حال ایک نیا رُخ اختیار کر گئی تھی۔ جس ہٹ میں ڈی فوسٹر کو ہونا چاہیے تھا وہاں سے چار روسیوں کی لاشیں برآمد ہوئی تھیں۔ اس سے یہ بات تو قرینِ قیاس ہی لگتی تھی کہ اگرچہ ڈی فوسٹر ہاتھ نہیں آ سکا لیکن اُس ہٹ سے ڈی فوسٹر کا تعلق تھا ضرور ورنہ وہاں روسیوں کا کیا کام تھا؟ اور روسی بھی وہ جن کا تعلق کے جی بی سے تھا۔

ہوٹل واپسی تک سارے راستے میرا ذہن انھی خیالات میں اُلجھا رہا۔ ڈی فوسٹر کی تلاش کا کام اب مجھے نئے سرے سے شروع کرنا تھا اور فی الحال میرے ہاتھ میں ڈور کا کوئی سرا بھی موجود نہیں تھا۔

ہوٹل واپس پہنچ کر مجھے کاؤنٹر پر جانے کی ضرورت نہیں پڑی اس لیے کہ کمرے کی چابی مَیں اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا تھا ورنہ جو بھی میرا حلیہ دیکھتا طرح طرح کے سوالات ضرور کرتا اور مجھے اُن لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے جھوٹ کا ہی سہارا لینا پڑتا۔ مَیں سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے کے دروازے پر پہنچ کر مَیں نے چابی نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا مگر پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ کمرے کا دروازہ تو مقفل نہیں ہے۔ وہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ مَیں اپنی جگہ متحیر سا ہو کر رہ گیا۔ میرے کمرے میں کوئی موجود تھا۔

مَیں نے پستول نکال کر ہاتھ میں لیا اور پھرتی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک نوجوان خوب رُو لڑکی اور تقریباً چالیس برس کا ایک مرد موجود تھا۔ وہ دونوں جس طرح ایک دوسرے میں گم تھے اُسے دیکھ کر مَیں ٹھٹک گیا۔ لیکن انھوں نے بھی کمرے میں میری آمد کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر ایک دوسرے سے علیٰحدہ ہو گئے اور پھر میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو دیکھ کر وہ دونوں ہی دہشت زدہ ہو گئے۔ لڑکی کے حلق سے سُریلی چیخیں برآمد ہونے لگی تھیں۔

"خاموش رہو!" مَیں نے ڈپٹ کر کہا مگر اُس کی تو گھگّی بندھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی تھی۔

"تم کون ہو؟" مرد نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ سوال تو مجھے تم لوگوں سے کرنا چاہیے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "بتاؤ کون ہو تم لوگ؟"

لڑکی کے حلق سے چیخیں نکلنا بند ہو گئی تھیں اور اب وہ دونوں گم صم کھڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"میرے سوال کا جواب دو۔" میں نے کہا اور ادھر اُدھر دیکھتا ہوا دو قدم آگے بڑھا۔

لڑکی مجھے اس طرح آگے بڑھتے ہوئے دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی۔ "ن... نہیں پلیز۔" اُس نے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا لیے اور صوفے پر گر پڑی۔

"میں نے پوچھا تھا تم لوگ کون ہو؟" میں نے سفاکی سے کہا۔ "اگر تم نے میرے سوال کا جواب نہ دیا تو تم خود ذمے دار ہو گے۔"

مرد کے چہرے پر بے بسی نظر آئی۔ "میں بتا تو دوں جناب۔" اُس نے مُردہ سے لہجے میں کہا۔ "لیکن اس سے مجھے نقصان پہنچ جائے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تم مجھے کچھ مت بتاؤ۔" میں نے پستول والا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔

"ٹ... ٹھہریے جناب۔ م... میں محکمہ جنگلات میں ملازم ہوں۔"

"بہت خوب۔" میں نے اُسے گھورا۔ "اور یہ لڑکی کون ہے؟"

مرد کے چہرے پر پسینے کے قطرے اُبھر آئے تھے۔ "ہم دونوں ایک ہی محکمے میں کام کرتے ہیں جناب۔" اُس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"میں مان لیتا ہوں کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن تم دونوں کی یہاں اس کمرے میں موجودگی کا کیا مقصد ہے؟"

"ہم... ہم... ہم۔" لڑکی کے منہ سے اس کے سوا کچھ نہ نکل سکا۔

"جواب دو۔" میں نے ایک بار پھر پستول لہرایا۔

"ہم... ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں جناب۔" لڑکی نے ہانپتے ہوئے کہا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"محبت کرتے ہو تو میں کیا کروں۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "اس پورے شہر میں محبت کرنے کے لیے یہی کمرا رہ گیا تھا۔"

"میں تو آزاد فضاؤں کی دلدادہ ہوں جناب! حسین قدرتی مناظر میری کمزوری ہیں مگر مجبوری ہے جناب! وہاں ہم دوسروں کی نظروں میں آجاتے ہیں۔"

"دوسروں کی نظروں میں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ مجھے اُن دونوں پر غصہ آنے لگا تھا۔ معلوم نہیں وہ مجھے کس قسم کی کہانی سُنا رہے تھے۔ وہاں کوئی آنکھ اٹھا کر کسی کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔

"جی ہاں۔" مرد نے کہا۔ "پہلے ہم لوگ تفریحی مقامات کا انتخاب کیا کرتے تھے مگر وہ اطلاعات میری بیوی تک پہنچ گئیں۔"

"بیوی؟" میں احمقانہ انداز میں مُنہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"وہ بہت حاسدانہ فطرت کی مالک ہے۔" لڑکی بولی۔ "اپنے شوہر کے نزدیک کسی لڑکی کا وجود برداشت ہی نہیں کر سکتی اسی لیے اب ہم ایسے مقامات پر ایک دوسرے سے مل لیتے ہیں۔"

"تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ ایک معصوم عورت کی زندگی سے کھیل رہے ہو۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں جناب۔" لڑکی نے احتجاجی انداز میں کہا۔ "مجھے اتنا کم ظرف تو نہ سمجھیے۔ ہمارا آپس میں شادی کرنے کا ہرگز کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"شادی کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو پھر یہ سب کیا ہے؟" میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے جناب۔" لڑکے شرماتے ہوئے بولی۔ "اسی لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیشہ چھپ کر ایک دوسرے سے ملتے رہیں گے۔"

"تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟" میں نے مرد سے پوچھا۔

"میں دونوں سے یکساں محبت کرتا ہوں جناب! ایک کو بھی نہیں چھوڑ سکتا اور اس کی سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ ہفتے میں ایک بار چھپ کر ایک دوسرے سے مل لیا کریں تاکہ دلوں کی تسکین بھی ہوتی رہے اور میری بیوی کو بھی کسی جذباتی صدمے سے دوچار نہ ہونا پڑے۔"

"تم دونوں جہنم میں جاؤ۔" میں نے دانت پیس کر کہا اور پھر دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ مجھے تو اُن سے یہ معلوم کرنا تھا کہ میرے کمرے میں کیسے آگئے اور میں اُن سے اُس احمقانہ گفتگو میں اُلجھ گیا۔ مجھے خود پر سخت غصہ آیا اور میں نے جھنجلا کر کہا۔ "تمھیں معلوم ہے یہ کمرا میرے نام پر بُک ہے؟"

میری بات سُن کر مرد کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے۔ "م... مگر ہم نے تو یہ کمرا کاؤنٹر سے حاصل کیا ہے جناب۔" اُس نے کہا۔

"جھوٹ بولنے کی تمیز پیدا کرو۔" میں دہاڑا۔ "ایک کمرا دو لوگوں کو کیسے دیا جا سکتا ہے؟"

"ہم جھوٹ نہیں بول رہے ہیں۔" مرد نے بوکھلا کر کہا۔ "آپ چاہیں تو کاؤنٹر سے تصدیق کر لیں۔"

"تم نے یہ کمرا کب حاصل کیا تھا؟"

"ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے کی بات ہے جناب۔" لڑکی بولی۔

میں حیران رہ گیا۔ اُن کے انداز سے ہرگز معلوم نہیں ہوتا تھا کہ انھوں نے مجھ سے کوئی جھوٹ بولا ہے۔ پھر میری نگاہ نے کمرے کا طواف کیا۔ وہاں سے میرا سارا سامان غائب تھا اور اب صرف ایک زنانہ ہینڈ بیگ اور ایک بریف کیس کے علاوہ کمرے میں سامان کے نام پر کچھ اور نہیں تھا۔

میں بری طرح چکرا کر رہ گیا۔ معلوم نہیں کیا ماجرا تھا۔ میری عدم موجودگی میں کمرا کسی اور کو دے دیا گیا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہاں سے میرا سامان بھی غائب کر دیا گیا۔ اُن دونوں نے مجھے جو باتیں بتائیں وہ سب کی سب حقیقت پر مبنی معلوم ہوتی تھیں۔ اُن کے بیان کی سب سے بڑی تائید تو اس بات سے ہوتی تھی کہ انھوں نے کمرے کا دروازہ تک بند کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

"اگر تم دونوں نے مجھ سے غلط بیانی کی ہے تو ابھی بتا دو ورنہ بعد میں میں تم دونوں کو موت کی نیند سُلا دوں گا۔" میں نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

خوف سے اُن دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ لڑکی خوشامدانہ انداز میں بولی۔ "نہیں سر نہیں۔ آپ جو کچھ یہاں سے لے جانا چاہیں لے جائیں۔ ہم مزاحمت نہیں کریں گے لیکن یہ کمرا ہمیں ہوٹل کے کاؤنٹر سے ہی ملا ہے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ..."

میں جھلائے ہوئے انداز میں واپس پلٹا۔ خیال تھا کہ ہوٹل کو ہلا کر رکھ دوں گا۔ ہوٹل والوں نے غیر ذمے داری کی انتہا کر دی تھی۔ میں نے کمرے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک ویٹر نظر آگیا۔

"آپ اس کمرے میں کیسے داخل ہوتے تھے سر؟" ویٹر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

میں نے خونخوار انداز میں ویٹر کو دیکھا اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔ "تم لوگوں کو بہت بُرے وقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میرا کمرا میری اجازت کے بغیر کسی اور کو کیسے دیا گیا جبکہ اس کی چابی بھی میرے پاس ہے؟"

"چابی آپ کے پاس کیسے ہو سکتی ہے جناب۔" ویٹر نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "آپ تو کمرے کی چابی کاؤنٹر پر واپس کر کے کمرا خالی کر گئے تھے۔"

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چابی نکالی اور اُسے ویٹر کے مُنہ پر رکھتے ہوئے بولا۔ "اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

ویٹر نے جواب میں جو حرکت کی وہ مضحکہ خیز بھی تھی اور حیرت انگیز بھی۔ اُس نے مُنہ کھول کر چابی دانتوں سے پکڑ کر میرے ہاتھ سے چھین لی اور پھر اُس نے بڑے اطمینان سے چابی اپنی جیب میں ڈال لی۔ "سر اب آپ کے پاس چابی کہاں ہے؟" اُس نے کہا۔

"کیا تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟" میں آپے سے باہر ہو گیا۔

"جی ہاں میرے ساتھ آئیے۔" ویٹر نے پُرسکون انداز میں کہا اور واپسی کے لیے مُڑ گیا۔

میں غصیلے انداز میں اُس کے ساتھ آگے بڑھا۔ میں شدید جھلاہٹ میں مبتلا تھا۔ ویٹر کا پُرسکون انداز میرے غصّے کو اور بھی ہوا دے رہا تھا۔ ہم کوریڈور سے گزر کر سیڑھیوں تک پہنچ گئے اور وہ یوں نیچے اُترنے لگا جیسے میں اُس کے ساتھ موجود ہی نہیں ہوں۔ غصّے کی ایک شدید لہر مجھ پر حملہ آور ہوئی اور میں نے عقب سے اُس کا کالر پکڑ لیا۔

"تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" میں نے اُس کے کالر کو جھٹکا دے کر کہا۔ "پہلے مجھے چابی واپس کرو ورنہ میں تمھاری گردن توڑ دوں گا۔"

"میرا کالر چھوڑیے جناب۔" ویٹر نے بوکھلا کر کہا۔ "میرا قصور کیا ہے یہ سب کچھ تو میڈم ایکس کی ہدایات کے بموجب ہوا ہے۔"

"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا اور ویٹر نے بڑی آسانی سے میرے ہاتھ سے اپنا کالر چھڑا لیا۔

"جی ہاں، اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو لے کر اُن کے پاس پہنچ جاؤں۔"

"کون میڈم ایکس؟" میں نے حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"وہی جو آپ سے محبت کرتی ہیں۔ کیا میں آپ کو اُن کا پورا نام بتاؤں جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے۔" ویٹر نے کہا اور میں اُسے گھورنے لگا۔ ویٹر نے مسکراتے ہوئے سر خم کر دیا۔

"تم کون ہو؟" میں نے سخت لہجے میں اُس سے پوچھا۔

"میڈم ایکس کا ایک ادنیٰ خادم۔" ویٹر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "انھوں نے جو ذمے داری میرے سپرد کی ہے اُسے پورا کرنا میرا فرض ہے۔"

"وہ خود کہاں ہیں؟"

"باہر ایک کار موجود ہے میں ہوٹل کی ملازمت چھوڑ کر آپ کی ڈرائیوری کروں گا میرے ساتھ آجائیے۔"

میرا ذہن ایک بار پھر اُلجھنوں کا شکار ہو گیا۔ معلوم نہیں وہ کون تھا؟ سچ بول رہا تھا یا کوئی چال چل رہا تھا؟ جو کچھ اُس نے مجھے بتایا اُس کے پیشِ نظر بظاہر تو اُس کا تعلق کسی مخالف گروپ سے نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ بھی تو ممکن تھا کہ تہذیب کسی کے جال میں پھنس گئی ہو اور اُس پر تشدد کر کے اُس سے میرے بارے میں معلومات حاصل کر لی گئی ہوں۔

اس خیال نے مجھے مضطرب کر دیا۔ اگر ایسا ہے تو میرا اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ساتھ جانا زیادہ ضروری تھا۔ تہذیب اگر کسی چکر میں پھنس گئی ہے تو اُسے میری مدد کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ میں ویٹر کے ساتھ چل پڑا۔

ویٹر نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر پی کیپ اپنے سر پہ رکھ لی۔ سفید وردی میں تو پہلے ہی تھا سفید ٹوپی اوڑھ کر واقعی ڈرائیور لگنے لگا۔ میں نے عقبی سیٹ سنبھال لی۔ کار چل پڑی۔ مجھے حیرت تھی کہ کتنی آسانی سے میرا سامان غائب کر کے انھوں نے میرا کمرا واپس کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ڈرائیور سے سوال کیا۔

"کمرے کی چابی تو میرے پاس تھی پھر تم نے کمرا ہوٹل والوں کو کیسے واپس کر دیا؟"

"دوسری چابی بھی بنوائی جا سکتی ہے جناب! یہ کوئی مشکل کام تو نہیں ہے۔ آپ جیسے آدمی کو ایسا سوال کرنا زیب نہیں دیتا۔"

"بکواس مت کرو۔" میں نے اُسے جھڑک دیا "میرا سامان کہاں ہے؟"

"گھر والی کے پاس۔ ۔ ۔ مم۔ ۔ میرا مطلب ہے اُن کے پاس جو آپ کے سامان کی حق دار ہیں۔"

میں چونک کر اُسے گھورنے لگا۔ غصّے اور جھنجلاہٹ میں میں نے اُس کے قد و قامت پر غور نہیں کیا تھا۔ گو کہ وہ میرے لیے اجنبی تھا مگر شکل صورت سے وہ مقامی لگتا تھا لیکن کوئی بھی مقامی شخص میرے اور تہذیب کے بارے میں اتنی بے تکلفی سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اُس کی آواز پر غور کیا تو مجھے اندازہ ہوگیا کہ آواز بنا کر بولنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

میرے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی اور میں کسی قدر مطمئن ہوگیا لیکن میں حیران بھی تھا تاہم میں نے ہر خیال ذہن سے جھٹک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ مجھے تفریح سُوجھ رہی تھی۔ کار ایک سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ میں کار کے کسی مناسب سی جگہ پہنچنے کا انتظار کرتا رہا۔

کافی دور چلنے کے بعد ایک چوراہے سے کار ایک مضافاتی سڑک پر مڑ گئی۔ یہ سڑک سنسان پڑی تھی۔ اس پر نشیب و فراز بہت زیادہ تھے۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ ڈرائیور کی پوری توجہ ڈرائیونگ پر تھی۔ میں نے پستول کی نال اُس کی گدی سے لگادی۔ پستول کی سرد نال نے ڈرائیور کو چونکا دیا اور کار کی رفتار میں اچانک ہی اضافہ ہوگیا۔

"یہ پستول ہے۔" میں نے غرّا کر اُس سے کہا۔

"کون سی ساخت کا ہے؟" ڈرائیور نے سوال کیا۔

"جس ساخت کا بھی ہے، یہ آسانی گولیاں اُگلتا ہے۔ کار روک کر سڑک کے کنارے لگادو۔"

"کار روکنے میں دیر ہو جائے گی اور مس ایکس۔ ۔ ۔"

"میرے حکم کی تعمیل کرو ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔" میرے لہجے کی سختی نے ڈرائیور کو مجبور کر دیا اور اُس نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔

"سوئچ آف کر دو۔" میں نے اگلا حکم دیا اور اُس نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔

"کار سے نیچے اُتر جاؤ۔" میں نے کہا۔

"دیر ہو رہی ہے سر! آپ کو پچھتانا پڑے گا۔"

"نیچے اُتر جاؤ ڈرائیور۔ جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے اُس پر عمل کرو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

وہ نیچے اُتر گیا۔ میں نے اُسے پستول کی زد پر رکھا تھا اور وہ کسی بھی طرح میرے نشانے سے نہیں بچ سکتا تھا۔

"اپنے کپڑے اُتار دو۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

"جی!" ڈرائیور نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"میں نے کہا ہے اپنے کپڑے اُتار دو۔" میں ڈپٹ کر بولا۔ "کیا میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آرہی؟"

"لیکن سر پہلے تو آپ میں بُری عادتیں نہیں تھیں۔"

"تم یوں نہیں مانو گے۔" میں نے کہا اور پستول کے ٹرائیگر پر اپنی انگلی کا دباؤ بڑھانا شروع کر دیا۔

"ٹھہریے جناب ٹھہریے۔" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا "مم۔ ۔ میں کپڑے اُتار رہا ہوں۔" اُس کے ہاتھ کوٹ کے بٹن پہ پہنچے اور اُس نے کوٹ اُتار کر میری طرف بڑھایا۔ وہ میرے اور اپنے درمیان کوٹ کی آڑ پیدا کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے ہاتھ بڑھا کر کوٹ اُس سے چھین لیا۔ وہ پلٹنے ہی والا تھا کہ میں نے ایک فائر کر دیا۔ گولی اُس کی پتلون کو چھوتی ہوئی گزری۔ اُس نے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا دیے "یہ کیا کر رہے ہیں جناب!" وہ چیخا "آپ کو مجھ بوڑھے آدمی پہ ترس نہیں آتا۔ آخر آپ مجھ پر کیوں ظلم کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "کمال ہے تم اسے ظلم کہہ رہے ہو۔ ابھی تو میں تمھارا پورا لباس اُترواؤں گا اور اس کے بعد تم اسی حالت میں کم از کم تین میل تک کار کے آگے آگے دوڑتے ہوئے چلو گے۔ تمھیں شاید معلوم نہیں ہے کہ اس وقت ہم تفریح کے موڈ میں ہیں۔"

"یہ زیادتی ہے جناب!" وہ احتجاجی لہجے میں بولا "دوسرے کی بے عزتی کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔"

"تمیز سے بات کرو بے ادب گستاخ شخص۔ تم میری تفریح کو زیادتی قرار دے رہے ہو۔ میں تمھیں گولی ماردوں گا۔"

وہ دھپ سے زمین پر بیٹھ گیا "بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے دو چار گولیاں مار کر بے ہوش کر دیں۔ جی ہاں دو چار گولیوں سے تو میں صرف بے ہوش ہی ہو سکتا ہوں لیکن میں سمجھ نہیں سکا کہ میرے ساتھ یہ زیادتی کیوں ہو رہی ہے۔"

میرے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ اُبھر آئی۔

"حد سے زیادہ چالاک بننے کے جرم میں۔" میں نے کہا۔

"لعنت ہے۔" وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں بولا "میں کبھی اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ پہچان گئے نا چیف!"

"اپنے اس پستہ قد کو کیا کرو گے جو ہر موقع پر تمھاری رسوائی کا سامان کر دیتا ہے۔"

"میں بس قد سے ہی مار کھا گیا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ کوٹ دے دیں۔" اُس نے مطمئن ہو کر کہا۔

میں نے کوٹ اس کی طرف اُچھال دیا۔ وہ کوٹ پہن کر پھرا سامنے جا کر اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔

"ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔" اُس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "اور آپ نے کئی منٹ ضائع کرا دیے۔ میڈم انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"تم یہاں کیسے آمرے؟" میں نے سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا "تمھارا تو یہاں آنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا؟"

"بس چیف! میں نے آپ سے اپنا تعلق توڑ لیا ہے۔" بدّو نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا "آپ تو بار بار دھوکا دے جاتے ہیں۔ اب میں علی گروپ کا ایک اہم رکن ہوں۔ آپ سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ میڈم کے ملتے ہی بدّو دو کوڑی کا بھی نہیں رہا۔ حد تو یہ ہے کہ میڈم کی ہر مشکل کے سامنے بھی آپ نے بدّو کو نظر انداز کر دیا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ میرے کس رویّے سے اس حد تک تمھاری دل آزاری ہوئی ہے کہ تم مجھے چھوڑنے تک پر آمادہ ہو گئے۔" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"آپ خود ہی بتائیں چیف! مجھے تنظیم آزادیٔ فلسطین یا علی گروپ سے کوئی دلچسپی تھی؟ میں تو صرف علی یار خان کا یار تھا اور اس تعلق کے صلے میں مجھے آپ سے بے رُخی کے سوا اور کیا ملا؟ کیا میں اتنا ہی گھٹیا آدمی ہوں کہ آپ نے مجھے کسی عام آدمی کی طرح نظر انداز کر دیا؟"

"مجھے افسوس ہے بدّو! تمھیں چھوڑنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ میں نے تمھیں عام آدمی کی طرح سمجھ لیا ہو۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں چیف اور آخری وارننگ دے رہا ہوں کہ آپ نے اگر آئندہ بدّو کو اس طرح نظر انداز کیا تو آپ اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"اچھا اب زیادہ نخرے مت دکھاؤ اور یہ بتاؤ کہ تہذیب کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بد تہذیبی کا مظاہرہ تو آپ خود کرتے رہتے ہیں چیف اور پوچھتے مجھ سے ہیں کہ تہذیب کہاں ہے۔ میرا کیا قصور ہے۔" بدّو نے کہا اور کار کی رفتار بڑھا دی۔

مجھے اُس کے انداز پہ ہنسی آگئی۔ پھر میں نے اُس سے پوچھا "تم یہاں کب پہنچے بدّو؟"

"میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ اس وقت آپ کی ملازمت میں نہیں ہوں۔"

"اوہو، دماغ بہت زیادہ خراب ہوگیا ہے۔" میں نے اُسے گھورا۔

"میں اپنے رویّے پر حق بہ جانب ہوں۔" بدّو نے کہا اور کار ایک چوراہے سے بائیں سمت موڑ دی۔ اس سمت مضافاتی آبادی والا علاقہ نظر آرہا تھا اور بدّو کے اس سمت کار موڑنے کا مطلب یہ تھا کہ ہماری منزل قریب آپہنچی ہے۔

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ چند سڑکیں مڑنے کے بعد اُس نے ایک مختصر سی عمارت کے سامنے کار روک دی۔ عمارت اتنی مختصر تھی کہ گاڑی اندر لے جانے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ وہ مکان شاید تین چار کمروں پر مشتمل رہا ہوگا جس کی بالائی منزل زیرِ تعمیر تھی۔ بدّو نے کار سے اُتر کر گاڑی لاک کی۔ میں پہلے ہی گاڑی سے اُتر چکا تھا۔ وہ مُنہ پھُلائے ہوئے مکان میں داخل ہوگیا۔ میں اُس کے ساتھ ہی چل پڑا تھا۔ داخلی دروازے کے بعد ایک مختصر سا برآمدہ تھا جس میں تین طرف دروازے کھلتے تھے۔ بدّو نے سامنے والا دروازہ کھولا اور میں اُس کے ساتھ ہی اندر چلا گیا۔ وہ ڈرائنگ روم تھا اور اس میں اندرونی دروازہ نظر آرہا تھا۔ بدّو نے مجھ سے ایک صوفے پہ بیٹھنے کو کہا۔

"تہذیب کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کنیز حاضر ہے جہاں پناہ!" اندرونی دروازے سے ایک حسین و جمیل نوخیز دوشیزہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔ بلاشبہ وہ تہذیب ہی تھی لیکن اُسے تہذیب کی حیثیت سے شناخت کرنا ناممکن تھا۔ تہذیب جس طرح سے کام کر رہی تھی وہ میرے لیے ناقابلِ یقین سا تھا۔ پہلے وہ مجھے ایک فاحشہ کے روپ میں ملی تھی اور اس وقت ایک ایسی لڑکی کے روپ میں تھی جسے دیکھ کر دل میں خود بہ خود گدگدی سی ہونے لگتی ہے۔ وہ اپنی عمر سے دس سال چھوٹی نظر آرہی تھی جو ظاہر ہے میک اپ کا کمال تھا۔ وہ ایک ایسی کم سن اور متناسب جسم کی مالک دوشیزہ نظر آرہی تھی جو دیکھنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

والوں کو ایک ہی نگاہ میں اپنا اسیر کر لیتی ہے۔ میں نے بُڈ کی طرف دیکھا اور وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"جانتا ہوں۔ اب مجھ سے دفع ہونے کے لیے کہا جائے گا۔ جاتا ہوں۔ چلا جاتا ہوں۔" وہ ڈرائینگ روم کے دروازے سے گزر کر باہر چلا گیا۔ میں ہنسنے لگا اور تہذیب میرے قریب آ گئی۔

"اس سُور کو کیوں بُلا لیا تہذیب؟" میں نے کہا۔

"میں نے نہیں بُلایا بلکہ یہ سُور خود ہی ہمارے پاس پہنچ گیا" تہذیب بولی۔ "لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ہم نے اسے اپنے ساتھ نہ لا کر غلطی کی تھی۔ بڑے غضب کی صلاحیتوں کا مالک ہے یہ شخص۔ کام کرنے پر آتا ہے تو ایسے ایسے کارنامے سرانجام دے ڈالتا ہے جن پر مشکل سے ہی یقین آئے۔ کسی سے پیچھے نہیں رہتا۔ یہ خود ہی ہمیں تلاش کرتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا تھا۔ بہت ناراض تھا۔ کہتا تھا کہ ہم نے اُسے نظرانداز کر کے اچھا نہیں کیا اور وہ اپنی زندگی میں آخری بار اس مہم میں ہمارے ساتھ شریک ہے۔ اس کے بعد ہماری اور اس کی راہیں جُدا ہو جائیں گی۔"

"ہاں تہذیب، اُس کے خلوص پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے کہا۔ "تم نے یہ میک اپ بڑی مہارت سے کیا ہے تہذیب۔"

"مجبوری ہے علی۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہاں آ کر جس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا اُن میں میک اپ کیے بغیر گزارہ ہی نہیں تھا۔"

"میک اپ کے بغیر تمھارا گزارہ نہیں تھا اور اس میک اپ کو دیکھ کر میرا گزارہ نہیں ہو رہا۔ میں کیا کروں؟"

"میں سمجھی نہیں تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"تمھیں دیکھ کر یہ بھی یاد نہیں رہا کہ میں کون ہوں اور کس مقصد کے تحت یہاں آیا ہوں۔ بہت کچھ بھول جانے کو جی چاہ رہا ہے۔"

"تو بھول جاؤ نا علی۔" تہذیب نے شرماتے ہوئے کہا۔ "کون تمھیں یاد رکھنے کے لیے کہہ رہا ہے۔" وہ میرے برابر ہی آ بیٹھی۔ میں نے اُسے محبت بھری نظروں سے دیکھا اور اُس کے بعد کچھ دیر کے لیے ہم واقعی سب کچھ بھول گئے۔

"تم نے بہت جلدی مجھے اُس ہوٹل سے ہٹا لیا۔" خود فراموشی کے لمحات گزرنے کے بعد میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"تم یہ بتاؤ علی کہ اس سلسلے میں تم کہاں تک پہنچے؟" تہذیب نے مجھ سے جواباً سوال کیا۔

"یوں سمجھ لو کہ اب تک میں کچھ بھی نہیں کر سکا۔ دو قتل کیے اور چار مقتول دیکھے اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم نے ایلزے فورے اور اُس کے ساتھی کو قتل کر دیا اور یہ بہت اچھا ہوا۔ اس لیے کہ ایلزے فورے بہت خطرناک آدمی تھا۔ اُس کی حیثیت شیمرخ خاندان کے سربراہ کی سی تھی۔ تمھیں یہ تو معلوم ہی ہے کہ شیمرخ خاندان یہاں کا پسماندہ ترین اور بدنام ترین خاندان ہے۔ اس میں اکثریت جرائم پیشہ افراد کی ہے مگر اُن میں سے کوئی بھی صاحب حیثیت نہیں ہے۔ ڈی فوسٹر اپنے خاندان کو اس پسماندگی سے نکالنے کے ارادے سے یہاں آیا تھا اور ایلزے فورے اُس کا بھرپور طریقے سے ساتھ دے رہا تھا۔ اُس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ڈی فوسٹر کے ساتھ ہیں لیکن ایلزے سب سے زیادہ خطرناک تھا اور اسی لیے اُس کا راستے سے ہٹ جانا ضروری تھا لیکن تم نے جن چار مقتولوں کی بات کی ہے علی، میں اُن سے ناواقف ہوں۔"

"ایلزے فورے نے مجھے ایورگرین کے ہٹ نمبر سترہ کا پتا دیا تھا جہاں ڈی فوسٹر مقیم تھا مگر وہاں مجھے کے جی بی کے چار ایجنٹوں کی لاشیں ملیں جنھیں غالباً سائنائیڈ کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا۔"

"اگر تم سمجھ رہے ہو کہ انھیں ڈی فوسٹر نے ہلاک کیا ہے تو یہ غلط ہے۔ اس کے ذمّے دار کچھ اور لوگ ہیں علی۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

تہذیب ہنسی۔ "یہی تو پُرلطف بات ہے علی! اس بار ہم دونوں کا براہِ راست ٹکراؤ ہے۔"

"کہاں ہے؟" میں نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔ "تم تو مجھ سے اتنے فاصلے پر بیٹھی ہوئی ہو۔"

"شرارت نہیں علی۔" تہذیب جھینپ کر بولی۔ "یہ حقیقت ہے کہ اس بار میں تم سے مقابلہ کر رہی ہوں۔"

"اگر یہ حقیقت ہے تو یہ بھی سُن لو کہ میں تمھارے مقابلے میں شکست کا اعلان کر رہا ہوں۔"

"تم نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ ہمارے درمیان جھگڑا ہو جائے گا۔" تہذیب نے منہ بنا کر کہا۔

"کیوں بھئی؟"

"میں تمھیں شکست تو نہیں دینا چاہتی۔"

"لیکن میں تم سے شکست کھانا چاہتا ہوں۔"

"اس طرح نہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "میدان میں آ کر فیصلہ ہوگا اور فیصلہ اسی صورت میں ہوگا جب بھرپور مقابلہ کیا جائے۔"

"یہ کام شاید میں کبھی نہ کر سکوں۔" میں نے کہا۔ "تم ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ ڈی فوسٹر کے بارے میں تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ اُن لوگوں کی ہلاکت کا ذمّے دار نہیں ہے۔"

"یہ میری اپنی معلومات ہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "کے جی بی کے ہلاک ہونے والے چاروں ایجنٹ بھی کسی خاص اہمیت کے حامل نہیں تھے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ وہاں کیسے پہنچ گئے تاہم یہ ضرور ہے کہ لمبا چکر چل رہا ہے۔ امریکا سے فارمولے چُرا کر فرار ہوتے وقت ڈی فوسٹر نے کوئی باقاعدہ پلاننگ تو کی نہیں تھی۔ شاید وہ جذباتی ہو گیا ہوگا اور اُس نے سوچا ہوگا کہ وہ امریکا کے اس اہم راز کو کسی ملک کے ہاتھوں فروخت کر کے بہت بڑی دولت حاصل کر لے گا اور اپنے خاندان کی مدد کرے گا۔ اُس بے وقوف کو اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ اس طرح دولت کمانا کتنا مشکل ہے تو شاید وہ کبھی یہ حرکت نہ کرتا۔"

"تمھارا تجزیہ درست ہے تہذیب لیکن مجھے ایک بات پر سخت حیرت ہے۔"

"کس بات پر؟"

"یہ بات ایلزے فورے کے علم میں کیسے آ گئی کہ ہم لوگ اوشیل میکائیل کے لیے کام کر رہے ہیں؟"

"واقعی یہ بات بڑی تعجب خیز ہے اور ایلزے فورے کی موت کے بعد تو شاید اس سوال کا جواب کبھی نہ ملتا لیکن میں تمھیں اس سوال کا جواب فراہم کر سکتی ہوں۔" تہذیب نے کہا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم کہاں چلیں؟" میں نے اُسے ٹوکا۔

"میں اکیلی نہیں چلی بلکہ تم بھی میرے ساتھ چلے۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔ "آؤ۔" وہ اندرونی دروازے کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔ وہ مجھے مکان کے عقبی حصّے میں لے گئی جہاں اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اوپر کی زیرِ تعمیر منزل پر پہنچ کر اُس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

میں حیران تھا کہ تہذیب مجھے آخر کیا دکھانا چاہتی ہے۔ جس کمرے میں وہ مجھے لے گئی تھی اُس کی دیواریں پلاستر اور رنگ و روغن سے محروم تھیں۔ تہذیب نے کمرے کے ایک کونے میں موجود کسی چیز کے بڑے سے ڈھیر پر ڈھکی ہوئی ترپال ہٹائی۔ اُس ترپال کے نیچے سے برآمد ہونے والی چیز کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہ ایک انسانی جسم تھا۔ مُردہ انسانی جسم۔

میں حیرت سے اُس انسانی جسم کو دیکھ رہا تھا۔ تہذیب نے کمرے کی کھڑکی کھول دی جس کی وجہ سے کمرے میں زیادہ روشنی آنے لگی اور میں نے اُسے فوراً ہی پہچان لیا۔ اُسے پہچان کر میرے ذہن کو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔ وہ اوشیل میکائیل کا ملازم تھا جو روبوٹ کے انداز میں چلتا تھا اور اپنی مشینی چال کی وجہ سے ہی دوسروں کی توجہ کا مرکز بنتا تھا۔

"تمھیں اندازہ ہو گیا ہوگا علی کہ ایلزے فورے کو ہماری یہاں آمد اور ہمارے مقاصد کے بارے میں کیسے علم ہوا تھا؟" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے سخت حیرت ہو رہی ہے تہذیب! میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ شخص جرمن ثابت ہوگا۔"

"یہ صرف جرمن ہی نہیں ہے علی، اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ اس کا تعلق شیمرخ خاندان سے ہے۔"

"لعنت ہے اوشیل میکائیل پر۔" میں جھنجھلا کر بولا۔ "کم بخت نے ایسے شخص کو اپنا دستِ راست بنا رکھا تھا۔ اب تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے ہاروت رابیل تک کو ہمارے بارے میں علم ہو۔"

تہذیب کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "نہیں، یہ ممکن نہیں ہے۔ اُس نے کم از کم ہاروت رابیل سے تو ہرگز رابطہ قائم نہیں کیا ہوگا کیونکہ اس طرح حکومتِ امریکا کو اس سارے معاملے کی بھنک پڑ سکتی تھی اور پھر ظاہر ہے کہ ڈی فوسٹر کی ناکامی یقینی تھی۔"

"تو کیا یہ شخص بھی ڈی فوسٹر کی مدد کر رہا تھا؟"

"اس کے علاوہ ایلزے فورے کی معلومات کا اور کیا ذریعہ ہو سکتا تھا۔ وہاں سے پوری کہانی سننے کے بعد یہ یہاں پہنچ گیا اور ہم ایلزے فورے کی نگاہ میں آ گئے۔"

"مگر تہذیب یہ تو مُردہ ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کی ہلاکت کا ذمّے دار کون ہے؟"

"میں نے خود اسے ہلاک کیا ہے علی۔ ابھی تو اس نے صرف ایلزے فورے کو ہمارے بارے میں مطلع کیا تھا لیکن جیسے ہی مجھے معلوم ہوا کہ ایلزے فورے اب اس دنیا میں نہیں رہا، میں نے ضروری سمجھا کہ اسے بھی ہلاک کر دیا جائے ورنہ یہ کچھ اور لوگوں کو ہمارے بارے میں بتا دیتا اور یہاں ہمارا کام کرنا ناممکن ہو جاتا۔"

"بہرحال یہ بُرا ہوا کہ ایلزے فورے مارا گیا۔" میں نے کہا۔ "اب ڈی فوسٹر تنہا رہ گیا ہے۔ کہیں وہ کسی پارٹی کی بھینٹ نہ چڑھ جائے۔"

"نہیں علی! ہمارا یہ اندازہ غلط تھا کہ ڈی فوسٹر بے یار و مددگار اور بالکل ہی بے دست و پا ہے۔ درحقیقت اُس نے خود بھی اپنی حفاظت کے کچھ انتظامات کر رکھے ہیں۔ تبھی تو برلن کے روسی، فرانسیسی اور امریکی حکومت کے ایجنٹوں کا اکھاڑا بنے ہوئے ہونے کے باوجود وہ ابھی تک محفوظ ہے۔"

"امریکی ایجنٹ بھی میدان میں ہیں؟" میں نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں، لیکن یہ حکومتِ امریکا کے ایجنٹ نہیں ہیں بلکہ ہاروت رابیل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اُنھیں اپنے ذاتی اخراجات پر یہاں بھیجا ہے تاکہ ڈی فوسٹر کو قابو میں کر کے اُس سے وہ مہلک فارمولے واپس حاصل کر لیے جائیں۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو چکما دے کے یہاں سے نکل گیا ہے۔"

"کون؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ڈی فوسٹر،" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ بڑی صفائی سے اُن سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار ہو گیا ہے۔"

میں حیرت سے تہذیب کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کی حاصل کردہ معلومات قابلِ رشک تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اُس نے بڑی جانفشانی سے کام کیا ہوگا ورنہ یہ معلومات حاصل کرنا آسان کام نہیں تھا۔

"اب اصولاً مجھے تم سے یہ نہیں پوچھنا چاہیے کہ یہ معلومات تمھیں کس طرح حاصل ہوئیں؟" میں نے کہا۔

تہذیب ہنسنے لگی۔ "ہمیں یہاں سے روانہ ہونا ہے علی،" اُس نے کہا۔ "اور میں نے اسی لیے تمھیں ہوٹل سے یہاں بُلوایا ہے۔"

"کہاں چلنا ہے؟"

"یہ بھی بتا دوں گی۔ پہلے تم کچھ دیر آرام کر لو۔ اس کے بعد تمھارے چہرے پر بھی تبدیلیاں کی جائیں گی۔"

"بہت خوب،" میں نے کہا۔ "گویا اب تم میرے چہرے پر اپنے ہاتھوں کے کمال کا مظاہرہ کرو گی؟"

اس کے بعد بڑی دیر تک ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر کچھ دیر آرام کے بعد تہذیب میرے چہرے پر میک اپ کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ میک اپ کے دوران مجھے آئینہ دیکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

میں نے خود کو تہذیب کے حوالے کر دیا۔ وہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک میرے چہرے پر مصروفِ عمل رہی۔ مجھے قطعی اندازہ نہ ہو سکا کہ میرا چہرہ تبدیلیوں کے کن مراحل سے گزر رہا ہے۔

ڈیڑھ گھنٹے بعد میک اپ اختتام کو پہنچا اور تہذیب نے مجھ پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کے بعد آئینہ میری طرف بڑھا دیا۔ آئینہ دیکھ کر میرے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ اُبل پڑا۔

"غالباً یہ میری اُس بات کا ردِعمل ہے جو میں نے تم سے کی تھی،" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ تہذیب نے مجھے ایک پُرکشش نوجوان بنا دیا تھا۔

"یہ بات نہیں ہے علی،" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔ "بلکہ یہ ایک جانی پہچانی صورت ہے اور وقت کی ضرورت ہے۔"

"کس کے لیے؟" میں نے کہا۔

"یہ بات ابھی صیغۂ راز میں رہے گی،" تہذیب بولی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس بار تم بے حد پُراسرار نظر آ رہی ہو اور تمھارے انداز میں زبردست خود اعتمادی ہے۔"

"تمھاری یہ بات میں تسلیم کرتی ہوں لیکن اس کی بھی ایک وجہ ہے،" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔

"وجہ بتائی جائے گی یا وہ بھی صیغۂ راز میں رہے گی؟"

"وجہ ضرور بتائی جائے گی علی! اس کے بغیر تو بات ہی نہیں بنے گی۔ وجہ یہ ہے کہ تم نے ہمیشہ بڑے بڑے کام تن تنہا سرانجام دیے ہیں۔ کسی مہم میں اگر مجھے شریک کیا بھی تو صرف اس حد تک کہ ساتھ لے گئے اور ساتھ لے آئے۔ کام سارے تم نے خود ہی کیے۔ اگر کہیں میری ضرورت پڑ ہی گئی تو مجھ سے کام لے لیا ورنہ میری چھٹی۔ اس بار میں یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ میں خود بھی بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ اتفاق سے ہم نے جو منصوبہ بنایا ہے اُس کے تحت یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم یکجا ہی رہ کر کام کریں بلکہ عام طور پر ہمیں الگ الگ رہ کر کام کرنا ہوگا۔ اس سے ہم کم وقت میں زیادہ کام مکمل کر سکیں گے اور ساتھ ہی مجھے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ خود میرے اندر کتنی صلاحیتیں پوشیدہ ہیں۔ تمھیں بھی اندازہ ہو جائے گا کہ تم ناحق میرے لیے پریشان رہتے ہو۔"

"جو حکم ملکۂ عالیہ،" میں نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ادنیٰ کنیز کو ملکۂ عالیہ کہہ کر شرمندہ نہ کریں عالم پناہ،" تہذیب نے ترکی بہ ترکی کہا اور ہم دونوں ہی ہنس پڑے۔

"ٹھیک ہے بھئی، جو کچھ تم کہتی ہو میں مانے لیتا ہوں ویسے بھی میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس بار تمھاری ماتحتی میں ہی رہ کر کام کروں گا۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے بعد ساری زندگی میں جو تمھاری ماتحتی میں رہنے کو تیار ہوں،" تہذیب نے بڑے دلربا انداز میں مسکرا کر کہا۔

ہم اُسی روز وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ہماری اگلی منزل مغربی جرمنی ثابت ہوا۔ بُڈ بھی ہمارے ساتھ تھا مگر اس نے اپنا میک اپ برقرار رکھا تھا۔

میرا یہ اندازہ غلط نکلا کہ ہماری منزل مغربی برلن ہے۔ اس لیے کہ مغربی برلن سے بس کے ذریعے ہم ہمبرگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ شاید تہذیب مالکم ایکس ہمبرگ ہی جانا چاہتی تھی۔ بُڈ نے تو پہلے ہی لاتعلقانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا اور اب میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ تہذیب سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ بات تو ایک ہی تھی، کام وہ کرتی یا میں کرتا۔ میں تو اُسے اپنے وجود کا ایک حصہ تسلیم کر ہی چکا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے یقین تھا کہ وہ کوئی غلط قدم نہیں اُٹھائے گی۔

ہم یورپ کی سب سے بڑی بندرگاہ پہنچ گئے۔ تجارتی، فوجی، مسافر بردار جہاز اور چھوٹی بڑی کشتیاں میلوں تک لنگر انداز دکھائی دے رہی تھیں۔ گودی میں بے شمار ملاح گھومتے نظر آ رہے تھے۔ بندرگاہ پر موجود حسین لڑکیاں اُن کی توجہ کا مرکز تھیں۔

وہاں سے گزرنے کے بعد ہم ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل میں پہنچے۔ تہذیب نے وہاں دو کمرے کرائے پر حاصل کیے۔ ایک بُڈ کو دے دیا گیا اور دوسرے میں ہم دونوں براجمان ہو گئے۔

"مجھ سے آئندہ پروگرام کے بارے میں نہیں پوچھو گے علی؟" کمرے میں سامان ترتیب سے رکھا جا چکا تو تہذیب نے مجھ سے پوچھا۔

"پوچھنے کا جی تو چاہ رہا ہے چندا لیکن . . ." میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

تہذیب چند لمحے میرے بولنے کی منتظر رہی مگر جب میں نے چُپ سادھے رکھی تو اُس سے رہا نہیں گیا۔ "تم کیا کہہ رہے تھے علی؟"

"میں کہہ رہا تھا کہ جی تو چاہتا ہے معلوم کرنے کو مگر اس خیال سے رک جاتا ہوں کہ کہیں یہ بھی صیغۂ راز میں رکھنے کی بات نہ ہو۔"

"نہیں،" تہذیب نے ہنس کر کہا پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔ "دراصل ڈی فوسٹر کا ایک خفیہ منصوبہ میرے علم میں آیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ دوسرے اس سے لاعلم ہوں گے لیکن یہ ممکن ہے کہ انھیں ابھی پورے طور پر ڈی فوسٹر کے پروگرام کی تفصیل نہ معلوم ہو سکی ہو۔ یہاں کئی گروہ خلافِ قانون سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور خفیہ طور پر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ شیرخ خاندان کا ایک فرد کنگ اٹلس جو یہاں رہتا ہے، اُس کا بھی ایک گروہ ہے جو کنگ کے نام سے مشہور ہے اور پہاڑی کیمپنگ میں سب سے بڑا شمار کیا جاتا ہے۔"

"پہاڑی کیمپنگ؟"

"ہاں یہاں کیمپنگ ٹھیکے پر چلتی ہے۔ ان کیمپوں میں منشیات اور دیگر ممنوعہ اشیا کا کاروبار ہوتا ہے۔ ہر کیمپ کی ذمے داری کسی ایک شخص کے پاس ہوتی ہے جو اپنے علاقے میں امن و امان قائم رکھنے کا ذمے دار ہوتا ہے اور اپنے علاقے میں اُس کی اجارہ داری ہوتی ہے۔ ڈی فوسٹر کو شاید یہ احساس ہو گیا تھا کہ مشرقی جرمنی میں سخت پابندیوں کے باعث وہ اپنے کام کی تکمیل نہیں کر سکے گا۔ کمیونسٹ بلاک کے کسی ملک میں بھی رہ کر اس قسم کا کام کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ یہ احساس ہوتے ہی اُس نے مشرقی جرمنی چھوڑا اور مغربی جرمنی آ گیا۔ یہاں آ کر وہ کنگ اٹلس سے ملا۔ اب مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ کنگ اٹلس اس سلسلے میں کیا کر رہا ہے لیکن اندازہ یہی ہے کہ اب ڈی فوسٹر کنگ اٹلس کے سہارے اپنا کام آگے بڑھائے گا۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ڈی فوسٹر کو ایلزے فوسے کی موت کا علم ہو گیا ہو اور اُس نے اسی لیے راہِ فرار اختیار کی ہو؟" میں نے کہا۔

"بالکل، یہ بات ممکنات میں سے ہے،" تہذیب نے کہا۔ "لیکن ایک امکان یہ بھی ہے کہ خود ایلزے فوسے نے ڈی فوسٹر کو کنگ اٹلس سے کام لینے کی راہ سجھائی ہو۔ اس سلسلے میں ساری ہی باتیں قیاس کی حدود میں ہیں تاہم یہ بات یقینی ہے کہ ڈی فوسٹر وہاں نہیں، یہاں ہے۔"

"ٹھیک ہے،" میں نے سر ہلایا۔ "مجھے تو یہ بتاؤ کہ میرے لیے آئندہ حکم کیا ہے؟"

"اب ایسی باتیں بھی کرو گے علی؟" تہذیب افسردہ ہو گئی۔

"کمال ہے بھئی! جہاں تک تعاون کی بات ہے، میں ہر ممکن تعاون کر رہا ہوں۔ اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے؟"

"تمھارا انداز ایسا ہے علی، جیسے تم اس طرح کام کرنے میں اپنی ہتک محسوس کر رہے ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو تہذیب! اس کے برعکس اس بار کسی کی ماتحتی میں کام کرنے میں جو لطف آ رہا ہے وہ تنہا کام کرنے میں کبھی نہیں آیا۔ ظاہر ہے میں کسی غیر کی ماتحتی میں تو کام کر نہیں رہا، جس کی ماتحتی میں کام کر رہا ہوں اُسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ ویسے بھی میں تمھاری کارکردگی کو قریب سے دیکھنے کا خواہاں ہوں۔"

"یہ سب باتیں دل سے کہہ رہے ہو علی؟"

"کہہ تو زبان سے رہا ہوں مگر نکل دل سے رہی ہیں۔"

"اچھا تو پھر ایک وعدہ کرو،" تہذیب نے کہا۔

"دس وعدے کرنے کو تیار ہوں،" میں خلوصِ دل سے بولا۔

"اگر کہیں مجھے غلطی کرتے دیکھو تو ٹوک دینا تاکہ میری اصلاح ہو سکے۔"

"تمھیں یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی تہذیب! یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ میں تمھیں غلطی کرتے دیکھوں اور خاموش رہوں۔"

اس کے بعد میں کافی دیر تک تہذیب سے کیمپنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر میں نے اُس سے اُس میک اپ کے بارے میں پوچھا جو اُس نے میرے چہرے پر کیا تھا۔

"ہم یہاں آئے ہیں تو ہمیں کام کرنے کے لیے کنگ اٹلس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے قریب ہونا پڑے گا اور جو میک اپ ہم دونوں کے چہروں پر ہے یہ اس سلسلے میں ہماری مدد کرے گا۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟" میں نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وجہ یہ ہے کہ ہم دونوں اُس کے بہت ہی گہرے دوست مسٹر فیرکس کی اولاد ہیں۔ مسٹر فیرکس مر چکے ہیں اور ہم دونوں طویل عرصہ قبل ساؤتھ امریکا جا کر وہیں آباد ہو گئے تھے۔ اپنے آنجہانی دوست کی اولاد کو دیکھ کر کنگ اٹلس کتنا خوش ہو گا اس کا تم اندازہ کر سکتے ہو۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم بھی تھوڑا بہت ڈراما کر لیں گے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟"

"سمجھ بھی رہا ہوں اور شدتِ حیرت سے پاگل بھی ہوا جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں یہ بات مانے لیتا ہوں کہ تمھیں ایلنبے فورسے یا ڈی فوسٹر کے کسی آدمی کے ذریعے کچھ ایسی باتیں معلوم ہو گئی ہوں گی جن سے تم نے یہ اندازہ لگا لیا ہو کہ ڈی فوسٹر یہاں آیا ہے اور اب کنگ اٹلس کا مہمان ہے لیکن کنگ اٹلس کی تاریخ، اُس کے دوستوں اور رشتے داروں کے بارے میں تفصیلات حاصل کر لینا میرے لیے ناقابلِ یقین سی بات ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم مجھے دانتوں میں انگلیاں دبانے پر مجبور کر دو۔"

"یہ اتنی حیران کن بات تو نہیں ہے علی! میں نے تم سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ ویسے بھی کوئی گھریلو لڑکی تو ہوں نہیں۔ طویل عرصے تک گریڈ پول میں کام کر چکی ہوں۔"

"تو میں نے تمھاری اس حقیقت سے کب انکار کیا ہے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس کے باوجود بھی تمھاری کارکردگی حیران کن ہے۔"

"گویا جو کچھ میں کر رہی ہوں تم اُس سے مطمئن ہو؟" تہذیب نے پوچھا۔

"مطمئن تو بہت ہلکا لفظ ہے کوئی بھاری بھرکم لفظ تلاش کرو۔" میں نے کہا اور تہذیب ہنسنے لگی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

تہذیب کی فراہم کردہ اطلاعات میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لی تھیں۔ ڈی فوسٹر سے وہ فارمولا حاصل کرنے کے لیے تین پارٹیاں سرگرداں تھیں، ہاروت رابیل کا گروہ، روسی کے جی بی اور فرانسیسی سیکرٹ سروس۔ چوتھی پارٹی ہم خود تھے جو حرف لوشیل ہیکاٹل کے لیے کام کر رہے تھے۔ فرانسیسی سیکرٹ سروس کا کوئی فرد ابھی تک میری نگاہ میں نہیں آ سکا تھا لیکن میں سمجھتا تھا کہ اپنے چار ایجنٹوں کے مارے جانے کے بعد کے جی بی والے خاصے چوکس ہو گئے ہوں گے۔ دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔

"کیا ابھی تک ڈی فوسٹر والے معاملے میں اسرائیلی ایجنٹ میدان میں نہیں اُترے؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"ممکن ہے اُنھوں نے اپنی کوششیں شروع کر دی ہوں لیکن مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"میں مان نہیں سکتا کہ موساد کے ایجنٹ اس معاملے سے الگ رہ سکیں گے، تاہم یہ تمھارا کیس ہے۔" میں نے کہا۔ "اگر تم اجازت دو تو میں ذرا گھوم پھر کر ہمبرگ کی سیر کر لوں؟"

"فی الحال مجھے تم سے کوئی کام نہیں لینا لہٰذا تم جس طرح چاہو وقت گزار سکتے ہو۔"

میں تہذیب کا شکریہ ادا کر کے باہر نکل آیا۔ ہمبرگ کی سڑکوں پر ملاحوں کی افراط تھی۔ شبینہ کلبوں، ناچ گھروں اور شراب خانوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ ہر شبینہ کلب کے دروازے پر رنگین پوسٹر اور تصاویر آویزاں تھیں۔ ایک علاقے میں ایسے شو روم بھی نظر آئے جہاں شوکیسوں میں شیشے نہیں تھے اور اُن میں اشیاء کے بجائے عورتیں سجی ہوئی تھیں۔ دعوتِ گناہ دیتی ہوئی عورتیں جن کی آنکھوں میں ہوس کے شعلے روشن تھے۔ انھیں دیکھنے والوں میں بڑی تعداد ملاحوں کی تھی جن کا تعلق دنیا کے مختلف ممالک سے تھا۔ وہ ایک دوسرے کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہر شو روم میں جھانک کر اشیاء کی قیمت کا اندازہ کرنے میں مگن تھے۔

میں زیادہ دیر ہمبرگ نہ دیکھ سکا اور ہوٹل واپس آ گیا۔ تہذیب موجود نہیں تھی۔ میں اُس کا انتظار کرنے لگا۔ وہ تقریباً رات کے ساڑھے بارہ بجے ہوٹل واپس پہنچی اور مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کھانے کے بارے میں پوچھنے لگی۔

"میں کھانا کھا چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔ میں بھی کھا چکی ہوں۔ ویسے ہمارا پہلا دن خاصا کامیاب رہا۔ میں نے کافی معلومات حاصل کر لی ہیں اور کل کا دن ہم دریائے ایلبا کے کنارے گزاریں گے۔"

"کیا ہم ایک دن تفریح میں گزار کر ضائع کر دیں گے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔" تہذیب مسکرا کر بولی۔ "دریائے ایلبا کے کنارے کنگ اٹلس کا کیمپ ہے۔"

"کنگ اٹلس؟" میں نے چونک کر کہا۔ "وہی تو نہیں جس کے بارے میں تم نے مجھے بتایا تھا؟"

"بالکل وہی کنگ اٹلس۔" تہذیب مسکرائی۔

"گویا تم کنگ اٹلس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے آئی ہو؟" میں نے کہا۔

"ہاں علی! اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو کنگ اٹلس ہماری تمام مشکلات کا حل ثابت ہو گا۔"

"میں تمھاری کامیابی کے لیے دعاگو ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تہذیب بھی مسکرانے لگی۔

"دریائے ایلبا تک سفر کرنے کے لیے میں نے ایک محفوظ ذریعہ بھی منتخب کر لیا ہے۔" تہذیب بولی۔

"میں پوچھنے ہی والا تھا۔" میں نے کہا۔

"ٹیوب ٹرین کے ذریعے ہم ایک قصبے تک سفر کریں گے اور وہاں سے آگے کا سفر پیدل ہی طے کرنا ہو گا۔ سفر کے لیے دوسرا کوئی آرام دہ طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا تھا لیکن اس طرح ہم دوسروں کی نظروں میں . . . ."

"تم نے بہت مناسب فیصلہ کیا ہے۔" میں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔

"تو پھر میں بُڈ کو بھی اسی وقت اطلاع دے دوں؟"

"اُسے ساتھ لے جاؤ گی؟"

"ہاں، یہ ضروری ہے۔" تہذیب نے کہا۔

اتفاق سے بُڈ اپنے کمرے میں ہی مل گیا جس کی مجھے توقع نہیں تھی۔

"بُڈ تیار ہے چیف۔" بُڈ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ "کہاں جانا ہو گا؟"

"دریائے ایلبا۔" میں نے کہا اور بُڈ اُچھل پڑا۔

"مذاق کر رہے ہو چیف؟" اُس نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کہا۔

"کیوں؟" میں نے اُسے گھور کر دیکھا۔ "اس میں مذاق کی کیا بات ہے؟"

"اوہ کچھ نہیں چیف۔" بُڈ اُٹھ کھڑا ہوا۔ "میں اسی وقت چلنے کو تیار ہوں۔"

"اس وقت نہیں، صبح۔" میں نے کہا اور بُڈ نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا۔

اگلے روز دریائے ایلبا کی طرف روانہ ہوتے وقت بُڈ نے ایک آنکھ دبا کر مجھ سے کہا۔

"چیف! میرے اور تمھارے درمیان جو معاہدہ ہے کبھی کبھی اُس کی پابندی بھی کر لیا کرو۔ بُڈ جیسا وفادار شخص تمھیں کہیں نہیں ملے گا لیکن وفاداروں کو زندہ رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔"

"کیا قیامت ٹوٹی ہے تم پر؟" میں نے سوال کیا۔

"تم وہاں جاتے ہی تو کام شروع نہیں کر دو گے، اس لیے مجھے دریائے ایلبا کے کنارے ایک دن گزارنے کی اجازت ضرور دے دینا۔"

"کیوں؟ وہاں کیا ہے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ بس ایک دن آزادی کے ساتھ گزار کر یہ احساس کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابھی زندہ ہوں۔"

"ٹھیک ہے، تم زندہ رہو۔ مجھے اس پر بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

ہم لوگ زیرِ زمین ٹرین میں بیٹھ کر شہر سے دس میل کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹے سے مضافاتی اسٹیشن پر اُتر گئے جو ٹیوب ٹرین کا آخری اسٹاپ بھی تھا۔ قصبے کی بڑی سڑک کے سرے سے بائیں جانب ایک کچی پگڈنڈی نیچے کھیتوں میں اُتر گئی تھی۔ اس پگڈنڈی کے اختتام پر دریائے ایلبا تھا۔

ہم نے سیاحوں کی مانند اپنا سامان اٹھا رکھا تھا اور پیدل چل رہے تھے۔ پگڈنڈیاں اِدھر اُدھر بکھری ہوئی تھیں اور اُن پر رنگ برنگے لباسوں میں سیاح تیزی سے سفر کر رہے تھے جن میں بچے بوڑھے اور عورتیں بھی شامل تھے۔ سیاح بار بار کھیتوں میں اُتر جاتے اور وہاں سے رنگ برنگے پھول توڑ لاتے۔

موسم خوشگوار تھا۔ حدِ نگاہ تک کھیتوں کے سلسلے دھوپ میں چمک رہے تھے۔ آبادی کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ پھر ہم ایک ٹیلے پر پہنچ گئے۔ تہذیب نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"علی! دریائے ایلبا۔"

میں نے اُس کے اشارے کی سمت نگاہ دوڑائی۔ کافی فاصلے پر دریائے ایلبا کا پُرسکون پانی میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ دریا کی گزرگاہ کے پہلو میں بے شمار بادبانی کشتیاں ساکت کھڑی نظر آئیں جن کے بلند مستول بادبانوں سے خالی تھے۔ بعض پر بادبان بھی نظر آ رہے تھے۔ دریا پر لکڑی کے تختوں کا ایک مضبوط پل بنا ہوا تھا۔ تمام کشتیاں اُسی پل سے بندھی ہوئی تھیں۔ میں کافی دیر تک اُدھر دیکھتا رہا۔ پھر میں نے دوسری طرف دیکھنا چاہا تو تہذیب نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ارے میری آنکھوں پر کیوں ہاتھ رکھ رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"اُس طرف دیکھنا منع ہے۔"

"آخر بات کیا ہے؟" میں نے اُس کا ہاتھ آنکھوں سے ہٹا کر ہونٹوں پر رکھتے ہوئے کہا۔

"بس میں جو منع کر رہی ہوں۔" تہذیب نے کہا اور شرمائے ہوئے سے انداز میں دوسری طرف مڑ گئی۔

میں نے ایک لمحے کے لیے تہذیب کو حیرت سے دیکھا اور پھر اُس طرف دیکھنے لگا جدھر دیکھنے کے لیے اُس نے مجھے منع کیا تھا۔ وہ دریا کا دوسرا کنارہ تھا اور گو وہاں سے صاف نظر نہیں آ رہا تھا لیکن ذرا سا غور کرنے پر ساری صورتِ حال مجھ پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واضح ہو گئی۔ اُس کنارے پیراکی کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ وہ بات جس کی وجہ سے تہذیب مجھے اُس طرف دیکھنے سے روک رہی تھی یہ تھی کہ وہ سب کے سب فطری لباس میں تھے۔ اُنھیں دیکھ کر ابتدائی دور کے وحشی انسان کی یاد تازہ ہو جاتی تھی جسے اپنی ستر پوشی کا شعور تھا ہی نہیں۔

تہذیب کی طرح مجھے بھی یہ بد تہذیبی پسند نہیں تھی اس لیے میں اُس کا ہاتھ پکڑ کر ٹیلے سے نیچے اُتر آیا۔ "کیا ہمیں بادبانی کشتی سے سفر کرنا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں" تہذیب نے جواب دیا۔ "ہمیں دریا عبور کرنا ہوگا۔ کیمپنگ اس طرف ہے۔"

بادبانی کشتی میں دریا کا وسیع پاٹ عبور کرتے ہوئے وہ بیہودہ مناظر بہت قریب سے نظر آئے جن کی وجہ سے تہذیب نے مجھے اِدھر دیکھنے سے منع کیا تھا۔ تہذیب اس طرح بیٹھی تھی کہ اُس کی نگاہ اُن مناظر پر نہ پڑنے پائے۔ میں نے بھی تہذیب کا ساتھ دیا تھا لیکن بڈ کو روکنے کا ہمارے پاس کوئی طریقہ نہیں تھا۔ وہ ہمارے برابر ہی بیٹھا آنکھیں پھاڑے اُسی سمت گھورے جا رہا تھا۔ بادبانی کشتی کا سفر جاری رہا اور بالآخر ہم دوسرے کنارے پہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچتے ہی ہم نے بادبانی کشتی کو رکوایا اور وہیں اُتر گئے۔ ملاحوں نے ہمیں حیرت سے دیکھا۔ اس لیے کہ یہاں آنے والے پہلے اُن مناظر سے لطف اندوز ہوتے تھے جن سے انسانیت کی تذلیل ہوتی ہے اور جب اُن کے سفلی جذبات کی تسکین ہو جاتی تھی تب وہ کسی کیمپنگ کا رُخ کرتے تھے اور خود کو منشیات میں غرق کر دیتے تھے۔

"ہم لوگ یہاں کیوں اُتر گئے چیف!" بڈ نے حیرت سے سوال کیا۔ "ہمارے علاوہ تو کوئی بھی کشتی سے نہیں اُترا۔"

"میرے بجائے یہ سوال تم انچارج سے کرتے تو بہتر ہوتا۔" میں نے کہا۔ "ویسے بھی اب تم میری ملازمت میں نہیں ہو۔"

"کوئی بات نہیں چیف، میں میڈم سے پوچھ لیتا ہوں۔" بڈ نے بڑے سکون سے کہا۔ "کیوں میڈم؟"

"ہم یہاں کام کرنے آئے ہیں۔ دوسرے لوگوں کا مقصد تفریح ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"کام کے ساتھ ساتھ اگر تھوڑی بہت تفریح بھی ہوتی رہے تو کیا حرج ہے؟" بڈ بولا۔

"تفریح ہمیشہ کام کے بعد اچھی لگتی ہے۔" تہذیب نے کہا اور ہم اپنی منزل کی طرف چلنے لگے۔

یہ علاقہ بھی سرسبز تھا۔ حد تو یہ تھی کہ بھورے پتھروں کی ڈھلانیں اور اونچی اونچی چٹانیں بھی سبزے سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ ہمیں بہت دور تک پیدل چلنا پڑا۔ ہماری مطلوبہ کیمپنگ ایک پیالہ نما وادی میں تھی جس کا تعلق کنگ اٹلس سے تھا۔ تہذیب نے اُس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہی ہماری مطلوبہ جگہ معلوم ہوتی ہے۔"

"ایسا ہے تو بہت اچھی بات ہے۔ یہ علاقہ کتنا خوب صورت ہے تہذیب! حسین قدرتی مناظر سے بھرپور۔"

"ہاں مگر تہذیب سے عاری ہے۔" تہذیب نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"چلو، ہم یہاں کسی اخلاقی مشن پر نہیں آئے ہیں۔ کیا خیال ہے براہِ راست کنگ اٹلس سے ملو گی؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں سیاح بکثرت آتے ہیں اور انھیں قیام کے لیے موزوں جگہ بھی مل جاتی ہے۔"

"کیا یہاں قیام کرنے کے لیے کسی قسم کی پابندیاں ہیں؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"نہیں، یہاں کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ جس کا جہاں جی چاہے پڑا رہے۔"

"تو میرے خیال میں زیادہ بہتر یہ رہے گا کہ ہم پہلے کسی جگہ پڑاؤ ڈال کر حالات کا جائزہ لے لیں۔" میں نے کہا۔

"میرا پروگرام بھی یہی ہے۔" تہذیب بولی۔ "پہلے ہم چوبیس گھنٹے یہاں رُک کر علاقے کا جائزہ لیں گے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ کنگ اٹلس تک رسائی ہمارے لیے سودمند ثابت بھی ہوگی یا نہیں۔ اُس کے بعد ہی کنگ اٹلس سے ملنے یا نہ ملنے کا فیصلہ کرنا مناسب ہوگا۔"

بڈ نے ہماری بات اُچک لی۔ "اگر اجازت ہو میڈم تو میں اپنا ٹھکانا الگ بنا لوں؟"

"ہم یہاں ساتھ آئے ہیں اور ساتھ ہی رہیں گے۔" تہذیب نے کہا۔ "الگ رہنے کی کیا تُک ہے؟"

"دراصل چیف کہتے ہیں کہ میں ہر وقت اُن پر مسلط رہنے کی کوشش کرتا ہوں جب کہ میری خواہش ہے کہ میں آپ لوگوں کو قربت کے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا کر دوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔

"ایک اچھے دوست کی حیثیت سے بھی میرا یہ فرض بنتا ہے میڈم۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ آپ دونوں بہت کم ایک دوسرے سے قریب رہ پاتے ہیں۔"

تہذیب نے غصیلے انداز میں بڈ کو دیکھا اور ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ "تم جہاں چاہو جا کر مر سکتے ہو۔"

"شکریہ میڈم! بہت بہت شکریہ۔" بڈ نے احتراماً جھک کر کہا اور ایک جانب دوڑتا چلا گیا۔ تہذیب ہنس پڑی تھی۔

میں اور تہذیب آگے بڑھ گئے۔ کئی مقامات پر چھوٹے چھوٹے چوبی کیبن نظر آ رہے تھے جہاں سے منشیات سپلائی کی جاتی تھیں۔ ایک جگہ کافی بڑی چوبی عمارت بھی نظر آئی۔ اس کے علاوہ چھوٹے بڑے خیموں کا پورا شہر آباد تھا۔ ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے کھلے آسمان تلے قیام کرنے کو ترجیح دی تھی۔ بڑھی ہوئی داڑھیوں، بکھرے ہوئے بالوں، بے رونق چہروں اور بوسیدہ لباس والے آوارہ گردوں کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان تمیز کرنا مشکل تھا تاوقتیکہ انھیں بہت غور سے نہ دیکھا جائے۔

تہذیب اور میں اُن کے درمیان سے گزرتے ہوئے بالآخر اُس جگہ پہنچ گئے جہاں سے خیمے کرائے پر حاصل کیے جا سکتے تھے۔ ہم نے ایک چھوٹی سی چھولداری معمولی کرائے پر حاصل کر کے ایک خالی جگہ نصب کر لی۔ اطراف میں اور بھی بہت سی ایسی ہی چھولداریاں بکھری ہوئی تھیں۔ چھولداری نصب کرنے کے لیے جو مقام ہم نے منتخب کیا تھا وہ قدرے بلندی پر تھا اس لیے ہم وہاں سے خاصی دُور تک کا نظارہ کر سکتے تھے۔

چھولداری نصب کرنے کے بعد ہم نے اُس میں اپنے پاس موجود سامان سیٹ کر لیا۔ اس سامان میں ربڑ کے سفری بستر بھی تھے۔ ان بستروں کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ وہ نہ ہوتے تو ہمیں کھردری زمین پر شب بسری کرنے پر مجبور ہو جانا پڑتا۔ میں تو خیر گزارا کر لیتا مگر تہذیب کے لیے کھردری پتھریلی زمین پر سونا ممکن نہیں تھا۔

"یہاں کتنی گھٹن ہے گل!" تہذیب نے کہا۔ "فضا میں طرح طرح کی بدبو چکراتی پھر رہی ہے۔"

"اس کے علاوہ یہاں اور کیا ہو سکتا ہے۔ سیاحوں کی جو بھیڑ دکھائی دے رہی ہے انھیں منشیات کی کشش ہی تو یہاں کھینچ کر لائی ہے۔ اور جہاں منشیات کا اتنا کثیر استعمال ہو وہاں خوشبویات کا کیا کام؟"

"اگر یہاں یہ نشے باز نہ ہوتے تو یہاں کی فضا بہت خوشگوار ہوتی مگر ان کم بختوں نے اتنی پُر فضا جگہ کو کس قدر مسموم بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"یہاں جو رونق نظر آ رہی ہے تہذیب! وہ بھی انھی نشے بازوں کے دم سے ہے۔" میں نے کہا۔

"بھاڑ میں گئی ایسی رونق۔" تہذیب نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ایسی رونق سے تو بے رونقی اچھی۔"

"تم بھٹک رہی ہو تہذیب۔" میں نے اُسے ٹوکا۔ "ہم یہاں ایک کام سے آئے ہیں۔ لوگوں کی بُری عادتیں چھڑوانے نہیں آئے۔"

"کام تو ہوتا ہی رہے گا گل لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کی آوارہ گردی کا راز کیا ہے؟"

"بیزاری۔" میں نے کہا۔ "حد سے بڑھتی ہوئی بیزاری کے باعث ان لوگوں نے یہ راہ اختیار کر لی ہے۔"

"بیزاری؟" تہذیب حیرت سے بولی۔ "یہ لوگ کس چیز سے بیزار ہو گئے۔ دُنیا کی کون سی نعمت انھیں میسر نہیں ہے؟"

"پُر تعیش زندگی ہی تو انھیں اس راہ پہ لے آئی ہے ورنہ انھیں دُنیا کی ہر آسائش میسر ہے۔"

"کیسی متضاد باتیں کر رہے ہو گل! آسائشوں سے بھی کوئی بیزار ہوا کرتا ہے؟"

"آسائشوں ہی سے تو بیزار ہوتا ہے۔ آدمی اُس چیز کی طرف لپکتا ہے جس کی اُسے ضرورت ہوتی ہے۔"

"یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ آدمی اُسی چیز کے پیچھے دوڑتا ہے جس چیز کی اُسے ضرورت ہوتی ہے لیکن ان لوگوں کو تو کسی چیز کی بھی کمی نہیں تھی۔"

"ان لوگوں کو مصائب کی ضرورت تھی۔ بے سروسامانی کی زندگی میں ان کے لیے بے حد کشش تھی تبھی تو یہ سارے تعیشات پر لات مار کر اس بے سروسامانی کی زندگی کی طرف نکل آئے ہیں۔"

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

جسے قارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

۳ حصوں میں (مکمل)

قیمت فی حصہ ۔/۴۰ روپے | ڈاک خرچ فی حصہ ۔/۱۶ روپے

□ پُر اسرار کہانیوں کے شائقین کے لیے
□ طنز و مزاح پسند کرنے والوں کے لیے
□ جاسوسی کہانیوں کے پرستاروں کے لیے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہوگی!

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے منگوائیں

تینوں حصے ایک ساتھ منگوانے پر محصول ڈاک ۱۸ روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پتا نہیں کیوں تمھاری بات پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آرہی۔" تہذیب نے بے بسی سے کہا۔

"اس بات کو آسان زبان میں سمجھو۔ اگر کسی شخص کو دن رات ہر وقت کھانے کے لیے مرغی ملتی رہے تو کیا وہ اس سے اُکتا نہیں جائے گا۔ اسے کہیں دال کی جھلک بھی نظر آجائے گی تو وہ اس پر بھوکوں کی طرح گرے گا۔ دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ وہ کوئی انتہائی محروم آدمی ہے۔ حقیقت تک تو کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

"او ہو! اب میں سمجھ گئی۔" تہذیب نے کہا۔ "واقعی ایک ڈگر پر چلتے چلتے آدمی بیزار ہو ہی جاتا ہے۔"

"مغرب منشیات کے سیلاب کی لپیٹ میں ہے تہذیب! مغرب کے دانشور اس سیلاب کے سامنے بند باندھنے میں ناکام ہو چکے ہیں اور اُن کی پوری نسل تباہی کی طرف جا رہی ہے۔"

"کیا یہ عبرت کا مقام نہیں ہے علی کہ اس قدر ترقی یافتہ قوموں کا یہ حشر ہو رہا ہے؟"

"بالکل ہے۔" میں نے کہا۔ "اور غور طلب بات یہ ہے کہ یہ تنزلی صرف ترقی یافتہ قوموں ہی کے حصے میں کیوں آئی؟"

"کیا اس کی وجہ بھی یہی نہیں ہے کہ یہ اپنی پُرتعیش زندگی سے بیزار ہو چکے ہیں؟"

"نہیں تہذیب۔ پُرتعیش زندگی سے اس حد تک بیزاری تو سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو علی!" تہذیب حیران ہو کر بولی۔ "کچھ ہی دیر قبل یہی بات ثابت کرنے کے لیے تم اپنا سارا زور صرف کیے دے رہے تھے اور اب جبکہ میں تمھاری بات سے متفق ہو چکی ہوں تم خود ہی اپنی بات کی تردید کر رہے ہو۔"

"پہلے جو کچھ میں نے کہا تو وہ صرف ایک امکانی جائزہ تھا ورنہ حقیقت تو کچھ اور ہی ہے۔"

"تمام دن کی تھکن کے بعد اب ذہن اس قابل نہیں رہا کہ کوئی پیچیدہ بات سمجھ سکوں لہٰذا جو کچھ کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔"

"ان لوگوں کا اصل مسئلہ توازن ہے تہذیب! جہاں توازن نہیں ہوگا وہاں خرابیاں ضرور جنم لیں گی۔ اسی لیے ہمارے مذہب نے توازن پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ ترکِ دُنیا کی بھی ممانعت ہے اور ترکِ دین تو خیر ہے ہی بہت بڑا گناہ۔ مغرب پر جو تباہی نازل ہوئی ہے اُس کی سب سے بڑی وجہ یہی عدم توازن ہے۔ انھوں نے اپنی پوری توجہ مادّی ترقی پر صرف کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ روحانی دیوالیہ پن کا شکار ہوتے چلے گئے۔ مادّیت کے ساتھ یہی مصیبت ہے کہ اُس سے ہر ظاہری چیز حاصل کی جا سکتی ہے مگر کوئی ایک بھی باطنی چیز حاصل نہیں کی جا سکتی۔۔۔ اور روحانیت کا کمال یہ ہے کہ اس میں باطن مضبوط ہوتا ہے اور انسان ظاہری چیزوں سے خود بخود بے نیاز ہوتا چلا جاتا ہے۔ مادّہ بے سکونی کو جنم دیتا ہے اور روحانیت سکون و اطمینان فراہم کرتی ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ صرف عدم سکون اور بے اطمینانی کا شکار شخص ہی بے راہ روی کا نشانہ بنتا ہے۔ جس شخص کو سکون جیسی دولت میسر ہوگی جو ہر طرح سے مطمئن ہوگا وہ کبھی بے راہ روی پر مائل ہو ہی نہیں سکتا۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مادّی ترقی کے نتیجے میں مغرب روحانی طور پر دیوالیہ ہو گیا۔ لوگ ایک حد تک تو اس کرب کا مقابلہ کرتے رہے جو اُنھیں مادّی دور میں شامل ہونے کے نتیجے میں تحفتاً ملا تھا لیکن وہ زیادہ دیر اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور آج اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔"

تہذیب مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ سب باتیں محض تمھارا نظریہ ہوں؟" اُس نے کہا۔

"کیا تم میرے تجزیے سے متفق نہیں ہو تہذیب؟ جو کچھ میں نے کہا ہے کیا اُس میں اتنا وزن نہیں ہے کہ تم میری باتیں تسلیم کر لو؟"

"نظریاتی طور پر تمھاری ہر بات درست ہے علی! لیکن۔۔۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے بھٹک جانے کی وجہ کچھ اور رہی ہو۔" تہذیب ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"اسے تاریخ کے آئینے میں دیکھو تہذیب! ان لوگوں کی مادّی ترقی اور روحانی زوال کا نکتۂ آغاز وہ دور ہے جسے یورپ میں صنعتی انقلاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل مغرب اور مشرق کی عورت میں بھی بہت زیادہ فرق نہیں تھا لیکن صنعتی انقلاب کا دور شروع ہوتے ہی عورت باہر نکل آئی اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے لگی۔ انسان کی جگہ مشینوں نے لے لی اور انسان خود انسانیت سے بھی دور ہوتا چلا گیا۔ آسائشوں سے بھرپور زندگی اسے سکون فراہم نہ کر سکی تو اس نے خود کو طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کرنا شروع کر دیا لیکن یہ بھی ایک غلط طریقہ تھا کہ ان لوگوں کو کچھ سجھائی نہیں دیتا اور یہ سکون کی تلاش میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔"

"اذیت پسندی کا یہ رجحان تو بہت خطرناک ہے علی! کیا یہ لوگ قابلِ رحم نہیں ہیں؟"

"قابلِ رحم تو ہیں تہذیب لیکن یہ بھی تو سوچو کہ انھوں نے دوسروں کے لیے جو گڑھا کھودا تھا یہ لوگ خود اُس میں گر گئے ہیں۔ ایک زمانے میں جب حکومتِ برطانیہ میں سورج غروب نہیں ہوا کرتا تھا، ان کی سلطنت کی حدود بے حد وسیع تھیں۔ انگریزوں پر یہ اخلاقی فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ اپنے زیرِ حکومت و مقبوضہ علاقوں کے باشندوں کی ترقی کے لیے مخصوص قدم اُٹھاتے لیکن

اس کے برعکس اُنھوں نے ان لوگوں کو چائے اور سگریٹ پر لگانے کے لیے بے تحاشا دولت خرچ کی۔ بعد میں بین الاقوامی اور اندرونی دباؤ کے تحت مکار انگریز کو سارے علاقے خالی کرنا پڑ گئے مگر اُن کا بویا ہوا بیج تناور درخت بن چکا تھا۔ چائے اور سگریٹ جیسی فضول چیز کی عادت میں دُنیا کی بہت بڑی آبادی مبتلا ہے۔ جو قومیں دوسروں کے خلاف سازش کرتی ہیں تہذیب! وہ اس کے مابعد الاثرات سے خود بھی محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ اسی معاملے میں دیکھ لو، اُنھوں نے دیگر اقوام کو چائے اور سگریٹ کے ذریعے تباہ کرنے کی کوشش کی تھی آج اُن کی اپنی نوجوان نسل کا کیا حشر ہو رہا ہے۔"

"تم تھوڑے سے جذباتی ہو گئے علی!" تہذیب نے کہا۔ "شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تمھاری قوم بھی انگریزوں کی ڈسی ہوئی ہے۔"

"یہ حقیقت ہے تہذیب کہ میں اس معاملے میں جذباتی ہو جاتا ہوں۔ ہم ڈیڑھ سو سالہ غلامی کے اثرات سے ابھی تک نہیں نکل سکے۔ ہمارے سیدھے سادے لوگوں نے انگریز کی دی ہوئی لعنتوں کے طوق ہنسی خوشی اپنے گلوں میں ڈال رکھے ہیں۔ حکمران طبقہ الگ انگریزی ماحول کا پروردہ ہے۔ قوم کو غلامی کے اثرات سے نکالنا اُن کی ذمّے داری ہے مگر اُن کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ عملاً اب بھی ہمارے ہاں انگریز کی حکمرانی ہے۔"

"کچھ بھی ہو علی! مجھے ان لوگوں سے ہمدردی محسوس ہوتی ہے، انسانیت کے ناتے۔ جو کچھ بھی کیا اُس میں بھی تو ان کا حکمران طبقہ ہی سرگرمِ عمل تھا۔ عام آدمی تو اس میں شریک نہیں تھا۔"

"ہر جگہ یہی ہوتا ہے تہذیب! خواص کی غلطیوں کی سزا عوام کو بھگتنا پڑتی ہے۔" میرے لہجے میں تلخی اُتر آئی۔ "ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟"

"تم میرے آئیڈیل ہو علی مگر مجھے افسوس ہو رہا ہے۔ ان قابلِ رحم لوگوں کے لیے تمھارا طرزِ فکر خاصا بے رحمانہ ہے۔"

"واقعی یہ قومیں ہمدردی کی مستحق ہیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ قومیں جنھوں نے ایٹم اور ہائیڈروجن بم جیسے بھیانک ہتھیار ایجاد کر کے پوری دُنیا کے معصوم و بے گناہ لوگوں پر ناگہانی موت کے سائے مسلّط کر رکھے ہیں۔"

"ان میں ان لوگوں کا کیا قصور ہے علی! اس کے ذمّے دار تو مٹھی بھر افراد ہیں۔"

"ہر وہ شخص ذمّے دار ہے جو ایسی مہلک ایجادات کو اچھا سمجھتا ہے۔ مجھے بتاؤ تہذیب کہ ڈی فوسٹر نے جو فارمولے چرائے ہیں اُن کے پیچھے پاگلوں کی طرح دوڑنے والے کن ممالک کے ایجنٹ ہیں۔ کیا کوئی ترقی پذیر ملک بھی اس چکّر میں پڑا ہے؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی، لیکن اگر ڈی فوسٹر کے مسروقہ فارمولے کسی اور ملک کے ہاتھ لگ گئے تو کیا ہوگا؟"

"ویسے تو اس مشن کی انچارج تم ہو۔ تم اس سلسلے میں جو بھی قدم اُٹھاؤ گی میں اُس میں تمھارا ساتھ دوں گا لیکن اگر کسی موقع پر تم نے اس مشن سے ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی تو میں تم سے معذرت کر لوں گا۔ مسروقہ فارمولے کسی بھی قیمت پر حاصل کرنے کے بعد ہی میں کوئی اور کام کر سکوں گا۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اس کیس سے ہاتھ اٹھا سکتی ہوں؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم بھی پیچھے ہٹنے والی نہیں ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے تو صرف مفروضے کے طور پر یہ بات کہی تھی۔"

"میں خاصی تھکن محسوس کر رہی ہوں علی!" تہذیب ایک بستر پر دراز ہوتے ہوئے بولی۔ "کیا خیال ہے کچھ دیر آرام نہ کر لیں؟"

"سفر میں تھکن تو ہو ہی جاتی ہے۔ میں بھی کسلمندی محسوس کر رہا ہوں لیکن میری تھکن آرام کرنے سے نہیں کچھ دیر کھلی ہوا میں گزارنے سے دور ہوگی۔ تم آرام کرو، میں ذرا باہر گھوم پھر آؤں۔"

تہذیب نے آنکھیں بند کر لیں اور میں چھولداری سے باہر نکل آیا۔ سورج مغرب کی طرف جھک چلا تھا۔ شام اُتر آئی تھی اور سرسبز میدانوں میں ہپیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ نظر آ رہے تھے۔ چرس کے کثیف دھوئیں کے مرغولے فضا میں چکراتے پھر رہے تھے۔ ہر طرف سے طرح طرح کے نشوں کی بُو آ رہی تھی۔ اندر کی بہ نسبت باہر زیادہ گھٹن تھی۔

میں درمیانہ رفتار سے اُن کے درمیان سے گزرنے لگا۔ اُن میں سے بیشتر تو نشے میں مدہوش دُنیا و مافیہا سے بے خبر تھے ورنہ میرا ارادہ تھا کہ کنگ اٹلس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اب میں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ یہ کام بعد میں کسی اور ذریعے سے بھی ہو سکتا تھا۔

میں چاروں طرف دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔ کوشش یہی تھی کہ ہر شخص پر کم از کم ایک سرسری نظر ضرور پڑ جائے۔ ایک امید تھی کہ شاید کہیں کوئی کام کا آدمی نظر آ جائے۔ دفعتاً میرے پیروں سے کوئی چیز ٹکرائی اور میں سنبھلنے کی انتہائی کوشش کرنے کے باوجود لڑکھڑاتا ہوا چند قدم آگے جا گرا۔ میں منہ کے بل گرا تھا اور اگر میں نے ہاتھ نہ ٹیک دیے ہوتے تو کم از کم میری نکسیر تو ضرور پھوٹ گئی ہوتی۔

"دیکھ کر نہیں چلتے! اندھے ہو گیا؟" میں نے اپنے عقب سے ایک دہاڑ سنی اور پھرتی کے ساتھ اُٹھ بیٹھا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ چار افراد تھے جو اپنے حلیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے ہی غنڈے معلوم ہو رہے تھے۔ وہ سب جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھے، جسمانی طور پر توانا تھے اور سب کے ہاتھوں میں بیئر کے ٹن تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کنگ ایلس کے پالتو غنڈے تھے اور ان میں سے ایک نے جان بوجھ کر مجھے گرایا تھا۔ میں ان چاروں کو پہلے نہیں دیکھ سکا تھا اس لیے کہ اس وقت میں دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ میری اس بے خبری سے فائدہ اٹھا کر ان میں سے ایک نے مجھے اڑنگا لگا کر گرا دیا تھا۔

میں کھڑا ہو گیا۔ وہ سب مجھے ہی گھور رہے تھے۔ "میں اندھا نہیں ہوں۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "تم نے جان بوجھ کر مجھے گرایا ہے۔" میں نے گھنی مونچھوں والے اس شخص کو گھورا جس پر مجھے شبہ تھا کہ مجھے گرانے کی حرکت اسی نے کی ہے۔

"بکواس کرتا ہے۔" گھنی مونچھوں والا گرجا۔ "الزام لگاتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ تو کس سے گفتگو کر رہا ہے۔"

"ہاں، مجھے بالکل نہیں معلوم کہ تم کون ہو۔ میں تو یہاں اجنبی ہوں، ایک سیاح۔"

"سیاح کے بچے، تجھے اپنی اس حرکت کی معافی مانگنی پڑے گی۔ ٹونی پر الزام لگانے والے اپاہج ہو جایا کرتے ہیں۔"

"میں نے کسی پر کوئی الزام نہیں لگایا۔" میں نے کہا۔ "اس کے برعکس تم مجھ پر الزام لگا رہے ہو۔"

"بہت نڈر معلوم ہوتا ہے۔ کیسا چبا چبا کر باتیں کر رہا ہے۔" ٹونی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مارو سالے کو۔" ان میں سے ایک نے جس کے بائیں گال پر چاقو کا گہرا زخم نظر آ رہا تھا، بیئر کے ٹن سے ایک طویل گھونٹ لے کر کہا اور خالی ٹن بے پروائی سے مجھ پر اچھال دیا۔ میں نے اپنا چہرہ تیزی سے ایک طرف نہ جھکایا ہوتا تو بیئر کا ٹن میرے منہ پر پڑا ہوتا۔

"میں تجھے ایک موقع اور دے رہا ہوں۔ معافی مانگ لے ورنہ اس خوبصورت چہرے کا بھرتا بنا دوں گا۔" ٹونی غرایا۔

"غلطی میری ہوتی تو ضرور معافی مانگ لیتا۔ مگر غلطی میری نہیں ہے بلکہ زیادتی تم نے کی ہے۔"

"تو لاتوں کا بھوت معلوم ہوتا ہے۔ باتوں سے نہیں مانے گا۔" اس نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ اس کے تینوں ساتھی یوں بے تعلق سے بیٹھے تھے جیسے ان کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ اطراف میں بکھرے ہوئے ہپی تو پہلے ہی اپنی اپنی کھال میں مست تھے۔ انھیں اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ ان کے گرد و پیش کیا ہو رہا ہے۔

"میں جا رہا ہوں۔" دفعتاً میں نے بلند آواز سے کہا اور دوسری طرف جانے کے لیے مڑ گیا مگر میں چند قدم سے زیادہ نہ چل سکا۔ ٹونی نے عقب سے مجھ پر چھلانگ لگائی اور مجھے دور تک رگیدتا چلا گیا۔ میرے منہ سے کراہ نکلی اور میں خود کو چھڑانے کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔ ٹونی خاصا جسیم اور طاقتور آدمی تھا۔ اس نے مجھے پوری طرح جکڑ لیا تھا اور مجھے بری طرح رگڑے لگا رہا تھا۔

"مم... مجھے چھوڑ دو۔" میں نے بمشکل کہا۔ "تم مجھے کیوں مار رہے ہو؟"

"تو نے ٹونی کے ساتھ بدتمیزی کی ہے اور تجھے اس کی سزا ضرور ملے گی۔" اس نے میری گدی پر ایک زوردار گھونسا رسید کیا اور میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ کر رہ گئے۔

"مجھے چھوڑ دو، میں وعدہ کرتا ہوں یہاں سے چلا جاؤں گا۔" میں نے کمزور سی آواز میں کہا۔

"چلا جائے گا، ہاہاہاہا۔" اس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔ "ٹونی کے منہ پر تھوک کر چلا جائے گا تو دنیا کیا کہے گی۔ نہیں، تو مجھ سے معافی مانگے بغیر یہاں سے جا بھی نہیں سکتا۔"

میں نے پوری قوت صرف کر کے اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر یہ ممکن نہ ہو سکا۔ میں نے اس کی طاقت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ اس کا جسم کسی چٹان کی طرح ٹھوس تھا اور وہ طاقت کا پہاڑ معلوم ہو رہا تھا۔ میرے ساتھ مشکل یہ تھی کہ میں یہاں کوئی ہنگامہ برپا کر کے خود کو نمایاں کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ اسی لیے میں نے سوچا تھا کہ اس سے تھوڑا بہت پٹ کے معافی مانگ لوں گا لیکن اب مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر میں نے اس سے فوراً معافی نہ مانگی تو وہ میرا کچومر بنا کر رکھ دے گا۔

"مم... میں وعدہ کرتا ہوں، آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔" میں نے اس سے معذرت کر لینے میں ہی عافیت جانی۔

"معافی اس طرح مانگی جاتی ہے۔" وہ میری پشت پر گھٹنا ٹیکتے ہوئے غرایا۔ "ٹھیک سے معافی مانگو۔"

"اور کیا کہوں۔" میں کراہا۔ "وعدہ تو کر رہا ہوں کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

"یہ کہو کہ غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔ میں معافی مانگتا ہوں، مجھے معاف کر دو۔" وہ دانت پیس کر بولا۔

"مجھے معاف کر دو ٹونی۔" میں نے انتہائی بے بسی کے عالم میں کہا۔ میرا رواں رواں غصے کے مارے سلگ رہا تھا۔ "غلطی مجھ سے ہی ہوئی تھی۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔"

اس نے میرے سر کے بال مٹھی میں جکڑ کر میرا منہ زمین پر رگڑ دیا۔ "جا، بچہ سمجھ کے تجھے معاف کر رہا ہوں ورنہ جی تو یہی چاہ رہا ہے کہ تیرے جسم کا ریشہ ریشہ ادھیڑ کر رکھ دوں۔"

وہ ایک جھٹکے سے مجھے چھوڑ کر ہٹ گیا اور میں سر جھٹک کر اپنی آنکھوں کے سامنے چھا جانے والی دھند سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"مزہ نہیں آیا ٹونی۔" اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔ "جواب اٹھ کر دیں آ گئے تھے، یہ تو بہت بودا ثابت ہوا۔"

"اس کی قسمت ہی اچھی تھی کہ اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی حماقت نہیں کی۔" ٹونی نے نفرت سے ایک طرف تھوکتے ہوئے کہا۔ "ورنہ یہ اپنے پیروں پر چل کر نہیں جا سکتا تھا۔"

میں بمشکل تمام اپنے پیروں پر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو سکا۔ ٹونی نے بڑی بے دردی سے مجھ پر طبع آزمائی کی تھی۔ وہ لوگ کھڑے ہرزہ سرائیاں کر رہے تھے اور میں سب کچھ سن کر بھی خاموش رہنے پر مجبور تھا۔ میں کھڑا ہونے کے بعد ان کی طرف دیکھے بغیر ایک طرف چل پڑا۔ میری چال میں خفیف سی لڑکھڑاہٹ تھی لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد اس لڑکھڑاہٹ میں یکلخت ہی اضافہ ہو گیا۔ عقب سے میری پشت پر ایک بھرپور لات پڑی تھی اور میں اپنا توازن کھو کر ایک بار پھر زمین چاٹنے پر مجبور ہو گیا۔

ان چاروں نے بیک وقت وحشیانہ انداز میں قہقہے لگائے۔ میں نے اٹھنے میں بہت تیزی دکھائی۔ غصے کی ایک شدید لہر نے میرے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ میرا جی چاہا کہ ان چاروں پر جھپٹ پڑوں لیکن میرے پیروں میں مصلحت کی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں، غصے کی لہر کو میں نے اپنے دماغ تک نہیں پہنچنے دیا تھا۔

"پھرتیلا تو بہت ہے۔" ان میں سے ایک ہنس کر بولا۔ "اٹھنے میں کتنی تیزی دکھائی ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے ٹونی! تم نے اس کی پٹائی ٹھیک سے نہیں کی ورنہ یہ اتنی تیزی کبھی نہ دکھا پاتا۔" ایک اور غنڈے نے ٹونی سے کہا۔

ٹونی کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنی مار کھانے کے بعد یقیناً بے ہوش ہو گیا ہوتا جبکہ میں اپنے پیروں پر کھڑا تھا اور یہ چیز اسے حیران کر دینے کے لیے بہت کافی تھی۔

"جوان آدمی ہے نا اسی لیے اس وقت مار سہہ گیا۔ صبح جب سو کر اٹھے گا تو اس کا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہو گا۔" ٹونی نے کندھے جھٹک کر کہا۔

"تم لوگ آخر کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟" میں رو دینے والی آواز میں بولا۔ "مجھے جانے کیوں نہیں دیتے۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

"جاؤ، تم چلے جاؤ۔" ٹونی میری طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "اب کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔"

میں ایک بار پھر جانے کے لیے پلٹنے لگا لیکن ابھی میں پوری طرح پلٹنے بھی نہیں پایا تھا کہ ٹونی کا بھرپور تھپڑ میرے گال پر پڑا اور میں کسی درخت کے کٹے ہوئے تنے کی طرح زمین پر گر پڑا۔ اس بار میری آنکھوں کے سامنے گہرا اندھیرا چھا گیا مگر میرے ہوش و حواس زائل نہیں ہوئے تھے۔ ان چاروں کے وحشیانہ قہقہے میری سماعت کو چھید رہے تھے۔

"یہ تھپڑ اس بات کی علامت ہے کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔" ٹونی کی نفرت انگیز آواز سنائی دی مگر میں نے دم سادھے رکھنے میں ہی عافیت جانی۔ ان بدمعاشوں کی فطرت اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ کسی کمزور شخص کی بے بسی سے لطف اندوز ہونے والے لوگ تھے۔ سفاک اور بے رحم۔

لیکن سوال یہ تھا کہ صرف میں ہی ان کا نشانہ کیوں بنا؟ وہاں میرے علاوہ ہزاروں لوگ اور بھی تھے۔ انھوں نے کسی اور کے ساتھ یہ حرکت کیوں نہیں کی۔ اگر یہ اتفاق تھا تو بڑا ناقابل یقین قسم کا اتفاق تھا اور اگر اس کے پیچھے کوئی محرک تھا تو یہ بے حد خطرناک بات تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ میری اور تہذیب کی یہاں آمد بھی راز نہیں رہی۔

مجھے بے حس و حرکت پڑے دیکھ کر وہ لوگ وہاں سے رخصت ہوئے تو میری جان میں جان آئی۔ کچھ دیر یونہی پڑے رہنے سے میری توانائیاں قدرے بحال ہو گئی تھیں۔ میں نے اٹھ کر کپڑے جھاڑے اور اپنا بگڑا ہوا حلیہ ممکنہ حد تک درست کرنے کے بعد وہاں سے چل پڑا۔

ہپیوں کے غول پہلے ہی کی مانند نشے میں بدمست تھے۔ انھوں نے شاید آنکھ اٹھا کر دیکھنے تک کی زحمت نہ کی ہو گی کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اگر دیکھا بھی ہو گا تو قطعی بے تعلقی کے ساتھ۔ انھیں اپنے اور اپنے نشے کے سوا دنیا کی کسی اور چیز سے کوئی غرض نہیں تھی۔

میں کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح بوجھل قدموں سے چل رہا تھا۔ میں ادھر ادھر بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ ان نشے بازوں سے کسی قسم کی مدد کی توقع رکھنا بدترین حماقت ہوتی۔ میں کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ دفعتاً میری سماعت سے ایک حسین نسوانی آواز ٹکرائی۔

"تم کہاں جا رہے ہو نوجوان، یہاں آؤ، کچھ دیر میرے پاس بھی بیٹھو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے نگاہ اٹھا کر آواز کی سمت دیکھا۔ وہ اپنی آواز کی طرح خود بھی بے حد حسین تھی اور اس کا مخاطب میں ہی تھا۔ وہ ایک ٹیلے پر بیٹھی متوقع نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے کھلے ہوئے شہد رنگ بال اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے جن پر اس کے عقب سے ڈوبتے ہوئے سورج کی نارنجی کرنیں پڑنے سے ان کا رنگ اور بھی نکھرا نکھرا سا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی رنگت نیلی تھی اور اس کی جلد کی سفید رنگت سورج کی کرنوں کی وجہ سے ہلکے گلابی رنگ کی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے نیم وا لبوں پر استقبالیہ مسکراہٹ سجی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر اس کی طرف بڑھ گیا۔

"غالباً تم نے مجھے ہی آواز دی تھی؟" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر کہا۔ "مگر ہم ایک دوسرے سے واقف تو نہیں ہیں شاید!"

"کوئی بات نہیں!" وہ مسکرائی۔ "ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ہمیشہ اجنبی ہی رہیں۔ کچھ دیر بعد یہ اجنبیت ختم بھی ہو سکتی ہے۔ آؤ، بیٹھو!" اس نے ذرا سا کھسک کر میرے لیے جگہ بنائی۔

"تم کتنے روز سے نہیں نہائی ہو؟" میں نے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں ہپّی ہوں اور ایک ہپّی کو اپنے جسم سے زیادہ اپنی روح کی صفائی کی فکر ستاتی رہتی ہے!"

"اوہ! میں نے شاید غلط سوال کر لیا!" میں نے بوکھلا کر کہا۔ میں ہپّی ازم کے بارے میں لیکچر سننے کے موڈ میں ہرگز نہیں تھا۔ "تم یہ بتاؤ تم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟"

"ویسے ہی بلا لیا تھا۔ اکیلے بور ہو رہی تھی۔ تم بھی اکیلے نظر آئے اس لیے آواز دے کر بلا لیا!"

میں نے اسے بے اختیاری سے دیکھا۔ "میرے علاوہ اور بھی تو بہت سے لوگ تنہا ہوں گے!" میں نے کہا۔ "پھر میں ہی کیوں؟"

"دراصل مجھے تم سے ہمدردی محسوس ہونے لگی تھی!" وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ "میں نے تمہیں ٹونی کے ہاتھوں پٹتے دیکھا تھا!"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" میں نے دل میں سوچا اور مجھے دفعتاً ہی اس سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ "کیا تم ٹونی سے واقف ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ٹونی اور اس کے ساتھیوں سے کون واقف نہیں ہے۔ یہاں انہی لوگوں کی حکومت ہے!"

"لیکن میں نے تو سنا تھا کہ یہاں کا کرتا دھرتا کنگ اٹلس نامی کوئی شخص ہے!"

"تم نے ٹھیک سنا ہے۔ اصل آدمی کنگ اٹلس ہی ہے اور یہ لوگ اسی کے پالتو غنڈے ہیں۔ ٹونی کو اس کا دست راست سمجھا جاتا ہے!"

"تم یہاں کب سے مقیم ہو؟"

"ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا ہے شاید!" اس نے کہا۔ "تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں جاننا چاہ رہا تھا کہ انھوں نے میری ہی پٹائی کیوں کی۔ یہاں اور بھی تو بہت سے لوگ موجود ہیں۔ پھر میرا تو قصور بھی کوئی نہیں تھا!"

"روزانہ ہی کوئی نہ کوئی ان کا نشانہ بنتا ہے۔ عام لوگوں کو بے ہوش کرنے کے لیے تو ٹونی کا ایک ہی ہاتھ کافی ہوتا ہے۔ مجھے تم پر حیرت ہو رہی ہے کہ آخر تم اپنے پیروں پر کیسے چل رہے ہو؟"

"جانتی ہو؟ اس نے خود ٹانگ اڑا کر مجھے گرایا تھا اور اس کے بعد مجھ پر الزام لگانے لگا کہ میں نے اس کے ٹھوکر ماری ہے!"

"ایسی حرکتیں کرنا ان کا معمول ہے۔ خود ہی دوسروں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں اور اگر کوئی احتجاج کرے تو اس کی شامت آ جاتی ہے!"

"واہ! یہ بھی کوئی بات ہوئی!" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "یہ تو کھلی ہوئی دھاندلی ہے۔ میں کنگ اٹلس سے شکایت کروں گا!"

"کنگ اٹلس تک پہنچو گے کیسے؟" وہ میرے چہرے کے سامنے ہاتھ نچا کر بولی۔

"کیوں کیا وہ کسی سے نہیں ملتا؟" میں نے کہا۔

"معلوم نہیں!" وہ بے پروائی سے بولی۔ "میں نے اسے کسی سے ملتے نہیں دیکھا۔ اور پھر وہ تنہا تو ہوتا نہیں۔ اس کے باڈی گارڈز ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں!"

"کوئی بات نہیں!" میں سر ہلا کر بولا۔ "بس وہ ایک بار مجھے نظر آ جائے۔ پھر تم دیکھنا کیسی شکایت کرتا ہوں اس ٹونی کے بچے کی!"

"میرا مشورہ مانو تو جو کچھ ہوا اسے بھول جانے کی کوشش کرو۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا!"

"تو کیا میں اپنے خلاف ہونے والے ظلم پر احتجاج بھی نہ کروں۔ ان لوگوں کا جو جی چاہے کرتے پھریں!"

"ہاں!" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ بڑے سفاک لوگ ہیں۔ اگر تم اس حماقت کے مرتکب ہوئے تو میرا اندازہ ہے کہ اس کے بعد وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے!"

"دیکھا جائے گا!" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اس بار تو میں نے ٹونی کا لحاظ کر لیا ہے لیکن اب اگر وہ مجھ سے الجھا تو میں اسے مزہ چکھا دوں گا!"

وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ "ہاں، تم ایسے ہی سورما نظر آتے ہو!"

"دیکھ لینا!" میں نے جھنجھلا کر کہا۔ "ابھی تو تم میرا مذاق اڑا رہی ہو لیکن تم دیکھنا میں اس کا کیا حشر کروں گا اگر وہ مجھ سے الجھا تو!"

"مجھے افسوس ہوگا!" وہ طویل سانس لے کر بولی۔

"کس بات کا افسوس ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"کتنا دلکش چہرہ ہے!" وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "خدا جانے ان سے پٹنے کے بعد پہچانے جانے کے قابل بھی رہو گے یا نہیں!"

"تو تمہیں کیوں افسوس ہوگا؟" میں نے جھنجھلانے کی اداکاری کی۔ "تم کون سی میری رشتے دار ہو؟"

"رشتے داری تو دور کی بات ہے میں تو تمہارے نام تک سے واقف نہیں ہوں۔ معلوم نہیں کون ہو۔ ہپّی تو ہرگز نہیں ہو نشے کے عادی بھی نہیں معلوم ہوتے!"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ بتایا ہے جو میں بتاؤں!" میں نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا مگر اس کی بات پر میرے کان ضرور کھڑے ہو گئے تھے۔ میں خود کو نمایاں نہیں کرنا چاہ رہا تھا مگر میں نمایاں ہو چکا تھا۔ میں نے اس پہلو پر تو غور کیا ہی نہیں تھا کہ ان کیمپوں کا رخ کرنے والے سو فیصد نشے باز لوگ ہوتے ہیں۔ تفریحاً وہاں کوئی نہیں آتا۔ ظاہر ہے اگر وہاں ایسا کوئی شخص دکھائی دے جو نشہ نہ کرتا ہو تو وہ خود بخود مشکوک ہو جائے گا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ میں ٹونی اور اس کے ساتھیوں سے نہیں الجھا تھا۔ میری خاموشی کی وجہ سے انھوں نے مجھے کوئی عام آدمی ہی سمجھا ہوگا لیکن اگر میں ان سے الجھ پڑتا تو اس کے بعد اس کیمپ میں میرا رہنا ناممکن ہو جاتا۔

"ناراض کیوں ہو رہے ہو؟" وہ ہنس کر بولی۔ "میرا نام روبیلا ہے!"

"تمہاری طرح تمہارا نام بھی خوبصورت ہے!"

"شکریہ!" وہ ادا سے دلبری سے مسکرائی۔ "آؤ، تمہیں اپنی چھولداری میں لے چلوں!"

"چلو!" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "لیکن کیا تم اکیلی ہو؟ تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے؟"

"تھا ایک، آج صبح مجھے چھوڑ بھاگا۔ شاید زیادہ دنوں تک میرے اخراجات برداشت کرنا اس کے بس سے باہر تھا!"

مجھے اس کی بات سے دھچکا لگا لیکن یہ تو ان کا دستور تھا۔ سفید فاموں کے لیے شادی کے بغیر ساتھ رہنا معیوب نہیں تھا لہٰذا مجھے کیا؟

وہ مجھے اپنی چھولداری تک لے گئی۔ "آؤ، اندر آ جاؤ!" اس نے کہا۔

"نہیں، بس اب میں جاؤں گا!" میں نے اندر جانے سے پہلو تہی کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا! تو تم!" اس نے آنکھیں نکالیں۔ "میں تمہیں کھا تھوڑی جاؤں گی!" اس نے میرا بازو دبوچ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

میں ناچار اندر داخل ہو گیا۔ اس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ مجھے بیٹھنا ہی پڑا۔

"میں تمہیں کیسی لگتی ہوں؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"میں تمہارے اس سوال کا مقصد نہیں سمجھا روبیلا!" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"میرا مطلب ہے شکل و صورت اور جسم کے اعتبار سے کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی؟"

"تم غیر معمولی طور پر حسین ہو!" میں نے کہا۔ "لیکن میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ تم مجھ سے یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"کیا تم میرا قرب نہیں حاصل کرنا چاہتے؟" اس نے میرا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس کی ایسی کوئی خاص خواہش تو نہیں تھی تاہم اس وقت مجھے تمہارا قرب حاصل تو ہے!"

"میں مکمل قرب کی بات کر رہی ہوں۔ تم اگر چاہو تو صرف دس مارک کے عوض مجھے حاصل کر سکتے ہو!"

"بکاؤ مال سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی روبیلا!" میں نے تلخی سے کہا۔ "خواہ وہ کتنا ہی پرکشش کیوں نہ ہو!"

"اگر یہ بات ہے تو تم کچھ بھی مت دینا۔ آؤ!" اس نے دونوں ہاتھ میری طرف پھیلاتے ہوئے کہا۔

"پکے پھل کی طرح خود کو دوسروں کی آغوش میں گرا دینے والی لڑکیوں سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ مجھے ان سے نفرت محسوس ہوتی ہے!"

"مجھے غلط نہ سمجھو!" روبیلا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میرا ساتھی مجھے دغا دے گیا اور اب میرے پاس ایک دھیلا بھی نہیں ہے۔ جانتے ہو صبح سے نشہ کرنا تو درکنار میں نے کچھ کھایا تک نہیں!"

میں نے خود کو بروقت سنبھال لیا۔ اس سے ناصحانہ گفتگو کر کے میں خود کو اس کی نظروں میں مشکوک کر دیتا لہٰذا مجھے اس کے ساتھ ایسا رویہ رکھنا چاہیے تھا کہ وہ مجھے بھی کوئی آوارہ گرد ہی سمجھتی۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا تھا۔ میں نے جو چند الٹی سیدھی باتیں کر دی تھیں ان کی تلافی کی جا سکتی تھی۔

"اوہ! تو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا!" میں نے معذرتانہ انداز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کہا، "تمھارا تو نشہ اُکھڑ رہا ہوگا؟"

"میں نے بمشکل خود کو سنبھال رکھا ہے لیکن اب میری قوتِ برداشت جواب دیتی جا رہی ہے۔ ہو سکے تو ویسے ہی میری کچھ مدد کر دو۔ میں تمھارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"احسان کی بات مت کرو روسیلا! ایک ہپی کی مدد کرنا دوسرے ہپی پر فرض ہوتا ہے۔"

"تم ہپی ہو؟" اُس نے حیرت سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

"میرے حلیے پر مت جاؤ۔ ضروری تو نہیں ہے کہ آدمی اپنا حلیہ بھی تبدیل کر لے۔"

"نہیں، حلیے سے کوئی زیادہ فرق نہیں پڑتا لیکن اگر تم ہپی ہوتے تو میری آفر بھی نہ ٹھکراتے۔"

"سخت شرمندہ ہوں کہ میں ابھی تک پوری طرح ہپی نہیں ہو سکا۔ بہت سی بُری عادتیں اب بھی موجود ہیں مجھ میں۔" میں نے کہا اور جیب میں سے پرس نکال کر اُس میں سے سو مارک کا نوٹ کھینچ کر روسیلا کی طرف بڑھا دیا۔ سو مارک کا نوٹ دیکھ کر روسیلا کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئیں۔ اُس نے جلدی سے نوٹ میرے ہاتھ سے اُچک کر اپنے بلاؤز کے گریبان میں اُڑس لیا۔

"تم بہت اچھے آدمی ہو۔" روسیلا نے کہا۔ "جب بھی تمھارے نظریات تبدیل ہوں میرے پاس چلے آنا۔ تمھارے لیے کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے روسیلا۔ اگر کبھی ایسا ہوا تو میں تمھیں یاد رکھوں گا۔ اب میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور اُس کی چھولداری سے نکل آیا۔ اُس نے بھی مجھے نہیں روکا تھا۔ رقم ہاتھ آتے ہی یقیناً اُسے اپنے نشے کی فکر پڑ گئی ہوگی۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ کیمپ کے خیموں میں کیروسین لیمپ روشن ہو گئے تھے اور کیمپ کے چوبی کیبنوں میں جنریٹر کے ذریعے بجلی سپلائی ہو رہی تھی۔ میرا رُخ اپنی چھولداری کی طرف تھا۔

تہذیب مجھے چھولداری کے باہر ہی ٹہلتی ہوئی مل گئی۔

"کہاں چلے گئے تھے علی؟" مجھے دیکھتے ہی اُس نے بے تابی سے کہا۔ "بہت دیر کر دی۔"

"ایسے ہی ذرا گھومتے ہوئے دیر ہو گئی۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ اگر اندھیرا نہ ہو گیا ہوتا تو مجھے تہذیب کو سب کچھ بتانا پڑ جاتا۔ میرا حلیہ دیکھ کر وہ مجھ پر سوالات کی بوچھار کر دیتی۔

"فضا میں کتنی خوشگوار خنکی اُتر آئی ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "ساری تھکن جیسے تحلیل ہو کر رہ گئی ہو۔ کیا خیال ہے کچھ دور ٹہل لیں؟"

"بہت نیک خیال ہے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹہلتے ہوئے ایک طرف چل دیے۔

رات تاریک تھی، چاند ابھی تک نہیں نکلا تھا البتہ آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ نیچے زمین پر کیمپ میں بے شمار کیروسین کے محدود روشنی والے لیمپ ٹمٹما رہے تھے۔ آوارہ گردوں کے بے ہنگم رقص، موسیقی اور گانے کی آوازوں نے ماحول پر ایک سحر انگیز سی کیفیت طاری کر دی تھی۔

میں اور تہذیب ٹہلتے ہوئے کیمپ سے دور چٹانی سلسلوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ رقص و سرود کی آوازیں ہوا کے دوش پر تیرتی ہوئی وہاں تک آ رہی تھیں۔

"کیسا طلسماتی ماحول ہے تہذیب۔" میں نے کہا۔ "جی چاہتا ہے اپنی بقیہ زندگی ایسے ہی کسی مقام پر بسر کر دی جائے۔"

"جی تو پتا نہیں کیا کیا چاہتا ہے لیکن ہم اپنے مشن سے تو منہ نہیں موڑ سکتے نا۔"

میں جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعتاً میں چونک پڑا۔ کیمپ کی جانب سے اچانک ہی گولیوں کی تڑتڑاہٹ سُنائی دی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے علی؟" تہذیب نے کہا۔

"ہمارا استقبال کیا جا رہا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ گولیوں کی آوازوں میں اب عورتوں اور مردوں کی چیخ و پکار کی آوازیں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک یہ کون سی آفتاد پڑی ہے۔ فائرنگ کرنے والے کئی معلوم ہوتے تھے۔ پھر کچھ خیموں میں آگ بھی لگ گئی۔

"کسی چٹان کی آڑ میں نکل چلو تہذیب!" میں نے کہا۔ "یہاں رُکنا ٹھیک نہیں ہے۔"

ایک اونچی چٹان کی آڑ میں رُک کر میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔

"یہ کیا چکر ہے علی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ۔۔۔" تہذیب اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ چٹان کے اوپر سے چست سیاہ لباس میں ملبوس ایک شخص نے تہذیب پر چھلانگ لگا دی۔ تہذیب اُس کی گرفت میں آ گئی تھی۔ وہ بُری طرح نیچے گری۔ اس سیاہ لباس والے کے پاس جدید ساخت کی ایک رائفل بھی نظر آ رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ میں سنبھل کر تہذیب کی مدد کے لیے دوڑتا ایک شخص میرے شانے پر بھی کود پڑا۔ پہلے شخص کی طرح وہ بھی چست لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے پاس بھی جدید ساخت کی رائفل موجود تھی۔ کیمپ کی جانب سے آنے والی چیخ و پکار کی آوازوں میں اضافہ ہو چکا تھا اور ادھر کیمپ سے دور ویرانے میں مَیں اور تہذیب اس ناگہانی مصیبت سے نبرد آزما تھے جو چٹانوں کی تاریکی سے ہم پر نازل ہوئی تھی۔

یہ حملہ نہایت غیر متوقع تھا۔ میں اور تہذیب تو کیمپ میں ہونے والی ہنگامہ آرائی کی طرف متوجہ تھے۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان چٹانوں پر کچھ لوگ ہماری تاک میں بھی رہے ہوں گے۔ اس اچانک اُفتاد سے بوکھلا کر میں نے پوری قوت سے حملہ آور کو سر سے بلند کیا اور ایک چٹان پر دے مارا۔ یہ سب کچھ ایک لمحے کے اندر اندر ہو گیا تھا۔ اضطراری طور پر شاید میں نے پوری قوت صرف کر دی تھی۔ حملہ آور کے منہ سے نکلنے والی دلخراش چیخ ایک لمحے کے لیے تو کیمپ کی جانب سے آنے والے شور پر بھی حاوی آ گئی۔ شاید پتھریلی ٹھوس چٹان سے ٹکرانے کے باعث اُس کی ریڑھ کی ہڈی چکنا چور ہو گئی تھی۔

اپنے ساتھی کی کربیہہ چیخ سُن کر تہذیب پر حملہ کرنے والا ٹھٹھک گیا۔ ملگجے اندھیرے میں مَیں نے اُسے تہذیب کو چھوڑ کر اپنی جانب پلٹتے دیکھا اور جتنی پھرتی سے اُس نے رائفل کا رُخ میری طرف کر کے فائر کیا اُس کے پیشِ نظر میرے پاس اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں خود کو زمین پر گرا دیتا۔ اُس پر حملہ کرنا تو بہت دور کی بات تھی۔ اگر میں نے ایک لمحے کی بھی تاخیر کی ہوتی تو اُس کی چلائی ہوئی گولی سے نہیں بچ سکتا تھا۔ لیکن اتنی دیر میں تہذیب نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ اُس نے عقب سے حملہ آور کی پشت پر زوردار لات رسید کی۔ وہ مجھ پر دوسرا فائر کرنے کے لیے میرا نشانہ لے رہا تھا کہ تہذیب کی لات نے اُس کا توازن بگاڑ دیا۔ اُس نے خود کو زمین پر گرنے سے بچایا اور جھلا کر تہذیب کی طرف پلٹا۔ قبل اس کے کہ وہ تہذیب پر فائر کرتا میں بجلی کی سی تیزی سے زمین سے اُٹھا اور اُس پر چھلانگ لگا دی۔

مجھ پر جھنجلاہٹ سوار تھی، کچھ ہی دیر قبل ٹونی کے ہاتھوں پٹنے کی جھنجلاہٹ۔ ٹونی غیر معمولی طور پر طاقتور شخص تھا اور اُس سے مار کھانا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر میں نہ صرف اس سے پٹا تھا بلکہ مصلحت کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں اُس پر ہاتھ بھی نہیں اُٹھا سکا تھا۔

اب اندھیرے کے دامن سے نمودار ہونے والا حملہ آور میری زد پر تھا۔ یہ میرے لیے اپنی جھنجلاہٹ اُتارنے کا نادر موقع تھا۔ اُس پر چھلانگ لگا کر میں اُسے دور تک رگیدتا چلا گیا۔ پتھریلی زمین پر رگیدے جانے کے باعث اُس کے جسم کے بیشتر حصے یقیناً بُری طرح چھل گئے ہوں گے۔ اُس کے منہ سے برآمد ہونے والی کراہوں کو نظرانداز کر کے میں اُسے چھوڑ کر پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے پلٹ کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر میں نے بڑی بے دردی سے اُس کے منہ پر ٹھوکر رسید کی۔ میری ٹھوکر پوری طرح اُس کے منہ پر نہ پڑ سکی۔ اس لیے کہ اُس نے میری ٹھوکر سے بچنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلائے تھے۔ اُس نے اپنے منہ کو تو کسی حد تک محفوظ کر لیا مگر مجھے یقین تھا کہ اُس کے ہاتھوں پر قیامت گزر گئی ہوگی۔

اسی اثنا میں تہذیب نے اُس کی رائفل پر قبضہ کر لیا تھا جو پہلے ہی اُس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دور جا گری تھی۔ اُس نے رائفل کا رُخ اُس شخص کی طرف کر کے گولی چلا دی جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور جسے میں نے چٹان پر دے مارا تھا۔ وہ پہلے ہی تشنجی انداز میں ہاتھ پیر پٹک رہا تھا۔ تہذیب کی چلائی ہوئی گولی نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ اُس کے منہ سے آخری چیخ نکلی اور وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ اُسے موت کی آغوش میں پہنچا کر تہذیب نے رائفل کا رُخ دوسرے حملہ آور کی طرف موڑ دیا جس کے میں کئی ٹھوکریں رسید کر چکا تھا۔

"اس سے دور ہٹ جاؤ علی۔" تہذیب نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "میں اس کا کام تمام کیے دیتی ہوں۔"

"نہیں تہذیب۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اسے گولی سے ہلاک کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے تو میں ویسے ہی نمٹ لوں گا۔"

تہذیب نے مجھ سے بحث نہیں کی اور رائفل کی نال جھکا لی۔ میں نے آگے بڑھ کر حملہ آور کے ایک اور ٹھوکر رسید کی اور وہ ذبح کیے ہوئے بکرے کی طرح چیخنے لگا۔ میری یہ ٹھوکر اُس کے گُردے کے مقام پر پڑی تھی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اب تک اُس کے منہ سے ایک لفظ بھی برآمد نہیں ہوا تھا۔ بس وہ مار کھا کر چیخے جا رہا تھا۔ اُس نے کئی بار اُٹھنے کی بھی کوشش کی تھی اور مجھ پر حملہ کرنے کی بھی کوشش کی تھی مگر میں نے اُسے اب تک تو ایسا کوئی موقع نہیں دیا تھا۔ میں نہایت بے رحمی سے اُس پر ٹھوکریں برساتا رہا اور چیختے چیختے بالآخر وہ بے ہوش ہو گیا۔ ممکن ہے مر ہی گیا ہو مگر مجھے اُس کے زندہ رہنے یا مر جانے سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ہم پر حملہ کرنے والے کون تھے۔ مجھے یہ معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی اور نہ ہی یہ اس کا موقع تھا۔ مجھے تو اُس پر اپنی جھنجلاہٹ اُتارنے کا موقع مل گیا تھا اور اب میں خود کو خاصا پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔

"کیا یہ مر گیا علی؟" تہذیب نے میرے نزدیک آ کر پُرتشویش انداز میں پوچھا۔

"معلوم نہیں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ممکن ہے زندہ ہو، ممکن ہے مر گیا ہو۔ لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"اس کی زندگی ہمارے لیے سودمند ثابت ہو سکتی تھی۔ ہم اس سے معلوم کر سکتے تھے کہ اس کا تعلق کس گروپ سے ہے؟"

"بہت دیر میں خیال آیا۔ ایسی باتیں پہلے سوچنے کی ہوا کرتی ہیں جبکہ ابھی تم اسے گولی مارنے جا رہی تھیں۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے علی۔" تہذیب کے لہجے سے پشیمانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جھلک رہی تھی۔" مجھے خیال نہیں رہا تھا لیکن تمہیں ہی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟"

"میں نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "میرے خیال میں ایسی کوئی کوشش وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوتی۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی!" تہذیب متحیرانہ لہجے میں بولی۔ "کیمپ میں بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانا کیا تمہارے خیال میں ضروری نہیں ہے؟"

"اوّل تو یہ کہ مارے جانے والے افراد یا تو دنیا کے لیے بے مصرف لوگ ہوں گے کہ وہ نشے باز ہوں گے یا پھر اُن کا تعلق کیمپ کی انتظامیہ سے رہا ہوگا اور دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی مرا ہو، بے گناہ ہرگز نہیں کہلایا جا سکتا۔ دوم یہ کہ تم دیکھ رہی ہو کہ وہاں ابھی تک گولیاں چل رہی ہیں۔ حملہ آور تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور پوری طرح مسلح بھی ہیں۔ اگر ہم ان لوگوں سے کچھ معلومات حاصل کر بھی لیتے تو فوری طور پر اُن معلومات سے فائدہ اُٹھانا ممکن نہ ہوتا اور ہمارے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ ہم اپنے مشن کی طرف سے توجہ ہٹا کر کسی اور طرف دیکھیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے علی کہ ان لوگوں کا تعلق اُن پارٹیوں میں سے کسی ایک سے رہا ہو جو مسروقہ فارمولوں کے حصول کے لیے کوشاں ہیں!" تہذیب نے مجھ پر جرح کی۔ "اگر ہم اس پر تشدد کرتے اور ہمیں اس کے ذریعے ان لوگوں کی اصلیت معلوم ہو جاتی تو کیا ہم اس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے تھے؟"

"نہیں!" میں نے پُرتیقن انداز میں کہا۔ "حملہ آوروں کا تعلق خواہ کسی بھی پارٹی سے ہو اور اُن کا مقصد کچھ بھی ہو، ہمیں اس سے اس لیے کوئی غرض نہیں ہے کہ اس سے ہمارا مشن براہِ راست متاثر نہیں ہو رہا۔ جس طرح یہ بات یقینی ہے کہ مسروقہ فارمولوں کے حصول کے لیے کئی ٹیمیں میدان میں ہیں اُسی طرح یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ابھی تک کوئی بھی پارٹی اس ضمن میں کوئی قابلِ ذکر کامیابی حاصل نہیں کر سکی ہے۔ لہٰذا اگر ان حملہ آوروں کا تعلق کسی ملک کے ایجنٹوں سے ہے یا یہ خود ہی کسی ملک کے ایجنٹ ہیں تو ہماری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟"

"کیسی عجیب باتیں کر رہے ہو علی! ہمیں اپنے مخالفین پر نظر رکھنی ہے۔ کہیں وہ ہم سے بازی نہ لے جائیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو تہذیب! ہم کسی کو اُن فارمولوں کے حصول سے روکنے کی کوشش نہیں کر سکتے۔ کئی پارٹیاں سرگرمِ عمل ہیں۔ ہم کس کس سے اُلجھیں گے۔ اگر ہم نے کسی پارٹی سے اُلجھنے کی کوشش کی تو ممکن ہے کہ کوئی تیسری پارٹی کامیابی حاصل کر لے اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں۔ مناسب یہی ہے کہ ان لوگوں سے دور رہ کر کام کرنے کی کوشش کریں ہاں اگر کوئی ہماری راہ میں آ ہی جائے تو اس پر وقت ضائع کرنے کے بجائے اُسے کچلتے ہوئے گزر جائیں۔ اس طرح ہم کم سے کم وقت میں . . ."

دفعتاً ہم پر کسی طاقت ور ٹارچ کی روشنی پڑی۔ میں نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر اندھیرے میں ایک جانب چھلانگ لگا دی۔ تہذیب نے بھی خود کو زمین پر گرا دیا تھا۔ انتہائی عجلت کے باوجود میں نے اس جانب چھلانگ لگائی تھی جدھر مجھ پر حملہ آور ہونے والے کی رائفل گری تھی۔ ٹارچ کی روشنی پڑنے کے ساتھ ہی کئی فائر ہوئے۔ رائفلوں کی سنسناتی ہوئی گولیاں میرے اوپر سے گزریں اور سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرائیں۔ میں گولیوں سے تو محفوظ رہا مگر چٹانوں سے اُڑنے والے متعدد سنگریزے مجھ سے ٹکرائے تھے۔ میں زمین پر رینگ رہا تھا اور میرے ہاتھ رائفل کی تلاش میں تھے۔ اندھیرے میں رائفل کی تلاش خاصا مشکل کام تھا۔ دوسری طرف میں تہذیب کی طرف سے بھی فکر مند تھا۔ معلوم نہیں اُس پر کیا گزر رہی ہوگی۔ ٹارچ کی روشنی بھی غائب ہو چکی تھی مگر فائرنگ تواتر سے ہو رہی تھی۔ کیمپ کی جانب سے آنے والے شور شرابے کی آوازیں دب کر رہ گئی تھیں۔ مجھ پر اور تہذیب پر ہونے والے فائروں کی آوازیں مسلسل گونج رہی تھیں۔

صورتِ حال بہت خطرناک تھی۔ سخت زمین پر رینگتے ہوئے اگرچہ میں کسی قدر محفوظ تھا مگر اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ مجھے کوئی گولی نہیں لگے گی۔ تہذیب کی طرف سے اتنی بے فکری تو بہرحال تھی کہ وہ ابھی تک محفوظ ہے۔ اُسے خدانخواستہ کوئی گزند پہنچا ہوتا تو اُس کی چیخ ضرور سنائی دیتی۔

دفعتاً ٹارچ پھر روشن ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا۔ یہ فائر تہذیب نے کیا تھا۔ بارہ فٹ بلند چٹان سے ایک چیخ بلند ہوئی۔ تہذیب نے ٹارچ والے کا نشانہ لے کر فائر کیا تھا اور گولی اُسے چاٹ گئی تھی۔ اُس کے ہاتھ سے جلتی ہوئی ٹارچ گری اور پھر وہ خود بھی مجھ سے ذرا دور آ گرا۔ فائرنگ میں ایک بار پھر تیزی آ گئی۔ اس بار ساری گولیوں کا رُخ اُس جانب تھا جدھر سے تہذیب نے فائر کیا تھا لیکن میں دیکھ چکا تھا کہ وہ ایک چٹان کے عقب میں ہے اور اسے فوری طور پر کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے مگر حملہ آوروں نے تہذیب کی پوزیشن کا اندازہ کر لیا تھا اور شاید وہ اپنا سارا ہی ایمونیشن پھونک دینے پر تُل گئے تھے۔ اُن کی ساری توجہ تہذیب پر تھی لہٰذا مجھے موقع مل گیا۔ اندھیرے میں پہلے حملہ آور کی رائفل تو میں تلاش نہیں کر سکا مگر جو شخص تہذیب کی گولی کا شکار ہوا تھا وہ میری دسترس میں تھا۔ میں زمین سے اُٹھ کر اس کی طرف بڑھا اور اس کی رائفل اُٹھا لی۔ جلتی ہوئی ٹارچ اب بھی زمین پر پڑی تھی مگر اس کا رُخ میری جانب نہیں تھا۔ میں رائفل پر قبضہ کرنے کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی اُس جگہ نہیں رُکا۔ تہذیب خطرے میں تھی اور اُسے اس خطرے سے نکالنے کے لیے مجھے فوری طور پر کچھ کرنا تھا۔

میں اندھیرے کے دامن میں چٹان سے چپک کر چلتا ہوا دوسری طرف پہنچ گیا۔ حملہ آور اسی چٹان کے اوپر موجود تھے۔ اُن کی رائفلوں سے نکلنے والے شعلوں نے مجھے اُن کی پوزیشنیں سمجھنے میں مدد دی تھی۔ میں نے سنبھل سنبھل کر چٹان پر چڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ ہی اوپر چڑھنے کے بعد مجھے چند سیاہ دھبے دکھائی دینا شروع ہو گئے جو سیاہ پوش حملہ آور تھے اور چٹان کے اوپر اوندھے لیٹے تہذیب پر فائرنگ کر رہے تھے۔ اُن کی تعداد چار تھی اور اُن چاروں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ چٹان پر دوسری جانب بھی کچھ لوگ موجود ہیں لیکن ظاہر ہے کہ میں ایک وقت میں تو اُن سب سے نہیں نمٹ سکتا تھا۔ میں نے محتاط انداز میں چاروں طرف دیکھا اور پھر اُن پر فائر کر دیے۔ میرے ہاتھ میں موجود رائفل نے یکے بعد دیگرے چار گولیاں اُگلیں اور اُن چاروں کا کام تمام کر دیا۔ چار فائر کرتے ہی میں دوبارہ چٹان سے چپک گیا۔ اندیشہ تھا کہ کسی اور جگہ اُن کا کوئی ساتھی موجود ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے بھون کر رکھ دیتا۔ مگر کچھ نہیں ہوا۔ اس طرف اُن چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

چند لمحے انتظار کرنے کے بعد میں اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اس طرف والے محاذ پر سناٹا چھا چکا تھا۔ میں جھک کر اوپر چڑھنے لگا۔ محض چند سیکنڈ میں، میں اس مخصوص جگہ پہنچ چکا تھا جہاں سے کچھ دیر قبل وہ لوگ فائرنگ کرتے رہے تھے۔ چٹان کے دوسری جانب والی بلند سطح سے اب بھی فائرنگ جاری تھی اور وہاں بھی کئی لوگ موجود تھے جس کا اندازہ رائفلوں کی نالوں سے نکلنے والے شعلوں سے بہ آسانی ہو رہا تھا۔ میں نے نشست لے کر فائر کر دیا۔ دوسری طرف سے ایک طویل چیخ اُبھری۔ میری گولی نشانے پر بیٹھی تھی لیکن اس کے بعد گولیوں کا رُخ میری طرف ہو گیا مگر میں تو ایک فائر کر کے پہلے ہی اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا۔ اس جگہ رُکنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں تیزی کے ساتھ چٹان سے نیچے اُتر گیا۔ مگر میں نے محسوس کیا کہ فائرنگ کی شدت میں کمی آ چکی ہے۔

پھر اچانک ہی فائرنگ رُک گئی لیکن اب مجھے تہذیب کی فکر تھی چنانچہ میں اس طرف پلٹ پڑا جہاں تہذیب نے پناہ لی تھی۔ میں چٹان سے چپک کر چل رہا تھا تاکہ ایک تو میری نقل و حرکت دیکھی نہ جا سکے اور دوسرے کسی اچانک فائر کی زد میں نہ آ جاؤں۔

ابھی میں اُس مقام سے کچھ ہی دور تھا جہاں تہذیب چھپی تھی کہ دفعتاً اُس جانب سے ایک فائر ہوا جدھر تہذیب کو ہونا چاہیے تھا۔ میں نے بوکھلا کر خود کو زمین پر گرا دیا مگر فائر کا رُخ میری طرف نہیں تھا۔ وہ تو چٹان کی اوپر والی سمت کیا گیا تھا۔ چٹان کے اوپر سے ایک خوفناک دھماکا سنائی دیا یوں جیسے کوئی بم پھٹا ہو۔ اس دھماکے میں وہ انسانی چیخ بھی دب گئی جو مرنے والے کے حلق سے برآمد ہوئی تھی۔ اُس کے بعد دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اتنے طویل ہنگامے کے بعد اچانک ہی سناٹا چھا گیا تھا۔ کیمپ کی جانب سے بھی گولیوں کی آوازیں نہیں سنائی دے رہی تھیں۔ لوگوں کی چیخ و پکار البتہ اب بھی جاری تھی۔

میں دم سادھے پڑا رہا۔ تہذیب کی طرف بڑھنا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اندھیرے میں وہ مجھے دشمن کا آدمی سمجھ کر فائر کر سکتی تھی۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں دور ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ پھر بہت سی گاڑیوں کے اسٹارٹ ہونے کی آوازیں سنائی دیں۔ غالباً حملہ آور فرار ہو رہے تھے۔

اب مزید انتظار کرنا مناسب نہیں تھا چنانچہ میں نے تیز سرگوشی میں تہذیب کو پکارا۔

"کون ہے؟" چٹان کے عقب سے تہذیب نے پوچھا۔ وہ میری سرگوشیانہ آواز پہچان نہیں پائی تھی۔

"میں ہوں جانم!" میں نے اس بار نسبتاً بلند آواز میں کہا۔ "تمہارا علی!"

تہذیب چٹان کے عقب سے نکل آئی۔ "اچھا ہوا علی، تم نے مجھے آواز دے لی ورنہ اندھیرے میں، میں تم پر فائر بھی کر سکتی تھی۔"

"تم ٹھیک تو ہو نا تہذیب!" میں نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔ "میں تمہاری طرف سے بہت فکر مند تھا۔"

"مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا علی!" تہذیب نے کہا۔ "میں تو خود تمہاری طرف سے بے حد پریشان تھی۔ مجھے تو خیر آڑ مل گئی تھی مگر تم تو کھلے میں تھے۔"

"تم نے ٹارچ روشن کرنے والے پر جو فائر کیا تھا اُس کی وجہ سے اُن کی توجہ میری طرف سے ہٹ گئی اور مجھے یہاں سے نکلنے کا موقع مل گیا۔"

"حملہ آور شاید فرار ہو گئے؟" تہذیب نے کہا۔

"شاید نہیں یقیناً!" میں ہنس کر بولا۔

"اُن کی تعداد تو بہت تھی۔" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "اُن کا یوں فرار ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کیمپ میں تو اُن کی مزاحمت نہیں کی گئی لیکن یہاں انھیں خاصے نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ اُن کے نو افراد مارے گئے۔ فرار ہونے کے سوا اُن کے پاس اور چارہ بھی کیا تھا۔"

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ بس آخری وقت آ پہنچا ہے۔ شاید اُن کی فائرنگ سے چٹان بھی چھلنی ہو کر رہ گئی ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب! وہ لوگ واقعی ہماری جان کے درپے ہو گئے تھے۔ اگر مجھے اُن کے عقب میں پہنچنے کا موقع نہ مل گیا ہوتا تو اس وقت صورتِ حال خاصی مختلف ہوتی۔"

"لیکن علی وہ دھما کا کیسا تھا جو اُس وقت ہوا جب میں نے آخری فائر کیا تھا؟"

"یقین سے تو ظاہر ہے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ہم پر دستی بم پھینکنے جا رہا ہو گا اور بم کی پن کھینچ چکا ہو گا کہ تم نے فائر کر دیا اور بم اُس کے ہاتھ میں ہی پھٹ گیا۔"

"اوہ میرے خدا!" تہذیب نے ایک جھرجھری لی۔ "اگر وہ بم پھینکنے میں کامیاب ہو جاتا تو کیا ہوتا؟"

"وہی ہوتا جو اَب نہیں ہوا تو آئندہ کبھی ہو جائے گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "آؤ اب یہاں سے باہر نکلیں۔"

میں تہذیب کا ہاتھ تھام کر وہاں سے باہر نکل آیا۔ ہم دونوں کے ہاتھوں میں رائفلیں موجود تھیں اور ہم کسی نادیدہ خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھے مگر اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ لوگ بڑے طوفانی انداز میں وہاں سے فرار ہوئے تھے۔

میں اور تہذیب چٹانوں کے نزدیک ہی رُک گئے۔ کیمپ میں

افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ کیمپ میں بنا ہوا وسیع و عریض چوبی مکان ہمارے بائیں ہاتھ کی جانب تھا اور ہم سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ہمیں وہاں رُکے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ چوبی کیبن کی طرف سے چند گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر روانہ ہوئیں۔ گاڑیوں میں موجود مسلح افراد نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ ایک گاڑی ہمارے نزدیک آ کر رُک گئی۔

"رائفلیں پھینک کر اپنے ہاتھ بلند کر لو۔" ایک شخص نے کڑک دار آواز میں حکم دیا۔ دیگر گاڑیاں آگے بڑھ گئی تھیں۔

میں نے اور تہذیب نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ یہ ناروا سلوک ہم دونوں کو ہی پسند نہیں آیا تھا۔

"جلدی کرو ورنہ یاد رکھو تم رائفلوں کی زد پر ہو کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو تمہیں بھون کر رکھ دیا جائے گا۔" اُسی شخص نے دوبارہ کہا۔

"لیکن ہمارا قصور کیا ہے؟" تہذیب نے احتجاج کیا۔ "ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ ہم تو۔۔۔"

"کسی کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا کہ وہ دشمن ہے یا دوست۔" درشت لہجے میں کہا گیا۔ "یہ فیصلہ بعد میں ہوتا رہے گا کہ تم دوست ہو یا دشمن۔ رائفلیں پھینک کر ہاتھ بلند کر لو ورنہ میرے ایک اشارے پر تم دونوں کو بھون کر رکھ دیا جائے گا۔"

"رائفل پھینک دو تہذیب۔" میں نے اپنی رائفل پھینکتے ہوئے دھیمی آواز میں تہذیب سے کہا۔ "بعد میں ہم ان لوگوں کو قائل کر سکیں گے۔ اس وقت یہ لوگ ہماری کوئی بات نہیں سُنیں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی۔" تہذیب نے کہا اور پھر اُس نے بھی میری تقلید میں رائفل پھینک کر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔

گاڑی میں سے دو افراد اُترے۔ اُن دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آ رہے تھے۔ "چلو۔" اُن میں سے ایک نے ریوالور ہلا کر ہمیں چلنے کا اشارہ کیا۔

میں اور تہذیب اُس بڑے چوبی مکان کی طرف روانہ ہو گئے جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ اس کیمپ میں کنگ اٹلس کی جائے رہائش ہے۔ دونوں مسلح افراد ہمارے عقب میں چل رہے تھے۔ اُن کے حکم پر ہم مکان میں داخل ہو گئے۔ اس چوبی مکان میں کئی کمرے تھے اور ہر کمرا قیمتی ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ ہمیں ایک درمیانی کمرے میں لے جایا گیا۔ وہ کمرا بیڈروم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اُس میں ڈبل بیڈ کے علاوہ چند کرسیاں بھی تھیں۔

"چیف کی واپسی تک تم لوگ یہاں رہو گے۔" اُن میں سے ایک شخص نے کہا۔

"کیا اب ہم اپنے ہاتھ گرا سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اُس نے ہمیں ہاتھ گرانے کی اجازت دے دی۔

دوسرا شخص شروع سے اب تک کچھ نہیں بولا تھا۔

"میں پوچھ سکتی ہوں کہ ہمیں اس طرح قید کرنے کی کیا وجہ ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"کیمپ پر پُراسرار لوگوں نے حملہ کیا تھا۔ ہمیں نہیں معلوم وہ لوگ کون تھے۔ تم دونوں مشکوک حالت میں ملے ہو اس لیے تمہیں یہاں بند کیا جا رہا ہے۔"

"لیکن ہمارا تو ان حملہ آوروں سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ممکن ہے نہ ہو۔" اُس شخص نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن تم دونوں مسلح تھے۔ ہم کیسے مان لیں کہ تم بھی اُنھی کے ساتھی نہیں ہو؟"

"ہم سیاح ہیں اور آج ہی یہاں پہنچے ہیں۔" تہذیب بولی۔ "ہم نے تو خود بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی ہے۔"

"سیاح رائفلیں لے کر سیاحت پر نہیں نکلا کرتے۔" اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تمہاری بات درست ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مگر وہ ہماری رائفلیں نہیں تھیں۔"

"تم کون ہو اور کس سلوک کے مستحق ہو، اس کا فیصلہ تو چیف ہی کرے گا۔"

"تمہارا چیف کون ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"کنگ اٹلس۔" اُس شخص نے کہا۔ "جس کا یہ کیمپ ہے۔"

"یقین کرو ہم تخریب کار نہیں ہیں۔ ممکن ہے ہم کنگ اٹلس کے دوست ہوں یا اُس کے کسی کام آ سکیں۔" تہذیب بولی۔

"اسی احتیاط کے پیشِ نظر تو ہم نے تمہارے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی اور ایسی جگہ رکھا ہے جہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے ورنہ ہمارے پاس اور جگہیں بھی ہیں۔"

"لیکن ہم یہاں کب تک قید رہیں گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"جب تک چیف واپس نہیں آ جاتا اُس وقت تک تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تمہارا فیصلہ وہی کرے گا۔"

"اور وہ کب واپس آئے گا؟" میں نے پوچھا۔

"دراصل چیف کیمپ کا جائزہ لینے گیا ہے۔ کیمپ میں جو تباہی پھیلی ہے اُس کے پیشِ نظر اُس کی جلد واپسی کا امکان ذرا کم ہی ہے۔"

"اگر اُسے واپسی میں زیادہ دیر ہو گئی تو ہمارا کیا بنے گا؟ ہم نے تو ابھی رات کا کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔" میں نے کہا۔

"بے فکر رہو، کھانا تمہیں بھجوا دیا جائے گا۔" اُس نے کہا اور اس کے بعد دونوں افراد کمرے کا دروازہ مقفل کر کے واپس چلے گئے۔

"یہ تو بُرے پھنسے علی۔" تہذیب نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "کنگ اٹلس پتا نہیں کب واپس آئے گا۔"

"کمال ہے! تم کہہ رہی ہو بُرے پھنسے۔ حالانکہ رات گزارنے کا بہترین بندوبست ہو گیا۔ ڈبل بیڈ پسند نہیں آیا کیا؟" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

"مذاق مت کرو علی۔" تہذیب جھینپ گئی۔ "میں سنجیدگی سے بات کر رہی ہوں۔"

"اگر تم واقعی سنجیدگی سے کہہ رہی ہو تو مجھے حیرت ہے۔ سارے تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ اتنی آسانی سے کنگ اٹلس تک رسائی ہو گئی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے علی۔" تہذیب نے پریشان کُن لہجے میں کہا۔ "لیکن معلوم نہیں وہ کب واپس آئے اور پھر یہ ضروری تو نہیں ہے کہ وہ ہمیں بے گناہ تسلیم کر ہی لے۔"

"قطعی ضروری نہیں ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمیں انھی لوگوں کا ساتھی سمجھ لے جنھوں نے کیمپ پر حملہ کیا تھا۔"

"اگر اُس نے ہمیں حملہ آوروں کا ساتھی سمجھ لیا تو کیا ہو گا؟"

"تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو تہذیب۔" میں نے اُس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر اُسے بیڈ پر بٹھا دیا۔ "میں تو ایسے لمحات کو ایک نعمت سمجھتا ہوں۔"

"میں بھی نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو!" تہذیب نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کون سے لمحات کو نعمت سمجھتے ہو؟"

"وہ لمحات جب میں کسی کی قید میں ہوتا ہوں۔" میں نے تہذیب کے برابر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ایسے میں میں تمام تفکرات ذہن سے جھٹک دیتا ہوں۔ یہ گویا آرام کرنے کا سنہری موقع ہوتا ہے۔"

تہذیب نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "کسی کی قید میں بھلا آرام کیسے مل سکتا ہے؟"

"آرام اور سکون کسی بیرونی چیز کا نام نہیں۔" میں نے اُس کی زلفوں سے کھیلتے ہوئے کہا۔ "یہ سب تو ہمارے اندر ہوتا ہے۔ آدمی کو خود پر اتنا اختیار تو ہونا چاہیے کہ جب ضرورت ہو اپنے ذہن سے ہر قسم کے تفکرات کو جھٹک دے۔ ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو تو ہر قسم کے حالات میں آرام مل سکتا ہے ورنہ نہیں۔"

"ایک حد تک تمہاری بات درست ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن بعض مقامات پر آدمی بے اختیار بھی تو ہو جاتا ہے۔ جیسے میں تمہارے معاملے میں بے اختیار ہوں۔" اُس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔

"یہ بے اختیاری یک طرفہ تو نہیں ہے جان! تمہارے معاملے میں تو میں بھی خود کو بے اختیار پاتا ہوں۔"

"تو پھر یہ کیا ہے علی! ہمارے درمیان اس قدر فاصلے کیوں ہیں۔ ہم ایک کیوں نہیں ہو جاتے؟"

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ فاصلے تو بہت دور کی بات ہے ہمارے درمیان تو ایک اِنچ کا بھی فاصلہ نہیں ہے۔ دیکھ نہیں رہیں، تمہارا سر میرے شانے پر رکھا ہوا ہے۔"

"تم غیر معمولی آدمی ہو علی! حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک! ورنہ کسی کو یوں ذہن سے جھٹک دینا آسان نہیں ہوتا۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو تہذیب! میں نے یہ کہا تھا کہ ہم لوگ جس انداز کی زندگی گزارتے ہیں اُس میں ہمیں کام کی زیادتی کا سامنا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہم بے آرامی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب کبھی ہم کسی کی قید میں چلے جائیں تو ہمیں آرام کرنے کا ایک بہتر موقع میسر آ جاتا ہے۔ قید سے نکلنے کا موقع مل جائے تو ہماری کارکردگی پہلے کی نسبت بہتر ہو جائے گی لیکن اگر قید کے دوران ہم بے آرامی کا شکار رہے ہوں تو ظاہر ہے بعد میں ہماری کارکردگی پہلے سے بہتر ہو جائے گی اور تم ابھی طرح جانتی ہو کہ ہم جیسے لوگوں کی کارکردگی متاثر ہو جائے تو ہمیں کس قسم کے نتائج کا سامنا کرنا پڑ جائے گا۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ میں جب جسے چاہوں اپنے ذہن سے جھٹک سکتا ہوں۔ تم سے دوری کے دنوں میں جیسا بھی ہیں قید ہوا تمہاری یادوں کی قندیل ہی نے تو مجھے راہ دکھائی۔"

"سچ کہہ رہے ہو علی؟" تہذیب نے سر اُٹھا کر میری آنکھوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں جھانکا۔

"ایسی باتیں مت کیا کرو تہذیب۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔" میں نے اس کا پھول سا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے کہا۔ "دو افراد کے تعلق کے درمیان اعتبار بنیادی چیز ہوتی ہے۔ دو محبت کرنے والوں کے درمیان اگر بنیادی عنصر عنقا ہو جائے تو پیار کی فلک بوس عمارت لمحہ بھر میں زمین بوس ہو جاتی ہے۔ محبت کرنے والے تو ایک دوسرے کے جذبات و احساسات تک پڑھ لیتے ہیں۔ انھیں زبانی وعدوں اور یقین دہانیوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ محبت کرنے والے بے اعتبار نہیں ہوتے۔ جو بے اعتبار ہوتے ہیں وہ محبت کرنے کے فن سے ہی ناآشنا ہوتے ہیں۔ ایک بہت قیمتی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔ ایسی دولت سے محروم ہوتے ہیں، جو دنیا کے کسی بازار میں فروخت نہیں ہوتی، کسی بھی قیمت پر حاصل نہیں کی جا سکتی۔ بے اعتبار لوگ اپنی زندگی کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے جہنم بنا لیتے ہیں۔ ہر شخص کو بے اعتباری کی کسوٹی پر پرکھنا ان کی عادت ہوتی ہے۔ اس سے کسی دوسرے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بے اعتباری کی بھٹی میں سلگتے ہوئے وہ خود اپنے وجود کو آتش کدہ بنا لیتے ہیں۔"

"واقعی مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا علی!" تہذیب نے شرمندگی سے کہا۔ "مجھے بہت افسوس ہے۔"

"اب تم دوسری غلطی کر رہی ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "کیا محبت کرنے والوں کو آپس میں ایک دوسرے سے معذرت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے؟"

"اوہ! مجھے معاف کر دینا علی! معلوم نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ پہلے تو کبھی میں نے تم سے ایسی الٹی سیدھی باتیں نہیں کیں۔"

"ہر قسم کے خدشات ذہن سے نکال دو تہذیب! تم بالکل نارمل ہو جاؤ گی۔ بھول جاؤ کہ تم کسی غیر معمولی صورتِ حال سے دوچار ہو۔ کسی کی قید میں ہو۔"

"کیسے بھول جاؤں علی!" تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں اچانک ہی زندگی لوٹ آئی تھی۔ "کیسے بھول جاؤں کہ تم نے مجھے اپنا قیدی بنا رکھا ہے۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ "حالانکہ یہ غلط ہے۔ میں تو خود تمھاری زلفوں کا اسیر ہوں۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے علی کہ تم جیسا ناقابلِ تسخیر آدمی یہ بات کہہ رہا ہے۔ اپنی اس خوش بختی پر میں جتنا بھی ناز کروں کم ہے۔"

"ناقابلِ شکست اور ناقابلِ تسخیر ہونے کا تصور سرے سے غلط ہے۔ ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وقت آ جاتا ہے تو اس سے کسی کو مفر نہیں ہوتا۔ جب میرے تسخیر ہونے کا وقت آیا تو تم مجھے مل گئیں اور میں تمھارے ہاتھوں تسخیر ہو گیا۔ اب میرے سامنے دو راستے تھے۔ یا تو اپنی تسخیر کا اعتراف کر لیتا یا پھر حقیقت سے فرار اختیار کرنے کی کوشش کرتا۔ میں نے پہلا راستہ اختیار کرنے کو ترجیح دی۔ اس لیے کہ حقیقت تو ناقابلِ تردید ہوتی ہے۔ اس سے کوئی فرار ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا اسے تسلیم کر لینے میں ہی عافیت ہے۔ بعض لوگ محض زبانی تردید کر کے سمجھ لیتے ہیں کہ انھوں نے حقیقت سے فرار حاصل کر لیا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ صرف زبانی انکار سے اگر حقائق تبدیل ہو جایا کرتے تو آج دنیا کی تاریخ بہت مختلف ہوتی۔"

"آج بڑے فلسفیانہ موڈ میں نظر آ رہے ہو علی! خیریت تو ہے؟"

"فلسفیانہ موڈ میں نہیں، حقیقت پسندانہ موڈ میں۔" میں نے تصحیح کی۔ "ابھی ابھی موت کے منہ سے بچ کر نکلا ہوں نا۔ آدمی جب بھی موت کو بہت قریب سے دیکھتا ہے، کچھ زیادہ ہی حقیقت پسند ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ موت سے بڑی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"حملہ آوروں کے بارے میں کچھ اندازہ لگایا علی۔ وہ لوگ کون ہو سکتے ہیں؟"

"یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ وہ جو کوئی بھی تھے، ڈی فوسٹر کے مسروقہ فارمولوں کی تلاش میں تھے۔"

"لیکن اس کیمپ سے ان کی کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟ انھوں نے بے وجہ ہی اتنے بہت سے بے گناہوں کا خون کر ڈالا۔"

"اس کیمپ کا تعلق کنگ اٹلس سے ہے۔ انھیں کہیں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ڈی فوسٹر کنگ اٹلس کی پناہ میں ہے۔"

"تو انھیں کنگ اٹلس پر براہِ راست ہاتھ ڈالنا چاہیے تھا۔ کیمپ میں موجود سیاحوں نے ان کا کیا بگاڑا تھا؟"

"ہر ایک کا اپنا اپنا طریقِ کار ہوتا ہے تہذیب! ہو سکتا ہے ان لوگوں کا مقصد یہ رہا ہو کہ پہلے کیمپ میں خوف و ہراس پھیلا دیا جائے۔ ظاہر ہے کیمپ میں تباہی پھیلنے سے کنگ اٹلس کے اعصاب متاثر ہوں گے۔ اس کے بعد دوسرے یا تیسرے مرحلے میں وہ کنگ پر براہِ راست چڑھائی کر سکتے ہیں۔ اس وقت تک کنگ کی قوتِ مزاحمت خاصی کم ہو چکی ہو گی۔"

"یہ تو کھلی ہوئی درندگی ہے علی! اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کو دنیا کا کون سا مذہب جائز قرار دیتا ہے؟"

"میرا خیال ہے ہر سیکرٹ ایجنٹ کسی نہ کسی حد تک درندہ صفت ضرور ہوتا ہے۔ پھر وہ لوگ جن فارمولوں کے چکر میں ہیں ان کی مقصدیت بھی اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ دنیا میں دہشت گردی پھیلائی جائے۔ چند بڑی طاقتوں کے درمیان اپنی برتری کا سکہ منوانے کی جدوجہد چل رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ ہمہ وقت مہلک

مہلک ہتھیار بنانے کے خواہاں رہتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لو کہ انھیں کہیں سے سن گن مل گئی ہے کہ ڈی فوسٹر نامی ایک شخص نے امریکہ سے جوہری ہتھیاروں کے کچھ فارمولے چرا لیے ہیں اور انھوں نے اپنے ایجنٹ میدان میں اتار دیے ہیں۔ ان لوگوں کا انسانیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ انھیں تو ہر حال میں وہ فارمولے درکار ہیں خواہ اس کے لیے انھیں کتنا ہی کشت و خون کیوں نہ کرنا پڑے۔"

"گویا اس طرح یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ڈی فوسٹر والے معاملے میں کنگ اٹلس ملوث ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ہاں تہذیب! کیمپ پر جس طرح سے حملہ کیا گیا ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"لیکن ہم نے ایک بات نظر انداز کر دی ہے علی! کنگ منشیات کا کاروبار کرتا ہے اور اس علاقے میں اس قسم کے اور بھی بہت سے کیمپ ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کنگ کے کسی کاروباری حریف نے۔۔۔"

"اس کے لیے ہمیں یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ کیا کوئی گروہ اتنا منظم ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر اس طرح کا حملہ کر سکے۔"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے کسی مقامی گروہ میں اتنا بڑا حملہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"میرا اندازہ بھی یہی تھا۔ حملہ غیر معمولی نوعیت کا تھا جس سے بڑی تباہی پھیلی ہے۔ یہ کام بہت زیادہ منظم لوگ ہی کر سکتے ہیں۔"

"کیا کسی ایک ملک کے سیکرٹ ایجنٹ اتنی بڑی تعداد میں خفیہ طور پر کسی ملک میں داخل ہو سکتے ہیں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"تمھارا کہنا درست ہے۔ سیکرٹ ایجنٹ کسی بھی ملک کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہوتا ہے اور کوئی بھی ملک کسی ایک مہم میں زیادہ سیکرٹ ایجنٹ استعمال کرنے سے گریز کرتا ہے۔ گو کہ یہ معاملہ انتہائی اہم نوعیت کا ہے تاہم پھر بھی کوئی ملک اتنی بڑی تعداد میں سیکرٹ ایجنٹ استعمال نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے کہ اس حملے کی پشت پر تو کسی ملک کے سیکرٹ ایجنٹ ہی تھے مگر انھوں نے اپنی مقصد برآری کے لیے مقامی غنڈوں کی خدمات حاصل کر لی ہوں گی۔"

تہذیب نے پُرخیال انداز میں سر ہلایا۔ "یہ الجھا ہوا معاملہ ہے علی! اور کنگ اٹلس یا اس کے آدمی ہی اسے سلجھا سکتے ہیں۔"

"تم یہ سوچو کہ اگر یہ کوئی غیر متعلق لوگ تھے تو انھوں نے خاص طور پر ہم دونوں پر کیوں حملہ کیا؟"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے مخالفین ہماری اصلیت سے واقف ہو چکے ہیں؟"

"جس طرح سے ہمیں گھیرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کے پیشِ نظر اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے تہذیب؟"

"گویا یہ بات ثابت ہو گئی کہ حملہ آوروں کا تعلق کسی مخالف کیمپ سے ہی تھا؟" تہذیب نے کہا۔

"ہاں۔ اور اب میں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ اگر ڈی فوسٹر واقعی کنگ اٹلس کی ہی پناہ میں ہے تو اس نے اسے کہاں رکھا ہو گا؟"

"کیا تم اس بات پر شبہ ظاہر کر رہے ہو کہ ڈی فوسٹر کو کنگ اٹلس کی۔۔۔ پشت پناہی حاصل ہے؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے کہا۔ "اس بات پر تو ہم پہلے ہی متفق ہو چکے ہیں کہ ڈی فوسٹر کنگ اٹلس کی ہی پناہ میں ہے لیکن اب میں نے اس کے ساتھ ساتھ یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ کنگ اٹلس نے ڈی فوسٹر کو کم از کم اس کیمپ میں تو ہرگز نہیں رکھا۔"

"یہ بات تو قرینِ قیاس ہے کہ اس نے اسے اس کیمپ سے الگ ہی رکھا ہو گا۔" تہذیب بولی۔ "لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہاں؟ کیا اپنے گھر پہ؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کنگ اٹلس اتنا بڑا کیمپ چلا رہا ہے۔ وہ اتنا بے وقوف کبھی نہیں ہو سکتا کہ اسے کسی بھی ایسی جگہ پناہ دے جس سے اس کا کوئی ظاہری تعلق ہو۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "چلے تھے کنگ اٹلس سے معلومات حاصل کرنے اور خود اس کے قیدی بن گئے۔"

"ایسا بھی ہوتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "نشیب و فراز تو آتے ہی رہتے ہیں۔"

"لیکن علی! کنگ اٹلس سے ڈی فوسٹر کے بارے میں کچھ اگلوانا کارے دارد ہو گا۔"

"ہاں۔ اس کے لیے ہمیں دور اندیشی سے کام لینا ہو گا۔ کنگ اٹلس کو شبہ بھی ہو گیا کہ ہم ڈی فوسٹر کے چکر میں یہاں آئے ہیں تو بس معاملہ ختم ہی سمجھو۔"

ہم آپس میں دنیا جہان کی باتیں کرتے رہے پھر کچھ دیر بعد ایک شخص ہمارے لیے کھانا لے آیا۔

"کنگ اٹلس واپس نہیں آیا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کب تک واپسی کی توقع ہے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کی واپسی تک تم آرام سے رہو۔ اگر تم بے گناہ ہو تو تمھیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔"

ہم دونوں نے کھانا کھایا اور اس کے بعد کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد جلدی سو گئے۔ کھانے کے بعد وہی شخص جو کھانا لایا تھا، کھانے کے برتن واپس لے گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صبح دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر میری آنکھ کھلی۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا جو سونے سے قبل میں نے اندر سے بند کر لیا تھا۔ دروازے پر وہی دونوں افراد کھڑے تھے جو ہمیں یہاں لے کر آئے تھے۔

"کنگ اٹلس آگیا ہے اور فوری طور پر تم دونوں سے ملنا چاہتا ہے۔"

میں نے پلٹ کر بیڈ کی طرف دیکھا۔ تہذیب اُٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔ "کیا بات ہے علی؟" اُس نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

"کنگ اٹلس واپس آگیا ہے اور اُس نے ہم دونوں کو بلایا ہے۔"

تہذیب فوراً ہی بیڈ سے اُتر آئی اور ہم دونوں کو اُس بڑے کمرے میں لے جایا گیا جہاں کنگ اٹلس کئی افراد کے ساتھ موجود تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی کنگ اٹلس اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کی آنکھیں شب بیداری کی وجہ سے سُرخ ہو رہی تھیں۔ چہرے پر تھکن کے ساتھ ساتھ افسردگی کے بھی آثار تھے۔ وہ دُبلا پتلا اور لمبے قد کا آدمی تھا۔ میں اور تہذیب رُک گئے۔ ہمارے اور کنگ اٹلس کے درمیان تقریباً دس فٹ کا فاصلہ تھا۔

کنگ اٹلس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ اُس نے اپنے ہونٹ بھینچ رکھے تھے اور اُس کی عقابی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"تم دونوں کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ تمھیں مشکوک حالت میں پکڑا گیا ہے۔" اُس نے کہا۔ اُس کی آواز اُس کے جُثے کے برعکس خاصی بھاری تھی۔

"یہ غلط ہے کنگ۔" میں نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔ "ہمیں صرف اس بنیاد پر مشکوک سمجھ لیا گیا کہ ہمارے پاس رائفلیں موجود تھیں۔"

"تم پر شبہ ہے کہ تمھارا تعلق حملہ آوروں سے ہے۔ تمھارے پاس سے برآمد ہونے والی رائفلیں روسی ساخت کی ہیں جو یہاں دستیاب نہیں ہوتیں۔"

"ہم دونوں چہل قدمی کی غرض سے کیمپ سے ذرا دور نکل گئے تھے کہ اچانک کیمپ پر حملہ ہو گیا۔ ہم نے چٹانوں کی آڑ میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن وہاں بھی کچھ سیاہ پوش موجود تھے جنھوں نے ہم پر بھی حملہ کر دیا۔ مجبوراً ہمیں اُن سے مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ رائفلیں ہم نے حملہ آوروں سے ہی چھینی تھیں۔"

"تمھیں شاید اندازہ نہیں ہے لڑکے کہ تم کس قسم کا بیان دے رہے ہو۔" کنگ نے دُرشت لہجے میں کہا۔ "کنگ کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی سزا موت ہے۔ تم ذرا اپنی عمر دیکھو اور اپنے بیان پر غور کرو۔ تم بھلا اُن منظم لوگوں سے کیا مقابلہ کرو گے۔ رائفلیں اُن سے چھین لیں اور بس۔" اُس کا انداز مضحکانہ ہو گیا۔ "اور یہ لڑکی۔۔۔ کیا اس نے بھی اُن لوگوں کا مقابلہ کیا تھا؟"

"ہاں، اس نے بھی اُن کا مقابلہ کیا تھا۔ تین افراد کو اس نے ٹھکانے لگایا اور پانچ میرے ہاتھوں لقمۂ اجل بنے۔ گویا اس مقابلے میں اُن کے کم از کم آٹھ افراد مارے گئے۔ نویں آدمی کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس لیے کہ وہ میرے ہاتھوں بہت بُری طرح پٹا تھا۔ معلوم نہیں وہ زندہ بچا ہو گا یا وہ بھی مر چکا ہو گا۔"

کنگ اٹلس نے مجھے سر سے پیر تک گھورا۔ "تم اب بھی اپنے بیان پر اڑے ہوئے ہو۔" اُس نے سرد لہجے میں کہا۔ "معلوم ہوتا ہے میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آئی۔ یاد رکھو تمھیں حقیقت اُگلنا پڑے گی ورنہ تم پر ایسا تشدد کیا جائے گا جس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"میں نے جو کچھ کہا اُس کا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔ میرا خیال ہے اُن لوگوں کی لاشیں اب بھی وہیں موجود ہوں گی چل کر دیکھ کیوں نہیں لیتے۔"

کنگ مجھے گھورنے لگا۔ کچھ دیر گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ "فرض کرو وہاں لاشیں مل گئیں تو تم یہ کیسے ثابت کرو گے کہ اُن کی موت کے ذمّے دار تم ہی ہو۔"

"کیا لاشیں ملنے سے میرے بیان کی تصدیق نہیں ہو جائے گی؟ اُس کے بعد بھی اگر تم میری بات پر یقین کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے تو میرے بیان کو غلط ثابت کرنا تمھارا کام ہو گا۔"

"کیا مطلب؟" کنگ کسی سانپ کی طرح پھنکارا۔

"پورے کیمپ میں سے تمھیں کوئی ایسا شخص فراہم کرنا ہو گا جو اُن لوگوں کو ہلاک کرنے کا دعوے دار ہو۔"

"ہوں۔" کنگ اٹلس غرّایا۔ "اگر تم نے کنگ کے دُشمنوں سے مقابلہ کیا ہے تو کنگ تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائے گا اور اگر تمھاری بات غلط ثابت ہوئی تو۔۔۔" اُس نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا اور اپنے آدمیوں کو چلنے کا حکم دیا۔

ہم پیدل ہی اُس چٹانی سلسلے کی طرف نکل کھڑے ہوئے جہاں رات میں نے اور تہذیب نے نامعلوم حملہ آوروں کا مقابلہ کیا تھا۔ باہر اتنا اُجالا پھیل چکا تھا کہ بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ سورج طلوع ہونے میں کچھ ہی دیر رہ گئی تھی۔

"یہ لوگ اس چٹان کے قریب کھڑے پائے گئے تھے۔" کنگ کے ایک ساتھی نے کنگ کو بتایا۔

کنگ ہماری طرف مُڑا۔ "بتاؤ، وہ لاشیں کہاں ہیں؟"

"اس طرف۔" میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اُن لوگوں کو چٹان کے عقب میں لے گیا۔ چٹان کے عقب میں پہنچتے ہی کنگ اٹلس ٹھٹک گیا۔ اُس نے وہاں پڑی ہوئی تینوں لاشیں دیکھ لی تھیں۔ تینوں سیاہ پوش تھے۔ اُن میں سے دو تہذیب کی گولیوں کا نشانہ بنے تھے اور تیسرا شخص جس کی میں نے پٹائی کی تھی، وہ بھی مر چکا تھا۔

کنگ جھپٹ کر آگے بڑھا اور انھیں اُلٹ کر اُن کے چہرے دیکھنے لگا۔ "تینوں مقامی لوگ ہیں۔" وہ بڑبڑایا پھر میری طرف مُڑ کر بولا۔ "تم تو کہہ رہے تھے کہ تمھارے ہاتھوں نو افراد مارے گئے ہیں!"

"اگر اُن کے ساتھی اُن کی لاشیں اُٹھا کر نہیں لے گئے تو انھیں چٹان کے اوپر ہونا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"جاؤ۔" کنگ نے اپنے دو آدمیوں سے کہا۔ "چٹان کا جائزہ لے کر آؤ اور فوراً مجھے رپورٹ دو۔"

وہ دونوں افراد چلے گئے اور کنگ مجھے گھورنے لگا مگر میں تہذیب کو دیکھ رہا تھا جو شروع سے اب تک کچھ نہیں بولی تھی۔ دونوں افراد جلد ہی واپس آگئے اور انھوں نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ چٹان کے اوپر چھ افراد کی لاشیں موجود ہیں۔

"تم نے اُن کے چہرے دیکھے؟" کنگ نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔ "وہ مقامی ہیں یا۔۔۔؟" اُس نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"پانچ افراد تو مقامی ہیں۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔ "چھٹے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"کیوں؟" کنگ کے لہجے میں بے تابی تھی۔

"اُس کے پرخچے اُڑ گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اُس پر بم مارا گیا ہے۔"

کنگ تیزی سے میری طرف مُڑا۔ "تمھارے پاس بم کہاں سے آیا؟" اُس نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔

"ہمارے پاس کوئی بم نہیں تھا کنگ۔" میرے بجائے تہذیب نے جواب دیا۔ "وہ ہم پر بم پھینکنے جا رہا تھا۔ پن بھی کھینچ چکا تھا کہ اتفاقاً میری نظر پڑ گئی اور میں نے اُس پر گولی چلا دی۔ اگر مجھے فائر کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوتی تو اُس نے بم پھینک دیا ہوتا اور اُس کے بجائے ہمارے پرخچے اُڑ گئے ہوتے۔"

کنگ کی آنکھوں میں حیرت کا شدید تاثر اُبھرا۔ "تم لوگوں نے اُن سے رائفلیں کیسے چھینی تھیں؟"

"دو افراد نے ہم پر چھلانگ لگائی تھی۔" میں نے کہا۔ "اگر انھوں نے خاموشی سے ہمیں گولی مار دی ہوتی تو ہم یہ کہانی سُنانے کے لیے زندہ نہ ہوتے مگر اُن سے حماقت سرزد ہو گئی جس کا انھیں خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ہم نے اُن سے رائفلیں چھین لیں۔ اُس وقت شاید اُن کے ساتھی قریب موجود نہیں تھے۔ وہ بعد میں یہاں پہنچے ہوں گے۔ بہرحال اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ خاصا ناقابلِ یقین ہے تاہم اس سے انکار بھی میرے لیے ممکن نہیں ہے۔" کنگ نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم دونوں نے یہ سب کچھ کیسے کیا ہو گا! میں زیادہ دیر یہاں رُک بھی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ پولیس یہاں پہنچنے والی ہو گی اور مجھے خود سارے معاملات نمٹانے ہوں گے۔ تم میرے آدمیوں کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔"

"کیا ہم قیدیوں کی حیثیت میں ہی رہیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"نہیں، تم کنگ کے معزز مہمانوں کی حیثیت سے رہو گے۔ میں تمھیں دکھاؤں گا کہ کنگ احسان فراموش نہیں ہے۔ بہادروں کی قدر کرنا جانتا ہے۔"

"کیا ہمارے کہیں آنے جانے پر کوئی پابندی ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں، تم جہاں چاہو جا سکتے ہو لیکن میری خواہش ہے کہ تم ابھی کیمپ چھوڑ کر نہ جاؤ۔ میں تم سے تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ہمارے لیے اعزاز ہے کہ کنگ نے ہمیں کسی قابل سمجھا۔ ہم کیمپ سے باہر نہیں جائیں گے۔" میں نے کہا۔

میں اور تہذیب کنگ کے ایک آدمی کے ساتھ چوبی مکان میں واپس آگئے۔

"آپ لوگ نہا دھو کر تیار ہو جائیں، میں ناشتے کا بندوبست کرتا ہوں۔" ہمارے ساتھ آنے والے نے کہا اور باتھ روم تک ہماری راہ نمائی کی۔

کچھ دیر بعد میں اور تہذیب انتہائی پُرتکلف ناشتا کرنے میں مصروف تھے۔ ناشتے کی میز پر ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"تم نے سُن لیا تہذیب! وہ رائفلیں روسی ساخت کی تھیں۔ گویا حملہ آوروں کے عقب میں روسی ایجنٹ ہی تھے۔"

"ہاں علی۔" تہذیب نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "معلوم نہیں اُن لوگوں نے کتنے مقامی غنڈوں کی خدمات حاصل کر رکھی ہوں گی؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تہذیب! اب یہی دیکھ لو کہ کنگ اٹلس تک ہمارے علاوہ کسی کی رسائی بھی نہیں ہو سکی۔"

"لیکن اصل معاملہ تو وہیں کا وہیں ہے۔ ڈی فوسٹر کے بارے میں اس سے معلومات کیسے حاصل ہوں گی؟"

"اس کا بھی کوئی نہ کوئی انتظام ہو ہی جائے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آخر کنگ اٹلس ہمارا ممنونِ احسان ہے۔ لیکن اس سے براہِ راست پوچھ گچھ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں علی۔" تہذیب نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ سارا دن ہم نے اسی چوبی کیبن میں گزار دیا۔ کنگ اٹلس دوپہر کے وقت واپس آ گیا تھا مگر وہ آتے ہی سو گیا تھا اس لیے اُس سے ہماری کوئی بات نہیں ہو سکی۔

شام سات بجے کے قریب اُس سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت وہ خاصے خوشگوار موڈ میں نظر آ رہا تھا۔ "تم لوگوں نے میری جو مدد کی اُس کے لیے میں تم دونوں کا بے حد مشکور ہوں۔" اُس نے کہا۔

"جو کچھ ہم نے کیا اس کے لیے ہم مجبور تھے۔" میں نے کہا۔ "کاش ہم تمہاری کوئی مدد کر سکتے۔"

"مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ تم دونوں نے اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو گا۔ تم دونوں ہی نوعمر اور ناتجربے کار ہو جبکہ تمہارے مقابلے میں جو لوگ تھے وہ نہ صرف انتہائی تجربے کار اور مشاق لوگ تھے بلکہ وہ مسلح بھی تھے اور تم دونوں کے پاس تو شاید کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔"

"لڑائی میں سب سے زیادہ اہمیت حوصلے کی ہوتی ہے مسٹر کنگ۔" میں نے کہا۔ "اور میں یہ بات کبھی نہیں مان سکتا کہ جو شخص جارحیت کا مرتکب ہو رہا ہو وہ حوصلہ مند بھی ہو سکتا ہے۔"

کنگ نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "بہرحال پچھلی رات اگر تم لوگ حملہ آوروں سے مقابلہ نہ کرتے تو وہ کبھی فرار نہ ہوتے اور شاید ہمارا پورا کیمپ تباہ کر کے ہی دم لیتے۔"

"یہ محض اتفاق تھا مسٹر کنگ کہ ہمارے یہاں پہنچنے کے چند گھنٹے بعد کیمپ پر حملہ ہو گیا تھا اور مزید اتفاق یہ کہ کچھ حملہ آور ہم سے بھی آ ٹکرائے تھے۔"

"مجھے تو تم دونوں ہی لڑائی بھڑائی کے فن میں طاق معلوم ہوتے ہو۔ معلوم نہیں تم لوگ کون ہو۔ کیا اپنا تعارف نہیں کراؤ گے؟"

جواب میں ہم نے اُسے وہ گھڑی ہوئی کہانی سنا دی جو ہم نے اُسے سنانے کے لیے ہی گھڑی تھی۔ جس شخص کا حوالہ ہم نے اپنے باپ کے طور پر دیا تھا اُس کا نام سن کر کنگ اچھل پڑا۔

"اوہ مائی گاڈ! کیا تمہارے باپ نے تمہیں کنگ اٹلس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟" اُس نے کہا۔

"نہیں مسٹر کنگ! ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے اُن کے مُنہ سے کبھی آپ کا نام نہیں سنا۔"

"وہ میرا بہت عزیز دوست تھا۔" کنگ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "بڑی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ ہم دونوں طویل عرصے تک پارٹنر شپ میں کام کرتے رہے پھر بعض اختلافات کی بنا پر ہم میں علیحدگی ہو گئی تھی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اُس کی اولاد سے کبھی ملاقات ہو گی اور وہ بھی ایسے حالات میں۔"

"ہم تو سیاحت کرتے ہوئے اِدھر آ نکلے تھے اور اُن لوگوں سے بھی ہم نے محض اپنے دفاع میں مقابلہ کیا تھا۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس سے ہمارا کتنا گہرا تعلق ہے تو ہم قبر تک اُن حملہ آوروں کا تعاقب کرتے۔ انھیں یوں فرار نہ ہو جانے دیتے۔" تہذیب نے کہا۔

"یقیناً تم لوگوں کا اس سے براہ راست تعلق ہے۔ یہ جو کچھ ہے اسے اپنا ہی سمجھو۔ تم میرے بچوں کی طرح ہو۔"

"حملہ آوروں کے بارے میں کچھ علم ہوا مسٹر کنگ؟" میں نے پوچھا۔ "وہ کون لوگ تھے اور اس حملے سے ان کا مقصد کیا تھا؟"

"کچھ بدمعاش قسم کے لوگ تھے جو اس کیمپ کو تباہ کر دینا چاہتے تھے۔ بس پیشہ ورانہ رقابت سمجھ لو۔" کنگ نے جواب دیا۔ اُس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ حقیقت چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ تہذیب نے اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے نظریں چرا لیں۔

"گویا آپ اُن لوگوں سے واقف ہیں؟" تہذیب نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ہمیں اُن کے بارے میں بتائیے۔ اپنے انکل کے دشمنوں کا صفایا کر کے ہمیں بہت خوشی ہو گی۔"

"اوہ نہیں، اُن لوگوں سے تو میں اپنے طور پر ہی نمٹ لوں گا۔ تم لوگوں کا اس معاملے میں پڑنا مناسب نہیں ہے۔" کنگ نے بوکھلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے انکل۔" تہذیب نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو یوں ہی سہی۔ لیکن آپ کے کسی کام آ کر ہمیں خوشی ہوتی۔"

تہذیب کے جواب سے کنگ اٹلس کے چہرے پر اطمینان بکھر گیا۔ "تم لوگوں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔ باپ کی چھوڑی ہوئی دولت پر عیش کر رہے ہو یا خود بھی کچھ کرتے ہو؟"

میں دھیرے سے ہنس پڑا۔ "ہمارے باپ نے ہمارے لیے کچھ نہیں چھوڑا تھا لیکن ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔"

"لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟" کنگ نے پوچھا۔

"دراصل ہم آزاد قسم کے لوگ ہیں۔" میں نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "کسی ایک پیشے سے مستقل وابستہ ہونا ہمارے لیے خاصا مشکل ہے اس لیے جب بھی ہمیں ضرورت ہوتی ہے ہم ہر وہ طریقہ اختیار کر لیتے ہیں جس میں محنت کم ہو اور دولت زیادہ حاصل ہو جائے۔"

"میں سمجھ گیا۔" کنگ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "تم دونوں کو اپنے باپ کی صلاحیتیں ورثے میں ملی ہیں اور تم کہتے ہو اُس

نے تمہارے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔"

میں جھینپے ہوئے انداز میں ہنس پڑا۔ "آپ جہاندیدہ آدمی ہیں انکل۔ آپ سے کچھ چھپانا ہمارے لیے ممکن بھی نہیں ہے۔"

کنگ نے بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ "تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اُس نے کہا۔ "اب تمہیں اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ تمہارا انکل تم لوگوں کی صلاحیتوں کو نہ صرف جلا بخشے گا بلکہ تم لوگوں کو دولت کے حصول کے لیے ایسے ایسے گُر بتلائے گا کہ تم خود بھی حیران رہ جاؤ گے۔"

"اُن۔۔۔ اندازاً کتنی دولت مل جائے گی انکل؟" میں نے یوں پوچھا جیسے حصولِ دولت کی نوید سن کر پھولا نہ سما رہا ہوں۔

"اتنی دولت جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔" کنگ نے کہا اور ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"کیمپ کی کیا صورتِ حال ہے انکل؟" دفعتاً تہذیب نے پوچھا۔

"پولیس آ کر جا چکی ہے۔ ان لوگوں کی لاشیں پولیس نے اپنی تحویل میں لے لی ہیں جو تمہارے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے۔ بقیہ تفصیلات میں تمہیں پھر بتاؤں گا۔ کیمپ میں جو افراتفری پھیلی ہے اُس پر پوری طرح قابو پانے کے لیے ابھی کچھ وقت مزید درکار ہے۔ تم لوگ گھومنا پھرنا چاہو تو گھوم پھر سکتے ہو لیکن یہاں سے واپس مت جانا۔ اب تم یہاں مہمان نہیں رہے بلکہ اب تم میری ٹیم کے ارکان کی حیثیت رکھتے ہو۔ میں اب جاؤں گا۔ شاید ساری رات مجھے کیمپ میں ہی گزارنا پڑے۔"

"میں بے چینی سے آپ کا انتظار کروں گا انکل۔" میں نے کہا اور کنگ اٹلس ہنستا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہمارا کام بن جائے گا۔" تہذیب نے مجھ سے کہا۔

"میرا خیال بھی یہی ہے۔ وہ ہم سے ڈی فوسٹر کے سلسلے میں کوئی کام لینا چاہتا ہے۔"

"لیکن مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ یہ شخص اتنا بڑا گروہ چلا رہا ہے۔ اس کے وسائل بھی کم معلوم نہیں ہوتے پھر یہ ابھی تک ڈی فوسٹر والا معاملہ کیوں طے نہیں کرا سکا؟"

"میں خود بھی اس بات پر غور کرتا رہا ہوں لیکن اس کی کوئی ظاہری وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ معلوم نہیں اس معاملے میں اتنی تاخیر کیوں ہو گئی۔ یہ تو بہت تیزی سے طے ہونے والا معاملہ تھا۔"

"ڈی فوسٹر کی تلاش کا کام جلد از جلد مکمل ہو جانا چاہیے۔" تہذیب نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔ "اس کام میں پہلے ہی بہت وقت صرف ہو چکا ہے۔"

"لائحہ عمل طے کرنا چیف کا کام ہے۔ ہم جیسے ماتحت تو صرف حکم کے غلام ہوتے ہیں۔"

"میں تو زبردستی انچارج بن بیٹھی ہوں۔" تہذیب مسکرائی۔ "اور تمہیں بھی زبردستی ہی میری یہ حیثیت قبول کرنا پڑی ہے۔"

"بات اس حد تک درست ہے کہ تم زبردستی انچارج بن بیٹھی ہو۔ یہ غلط ہے کہ میں نے مجبوراً تمہاری ماتحتی میں کام کرنا قبول کیا ہے۔"

"اوہو! یہ تو میرے لیے انکشاف ہے۔" تہذیب دلچسپی سے بولی۔ "میں تو یہی سمجھ رہی تھی کہ میں انچارج بن گئی تو تم نے بس اسے قبول کر لیا۔"

"گرین پول کے تمہارے سابقہ تجربات کی روشنی میں میں نے یہ محسوس کیا کہ تم اس ذمے داری سے عہدہ برا ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اس کے علاوہ علی گروپ قائم کر کے تم پہلے ہی ثابت کر چکی تھیں کہ ابھی تمہاری صلاحیتیں زنگ آلود نہیں ہوئی ہیں۔"

"گڈ ویری گڈ! سعادت مند ماتحت ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"میں اس قابل تو نہ تھا تاہم اس حوصلہ افزائی کے لیے میں چیف کا از حد مشکور ہوں۔" میں نے نیازمندانہ لہجے میں کہا۔

تہذیب ہنسنے لگی۔ "اب آپ یوں کریں مسٹر علی کہ جا کر آرام کریں۔ میں ذرا کیمپ نوردی کرنے جا رہی ہوں۔"

"یہ تو زیادتی ہو گی چیف اگر کیمپ نوردی کی سعادت سے ماتحت کو محروم رکھا جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ چیف کے کسی کام میں دخل اندازی نہیں کروں گا۔ تاہم مشن کی کامیابی کے لیے اگر اس ناکارہ ماتحت کا ساتھ نہ لے جانا ہی مناسب ہے تو یہ ناچیز ماتحت۔۔۔"

"اوہو، نہیں تم دل چھوٹا نہ کرو۔ ہم اپنے ماتحتوں کے دل نہیں توڑا کرتے۔" تہذیب نے چمکارنے والے انداز میں کہا اور ہنس پڑی۔

ہم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے باہر نکل آئے۔ کل رات کے حملے سے متاثر ہونے والے سیاح واپس چلے گئے تھے لیکن اس کے باوجود نشے بازوں کی بہت بڑی تعداد رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھی۔ رات کو کیا ہوا تھا، اس سے انھیں کوئی غرض نہیں تھی۔ اُن کے لیے یہی بہت کافی تھا کہ وہ زندہ تھے۔

"انھیں دیکھ رہے ہو علی؟" تہذیب نے متنفرانہ انداز میں کہا۔ "یہ لوگ کس قدر خود غرض اور بے حس ہیں۔ کل یہاں کتنا کشت و خون ہوا ہے مگر یہ اپنے نشے میں مگن ہیں۔"

"یہ تو صاف ظاہر ہے تہذیب کہ نشے کی لت آدمی کو خود غرض اور بے حس بنا دیتی ہے۔ اس میں تعجب کی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"افسوس تو ہوتا ہی ہے علی! ایک انسان ہونے کے ناتے دوسرے انسان کو پستیوں میں گرتے دیکھنا آسان تو نہیں ہوتا۔"

"یہ خود غرضی اور بے حسی موروثی ہے تہذیب! سفید فام ہمیشہ سے اپنی خود غرضیوں کا مظاہرہ کرتے آئے ہیں۔ جو نشے باز نہیں ہیں انھی کا حال دیکھ لو۔ محض اپنی برتری قائم کرنے کے خیالِ خام کے تحت ان سفید فاموں نے جوہری توانائی دریافت کی اور اب اسلحے کی دوڑ میں اتنا آگے نکل گئے ہیں کہ پوری دُنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔"

ہم کافی دیر تک کیمپ میں ٹہلتے رہے پھر تہذیب ایک مخصوص سمت میں بڑھنے لگی۔ میں نے یہ بات محسوس کر لی مگر میں کچھ بولا نہیں۔ ایک چھولداری کے نزدیک پہنچ کر تہذیب رک گئی۔ چھولداری کے سامنے والے حصے پر سرخ رنگ کا سیب بنا ہوا تھا۔ تہذیب نے چھولداری کا پردہ ہٹایا اور اندر داخل ہو گئی۔ اندر کا منظر ناگفتہ بہ تھا۔ ایک سُریلی نسوانی چیخ اُبھری اور اندر موجود لڑکی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ بہت سہمی ہوئی تھی اور خود کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس لڑکی کے ساتھ بڈ بھی موجود تھا۔

"تم ذرا باہر آؤ۔" تہذیب نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا اور باہر نکل آئی۔ میرے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا۔

"حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی ایسے ہی واقعات کو جنم دیتی ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ بہت کمینہ آدمی ہے۔" تہذیب نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "پکا سؤر ہے۔"

اسی اثنا میں بڈ باہر نکل آیا تھا۔ "وہ دراصل ایک معصوم لڑکی ہے۔ معاشرے کی ستائی ہوئی اور بے سہارا لڑکی۔ اس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور بہن بھائی ...."

"بکواس مت کرو۔" تہذیب نے ڈپٹ کر کہا۔ "اس کے علاوہ بھی کچھ کیا ہے تم نے یہاں۔"

"ک... کیوں نہیں چیف۔ کیوں نہیں۔" بڈ نے ہکلا کر کہا۔ "کچھ نہیں، بہت کچھ کیا ہے۔"

"تم انتہائی نکمے اور ناکارہ آدمی ہو۔" تہذیب غصیلے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "تم سے علیحدہ ہونے کا مقصد یہی تھا کہ تم آزادی سے اپنی مذموم حرکتیں جاری رکھ سکو۔"

"یہ غلط ہے چیف۔" بڈ نے احتجاج کیا۔ "میرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ آپ لوگوں سے الگ رہ کر آپ کے دشمنوں پر نظر رکھ سکوں۔"

"اچھا۔" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تو پھر ہم سے دور رہ کر کیا تیر مارا جناب نے؟"

"رات کے واقعے میں کچھ مقامی لوگ بھی ملوث ہیں۔" بڈ نے کہا۔ "میرا مطلب ہے وہ اسی کیمپ میں مقیم ہیں۔ وہ تین افراد ہیں جو آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ تم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم کہو چیف تو موذی کو نقصان پہنچانے سے قبل ہی جہنم واصل کر دوں۔"

تہذیب نے مشکوک نظروں سے بڈ کو گھورا۔ "کہاں ہیں وہ لوگ؟ اُن کا پتا سمجھاؤ۔"

"ادھر جہاں تین درختوں کے تنے آپس میں ملے ہوئے ہیں، اُن کے دامن میں اُن کی چھولداری نصب ہے۔ وہ لوگ یقیناً حملہ آوروں کے ساتھی ہیں۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"خاص بات تو کوئی نہیں ہے۔ کنگ نے اپنی حیثیت کا پورا پورا فائدہ اُٹھایا ہے اور اُس نے پولیس کو مطمئن کر کے ہی واپس بھیجا ہے۔ ویسے چیف میں ہزار آنکھوں سے جاگ رہا ہوں۔ آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ آپ کو کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "جاؤ جہنم رسید ہو جاؤ۔"

بڈ نے مؤدبانہ انداز میں سر خم کیا اور پلٹ کر اس طرح چھولداری کے اندر واپس چلا گیا جیسے تہذیب کے حکم پر حرف بہ حرف عمل کرنا چاہتا ہو۔ میں تہذیب کے ساتھ ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"یہ سؤر، بعض اوقات اس پر سخت غصہ آتا ہے۔ بہت خراب عادتوں کا مالک ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"اُس بے چارے کے لیے ایسے الفاظ کیوں استعمال کر رہی ہو۔" میں نے معصومیت سے کہا اور تہذیب مجھے گھورنے لگی۔

"کیوں؟ تمھیں اندازہ نہیں ہے۔ تم نے نہیں دیکھا تھا کہ وہ چھولداری کے اندر کس حالت میں پایا گیا تھا؟"

"نہیں۔" میں نے معصومیت سے کہا۔ "دراصل میں چھولداری کے اندر نگاہ نہیں ڈال سکا تھا۔"

"شرارت مت کرو علی۔ وہ.... وہ...." تہذیب نے کہا اور جھینپے ہوئے انداز میں ہنس پڑی۔ پھر دفعتاً سنجیدہ ہو کر بولی۔ "کیا خیال ہے جن لوگوں کی نشان دہی بڈ نے کی ہے، لگے ہاتھوں انھیں بھی دیکھتے چلیں۔"

"میرے خیال میں ابھی یہ مناسب نہیں ہو گا۔ پہلے یہ معلوم ہو جائے کہ کنگ ہم سے کیا کام لینا چاہتا ہے اُس کے بعد ہی اس معاملے کو دیکھیں گے۔"

اس رات کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔ پوری رات سکون سے گزر گئی۔ صبح ناشتے کے بعد تہذیب نے باہر جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔

"کیا ارادے ہیں؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم علی کہ میں کیا کروں گی لیکن اب کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔ ہم زیادہ انتظار کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے کیا تم اکیلی جاؤ گی؟"

"ہاں علی! تم ساتھ ہوتے ہو تو میرے اعتماد میں فرق پڑتا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے طویل سانس لی۔ "جیسے تمھاری مرضی ویسے بھی اس مشن کی انچارج تم ہو۔"

تہذیب چلی گئی اور میں کنگ اٹلس کے کیبن میں اکیلا رہ گیا۔ کنگ اٹلس کے آدمیوں کا رویہ ہمارے ساتھ مؤدبانہ تھا لیکن مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ ابھی تک ٹونی کہیں دکھائی نہیں دیا تھا جبکہ وہ کنگ اٹلس کا دستِ راست تصور کیا جاتا تھا۔ اُس کی غیر موجودگی سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ کیمپ کے معاملات دیکھ رہا ہو گا۔ میں اُس سے بدلہ لینے کے لیے سخت بے چین تھا لیکن اس کے لیے اُس کا سامنے آنا ضروری تھا۔ اب تو میری راہ میں کوئی مصلحت بھی حائل نہیں تھی بلکہ اُس کی پٹائی کر کے میں اب اپنے مشن کے لیے مفید نتائج حاصل کر سکتا تھا۔

تہذیب کو گئے ہوئے دیر ہو چکی تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں گئی ہے اور کب تک واپس آئے گی۔ میں تہذیب کی حکمتِ عملی کا دل سے قائل ہو چکا تھا۔ اگر اُس نے مجھ پر اور خود پر کنگ اٹلس کے ایک پرانے قریبی دوست کے بچوں کا میک اپ نہ کیا ہوتا تو ہم بھی کنگ اٹلس کی ہمدردیاں اس حد تک حاصل نہیں کر سکتے تھے جس کے نتیجے میں ہم بھی دوسروں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جاتے جبکہ اب صورتِ حال یہ تھی کہ کنگ ہمارا گرویدہ ہو چکا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اُس کے ذریعے ڈی فوسٹر تک پہنچنا اب زیادہ مشکل نہیں رہ گیا ہے۔ مجھے بخوبی اندازہ تھا کہ چونکہ کنگ اٹلس اور ڈی فوسٹر دونوں کا تعلق ایک ہی خاندان یعنی شمیرخ خاندان سے ہے لہٰذا ڈی فوسٹر کے لیے کنگ اٹلس سر دھڑ کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

معلوم نہیں کتنی دیر تک میں خیالوں میں کھویا رہا پھر میں اُس وقت چونکا جب کنگ اٹلس کا ایک آدمی میرے پاس آیا۔

"کنگ کو آپ سے کوئی خاص بات کرنی ہے اور وہ آپ سے مشرقی پہاڑیوں میں ملنا چاہتا ہے۔" اُس نے مجھے کنگ اٹلس کا پیغام دیتے ہوئے کہا۔ "میڈم کہاں ہیں؟"

"وہ تو ایک کام سے باہر گئی ہوئی ہیں۔ کیا کنگ نے انھیں بھی بلایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کنگ نے کہا تھا کہ دونوں میں سے جو بھی موجود ہو اُسے کنگ کے پاس بھیج دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں وہاں تک کیسے پہنچوں گا۔ کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟"

"نہیں، یہ سفر آپ اکیلے ہی کریں گے اور آپ کو پیدل ہی جانا ہو گا۔ مشرقی پہاڑیاں یہاں سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہیں۔"

"وہ تو مجھے معلوم ہے۔ لیکن مشرقی پہاڑیاں کوئی چھوٹی موٹی جگہ تو ہے نہیں۔ میں کنگ کو وہاں ڈھونڈوں گا کیسے؟"

"یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ آپ تو بس مشرقی پہاڑیوں تک پہنچ جائیں۔ کنگ آپ کو خود ہی تلاش کر لے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں چلا جاتا ہوں۔" میں نے کہا اور عمارت سے باہر نکل آیا۔ معاملہ خاصا پُراسرار تھا لیکن خطرے کی کوئی بات نہیں معلوم ہوتی تھی۔ مجھے تو پہلے ہی اندازہ تھا کہ ڈی فوسٹر کے سلسلے میں وہ مجھ سے اور تہذیب سے کوئی کام لینا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے یہ معاملہ رازداری کا متقاضی تھا۔ اور کنگ اٹلس رازداری برتنے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کئی ممالک کے خطرناک ایجنٹوں سے اتنے عرصے تک ڈی فوسٹر کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا تھا۔

مشرقی پہاڑیوں کی سمت پیدل چلتے ہوئے مجھے تہذیب کا خیال آیا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ خدا جانے وہ کہاں اور کس چکر میں ہو گی۔ کامیابی تو خود میری سمت چل کر آ گئی تھی اور وہ بھی اس طرح کہ میرے پاس تہذیب کو اطلاع دینے تک کا وقت نہیں تھا۔

کیمپ کے آخری سرے تک پہنچنے کے بعد میں اُس چٹانی راستے پر ہو لیا جو آگے جا کر مشرقی پہاڑیوں سے مل جاتا تھا۔ مشرقی پہاڑیوں تک پہنچنے کا یہی قریب ترین راستہ تھا۔ میں یہ معلوم کرنے کے لیے خاصا بے چین تھا کہ کنگ نے مجھے کیا بات کرنے کے لیے بلوایا ہے۔ غالب امکان تو یہی تھا کہ اُس نے مجھے ڈی فوسٹر کے سلسلے میں ہی بلوایا ہو گا۔ لیکن اگر کوئی اور معاملہ ہوا تو....؟

اس سے آگے میں کچھ بھی نہ سوچ سکا۔ اس لیے کہ اُسی وقت میرے سامنے والی چٹان سے بہت سے سنگریزے اُڑ کر فضا میں بکھر گئے تھے۔ اُس چٹان سے ایک گولی ٹکرائی تھی جسے یقیناً کسی سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے فائر کیا گیا تھا۔ میں بڑی تیزی سے زمین پر بیٹھ گیا۔ ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن میں یہی خیال آیا کہ مجھے اُن لوگوں نے گھیر لیا ہے جن کی نشان دہی بڈ نے کی تھی۔ قصوروار میں خود تھا کیونکہ میں اپنے خیالوں میں کچھ اس طرح ڈوب گیا تھا کہ تعاقب کا خیال ہی نہ رکھ سکا۔ اور اب اس ویرانے میں اُن مسلح لوگوں نے مجھے گھیر لیا تھا۔ اس وقت تک میں آدھے سے زیادہ راستہ طے کر چکا تھا اس لیے یہ امکان بھی نہیں تھا کہ کوئی میری مدد کو ہی آ جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کروں کہ ایک بار پھر سنسناہٹ کی آواز کے ساتھ کئی گولیاں میرے سر پر سے گزریں اور اس بار بھی سامنے والی چٹان سے بہت سے سنگریزے اڑتے دکھائی دیے لیکن اس بار میں نے فائرنگ کی سمت کا تعین کر لیا تھا۔ یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ حملہ آور ایک سے زیادہ نہیں ہے۔

اب میرے لیے یہ ممکن نہیں رہ گیا تھا کہ حملہ آور کو بخش دوں۔ ایک آدمی سے تو بہ آسانی نمٹا جا سکتا تھا۔ میں نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑی اور مختلف چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا بالآخر اس بڑی سی چٹان کے پیچھے پہنچ گیا جس کے عقب سے حملہ آور نے فائرنگ کی تھی۔ اس کے ہاتھ میں جدید ساخت کی ایک لمبی سی رائفل دبی ہوئی تھی اور وہ بے چینی سے سامنے کی سمت نظریں دوڑا رہا تھا۔

میں دبے قدموں اس کی طرف بڑھ رہا تھا مگر اسے اپنے عقب میں میری موجودگی کا احساس ہو گیا۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر پوری قوت سے رائفل گھمائی۔ اگر میں پھرتی سے ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا تو لٹھ کی طرح گھمائی گئی رائفل میرے سر پر پڑی ہوتی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ ٹونی تھا۔

اسے دیکھ کر میرا خون کھول اٹھا۔ اس کا وار خالی دیتے ہی میں نے بجلی کی سی تیزی سے جھک کر اس کی دونوں ٹانگیں کھینچ لیں۔ وہ پتھریلی ناہموار زمین پر چت گرا تھا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ خارج ہوئی اور رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ میرا خیال تھا کہ اتنی شدید چوٹ آنے کے بعد وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہا ہو گا لیکن وہ نہ صرف اٹھا بلکہ اس نے اپنی آستین سے چاقو بھی نکال لیا۔

میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ٹونی کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور اس کی نظریں مجھ پر مرکوز تھیں۔ وہ ذرا سا آگے کی طرف جھکا ہوا آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا چاقو والا ہاتھ آگے کی طرف پھیلا ہوا تھا۔ اس کے ہر انداز سے مہارت ٹپک رہی تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ چاقو بازی میں بے انتہا مہارت کا حامل ہے۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں اس کی چاقو بازی کے سامنے نہیں ٹھہر سکوں گا۔ وہ پلک تک نہیں جھپکا رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک سفاکانہ مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی۔

میں الٹے قدموں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ ہمارے درمیان فاصلہ برقرار تھا۔ اسے حملہ کرنے کی کوئی جلدی معلوم نہیں ہوتی تھی اور یہی چیز سب سے زیادہ خطرناک تھی۔ وہ عجلت کا مظاہرہ کرتا تو میں اس کی کسی غلطی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش ضرور کرتا مگر اس کے انداز سے تو یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے ایک ہی وار میں میرا کام تمام کر دینا چاہتا ہو۔

وہ میری کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور میں اپنے اوسان بحال رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ اسے نہتا کرنا ضروری تھا۔ اس کے بغیر ہمارے درمیان برابر کا مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ جسمانی طاقت کے اعتبار سے بھی مجھ سے بہت برتر تھا لہٰذا اگر میں کسی صورت سے اسے نہتا کرنے میں کامیاب ہو جاتا تب بھی برتری اسی کو حاصل رہتی۔

دفعتاً اس نے جھپٹ کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ چاقو کا پھل فضا میں ایک طویل چمکدار قوس بناتا ہوا میرے دل کی طرف آیا۔ تمام تر دشمنی کے باوجود میں ٹونی کو اس کی مہارت کی داد دینے کے لیے مجبور تھا۔ اس نے بجلی کی سی سرعت سے مجھ پر حملہ کیا تھا اور اس کا حملہ کسی نہ کسی حد تک کارگر بھی ہو گیا ہوتا اگر اسی وقت میرے پیر کسی چیز سے الجھنے کی وجہ سے میں پیچھے کی طرف گر نہ گیا ہوتا لیکن اس کے باوجود اس کے چاقو کی نوک میری جیکٹ کو کاٹتی ہوئی گزر گئی تھی۔

مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ میرے پیروں سے ٹکرانے والی چیز وہی رائفل تھی جو ٹونی کے ہاتھ سے گری تھی۔ اپنا وار خالی جانے کی وجہ سے ٹونی جھنجلا گیا اور اس نے چاقو سمیت مجھ پر چھلانگ لگائی مگر میں تیزی سے کروٹ لے کر اس کی زد سے نکل گیا۔ چاقو کی نوک پتھریلی زمین سے ٹکرائی تھی۔ کروٹ لے کر اس کی زد سے نکلتے ہی میں عقاب کی طرح رائفل پر جھپٹا اور اسے اٹھا کر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ پھرتی کے معاملے میں، میں نے ٹونی کو بری طرح سے مات دے دی تھی۔ اس لیے کہ جب میں نے کئی قدم پیچھے ہٹ کر رائفل سے اس کا نشانہ لیا اس وقت تک وہ پوری طرح اٹھ بھی نہیں سکا تھا۔

"بس رک جاؤ ٹونی!" میں نے دانت پیس کر کہا۔ "ورنہ تمھاری کھوپڑی کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

ٹونی اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ چاقو اب بھی اس کی مٹھی میں دبا ہوا تھا مگر اب اس کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کے تاثرات تھے۔

"یاد ہے ٹونی، پرسوں کیمپ میں تم نے اور تمھارے ساتھیوں نے میرا کیا حشر کیا تھا۔" میں غرایا۔ "اب بتاؤ میں تمھارا کیا حشر کروں؟"

جواب میں ٹونی صرف اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں نظر آنے والی خوفزدگی میں اضافہ ہو گیا۔

"سنا ہے تم بہت بہادر آدمی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں تمھاری بہادری اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے رائفل کی لبلبی پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔

"نن... نہیں۔" ٹونی ہاتھ اٹھا کر ہکلایا۔ "مجھے مت مارو۔

تمھیں اس سے کیا فائدہ ہو گا؟"

"پرسوں کا دن یاد کرو ٹونی جب کیمپ میں تم نے اور تمھارے آدمیوں نے مجھے بے دردی سے مارا تھا۔ اس وقت تمھیں مجھ پر رحم نہیں آیا تھا۔"

"لیکن ہم نے تمھیں جان سے تو نہیں مارا تھا۔" ٹونی نے بے بسی سے کہا۔ "پھر تم کیوں میری جان لینے کے درپے ہو رہے ہو؟"

"ابھی کچھ ہی دیر قبل تم نے دو بار میری جان لینے کی کوشش کی ہے ٹونی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیا رائفل سے فائرنگ کر کے اور چاقو سے مجھ پر حملہ کر کے تم اپنے خیرسگالی کے جذبات کا اعلان کر رہے تھے؟"

ٹونی کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ پھر اس نے اچانک ہی وہ حرکت کر ڈالی جس کی میں اس سے کسی وقت بھی توقع کر رہا تھا۔ اس نے اپنی مٹھی میں دبا ہوا چاقو مجھ پر کھینچ مارا تھا۔ انتہائی عجلت کے باوجود اس نے کمال مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔ چاقو سیدھا میرے دل کی طرف آیا تھا اور اگر میں نے ذرا سا بھی تساہل برتا ہوتا تو چاقو میرے دل میں پیوست ہو گیا ہوتا۔ چونکہ میں اس سے اس حرکت کی توقع کر رہا تھا اس لیے اس کے اس وار سے بچنا میرے لیے زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔ میں ذرا سا دائیں جانب کو ہٹا تھا اور چاقو میرے بائیں جانب سے گزرتا ہوا عقب میں کسی چٹان سے ٹکرا کر کھٹ کی آواز کے ساتھ سنگی زمین پر گر پڑا۔

"تم نے اپنی آخری حسرت بھی پوری کر لی ٹونی اور خود کو ملنے والی کسی ممکنہ رعایت کے امکان کو بھی خود اپنے ہی ہاتھوں سے ختم کر دیا۔"

"تم... تم وہ نہیں ہو جو ظاہر کرتے ہو۔" ٹونی نے تھوک نگل کر گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنے پھرتیلے بھی ہو سکتے ہو۔ پھر پرسوں تم کیسے پٹ گئے تھے؟"

"تم شاید باتیں کر کے میری توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہو لیکن یاد رکھو اب تم نے ذرا سی بھی جنبش کی تو اپنی موت کے ذمے دار تم خود ہو گے۔" میں نے اسے اچھلنے کے لیے پر تولتے دیکھ کر وارننگ دی۔ "ہاں تو تم پوچھ رہے تھے کہ میں پرسوں تم لوگوں سے کیوں پٹ گیا تھا۔ اس کا مختصر اور آسان جواب یہ ہے کہ میں اس کیمپ میں کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا تھا ورنہ تم جیسے بزدلوں سے نمٹنا کیا مشکل ہے۔"

"اس رائفل کے زور پر تم جو بھی کہو گے میں سننے کے لیے مجبور ہوں۔" ٹونی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "میں نے غلط نہیں کہا ٹونی! رائفل سے ایک نہتے آدمی پر حملہ کرنا بزدلی ہے۔ اسی طرح بظاہر کمزور آدمی پر خواہ مخواہ ہاتھ اٹھانے والے کو بھی میں بزدل سمجھتا ہوں۔"

"تم بھی تو رائفل سے ایک نہتے آدمی پر حملہ کرنے جا رہے ہو۔"

میں نے ایک اور قہقہہ لگایا۔ "یہ رائفل میں نے تم سے چھینی ہے ٹونی! اور وہ چاقو بھی جس سے تم مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور یہ بھی سن لو کہ تم کمینی فطرت کے مالک ہو۔ جس وقت تم لوگوں نے کیمپ میں مجھے مارا تھا میں نے اسی وقت تم سے انتقام لینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اور میں جس کام کا تہیہ کر لیتا ہوں اسے پورا ضرور کرتا ہوں۔"

"تو کیا تم مجھے مار ڈالو گے؟" ٹونی نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"میں چاہوں تو فائر کر کے تمھارے دونوں گھٹنے توڑ دوں اور تمھیں مرنے کے لیے یہیں چھوڑ کر چلا جاؤں لیکن میں یہ نہیں کروں گا۔ میری نگاہ میں تم ایک خارش زدہ کتے سے بھی بدتر ہو لیکن مصیبت یہ ہے کہ تم خود کو شیر سمجھنے کے عادی ہو اور میں کتوں کو ان کی اوقات ضرور یاد دلایا کرتا ہوں۔"

ٹونی کی اس قدر توہین شاید زندگی بھر میں نہیں ہوئی ہو گی۔ اس کا چہرہ تاریک پڑ گیا۔ لیکن میرا اگلا قدم ٹونی کے لیے ناقابلِ یقین تھا۔ میں نے رائفل ایک طرف اچھال دی۔ "میں اپنے ہاتھوں سے تیری ہڈیاں توڑوں گا۔ چل اٹھ!" میں نے انتہائی اہانت آمیز انداز میں کہا۔

چند لمحوں تک تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا۔ پھر دفعتاً ہی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ اٹھ کر پاگلوں کی طرح مجھ پر جھپٹ پڑا۔ اس نے اپنی دائیں ٹانگ سے مجھ پر حملہ کیا مگر میں ہر طرح کے حملے سے نمٹنے کے لیے تیار تھا۔ اگر میں پوری طرح تیار نہ ہوتا تو اس کے اگلے وار کی زد میں آ گیا ہوتا۔ اس کا پنجہ میری پسلیوں پر پڑا ہوتا۔ میں نہ صرف کوانڈو کے اس وار سے بخوبی واقف تھا بلکہ اس داؤ کا توڑ بھی جانتا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اس کے پنجے پر ماریں اور اس کے ساتھ ہی پلٹ کر اپنے پاؤں کی ایڑی اس کے جبڑے پر رسید کر دی۔ ایڑی رسید کرنے میں میں نے ذرہ برابر بھی رعایت نہیں برتی تھی۔ ٹونی کی باچھوں سے خون بہنے لگا۔ اس کا منہ پھٹ گیا تھا۔ ممکن ہے دو چار دانت بھی ہل گئے ہوں۔ میں نے بھی تو آخر پوری قوت صرف کر دی تھی۔

ٹونی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا جبڑا دبا لیا۔ شاید تکلیف اس کی برداشت سے باہر ہو گئی تھی۔ اس کے منہ سے بہنے والا خون اس کے ہاتھ پر سے ہوتا ہوا کہنی سے قطرہ قطرہ زمین پر ٹپکنے لگا۔ میں نے موقع غنیمت جان کر اس پر چھلانگ لگا دی لیکن وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے حواس میں تھا۔ ایک طرف ہٹ کر میری زد سے نکل گیا اور مجھے پتھریلی زمین چاٹنا پڑی۔ زمین پر گرتے ہی اپنی چوٹوں کی پروا کیے بغیر میں نے تیزی سے کروٹ بدلی اور اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میرے گرتے ہی ٹونی نے مجھ پر چھلانگ لگائی تھی۔ اگر میں نے کروٹ بدلنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کی ہوتی تو ٹونی مجھے چھاپ بیٹھتا۔ اب میری جگہ وہ زمین پر پڑا تھا۔

میری طرح اُس نے بھی کروٹ بدل کر اُٹھنے کی کوشش کی مگر اُس سے پہلے ہی میں اُس کے سر پر پہنچ چکا تھا اور میں نے نہایت تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بھرپور ٹھوکر اُس کی گدی پر ماری۔ میری ٹھوکر نے ٹونی کی کھوپڑی ہلا کر رکھ دی۔ اُس کے حلق سے کرب ناک کراہ خارج ہوئی۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے اُسے کوئی موقع دے دیا اور اُس کی گرفت میں آ گیا تو وہ میرا بھُرکس بھی بنا سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اُس کے اگلی ٹھوکر ماری لیکن اُسی وقت اُس نے میری طرف کروٹ بدل لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ٹھوکر اُس کی کھوپڑی کے بجائے اُس کی ناک پر پڑی۔ اُس کی نکسیر چھوٹ گئی اور ناک سے بھل بھل کر کے خون بہنے لگا۔ یہ گویا اُس کا اختتام تھا مگر میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور اُسے مسلسل ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ میرا ہدف اُس کی گردن سے اوپر کا حصّہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی لمحوں کے اندر اس کا چہرہ ناقابلِ شناخت ہو گیا اور وہ چیختے چیختے بے ہوش ہو گیا۔ میں نے اُسے بالوں سے پکڑ کر چند جھٹکے دیے مگر اتنی ٹھوکریں کھانے کے بعد اُسے ہوش رہ بھی کہاں سکتا تھا۔

میں اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ وقتی طور پر میں بھول ہی گیا تھا کہ میں کنگ اٹلس سے ملنے جا رہا تھا۔ ٹونی کے بے ہوش ہوتے ہی مجھے یاد آیا کہ کنگ اٹلس میرا انتظار کر رہا ہوگا لیکن رائفل وہاں چھوڑ کر جانا مناسب نہیں تھا۔ یہ سوچ کر میں رائفل اُٹھانے کے لیے آگے بڑھا لیکن اسی وقت تالیاں بجنے کی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور ایک چٹان کے عقب سے مجھے کنگ اٹلس اور تہذیب مالکم ایکس نکلتے دکھائی دیے۔

"تم نے کمال کر دیا لڑکے!" کنگ اٹلس نے تعریفی انداز میں کہا۔ "اب میری سمجھ میں آیا کہ تم نے وہاں نو افراد کو کیسے ٹھکانے لگایا ہوگا۔"

میں نے حیرت سے کنگ اٹلس کو دیکھا۔ "میں سمجھا نہیں کنگ!" میں نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "اس ایک آدمی کی شکست اور نو افراد کی ہلاکت میں کیا نسبت ہے؟"

"اسے ایک آدمی مت کہو، یہ ون مین گینگ ہے۔ مجھے اس کی صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے۔"

"کمال ہے کنگ! تمھارا یہ ون مین گینگ تو بڑی آسانی سے ٹھنڈا ہو گیا۔"

"آسانی تو کیا، اسے مشکل سے بھی ٹھنڈا کرنا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ میرے خدا! تمھارے جسم میں تو جیسے بجلیاں بھری ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے کنگ! یہ تمھارا ترتیب دیا ہوا ڈراما تھا تاکہ تم میری صلاحیتوں کا اندازہ کر سکو؟"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے۔ اس وقت میں نے اسی لیے تمھیں بلوایا تھا کہ بے خبری میں ٹونی سے تمھارا مقابلہ ہو اور میں اسے دیکھ سکوں۔"

"یہ بات حلق سے نہیں اُترتی کنگ! اُس کے پاس رائفل تھی اور گولی کے سامنے تو کوئی بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ کس قسم کا مقابلہ تھا؟"

"اوہ غلط مت سمجھو! اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ فائرنگ صرف تمھیں متوجہ کرنے کے لیے کرے۔"

"کیا تم اس بات سے بھی بے خبر تھے کہ اُس کے پاس چاقو موجود ہے جس سے وہ کسی بھی وقت مجھ پر حملہ کر سکتا ہے؟"

"نہیں!" کنگ نے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ اُس کے پاس چاقو موجود ہے لیکن . . ." اُس نے خاموش ہو کر تہذیب کی طرف دیکھا۔

"اس بات کی ضمانت میں نے دی تھی کہ وہ چاقو کی مدد سے تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"آپ سے تو میں بعد میں نمٹوں گا۔" میں نے تہذیب کو گھورا اور وہ جواب میں جس انداز سے مسکرائی اُسے فخریہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

"اب یہاں کب تک کھڑے رہو گے۔" کنگ نے کہا۔ "آؤ، بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔"

کنگ اٹلس کے ساتھ میں اور تہذیب ایک غار میں پہنچے۔ یہ تھا تو قدرتی غار ہی مگر اس میں انسانی ہاتھوں کی صنّاعی بھی شامل تھی۔ غار کا منہ اس طرح سے بند کر دیا گیا تھا کہ مصنوعی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کے کھلنے اور بند ہونے کا دار و مدار ایک میکنیزم پر تھا۔ اس غار کو اندر سے بہترین فرنیچر سے آراستہ کیا گیا تھا۔ غالباً وہ کنگ اٹلس کے خفیہ ٹھکانوں میں سے ایک تھا۔

تہذیب صوفے پر بیٹھ گئی اور میں بھی اُس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ کنگ پُشت پر ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا۔ دفعتاً وہ میری طرف مڑا۔

"تمھارے اور ٹونی کے درمیان پرسوں ہونے والے کسی جھگڑے پر گفتگو ہو رہی تھی۔" کنگ نے کہا۔ "وہ کیا معاملہ تھا؟"

"کوئی خاص بات نہیں تھی کنگ!" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "یہ اُس وقت کی بات ہے جب ہم لوگ اس کیمپ میں پہنچے تھے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں ٹہلنے کی غرض سے باہر نکلا۔ راستے میں ایک جگہ یہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں دوسری طرف دیکھ کر چل

Shaheen Library
SAHIWAL

رہا تھا کہ ٹونی نے ٹانگ اڑا کر مجھے گرا دیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ میں نے اُسے جان بوجھ کر ٹھوکر ماری ہے لہٰذا میں اُس سے معافی مانگوں۔ میرے یہ کہنے پر کہ غلطی میری نہیں ہے، انھوں نے حسبِ توفیق خاصی بے دردی سے میری پٹائی کی۔"

"پھر کیا ہوا؟" کنگ نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہونا کیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں نے اُن لوگوں سے معافی مانگ لی۔"

"تم نے!" کنگ نے حیرت سے میری طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آتا . . . اگر تم چاہتے تو اُن سب کے دماغ ٹھکانے لگا سکتے تھے۔"

"اُس وقت میں مجبور تھا کنگ! میں نہیں چاہتا تھا کہ کیمپ میں کسی قسم کا ہنگامہ برپا ہو اور میں لوگوں کا مرکزِ نگاہ بنوں لیکن میں اُن میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اُن سب کو سبق دینا ضروری ہے۔"

کنگ کا چہرہ غصّے سے سرخ ہو گیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میرے کیمپ میں تمھارے ساتھ اس قسم کا سلوک ہوا۔"

"کوئی بات نہیں انکل!" میں نے ہنس کر کہا۔ "یہ سب کچھ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔"

"ٹونی اور اس کے ساتھیوں کو اس حرکت کی سزا ملے گی۔" کنگ غرّایا۔ "اور انھیں معافی بھی مانگنا پڑے گی۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے انکل!" میں نے کہا۔ "ٹونی کو تو پہلے ہی خاصی سزا مل چکی ہے۔"

"وہ اور بات ہے۔" کنگ نے کہا۔ "ٹونی کا کام تو یہ ہے کہ کیمپ میں کسی قسم کا ہنگامہ نہ ہونے دے اور یہاں مقیم لوگوں کو تحفظ فراہم کرے۔ اس ذمّے داری کی خلاف ورزی بجائے خود جُرم ہے جس کی سزا اُسے ملنا انتہائی ضروری ہے۔"

"تم نے یہ واقعہ مجھے بھی نہیں بتایا۔" تہذیب شکایتی لہجے میں بولی۔ "اگر اس وقت میں موجود نہ ہوتی تو یہ بات اب بھی میرے علم میں نہ آتی۔"

"بتانے کا فائدہ کچھ نہ ہوتا۔" میں نے کہا۔ "تم بلاوجہ پریشان ہو جاتیں۔"

کنگ اٹلس پھر ٹہلنے لگا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے غصّے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں اور تہذیب خاموشی سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"فیریکس میرا بہت اچھا دوست تھا۔" کنگ نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "گو میرے اور اُس کے درمیان کاروبار کے اختلافات رہے۔ وہ میری سرگرمیوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور مجھے اُس کی شرافت سے چڑ تھی لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اُس کی اولاد اتنی باصلاحیت ہوگی۔ فیریکس کے بچّے میرے بچّے ہیں۔ میں ابھی اس لڑکی سے بات کر رہا تھا۔ اس نے مجھے صاف صاف بتا دیا ہے کہ تم لوگوں کا ذریعۂ معاش بھی ایسا ہی ہے۔ یعنی ضرورت پڑنے پر کام کیا جائے، دولت کمائی جائے اور اس کے بعد عیش کیا جائے۔ کیوں، میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"میں نے تو یہ بات آپ کو پہلے ہی بتا دی تھی انکل!" میں نے کہا۔

"ہاں، تم نے بتایا تھا لیکن تمھارے بتانے کا انداز ایسا تھا کہ اُس سے کوئی واضح مطلب اخذ کرنا ممکن نہیں تھا۔"

"میں کھُل کر آپ کو اپنے ذریعۂ معاش کے بارے میں کیسے بتا سکتا تھا انکل!" میں نے قدرے جھجکنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "آپ ڈیڈی کے دوست اور میرے بزرگ ہیں۔"

"مجھ سے تکلّفات برتنے کی ضرورت نہیں ہے بچّے!" کنگ نے بے تکلّفی سے کہا۔ "مجھ سے ہر بات کھُل کر اور صاف صاف کرو۔ تمھارا انکل تمھیں کُندن بنا دے گا۔"

"تو پھر انکل! مجھے یہ بتانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ ہم لوگ حصولِ دولت کے لیے قانون کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں کرتے۔ ہمیں تو دولت چاہیے۔ اس کے لیے ہم ہر کام کرنے کو تیار رہتے ہیں۔"

"مجھے بڑی خوشی ہوئی میرے بچّو! تم صحت مند سوچ کے مالک ہو۔ قانون کا خیال کرنے والے بزدل ہوتے ہیں۔ آدمی کو سب سے پہلے اپنی فکر کرنی چاہیے۔ باقی سب بعد کی باتیں ہوتی ہیں۔"

"بالکل یہی خیالات ہمارے بھی ہیں انکل!" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ آپ ہمارے ہم خیال ہیں تو میں پہلے ہی اپنے بارے میں آپ کو سب کچھ بتا دیتا۔"

"تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ تم لوگ میرے لیے کتنے قیمتی اثاثے کی حیثیت رکھتے ہو۔ اگر تم عام حالات میں مجھ سے ملے ہوتے تو میں صرف فیریکس کے یعنی ایک دیرینہ دوست کے بچّوں کی حیثیت سے تمھیں خوش آمدید کہتا۔ لیکن جن غیر معمولی حالات سے گزر کر تم مجھ تک پہنچے ہو اُس نے تمھاری قدر و قیمت کا تعین کر دیا ہے۔ تمھاری صلاحیتیں مجھ پر پوری طرح عیاں ہو گئی ہیں۔"

"آپ بھی ہماری خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتے انکل!" میں نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہماری مالی حالت بہتر بنانے کے لیے آپ نے کچھ نہ کچھ ضرور سوچا ہوگا۔"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں!" کنگ نے زور دے کے اثبات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں سر ہلایا۔ "مجھے ان دنوں ایک ایسا کام درپیش ہے جس کے لیے آدمی کا باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ اعتماد ہونا بھی ضروری ہے۔"

"ہم ہر طرح سے آپ کے اعتماد پر پورے اتریں گے انکل! آخر آپ ہمارے آنجہانی ڈیڈی کے عزیز دوست ہیں۔ لیکن اس کام کے عوض ہمیں ملے گا کیا؟"

"میرے ذہن میں تمھارے لیے ایک تجویز ہے۔ جی چاہے تو قبول کر لینا ورنہ تم اس کے لیے مجبور نہیں ہو گے۔ اس کے لیے میں اپنے پاس سے تمھیں ایک بڑی رقم ادا کروں گا۔ اور اگر وہ کام ہو گیا جو ان دنوں مجھے درپیش ہے تو تمھیں تمھارے اندازے سے بھی بڑھ کر دولت ملے گی۔ اس کے بعد تمھیں چھوٹے موٹے جرائم کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہ جائے گی۔"

"آپ کام تو بتائیں انکل۔" میں نے بے تابی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم آپ کے کسی کام سے انکار کر دیں۔"

"نہیں، تم انکار کرنے کے لیے آزاد ہو گے۔ لیکن چونکہ کام بہت پُرخطر ہے اس لیے تمھیں وعدہ کرنا ہو گا کہ اگر تم میرا کام کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تب بھی ساری باتیں جو تمھارے علم میں آئیں گی صیغۂ راز میں رکھو گے۔"

"آپ کی تو خواہش بھی ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے انکل۔" میں نے کہا۔ "آپ کا ہر راز ہمارا اپنا راز ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم کسی کو کوئی بات بھی بتا دیں۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔

"ہاں، انکل۔" تہذیب نے کہا۔ "آپ کے ہر راز کو ہم ایک مقدس امانت تصور کریں گے جس میں کبھی خیانت نہیں ہو گی۔"

"میں تمھاری سعادت مندی سے خوش ہوا میرے بچو۔" کنگ نے کہا۔ "بات ذرا تفصیل طلب ہے مگر میں مختصراً تمھیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ کامیابی ہمارے بے حد قریب آ گئی تھی۔ میں خود کو پُرسکون رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اس وقت تہذیب کی حالت بھی مجھ سے زیادہ مختلف نہیں رہی ہو گی۔ تاہم ہمارے اندازے جتنا بھی جوش و خروش ظاہر ہو رہا تھا اُسے کنگ دولت کے حصول کی خوشی سے تعبیر کر رہا ہو گا۔

"میرا تعلق شیمرخ خاندان سے ہے۔" چند لمحوں کے توقف کے بعد کنگ نے کہنا شروع کیا۔ "ایک بہت بڑا سائنس داں جس کا نام ڈی فوسٹر ہے اور جو ہمارے ہی خاندان کا ایک فرد ہے، میرا کام اُسی سے متعلق ہے۔ ڈی فوسٹر کا باپ بھی بہت بڑا سائنس داں تھا لیکن دوسری جنگِ عظیم ختم ہونے کے بعد سے شیمرخ خاندان عذاب کا شکار رہا ہے۔ ڈی فوسٹر ایک یہودی کے قبضے میں آ گیا تھا۔ وہ یہودی امریکا میں رہتا ہے اور ہتھیاروں کا کام کرتا ہے۔ حکومتِ امریکا کی نظروں میں اُس کی ساکھ بہت اچھی ہے۔ وہ یہودی بے پناہ دولت مند بھی ہے۔ اُس نے ڈی فوسٹر کو اپنا قیدی بنا رکھا تھا لیکن ڈی فوسٹر نے کبھی اُسے اپنا آقا تسلیم نہیں کیا۔ پھر اس یہودی نے حکومتِ امریکا ہی کے کچھ فارمولے چوری کروا لیے۔ وہ فارمولے حکومتِ امریکا کے لیے بہت اہمیت رکھتے تھے۔ اُس یہودی نے جس کا نام ہاروت رابیل ہے، ہتھیار سازی کے مسروقہ فارمولے ڈی فوسٹر کے حوالے کر دیے۔ ہاروت رابیل کا منصوبہ یہ تھا کہ خفیہ طور پر وہ ہتھیار تیار کر کے ایسے جنگ باز ملکوں کو فروخت کرے گا جو اپنے حریف ممالک کو ہر قیمت پر نیچا دکھانے کے درپے رہتے ہیں۔ لیکن ڈی فوسٹر نے اس موقع پر چالاکی سے کام لیا اور ہاروت رابیل کے چنگل سے نکل بھاگا۔ فرار ہو کر وہ سیدھا برلن آیا تھا اور اُس نے کوشش کی تھی کہ چوری کیے ہوئے فارمولے کسی بھی بڑے ملک کو فروخت کر کے اُس سے دولت کمائے۔ یہ دولت وہ شیمرخ خاندان کی بہتری کے لیے صرف کرنا چاہتا تھا۔ شیمرخ خاندان کے تمام افراد اُس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے اور انھوں نے اپنی خدمات بھی پیش کر دیں۔ مختلف ممالک کو مذاکرات کی دعوت بھی دی گئی مگر ہمارے پاس اتنے بہتر ذرائع نہیں تھے کہ ہم ملکوں کی سطح پر معاملات طے کر سکتے۔ جواب میں ہم سے مختلف ایجنٹوں نے رابطہ قائم کیا لیکن ہم سے غلطی ہو گئی تھی۔ برلن میں ہم نے بڑے بڑے ملکوں کے جاسوسوں کو جمع کر لیا تھا جن میں فارمولے خریدنے کے خواہش مند کم اور انھیں چوری کرنے کے درپے زیادہ تھے۔ نتیجے میں ہمارا ایک بہت ہی اہم کارکن ایلزے فورے مارا گیا۔ اُس کی موت کے بعد ڈی فوسٹر خوف زدہ ہو گیا۔ اس سے پہلے بھی چند ایسے واقعات ہو چکے تھے جن کی وجہ سے ڈی فوسٹر بددل ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ برلن سے بھاگ کر ہمبرگ آ گیا۔"

کنگ اٹلس ایک بار پھر خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے بے چینی سے پہلو بدلا اور اُس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ منزل بس چند قدم کے فاصلے پر رہ گئی تھی۔

"اب صورتِ حال یہ ہے کہ کئی ممالک کے ایجنٹ اُس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔" چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد کنگ نے دوبارہ سلسلۂ کلام جوڑتے ہوئے کہا۔ "شیمرخ خاندان کے افراد نے اُس کی مدد کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ اُن میں سے بہت سے تو ہاتھ کھینچ چکے ہیں مگر چند ایک افراد اب بھی اس کے ساتھ ہیں۔ میں خود بھی اُس کی مدد کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں لیکن اب مجھے

احساس ہو رہا ہے کہ میں یہ کام آسانی سے نہیں کر سکوں گا۔ بلکہ شاید اس مشکل ترین کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا میرے لیے اب ممکن ہی نہیں رہا۔ ادھر ڈی فوسٹر ایک عذاب میں گرفتار ہو گیا ہے۔ چوری کیے ہوئے فارمولوں کو فروخت کر کے اربوں ڈالرز کے حصول کا منصوبہ تو پس پشت جا پڑا ہے۔ بلکہ اب تو ڈی فوسٹر کی جان کے ہی لالے پڑ گئے ہیں۔" کنگ پھر خاموش ہو گیا۔

"میں سمجھ نہیں سکا انکل کہ ہم اس سلسلے میں کس طرح آپ کے کام آ سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"تم نہیں سمجھے۔" کنگ نے کہا۔ "دراصل میں ڈی فوسٹر کی مدد اس لیے نہیں کر پا رہا کہ میں اُن لوگوں کی نظروں میں آ چکا ہوں۔ ہم دونوں کا تعلق شیمرخ خاندان سے ہی ہے نا۔"

"بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آ رہی ہے۔" میں نے کہا۔ "غالباً آپ کا مقصد یہ ہے کہ اب اس معاملے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایسے افراد سامنے لائے جائیں جن سے ڈی فوسٹر کا کوئی تعلق نہ ہو۔"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے میرے بچے! مجھے خوشی ہے کہ تم بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہو۔" کنگ اٹلس خوش ہو کر بولا۔

"لیکن انکل یہ بھی تو بتایئے نا کہ آپ اس سلسلے میں ہم سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟"

"چونکہ یہ کام کرنے کے لیے باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ آدمی کا غیر متعلق اور قابلِ اعتماد ہونا بھی ضروری ہے اور تم میں بیک وقت تینوں صلاحیتیں موجود ہیں لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب یہ کام تمھارے سپرد کر دوں گا۔ تم خود اپنے ساتھیوں کے طور پر مناسب لوگوں کو منتخب کر کے ایک ٹیم تشکیل دے لو اور پھر تم ان فارمولوں کے لیے غیر ملکی ایجنٹوں سے مذاکرات کرو۔ اگر تم یہ سودا کرا سکو تو جو رقم بھی حاصل ہو گی اُس کا دس فیصد تمھارا ہو گا۔ اگر تمھیں منظور ہو تو ہامی بھر لو ورنہ کوئی زبردستی نہیں ہے۔"

"ہمیں منظور ہے انکل۔" میرے بجائے تہذیب بول اُٹھی اور میں اُسے گھورنے لگا۔

"تم دونوں آپس میں مشورہ کر لو۔ ضروری تو نہیں ہے کہ تم فوراً ہی ہامی بھر لو۔" کنگ نے مجھے تہذیب کو گھورتے دیکھ کر کہا۔

"یہ بات نہیں ہے انکل۔" میں نے گڑبڑانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل یہ معاملہ میری سوچ سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے اور اس میں خطرات بھی حد سے زیادہ ہیں۔"

خطرات تو ہیں۔" کنگ نے کہا۔ "اب یہی دیکھ لو کہ کیمپ پر جو لوگ حملہ آور ہوئے تھے اُن کے بارے میں میں نے تم سے غلط بیانی کی تھی کہ وہ کارروائی پیشہ ورانہ رقابت کا نتیجہ تھی جبکہ حقیقت میں اس حملے کی پشت پر ایسے ہی کچھ غیر ملکی ایجنٹ تھے جو فارمولے کو زبردستی چھین کر لے جانا چاہتے ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہے انکل!" میں نے کہا۔ "اسی لیے میں چاہ رہا تھا کہ پہلے اس سلسلے میں ایسا لائحہ عمل ترتیب دیا جائے جو قابلِ عمل ہونے کے ساتھ ساتھ ناقابلِ شکست بھی ہو اور اس میں کامیابی کے سو فیصدی امکانات ہوں۔ بس اتنی سی بات تھی ورنہ مجھے اس معاملے کو ہاتھ میں لینے سے کوئی انکار نہیں ہے۔"

"میں نے تو تمھیں ساری معلومات بہم پہنچا دیں۔ اب لائحہ عمل ترتیب دینا تمھارا کام ہے۔ تم کس طرح کام کرتے ہو، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ بس کامیابی یقینی طور پر ہونی چاہیے۔"

"ڈی فوسٹر کہاں ہے؟" میں نے اچانک ہی سوال کیا اور کنگ گہری نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"ڈی فوسٹر سے ملاقات کیے بغیر تم یہ کام نہیں کر سکتے؟" اُس نے کہا۔

"نہیں۔ یہ معاملہ بہت گمبھیر ہے اور میں کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اس لیے اگر آپ اُس سے ہماری ملاقات کا بندوبست کر دیں تو معاملات میرے ذہن میں صاف ہو جائیں گے اور ہم زیادہ بہتر طور پر کام کر سکیں گے۔"

کنگ اٹلس سر کھجانے لگا۔ چند لمحات تک وہ کسی بات پر غور کرتا رہا پھر بولا۔ "میں تمھیں اُس سے ملوا تو سکتا ہوں لیکن اس طرح خطرات بڑھ جائیں گے۔"

"خطرات کی میں نے نہ تو ماضی میں کبھی پروا کی ہے اور نہ ہی مستقبل میں ایسا کوئی ارادہ ہے۔"

"اس کے لیے تمھیں خاصا طویل سفر کرنا پڑے گا۔"

"پروا نہیں ہے۔ میرا خیال ہے ہمارا کمیشن ہی کروڑوں ڈالرز تک جا پہنچے گا اور اتنی رقم حاصل کرنے کے لیے میں جہنم تک سفر کرنے کو بھی تیار ہوں۔"

کنگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمھیں روڈایل بو کے پاس بھیجے دیتا ہوں۔ وہ تمھیں ڈی فوسٹر سے ملوا دے گا۔ ڈی فوسٹر اُسی کی حفاظت میں ہے۔"

"یہ روڈایل بو کون ذات شریف ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارے خاندان کا ہی ایک فرد ہے۔ اُس کا بھی ایک ایسا ہی کیمپ ہے جیسا میرا ہے۔ میں تمھیں اس کے پاس بھیجے دیتا ہوں لیکن جو کچھ بھی کرو بے حد محتاط ہو کر کرنا۔ دشمن چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں اور ہماری ہر نقل و حرکت پر اُن کی نظر ہے۔"

"ہم اس کام کو کرنے کی ذمے داری قبول کر چکے ہیں اس لیے یہ ساری باتیں سوچنا ہمارا کام ہے۔ ہمیں آپ روڈایل بو کے پاس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھیجنے کا بندوبست کردیں۔ ڈی نوسٹر سے ملنے کے بعد ہم کام کا آغاز کردیں گے۔ ویسے کیا ڈی نوسٹر کو علم ہے کہ کون کون سے ممالک کے ایجنٹ اس سے رابطہ قائم کرچکے ہیں؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں" کنگ اٹلس نے کہا۔ "دراصل یہ معاملات بہت ہی پیچیدہ ہیں اور ہمارے لیے نئے بھی ہیں۔ ہم تو اسمگلر قسم کے لوگ ہیں۔ ملکی رازوں کی خرید و فروخت کا ہمیں کوئی تجربہ نہیں ہے اسی بنا پر ڈی نوسٹر مایوس ہو چلا ہے۔ کیا میں پورے اعتماد سے تمھیں اس کے پاس بھیج سکتا ہوں؟"

"یہ فیصلہ کرنا تو آپ کا کام ہے انکل" میں نے چالبازی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن فیصلہ تو آپ پہلے ہی کرچکے ہیں — آپ نے ہم پر اندھا اعتماد کیا ہے اور ہمیں اتنے اہم راز میں شریک کرلیا ہے۔ ورنہ ایسے معاملات کی تو کوئی کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔"

"بس میں بھی تم سے یہی کہنا چاہتا تھا۔ تم تو خود بے حد معاملہ فہم آدمی ہو۔ تمھیں اندازہ ہے کہ اس معاملے کو راز میں رکھنا ہی سب سے اہم بات ہے۔ تمھاری صلاحیتوں نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے اور نہ جانے کیوں مجھے یقین ہے کہ تم اس معاملے کو کامیابی سے پایۂ تکمیل تک ضرور پہنچا دو گے۔"

"ہم آپ کی توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کریں گے۔" تہذیب نے کہا۔ "آپ ہماری روانگی کا بندوبست کردیجیے۔"

"تم دونوں تیار رہو" کنگ اٹلس بولا۔ "جیسے ہی کسی مناسب ذریعے کا بندوبست ہوا میں تمھیں روڈ ایلیو کے پاس بھجوا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے انکل" تہذیب عالم ایکس نے کہا۔ "ہم تیار ہیں۔"

"تم دونوں اب یہیں مقیم رہو گے۔ تمھارا سامان یہیں پہنچ جائے گا۔" کنگ نے کہا اور ہمیں وہیں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

ہمارا ٹھکانا تبدیل ہو گیا تھا لیکن چونکہ یہ جگہ بھی بہت آرام دہ تھی اس لیے اس تبدیلی سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

"یہ کیا حرکت تھی تہذیب؟" کنگ کے جانے کے بعد میں نے آنکھیں نکالیں۔ "تم تو کنگ کے ساتھ مل کر مجھے ٹونی کے ہاتھوں مروا دینے پر ہی تل گئی تھیں۔"

تہذیب ہنسنے لگی۔ "مجھے تمھاری صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے علا۔ اسی لیے جب کنگ مجھے کیمپ میں ملا اور اس نے پہلے ہی کی طرح پھر اس بات پر شبے کا اظہار کیا کہ ہم دونوں نے کس طرح اُن حملہ آوروں کا مقابلہ کیا ہو گا تو میں نے اُس سے کہا کہ وہ تمھاری صلاحیتوں کا امتحان کرلے۔ وہ فوراً ہی رضامند ہو گیا اور اس نے یہ تجویز پیش کردی کہ کس طرح تمھیں مشرقی پہاڑیوں تک بلوائے گا اور راستے میں اس کا ایک آدمی تمھیں متوجہ کرکے تمھارا مقابلہ کرے گا۔ اُس کا کہنا تھا کہ اگر اُس کا آدمی تم سے شکست کھا گیا تو اُس کا تردد دور ہو جائے گا۔ بتاؤ ایسی صورت میں اس سے متفق ہونے کے سوا اور کیا چارہ تھا۔ وہ کمبخت اس تجویز کو فوراً ہی عملی جامہ پہنانے پر بھی مُصر ہو گیا۔ میں نے کوشش کی تھی کہ کسی طرح اس تجویز پر عملدرآمد ملتوی کرا دوں اور تمھیں اُس کے عزائم سے آگاہ کردوں مگر اُسے بھی اس چیز کا اندازہ تھا۔ اگر میں اُس سے زیادہ تین پانچ کرتی تو کیا وہ ہماری طرف سے مشکوک نہ ہو جاتا؟"

"اور وہ چاقو والا کیا معاملہ تھا؟" میں نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"کنگ نے ٹونی سے کہا تھا کہ وہ فائر کرکے تمھیں اپنی طرف متوجہ کرے گا اور اس کے بعد دُوبدو تم سے مقابلہ کرے گا۔ ٹونی نے بتایا کہ اُس کے پاس ایک چاقو بھی ہے، کیا وہ چاقو استعمال کر سکتا ہے۔ کنگ نے اُسے سختی سے منع کردیا بلکہ وہ تو اُس سے چاقو واپس لے رہا تھا لیکن درمیان میں میں نے مداخلت کی اور ٹونی کو چاقو کے استعمال کی اجازت دے دی۔ کنگ نے مجھے بھی سمجھانا چاہا کہ ٹونی چاقو استعمال کرنے کا ماہر ہے اور اس سے تمھاری زندگی کو یقینی خطرہ لاحق ہو جائے گا لیکن میں نے تمھارے بارے میں کہا کہ تم چاقو کے استعمال میں تو ماہر نہیں ہو مگر اس کے علاوہ تم میں ایسی حیرت انگیز خصوصیات موجود ہیں جن کے سامنے چاقو بازی کے ماہر کی حیثیت بچوں کی سی ہو گی۔"

"کسی نے سچ کہا ہے۔ نادان دوست کے مقابلے میں دانا دشمن بہتر ہوتا ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ارے میں پوچھتا ہوں اس حماقت کی ضرورت کیا تھی؟ چاقو میرے لگ بھی سکتا تھا۔ تم نے اُس کی مہارت نہیں دیکھی۔" میں نے دانت پیسے۔

"جب اُس نے تم پر چاقو نکالا تھا اور میں نے اُس کے سامنے تمھاری حالت دیکھی تھی تو سچی بات ہے، مجھے افسوس ہونے لگا تھا کہ میں نے اسے اس کی اجازت کیوں دی۔ اس دوران میرے جسم کا آدھا خون تو یقیناً خشک ہو گیا ہو گا لیکن اب سوچتی ہوں کہ جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا۔"

"ہاں تہذیب" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کنگ پر گہرا اعتماد قائم کرنے کے لیے یہ بہت ضروری تھا۔ اب وہ ہمارا بے دام کا غلام بن گیا ہے۔"

"لیکن تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ جب رائفل تمھارے قبضے میں آ گئی تھی تو تم نے اُسے گولی نہیں ماری اور اُس کا مقابلہ دُوبدو کیا۔ اس طرح کنگ پر اور زیادہ رعب پڑ گیا۔"

"ارے تو کیا میں نے وہ سب کسی کو دکھانے کے لیے کیا تھا۔ میں تو ٹونی پر پہلے سے اُدھار کھائے بیٹھا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو میں نے اُسے گولی مار کے اپنی راہ لی ہوتی۔"

"ان ساری باتوں کو ہم تائیدِ ایزدی کے علاوہ کچھ اور نہیں کہہ سکتے۔ اب دیکھو خیریت سے ڈی نوسٹر تک پہنچ جائیں تو بات ہے۔"

"تم نے بڈ کے بارے میں بھی کچھ سوچا؟" میں نے دفعتاً چونک کر کہا۔ "ہمارا ٹھکانا تبدیل ہو گیا اور اُسے علم تک نہیں ہے۔"

"ہمیں اتنا موقع ہی کب ملا کہ ہم اُسے مطلع کرسکیں۔" تہذیب نے کہا۔ "اب یہ بھی معلوم نہیں کہ روڈ ایلیو سے ملاقات کے بعد حالات کس قسم کی کروٹ لیں گے۔"

"گویا بڈ کو اس تبدیلی سے آگاہ کرنے کی کوئی صورت نکالی جائے؟" میں نے پوچھا۔

"سچی بات تو یہ ہے کہ میں بڈ کی طرف سے زیادہ فکرمند نہیں ہوں۔ اس لیے کہ وہ شکاری کتوں کی طرح بو سونگھتا ہوا ہم تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر وہ ہم تک پہنچنے میں ناکام ہو گیا تب بھی کم از کم وہ واپس تو جا ہی سکتا ہے اسی لیے میں اسے کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔ ویسے بھی اس کا موقع نہیں ہے۔"

دوپہر تک ہمارا سامان ہمارے پاس پہنچ چکا تھا جسے اس سے قبل چھولداری سے چوبی مکان میں منتقل کیا گیا تھا۔

وہ دن ہم نے اسی عمارت میں بسر کیا۔ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہیں تھی اور ہمارے کھانے پینے کا معقول بندوبست کردیا گیا تھا۔

دن کے بعد رات بھی سکون سے بغیر کسی واقعے کے گزر گئی۔ اگلے روز صبح ساڑھے نو بجے کے قریب باہر کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ کنگ اٹلس ایک لینڈ روور سے اتر رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ اندر واپس آ گیا۔

"یہ گاڑی تمھارے استعمال کے لیے ہے۔" کنگ نے مجھ سے کہا۔ "میں نے خفیہ ذرائع سے روڈ ایلیو کو اطلاع بھجوا دی ہے وہ تم سے مکمل تعاون کرے گا۔"

"لیکن اس نے ڈی نوسٹر کو کہاں رکھا ہے؟" میں نے کہا۔ "ہمارا مقصد تو ڈی نوسٹر سے ملنا ہے۔"

"یہ بات تو تمھیں روڈ ایلیو ہی بتا سکے گا کہ اس نے ڈی نوسٹر کو کہاں رکھا ہے۔"

"کیوں، کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ڈی نوسٹر کس جگہ ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں، دراصل خطرات اتنے بڑھ چکے ہیں کہ ہم اُسے چھپائے چھپائے پھر رہے ہیں۔ اُس کی زندگی خطرے میں ہے۔ اور وہ خود بھی کچھ بددل سا ہو گیا ہے لیکن اب ہم اس سارے معاملے میں اس حد تک پھنس چکے ہیں کہ اگر خود ڈی نوسٹر اس سے دستبردار ہونا چاہے تب بھی ہم اسے اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"میں سمجھتا ہوں انکل" میں نے کہا۔ "کسی راستے پر کافی آگے

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی
مشہور ماہرینِ نفسیات کی آراء پر مشتمل کتاب
احساسِ کمتری
اسباب — تدارک — علاج
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
قیمت
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑھ جانے کے بعد واپسی آسان نہیں ہوتی۔"

"ہاں، اور پھر خود ہم بھی تو اس سے بہت سی توقعات وابستہ کر چکے ہیں۔"

"مجھے امید ہے کہ دورانِ سفر ہمیں جن چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے آپ نے اُن کا بندوبست بھی کر دیا ہو گا۔"

"میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کسی بھی موقع پر تمھیں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے پائے۔ میں نے تمھارے لیے ہتھیاروں کا انتظام بھی کر دیا ہے۔ اگرچہ اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ تمھیں ان کی ضرورت پڑے گی تاہم محض احتیاط کے پیشِ نظر میں نے ہتھیار فراہم کرنا بھی ضروری خیال کیا۔"

"اُن لوگوں کے بارے میں کچھ پتا چلا انکل جنھوں نے کیمپ پر حملہ کیا تھا۔ وہ لوگ کون تھے اور اُن کا مقصد کیا تھا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"میں نے اُن کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ وہ روسی تھے اور اُنھوں نے اس حملے کے لیے ایسے لوگوں کو استعمال کیا تھا جو میرے مفادات کے بدترین دشمن ہیں۔ اُن کی خدمات خطیر رقم خرچ کر کے حاصل کی گئی تھیں۔ اور اس حملے سے اُن کا مقصد صرف یہ تھا کہ مجھے خوفزدہ کر دیں تاکہ بعد میں وہ مجھے بلیک میل کر سکیں۔"

"لیکن ہماری مداخلت کی وجہ سے اُن کی اسکیم دھری کی دھری رہ گئی۔" تہذیب نے کہا۔ "اب شاید وہ دوبارہ کیمپ کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہ کر سکیں۔"

"ہاں، اُن لوگوں سے تمھارا ٹکراؤ میرے لیے بہت مفید ثابت ہوا۔ میرے کئی مخالفین مارے گئے اور اب کم از کم مقامی لوگوں میں سے تو کوئی اتنی ہمت نہیں کرے گا کہ میرے کیمپ پر حملہ کرے۔"

"لیکن انکل روسیوں کے علاوہ اور ملکوں کے ایجنٹ بھی تو ہوں گے؟" میں نے کہا۔

"ہیں۔" کنگ اٹلس بولا۔ "لیکن روسی اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ سرگرم ہیں۔ اور اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ اسرائیلی ایجنٹ بھی یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"گویا اس وقت یہ جگہ جاسوسوں کے اکھاڑے میں تبدیل ہو چکا ہے۔" تہذیب بولی۔

"بالکل! اور تمھیں جاسوسوں کے اس جمگھٹ میں رہ کر کام کرنا ہے۔ اور ہاں، مجھے چار روسیوں کی موت کی اطلاع بھی ملی ہے۔ وہ چاروں روسی ایجنٹ تھے جنھیں ڈی نوسٹر کی رہائش گاہ پر ساٹنائیڈ کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا۔ لیکن اُن کی ہلاکت کا ذمے دار ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ یہ کسی اور ہی کا کارنامہ ہے۔"

"ڈی نوسٹر کی رہائش گاہ؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"پہلے وہ ایورگرین کے ہٹ نمبر سترہ میں مقیم تھا۔ جب وہاں اُسے خطرہ محسوس ہوا تو وہ وہاں سے نکل کر میرے پاس آ گیا۔ یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ روسی اُس ہٹ تک کس طرح پہنچے تھے اور انھیں ہلاک کس نے کیا تاہم اگر ڈی نوسٹر بروقت وہاں سے نکل نہ گیا ہوتا تو اُس کی جان خطرے میں پڑ جاتی۔"

میری نگاہ میں وہ شخص گھوم گیا جس سے میری ملاقات ہٹ نمبر سترہ میں ہوئی تھی۔ وہ بڑی چالاکی سے ملازم بن کر مجھے جُل دے کر وہاں سے نکل گیا تھا لیکن اُس کا چہرہ میرے ذہن پر نقش ہو گیا تھا اور اس وقت بھی اُس کی تصویر میری نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔ پھر کنگ اٹلس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"اگر تم لوگ روانگی کے لیے تیار ہو تو میں تمھیں راستوں کی تفصیلات سمجھائے دیتا ہوں۔"

"جی ہاں۔" میں نے چونک کر کہا۔ "ظاہر ہے راستہ سمجھے بغیر ہم وہاں کیسے پہنچ سکیں گے۔"

کنگ اٹلس نے ایک کاغذ نکال کر میز پر پھیلا دیا۔ "میں نے تمھارے لیے نقشہ بنا دیا ہے تاکہ تم راستوں کو اچھی طرح سمجھ لو۔" اُس نے کہا اور مجھے راستے کی تفصیلات سمجھانے لگا۔ "سفر بہت زیادہ طویل نہیں ہے لیکن چونکہ راستے بہت زیادہ خراب ہیں اس لیے تم تیز رفتاری سے سفر نہیں کر سکو گے۔ سفر کا بیشتر حصّہ پہاڑی راستوں پر مشتمل ہے۔"

"راستوں کی تو آپ فکر نہ کریں۔" تہذیب نے کہا۔ "یہ ہمارا کام ہے اور ہم اسے بخوبی کر سکیں گے۔"

چند ہی منٹ میں ہم نے ساری تفصیلات ذہن نشین کر لیں۔

"آؤ، اب تمھیں وہ ہتھیار دکھا دوں جو میں تمھارے لیے لایا ہوں۔" کنگ نے کہا اور ہم اُس کے ساتھ باہر نکل آئے۔ کنگ نے ہمیں وہ ہتھیار دکھائے جو وہ ہمارے لیے لایا تھا۔

ہتھیار دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "میں تو ان کے استعمال تک سے ناواقف ہوں۔" میں نے کہا۔

"انھیں استعمال کرنے کا طریقہ میں تمھیں سمجھا دوں گا۔" کنگ نے کہا اور پھر اُس نے بڑی تفصیل سے ہر بات سمجھائی۔

تھوڑی دیر بعد کنگ اٹلس کی موجودگی میں ہم وہاں سے رخصت ہو رہے تھے۔ لینڈ روور کی ڈرائیونگ کا کام تہذیب نے سنبھال لیا تھا اور میں اُس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ ناہموار پہاڑی راستوں پر لینڈ روور اُچھلتی کودتی چلی جا رہی تھی۔ تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"بہت خوش معلوم ہو رہی ہو تہذیب۔" میں نے کہا۔ "خیریت

تو ہے؟"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تم پر حکم چلانے میں بڑا مزہ آ رہا ہے۔" اُس نے شرارت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"میں نے تو چاہا تھا کہ تمھاری حکمرانی میری زندگی کے ہر گوشے پر عمر بھر کے لیے محیط ہو جائے لیکن حالات تمھیں اس کا موقع نہیں دے رہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"بے وقوف مت بناؤ۔ اُس وقت میں تم پر اس طرح حکم تھوڑی چلا سکوں گی جس طرح اب چلا رہی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ کیا تم مطمئن ہو؟"

"نہیں تہذیب! میں پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔"

"کیوں؟" تہذیب نے تعجب سے پوچھا۔ "کون سی چیز تمھاری بے اطمینانی کا سبب ہے؟"

"کنگ اٹلس نے جس طرح آنکھیں بند کر کے ہم دونوں پر اعتماد کر لیا ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"میرے خیال میں تو اُس کے ہم پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی؟" تہذیب نے کہا۔

"یہ تو ہے۔ جن حالات کے تحت اُس نے ہم پر اعتماد کیا ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اُس پر شبہ کیا جا سکے مگر میں پھر بھی مطمئن نہیں ہوں۔"

"میں نہیں سمجھتی کہ کم از کم اس معاملے میں وہ ہمارے ساتھ کوئی فریب کر رہا ہے۔ اور فریب کرنے کی وجہ بھی کیا ہو سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ ہم پر بھی کسی ایسے ہی ایجنٹ ہونے کا شبہ کر سکتا ہے جو مسروقہ فارمولوں کے حصول کے لیے سرگرداں ہیں لیکن جس حوالے سے ہم اُس سے ملے ہیں، میرا مطلب ہے فیریکس کے حوالے سے، تو اُس کے بعد ایسا کوئی امکان باقی نہیں رہ جاتا۔ میری معلومات کے مطابق فیریکس اُس کا بہترین دوست تھا۔ کنگ اٹلس اُس سے بہت مخلص تھا۔"

"میں نے کہا نا کہ میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اُس کے پاس ہم پر اعتماد کرنے کے بہت کافی جواز موجود ہیں لیکن جس تیزی سے اُس نے ہمیں اس معاملے میں شریک کیا ہے وہ مجھے کھٹک رہا ہے۔"

"خود کو اُس کی جگہ رکھ کر سوچو علی! وہ ڈی نوسٹر والے معاملے میں پڑ کر بُری طرح پچھتا رہا تھا کہ ہم اُسے مل گئے۔ گویا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا۔"

"میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ میرا خدشہ درست ہی ثابت ہو گا۔ ممکن ہے یہ محض میرا وہم ہی ہو۔"

"مجھے تو یقین ہے کہ تمھیں وہم ہو گیا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"بعض بڑے لوگ بھی بڑی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں۔"

"تمھاری اس آخری بات سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔" میں نے ہنس کر کہا اور پھر اچانک ہی چونک پڑا۔ میں نے کسی قسم کی آوازیں سُنی تھیں۔

میں نے پلٹ کر دیکھا اور میرے شبہے کی تصدیق ہو گئی۔ دو مرسڈیز گاڑیاں ہمارے تعاقب میں آ رہی تھیں۔ وہ خاص قسم کی، پہاڑی راستوں پر چلنے والی گاڑیاں تھیں۔ معلوم نہیں وہ کب اور کہاں سے ہمارے تعاقب میں تھیں؟

"دیکھ رہی ہو تہذیب۔" میں نے تہذیب کو ٹھوکا دیا۔ "ہمارے محافظ آ پہنچے ہیں۔"

"ممکن ہے اُن گاڑیوں میں غیر متعلق لوگ سفر کر رہے ہوں۔" تہذیب نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں یہ اتفاق تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں۔"

"یہ بات ہے تو تم رائفل نکال لو۔ اسٹیئرنگ تو میں نے سنبھال ہی رکھا ہے۔"

تہذیب نے لینڈ روور کی رفتار بڑھا دی اور اسی مناسبت سے لینڈ روور کو لگنے والے جھٹکوں میں اضافہ ہو گیا۔ ہماری گاڑی کی رفتار بڑھتے ہی پچھلی گاڑیوں کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ اُن گاڑیوں میں کُل کتنے افراد ہیں۔ اس لیے کہ لینڈ روور کو لگنے والے جھٹکے بے حد بڑھ چکے تھے اور میرے لیے اپنا توازن تک برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایسے میں اُن گاڑیوں پر نگاہ جمانے کا کیا سوال تھا۔ میں اپنے ہاتھ میں رائفل سنبھالے اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

پھر میں نے دیکھا بعد دیگرے دونوں گاڑیوں پر فائرنگ کرنا شروع کر دی۔ میں نشانہ لینے کی کوشش ضرور کر رہا تھا مگر ایسے میں نشانہ لینا ناممکن ہی تھا۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ میری چلائی ہوئی ایک گولی تعاقب میں آنے والی گاڑیوں میں سے ایک کے ونڈ اسکرین سے ٹکرا ہی گئی۔ اس گاڑی کے اسکرین پر مکڑی کا جالا سا بن گیا۔ جن حالات سے ہم دوچار تھے اُس میں آتنی کامیابی بھی بہت تھی۔

متاثرہ گاڑی رُک گئی جبکہ دوسری گاڑی نے ہمارا تعاقب جاری رکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس گاڑی کے ڈرائیور کو یقیناً کوئی نقصان پہنچا ہے ورنہ وہ بھی تعاقب جاری رکھتی۔

پھر اچانک ہی تعاقب میں آنے والی گاڑی سے برین گن سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ کئی گولیاں لینڈ روور کی باڈی کے مختلف حصّوں سے ٹکرائی تھیں۔ یوں معلوم ہوا تھا جیسے لینڈ روور پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گولیوں کی بارش ہو گئی ہو۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہی تھی کہ ہماری گاڑی کو اُن گولیوں سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا اور خود میں اور تہذیب بھی محفوظ رہے۔

تہذیب تو گویا عقب سے بالکل ہی بے خبر ہو گئی تھی۔ اُس کی پوری توجہ ڈرائیونگ پر تھی۔ اس سے قبل کہ مرسڈیز سے دوسری باڑ ماری جاتی، سامنے ایک ڈھلان آگئی اور لینڈ روور ڈھلان میں اُتر گئی۔ گولیاں ہمارے کافی اوپر سے گزری تھیں۔ یوں ہم پر کیا گیا دوسرا حملہ بھی ناکام ہو گیا۔

تیسری بار فائرنگ ہوئی تو چڑھائی شروع ہو گئی اور اس بار بھی لینڈ روور گولیوں کی زد میں آنے سے بچ گئی۔ پہاڑی راستے بے حد پیچیدہ تھے اور بلاشبہ تہذیب اس وقت بہترین ڈرائیونگ کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اگر اس سے ذرا سی بھی چوک ہو جاتی تو کوئی بھی پہاڑی موڑ موت کا پیغامبر ثابت ہو سکتا تھا۔

لیکن وہ پہاڑی راستے تھے جہاں ماہر ترین ڈرائیور بھی غلطی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ راستے بھی ہمارے لیے اجنبی تھے۔ ایک خطرناک موڑ کاٹتے ہوئے سامنے چٹان آگئی اور تیز رفتار لینڈ روور اس چٹان سے ٹکرا گئی۔ زبردست دھچکے نے مجھے اُچھال کر اگلی سیٹ پر پھینک دیا۔ تہذیب اسٹیئرنگ کی وجہ سے بچ گئی تھی ورنہ اُس کا حشر تو بہت ہی بُرا ہوتا۔

"گاڑی سے کود جاؤ تہذیب!" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ایک ہی لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب اس گاڑی سے نکل جانے میں ہی ہماری نجات ہے۔

میرے عقب میں تہذیب نے بھی گاڑی سے چھلانگ لگا دی۔ ہم کچھ دور تک لڑھکنے کے بعد رُک گئے۔ اُس مقام پر ڈھلوان خطرناک نہیں تھی۔ ہمارے پاس اتنی فرصت بھی نہیں تھی کہ اپنی چوٹوں کا ہی جائزہ لے سکتے۔ عقب میں آنے والی مرسڈیز اب قریب آچکی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ مرسڈیز جس رفتار سے چل رہی ہے اس پر تصادم لازمی ہے۔ وہ موڑ ویسے بھی بہت خطرناک تھا اور اب تو وہاں لینڈ روور بھی راستہ روکے کھڑی تھی۔

چند لمحوں کے اندر مرسڈیز نمودار ہوئی اور پوری قوت سے لینڈ روور سے جا ٹکرائی۔ مرسڈیز کے ڈرائیور نے آخری وقت میں اس تصادم سے بچنے کے لیے اسٹیئرنگ کاٹنے کی کوشش کی تھی مگر یہ اُس کی بدقسمتی تھی کہ اُس کی یہ کوشش منفی نتائج سامنے لائی۔ شدید تصادم اور اسٹیئرنگ کاٹنے کے نتیجے میں مرسڈیز گاڑی لینڈ روور سمیت دوسری جانب والی گہری کھائی میں جا گری۔ کچھ دیر بعد دھماکے سنائی دیے۔ میں دوڑتا ہوا کنارے تک پہنچا۔ دور گہرائی میں دونوں گاڑیاں دھڑا دھڑ جل رہی تھیں۔

میں تہذیب کی طرف واپس آگیا۔ ہم دونوں کے زیادہ چوٹیں نہیں آئی تھیں۔ "گاڑیوں کا کیا انجام ہوا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"وہی جو ایسے مواقع پر ہوا کرتا ہے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "دونوں گاڑیاں جل کر تباہ ہو گئیں۔"

ہم بے کار ہو کر رہ گئے تھے۔ گویا اب آگے کا سفر ہمیں پیدل ہی طے کرنا تھا۔

"اب کیا ارادے ہیں چیف؟" میں نے تہذیب سے کہا۔ "سفر جاری رہے گا یا ہم واپس جائیں گے؟"

"واپسی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟" تہذیب نے حیرت سے کہا "ہم آگے بڑھیں گے۔ آدھے سے زیادہ سفر تو ہم کر ہی چکے ہیں۔"

"ہم تو تابعدار ہیں چیف! سوچنا سمجھنا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمیں تو جو حکم ملے گا اس پر عمل کریں گے۔"

"تو پھر آؤ، اپنا سفر شروع کرتے ہیں۔" تہذیب نے کہا اور ہم پیدل ہی چل پڑے۔ پہاڑی راستوں پر پیدل سفر کرنا انتہائی دُشوار ہوتا ہے مگر ہم اس کے لیے مجبور تھے۔ ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ بھی تو نہیں تھا۔ ہمارے پاس سامان نام کی کوئی چیز نہیں بچی تھی۔ جو کچھ تھا سب لینڈ روور کے ساتھ ہی تباہ ہو گیا تھا۔ لے دے کے ایک رائفل تھی جسے میں نے آخر وقت تک نہیں چھوڑا تھا۔

تہذیب بے تکان چل رہی تھی حالانکہ بخوبی جانتی تھی کہ آگے مشکلات ہی مشکلات ہیں۔ اشیائے خورد و نوش کے بغیر یہ پیدل سفر کتنا خطرناک ہو سکتا تھا اس کا اندازہ مجھے بھی تھا اور تہذیب بھی اس بات سے بخوبی واقف تھی۔

"یہ تو ہم پر بلائے ناگہانی نازل ہوئی ہے۔" پیدل چلنے کے دوران میں نے تہذیب سے کہا۔

"کیا؟" تہذیب نے عالمِ بے خیالی میں پوچھا۔

"یہی کہ ہماری گاڑی تباہ ہو گئی، اسلحہ گیا، دیگر سارا سامان گیا اور ہم پیدل چلنے پر مجبور ہیں۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تم بہت چالاک ہو علی! گھما پھرا کر بات کر رہے ہو۔ صاف کیوں نہیں پوچھتے کہ کہیں میں تھک تو نہیں گئی ہوں!"

تہذیب نے اُس وقت کمال کر دیا تھا۔ بہت تیزی سے بات کی تہ تک پہنچ گئی تھی۔ "نہیں یہ بات نہیں ہے۔ یہ تو برسبیلِ تذکرہ کہہ رہا تھا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے علی!" تہذیب سنجیدگی سے بولی۔ "گرین پول کی سالانہ ایجنٹ نے جب علی گروپ بنایا تھا تو وہ اس سے بھی بڑی مصیبتیں جھیلنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھی۔"

"میں جانتا ہوں کہ گرین پول کی اس سابق رکن کے عزائم بہت بلند ہیں۔ لیکن اگر تھک جاؤ تو بتا دینا۔ ہم کچھ دیر سستا لیں گے۔"

"بے فکر رہو علی! میری قوتِ ارادی بہت مضبوط ہے۔"

ہم خاموشی سے سفر طے کر رہے تھے کہ دفعتاً میری سماعت سے ایک آواز ٹکرائی۔ میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی اور پھر میرا دل دھک سے رہ گیا۔ تہذیب نے وہ آواز نہیں سُنی تھی۔

"وہ دیکھو تہذیب!" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"کیا ہوا؟" تہذیب نے میرے اشارے کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ وہاں!" میں نے جنوبی اُفق کی طرف اشارہ کیا۔ "کچھ نظر آرہا ہے؟"

"ہاں کچھ دھبا سا ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "اوہ! وہ تو کوئی ہیلی کاپٹر ہے شاید۔"

"ہاں وہ ہیلی کاپٹر ہے اور اُس کا رُخ ہماری ہی طرف ہے۔"

"تو کیا وہ ہماری تلاش میں . . . ؟"

"ہاں، بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری ہی تلاش میں اس طرف آرہا ہے۔"

"ارے تو تم سوچ کیا رہے ہو؟" تہذیب نے بے چینی سے کہا۔ "جلدی سے چھپنے کی کوئی جگہ تلاش کرو۔"

"میں پہلے ہی نظر تیں دوڑا چکا ہوں۔" میں مایوسانہ لہجے میں بولا۔ "یہاں ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آرہی۔"

"تو دوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔" تہذیب نے کہا اور ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر برق رفتاری سے ڈھلان پر دوڑنے لگے۔

ہمارا اندازہ درست نکلا۔ ہیلی کاپٹر سیدھا اُس جانب گیا تھا جہاں مرسڈیز تباہ ہوئی تھی۔ اُس جگہ کے اوپر ایک چکر لگانے کے بعد وہ ہماری طرف پلٹا۔ بلاشبہ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر ذرا سا جھکا اور کسی مہیب پرندے کی طرح ہمارے اوپر سے نکل گیا۔ ہمارے اوپر سے گزرتے ہوئے ہیلی کاپٹر سے فائرنگ بھی کی گئی تھی۔ گولیاں ہمارے اردگرد سے گزر گئی تھیں۔

"رُک جاؤ تہذیب!" میں نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں چکر کاٹتے دیکھ کر کہا۔ "اب اس طرح دوڑنا خطرناک ہے۔ وہ ہم پر پھر فائرنگ کریں گے۔"

"لیکن ہم اپنا بچاؤ کیسے کریں گے؟" تہذیب کی آواز سے گھبراہٹ عیاں تھی۔

"آؤ اس چٹان سے چپک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔" میں نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا جس میں ایک قدرتی چھجا سا نکلا ہوا تھا۔ میں تہذیب کو لے کر تیزی سے اُس چٹان کی طرف بڑھ گیا۔

"ہم یہاں کب تک محفوظ رہ سکیں گے؟" تہذیب پریشانی سے بولی۔ "وہ ہم پر پھر فائرنگ کریں گے۔"

ٹھیک اُسی وقت ہیلی کاپٹر سے پھر فائرنگ کی گئی مگر اب ہم محفوظ تھے۔ ہیلی کاپٹر آگے نکل گیا۔

"یہ رائفل دیکھ رہی ہو۔ ابھی اس رائفل سے میں اس دھاتی پرندے کا شکار کروں گا۔" میں نے رائفل پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا اس رائفل سے ہیلی کاپٹر گرایا جا سکتا ہے؟" تہذیب نے پوچھا اور میں ہنس پڑا۔

"اگر رینج میں آجائے تو اس سے ہوائی جہاز بھی نہیں بچ سکتا۔ ہیلی کاپٹر کی تو اوقات ہی کیا ہے۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ ہیلی کاپٹر رینج میں آ ہی جائے؟"

"بس دعا کرو کہ ہیلی کاپٹر سے ہم پر حملے کی ایک اور کوشش کر لی جائے۔ اس رائفل کی رینج اتنی زیادہ ہے کہ ہمارے اوپر سے گزرتے ہوئے ہیلی کاپٹر خواہ کتنی ہی بلندی پر کیوں نہ ہو، بچ کے نہیں نکل سکتا۔"

ہیلی کاپٹر کی آواز نزدیک آرہی تھی۔ میں نے رائفل سنبھال لی۔ ایک بار پھر ہیلی کاپٹر سے گولیاں برسائی گئیں اور جیسے ہی ہیلی کاپٹر ہمارے اوپر سے گزرا میں جھپٹ کر آگے بڑھا اور بڑی تیزی سے اُڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ رائفل کی گولی ہیلی کاپٹر کی باڈی میں کسی جگہ دھنس گئی اور اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کے انجن سے نکلنے والی آوازیں تبدیل ہو گئیں اور ہیلی کاپٹر فضا میں ڈولنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پائلٹ کے قابو سے باہر ہو رہا ہے۔

"وہ مارا!" مجھے تہذیب کا نعرہ سُنائی دیا جو میرے برابر ہی کھڑی ہوئی تھی۔ "اب وہ تباہی سے نہیں بچ سکتا۔"

"بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" میں نے کہا اور ہیلی کاپٹر کو دیکھنے لگا جس کی بلندی بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اُسے چٹانوں سے ٹکرا کر تباہ ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

"چلو ہیلی کاپٹر تو ختم ہوا۔" تہذیب بولی۔

"اس سے پہلے دو مرسڈیز گاڑیاں اور ایک لینڈ روور بھی تو جا چکی ہے۔"

"کیا مطلب؟" تہذیب چونک پڑی۔

"مطلب یہ کہ بات ختم ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔" میں نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے علی کہ ایک دوسرے ملک میں ان ایجنٹوں نے اتنے وسائل کیسے حاصل کر لیے؟ ہیلی کاپٹر کا حصول

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آسان تو نہیں ہوتا۔"

"ہاں، یہ بات حیران کن ضرور ہے لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کہ اس میں سر کھپایا جائے۔ سیکرٹ ایجنٹ ہر جائز و ناجائز ذریعے سے اپنا کام نکال لیتے ہیں۔"

"کیا خیال ہے۔ ہمارا تعاقب کرنے والے کے جی بی کے ایجنٹ تو نہیں تھے؟"

"کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔ کنگ اٹلس بتا چکا ہے کہ جرمنی اس وقت دُنیا کے بڑے بڑے ممالک کے جاسوسوں کا اکھاڑہ بنا ہوا ہے۔ ڈی فوسٹر کے سرو قد فارمولے میں بھی اتنے ہی پُر کشش۔"

"تو چلو، قبل اس کے کہ ہم پر کوئی نئی آفت نازل ہو تھوڑا سا سفر اور طے کر لیں۔"

لیکن ہم پر مزید کوئی آفت نازل نہیں ہوئی۔ معلوم نہیں اُن لوگوں کی نفری ختم ہو گئی تھی یا اُن کے حوصلے جواب دے چکے تھے۔ کئی گھنٹے کے سفر کے بعد چٹانی علاقہ ختم ہوا اور اُس کی جگہ سبزہ زار نظر آنا شروع ہو گئے۔

"لگتا ہے ہماری منزل آ پہنچی ہے۔" تہذیب نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"ہاں، روڈا ایلیو کا کیمپ اب نزدیک آ گیا ہے۔" میں نے تہذیب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اُس کی حالت خاصی خراب تھی۔ پہاڑی راستوں پر بغیر کھائے پیئے اس طرح مسلسل سفر کرنا آسان نہیں ہوتا اور وہ بھی ایک عورت کے لیے۔ تہذیب کے قدموں میں اگرچہ لڑکھڑاہٹ پیدا ہو گئی تھی مگر اُس کے حوصلے نے اب بھی شکست نہیں کھائی تھی۔

سبزہ زاروں میں سفر کرنا ایک نعمت معلوم ہو رہا تھا۔ اور پھر کچھ دیر بعد ہمیں کنگ اٹلس کے کیمپ جیسا ایک کیمپ نظر آنے لگا۔

"ہماری منزل آ گئی علی۔" تہذیب نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا۔

"ہاں تہذیب! نقشے کے مطابق روڈا ایلیو کا کیمپ یہی ہونا چاہیے۔"

ہم کیمپ میں داخل ہو گئے۔ کنگ اٹلس کے کیمپ کی طرح یہاں بھی خیمے، چھولداریاں، چوبی کیبن اور نشہ آوروں کے ٹھٹ کے ٹھٹ نظر آ رہے تھے۔ ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ اس لیے کہ اپنے حلیوں سے ہم بھی آوارہ گرد نظر آنے لگے تھے۔

ہم نے سب سے پہلے اپنی رہائش اور کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ کھانے کے بعد تہذیب لیٹ گئی۔ "میں ذرا دیر آرام کر لوں علی؟" اُس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"ذرا دیر نہیں جان! تم تین گھنٹے آرام کر سکتی ہو۔ اس کے بعد ہم روڈا ایلیو کی تلاش میں نکلیں گے۔"

"کیوں، ابھی کیوں نہیں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس لیے کہ ابھی سورج نظر آ رہا ہے۔ اس قسم کے لوگ عموماً سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہوا کرتے ہیں۔ ذرا اندھیرا پھیل جائے، پھر اُس سے ملیں گے۔"

تین گھنٹے بعد ہم تازہ دم ہو کر اپنے خیمے سے باہر نکل آئے۔ نشہ آوروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم ایک چوبی کیبن تک پہنچے جہاں منشیات فروخت کی جا رہی تھیں۔

"ہمیں مسٹر روڈا ایلیو سے ملنا ہے۔" میں نے کیبن میں موجود شخص سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"کیوں ملنا ہے؟" اُس نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"اگر تم اُس کے پرائیویٹ سیکریٹری ہوتے تو شاید بتا دیتا۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "مجھے بتاؤ روڈا ایلیو سے کہاں ملاقات ہو سکے گی؟"

"روڈا ایلیو سے ہر کس و ناکس نہیں مل سکتا۔ وہ صرف اُن لوگوں سے ملتا ہے جن سے واقف ہو۔"

"کیا یہ سب کچھ مجھے بتانا تمھارے فرائض میں شامل ہے؟" میں نے اکھڑ انداز میں کہا۔

"نہیں، لیکن ...."

"بکواس مت کرو۔" میں نے درشت لہجے میں کہا۔ "مجھے اس سے انتہائی ضروری کام ہے اور میں اُس سے تمھاری شکایت ضرور کروں گا۔"

اُس کے چہرے پر تذبذب کے آثار نظر آئے لیکن روڈا ایلیو تک رہنمائی کے لیے اُسے تیار ہونا ہی پڑا۔ "میں ایک آدمی ساتھ لیے دیتا ہوں وہ تمھیں باس تک لے جائے گا مگر یاد رکھنا مسٹر اگر روڈا ایلیو تمھیں پہچان نہ سکا تو میں تمھارا حشر بہت بُرا کروں گا۔ میں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

"پروا مت کرو۔ میں تم سے بھی زیادہ بُرا آدمی ہوں۔" میں نے کہا اور اُس پستہ قامت شخص کے ساتھ چلنے لگا جو مجھے روڈا ایلیو تک پہنچانے کے لیے ساتھ کیا گیا تھا۔

ہم کیمپ سے گزر کر شمالی رُخ والی پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ ان پہاڑیوں میں قدرتی غار بکثرت تھے۔ ایسے ہی ایک غار کے دہانے پر پہنچ کر اُس شخص نے ہم سے رُکنے کے لیے کہا اور خود اندر چلا گیا۔ اندر مصنوعی روشنی کا بندوبست تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو دو افراد اُس کے ہمراہ تھے۔ اُن میں سے ایک نے ہم

سے ہماری آمد کا مقصد دریافت کیا۔

"تم میں سے روڈا ایلیو کون ہے؟" میں نے اُن دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ہم دونوں مسٹر روڈا ایلیو کے کارکن ہیں۔ ہمیں اپنی آمد کی وجہ بتاؤ۔"

میں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ "یا تو یہ کیمپ پاگلوں کا اڈا ہے یا پھر میں خود پاگل ہو گیا ہوں۔" میں نے غصیلی آواز میں کہا۔ "جب میں نے کہہ دیا کہ میں صرف روڈا ایلیو سے ملنا چاہتا ہوں تو تم میرے ساتھ یہ سب فضول حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟ مسٹر روڈا ایلیو کو میری آمد کی اطلاع دو اور اپنے کام سے کام رکھو۔"

وہ ایک دوسرے کی صورتیں دیکھنے لگے۔ شاید میرے لہجے کی جارحیت اُن پر اثر انداز ہوئی تھی۔ "تلاشی تو بہرحال تمھیں دینا ہو گی۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" میں نے چڑچڑے انداز میں کہا۔ "جو کچھ بھی کرنا ہے جلدی کرو۔"

انھوں نے سرسری انداز میں ہماری تلاشی لی اور مطمئن ہو کر ہمیں غار کے اندر لے گئے۔

غار کے ایک گوشے میں ایک شخص اپنے تاش کے پتے پھیلائے بیٹھا پیشنس کھیل رہا تھا۔ وہ دونوں ہمیں اُس کے پاس لے گئے۔ اُس شخص نے چونک کر سر اُٹھایا۔

"کیا بات ہے؟" اُس نے سختی سے پوچھا۔ دو اجنبیوں کو غار میں دیکھ کر اُس کے چہرے پر حیرت نظر آنے لگی تھی۔

"یہ دونوں آپ سے ملنا چاہتے ہیں باس۔"

"کیوں؟" وہ غرّایا۔

"یہ بات کسی اور کے علم میں نہیں لائی جا سکتی۔" میں نے آگے بڑھ کر کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

چند لمحے وہ ہم دونوں کو گھورتا رہا پھر جیسے اچانک ہی اُسے کچھ یاد آ گیا۔ وہ جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "اوہ ہاں ٹھیک ہے۔" اُس نے کہا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تم لوگ جاؤ۔"

اُس کے ساتھی غار سے باہر نکل گئے۔ اُن کے جانے کے بعد اُس نے ہمیں گھورا۔ "اب بتاؤ، تم لوگ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"آپ کو کنگ اٹلس کا پیغام مل چکا ہو گا۔" تہذیب بول پڑی۔ "ہم اُس کے نمائندے ہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔" روڈا ایلیو کا لہجہ اچانک ہی دوستانہ ہو گیا۔ "آؤ، بیٹھو۔"

میں اور تہذیب بیٹھ گئے۔

"یہ تم دونوں نے اپنا حلیہ کیا بنا رکھا ہے؟" روڈا ایلیو نے ہمیں اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کنگ کو بھی معلوم نہیں ہو گا کہ راستے میں ہم پر کیا بیتی۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہمارا تعاقب شروع ہو گیا تھا۔ جس لینڈ روور میں ہم سفر کر رہے تھے وہ تباہ ہو گئی اور ہم بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچا کر یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔"

"میں نے تو کنگ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ راستے میں خطرات درپیش ہو سکتے ہیں لہٰذا تمھیں تنہا نہ بھیجے۔ بہرحال تمھیں زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سُنا ہے تم فیرکیس کی اولاد ہو؟"

"ہاں، اور بس یہ اتفاق ہی تھا کہ کنگ اٹلس سے ملاقات ہو گئی اور انھوں نے ایک کام ہمارے سپرد کر دیا۔"

"فیرکیس سے میری بھی دوستی تھی۔ وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ دوستوں کے کام آنے والا۔ لیکن ہمارا اُس سے اختلاف اُس کی شرافت کی وجہ سے تھا۔"

"ہمیں معلوم ہے جناب! یہی وجہ تھی کہ انھوں نے ہمارے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ اب ہمیں اپنے لیے خود سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔"

"تم لوگوں کے بارے میں یہ سُن کر بڑی خوشی ہوئی کہ تم نے اپنے باپ کے برعکس اپنے لیے صحیح راستہ منتخب کیا ہے۔ فیرکیس نے تو خیر جیسے تیسے گزار لی لیکن اب دور بہت بدل چکا ہے۔ آج کے دور میں شرافت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ شرافت کے چکّر میں پڑ کر آدمی کو بھوکوں مرنا پڑتا ہے۔ اُس کے بچّے فاقے کرتے ہیں اور زندگی ایک عذاب بن کر رہ جاتی ہے۔"

"اب تو اس راہ پر ہم اتنی دور نکل آئے ہیں کہ واپس جانا چاہیں تو بھی واپسی ممکن نہیں ہے۔"

"واپسی غلط راستے سے ہوا کرتی ہے۔ صحیح راستے پر تو آگے بڑھا کرتے ہیں۔" روڈا ایلیو نے کہا۔ "کنگ نے تمھیں بتا دیا ہو گا کہ تم نے جس کام کو کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اُس میں کتنے خطرات ہیں؟"

"جی ہاں، ہم نے بہت سوچ سمجھ کر یہ کام کرنے کی حامی بھری ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"کنگ نے تم لوگوں کا انتخاب کیا ہے تو کچھ دیکھ کر ہی کیا ہو گا ورنہ یہ معاملہ تو ہم جیسے لوگوں کے بس سے بھی باہر ہے۔ میں نے سیکرٹ ایجنٹوں کی بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں۔ ان کے بارے میں بہت کچھ سُنا بھی ہے۔ یہ بڑے خوفناک لوگ ہوتے ہیں۔ تم لوگ کیسے ان سے مقابلہ کر سکو گے؟"

"قطعی ضروری نہیں ہے مسٹر روڈا ایلیو کہ اُن سے مقابلہ کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جائے۔" میں نے کہا۔ "ہم اُن سے بچ کر بھی کام کر سکتے ہیں۔"

"میں خود بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔" روڈ ایلبو نے خوش ہو کر کہا۔ "تمھاری ذہانت تو ثابت ہو گئی۔ اب یہ بتاؤ کہ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"کنگ انکل نے آپ کو بتا دیا ہو گا کہ کام شروع کرنے سے قبل ہم ڈی فوسٹر سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں اس سے ملوا سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں۔" روڈ ایلبو نے کہا۔ "وہ یہیں ایک غار میں ہے۔ آؤ میں تمھیں اُس کے پاس لے چلوں۔" روڈ ایلبو نے نزدیک رکھی ہوئی ٹارچ اُٹھائی اور غار کے ایک تاریک گوشے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں اور تہذیب اُس کے پیچھے تھے۔ روڈ ایلبو کے پیچھے ہم اُس قدرتی سرنگ میں داخل ہو گئے جو اسی غار سے نکل رہی تھی۔ کافی دیر پیچ در پیچ راستوں پر چلنے کے بعد روڈ ایلبو رک گیا۔

"ڈی فوسٹر اس غار میں موجود ہے۔" روڈ ایلبو نے ایک جانب اشارہ کیا جہاں دہانے سے روشنی پھوٹتی نظر آ رہی تھی۔ "آؤ، میں اُس سے تمھارا تعارف کرا دوں۔"

میں اور تہذیب اُس کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے۔ کُشادہ غار میں ایک بستر پر ڈی فوسٹر موجود تھا۔ میں نے اُسے ایک ہی نگاہ میں پہچان لیا۔ تہذیب نے بھی پہچان لیا ہو گا۔ اس لیے کہ اوشیل میکائیل نے ہمیں اس کی کئی تصویریں دکھائی تھیں جو ہمارے ذہنوں میں محفوظ تھیں۔

"ان لوگوں سے ملو ڈی فوسٹر۔" روڈ ایلبو نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یہ تمھارے مددگار ہیں۔"

"مددگار۔" ڈی فوسٹر نے نحیف آواز میں کہا اور دھیمی آواز میں ہنس پڑا مگر یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ ہنسا ہے یا کھنکارا ہے۔

"ہاں، انھیں کنگ اٹلس نے بڑے اعتماد سے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ یہ تمھاری مشکلات کا مداوا ثابت ہوں گے۔" روڈ ایلبو نے کہا۔

ڈی فوسٹر نے بڑے غور سے ہم لوگوں کو دیکھا اور میں نے اُس کی آنکھوں میں مایوسی اُترتے دیکھی مگر وہ منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"میرے پاس فرصت ہوتی تو تمھاری گفتگو میں ضرور شریک ہوتا لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" روڈ ایلبو بولا۔ "اس سلسلے میں میرے سپرد جو ذمے داری بھی کی جائے گی، میں اُس سے منہ نہیں موڑوں گا۔ اب مجھے اجازت دیں۔" روڈ ایلبو بلٹ کر غار سے باہر نکل گیا۔

اُس کے جاتے کے بعد میں اور تہذیب ڈی فوسٹر کے نزدیک جا بیٹھے۔

"ہیلو، تم لوگ کون ہو؟ میں تم سے متعارف ہونا چاہتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔

"ہمیں کنگ انکل نے آپ کی مدد کرنے کے لیے بھیجا ہے۔" تہذیب نے اپنا اور میرا تعارف کرا کے ڈی فوسٹر سے کہا۔

"تم میری کیا مدد کرو گے؟" ڈی فوسٹر نے حقارت بھرے انداز میں کہا۔ "ابھی تو تم لوگوں کے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔"

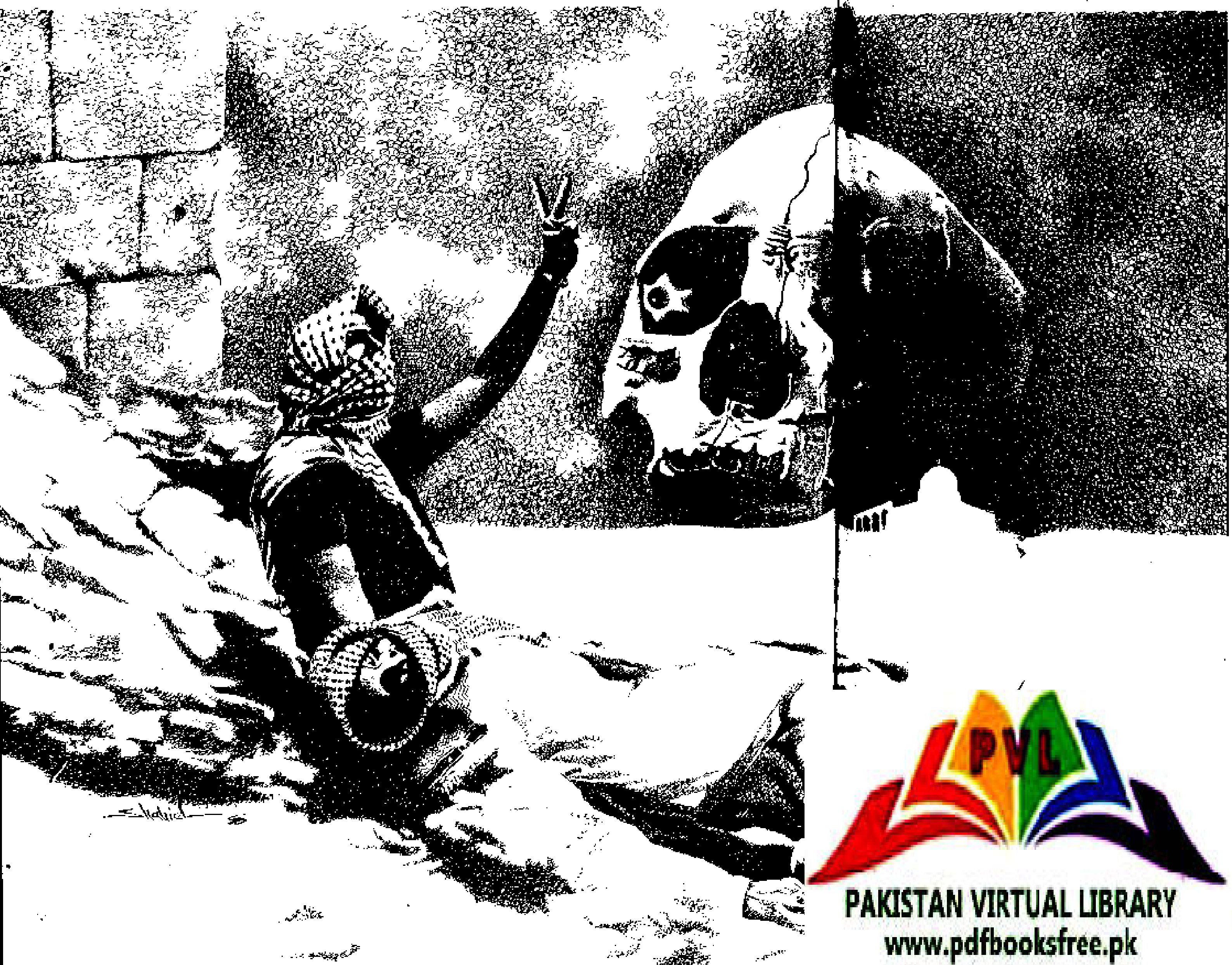

"کسی کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے لیے عمر انتہائی ناقص پیمانہ ہے مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "مجھے افسوس ہوا کہ یہ بات میں نے آپ جیسے پڑھے لکھے آدمی کے منہ سے سنی ہے۔"

ڈی فوسٹر بڑے غور سے مجھے دیکھنے لگا۔ "میں اپنی زندگی کے بدترین وقت سے دوچار ہوں۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میں کیسی ذہنی اذیتوں سے گزر رہا ہوں۔"

"میں سمجھ سکتا ہوں مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "اور جس حد تک بھی میرے بس میں ہوا میں آپ کی مدد کروں گا۔"

"تمھارے اندازِ گفتگو میں بڑی اپنائیت ہے۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "لیکن مجھے معلوم ہے کہ تم بھی میرے ہمدرد نہیں ہو سکتے۔"

"ہر قسم کے اندیشوں سے بالاتر ہو کر گفتگو کیجیے مسٹر ڈی فوسٹر۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
By:
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم اگر آپ کے ہمدرد نہیں ہو سکتے تو آپ کے دشمن بھی نہیں ہو سکتے۔"

"میں تھک چکا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے مضمحل انداز میں کہا۔ "اس صورت حال کو مزید برداشت کرنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"حوصلہ رکھیں مسٹر ڈی فوسٹر۔" تہذیب بولی۔ "حوصلے جوان ہوں تو آدمی کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔"

"میں زندہ رہنا چاہتا ہوں مگر نہیں رہ سکتا۔" ڈی فوسٹر نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "یوں لگتا ہے جیسے میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔"

تہذیب جھپٹ کر اٹھی اور نزدیکی برتن سے پانی نکال کر ڈی فوسٹر کو دیا۔ ڈی فوسٹر نے اس کے ہاتھ سے پانی کا پیالہ جھپٹ کر منہ سے لگایا اور اتنی بے صبری سے پی گیا جیسے برسوں کا پیاسا رہا ہو۔

"اور پانی دوں انکل؟" تہذیب نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔

"خوش رہو میری بچی۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "نہیں میں اور پانی نہیں پیوں گا۔ اب زندگی ہی کتنی رہ گئی ہے۔"

"آپ آرام کریں انکل۔" تہذیب نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ہماری آمد سے آپ کو تکلیف پہنچی۔"

"بیٹھ جاؤ میری بچی، بیٹھ جاؤ۔" ڈی فوسٹر نے بے صبری سے کہا۔ "تمہارے لہجے سے مجھے خلوص کی بو آ رہی ہے۔ چاہے تمہارا یہ انداز تصنع پر ہی کیوں نہ مبنی ہو مگر میرے لیے بڑی نعمت ہے۔"

تہذیب بیٹھ گئی۔ "آپ بے جا شکوک کا شکار ہیں انکل۔" اس نے کہا۔ "ہم آپ کو کسی بات کے لیے مجبور تو نہیں کر رہے۔"

"مجھے نہیں معلوم تم لوگ کیا توقعات لے کر یہاں آئے ہو لیکن میں تم سے جو باتیں کروں گا وہ تمہاری توقع کے بالکل خلاف ہوں گی۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر ڈی فوسٹر!" میں نے کہا۔

"میں تمہیں سمجھائے دیتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "بہت غور کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب مجھے کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ ایک آخری کام جو مجھے اس کربِ مسلسل سے نجات دلا دے۔ اس عذاب سے چھٹکارا دلا دے جو میں نے خود اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔"

میں اور تہذیب عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے کہا۔ "جو کچھ بھی کہنا ہے بے تکلف کہیں مسٹر ڈی فوسٹر! ہم صرف وعدہ ہی کر سکتے ہیں کہ آپ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔"

"تمہیں کنگ اٹلس نے میرے پاس کیوں بھیجا ہے؟" دفعتاً ڈی فوسٹر نے پوچھا اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ کے پاس جوہری ہتھیاروں کے کچھ فارمولے ہیں جو ہاروت رابیل نے چوری کروائے تھے اور بعد میں آپ انھیں لے کر فرار ہو گئے تھے۔ ان فارمولوں کی سودے بازی ایک مسئلہ بن گئی ہے۔ ہماری خدمات اس لیے حاصل کی گئی ہیں کہ ہم ان فارمولوں کا سودا کرا دیں۔"

"اس کے عوض کنگ اٹلس نے تم سے کیا معاوضہ طے کیا ہے؟" ڈی فوسٹر نے پوچھا۔

"وصول شدہ رقم کا دس فیصد۔" میں نے کہا۔

"اور یہ رقم کس ملک سے حاصل ہو گی؟"

"جس سے بھی سودا تکمیل پا جائے۔"

ڈی فوسٹر ہذیانی انداز میں ہنس پڑا پھر میری آنکھوں کے سامنے انگلی نچاتے ہوئے بولا۔ "اس کا مطلب ہے کہ وہ تم سے بھی مخلص نہیں ہے۔ سنبھل سکتے ہو تو سنبھل جاؤ، غور کر سکتے ہو تو غور کر لو اور اگر نہیں کر سکتے تو جہنم میں جاؤ۔"

میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ ڈی فوسٹر کی گفتگو غیر واضح تھی مگر مجھے اس میں وزن محسوس ہو رہا تھا۔ کنگ اٹلس کی طرف سے میں مشکوک تو پہلے ہی تھا مگر میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ اس کی نیت میں کس قسم کا فتور ہے۔ اب ڈی فوسٹر بھی میری بات کی تائید کر رہا تھا مگر مبہم انداز میں۔

"آپ ہمیں وضاحت سے تو بتائیں مسٹر ڈی فوسٹر! آخر ہم کیا سوچیں اور کس بات پر غور کریں؟" میں نے کہا۔

"جانتے ہو کنگ اٹلس کون ہے؟"

میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "جی ہاں مسٹر ڈی فوسٹر! وہ ہمارے آنجہانی ڈیڈی کے دوست ہیں اور ہماری بھلائی کے خواہاں ہیں۔ اسی لیے تو انھوں نے ہمیں اتنی بڑی ذمے داری سونپی ہے۔"

"وہ اپنے علاوہ کسی کی بھلائی کا بھی خواہاں نہیں ہے۔ جانتے ہو وہ ہاروت رابیل سے مل گیا ہے۔ اس کے ایجنٹوں کے لیے کام کر رہا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو مجھ سے فارمولے حاصل کر کے ہاروت رابیل کے حوالے کر دے۔ یہ سارے جال اسی لیے بچھائے گئے ہیں۔ صرف اسی لیے۔"

میں سناٹے کے عالم میں ڈی فوسٹر کو دیکھتا رہ گیا۔ کنگ اٹلس اور ہاروت رابیل کا آدمی! اس کے ایجنٹوں کا آلۂ کار! بات بڑی ناقابلِ یقین سی تھی لیکن چونکہ ڈی فوسٹر کے منہ سے نکلی تھی اس لیے اس میں کچھ نہ کچھ وزن ضرور تھا۔

تہذیب کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ ڈی فوسٹر کے انکشاف نے اس کے بھی ہوش اڑا دیے تھے۔ بلکہ مجھ سے زیادہ یہ انکشاف تہذیب کے لیے سنسنی خیز ثابت ہوا تھا۔ میں تو پہلے ہی کنگ اٹلس کی طرف سے مشکوک تھا۔ یہ اور بات ہے کہ میں خود بھی اپنے شبہے کی نوعیت سے واقف نہیں تھا۔ پس وہ میری نظروں میں قابلِ اعتماد شخص نہیں تھا۔

"آپ... آپ کو معلوم ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں!" تہذیب نے تھوک نگل کر کہا۔ اس کی آواز واضح طور پر کانپ رہی تھی۔ "وہ ہمارے آنجہانی ڈیڈی کے دوست ہیں۔"

ڈی فوسٹر ہنسا۔ "وہ کسی کا بھی دوست نہیں ہے۔ اس کا نام کنگ اٹلس ہے اور معاف کرنا اگر تمہارے ڈیڈی اس کے دوست تھے تو وہ بھی اچھے آدمی نہیں رہے ہوں گے۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ برے آدمی میں کوئی بھی خوبی نہ ہو۔" تہذیب نے کہا۔ "بلکہ بعض اوقات تو برے آدمیوں میں بہت بڑی بڑی خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔"

"ہوتی ہوں گی۔" ڈی فوسٹر نے بے پروائی سے کہا۔ "ممکن ہے تمہارے آنجہانی ڈیڈی میں بھی کچھ خوبیاں رہی ہوں لیکن یہ شخص کنگ اٹلس..." ڈی فوسٹر نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا؟" تہذیب الجھے ہوئے انداز میں بولی۔ "کنگ اٹلس جرمن ہے جو ویسے بھی یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں پھر اس کا تعلق تو شیرنخ خاندان سے ہے جو غیر معمولی ظلم و ستم کا شکار رہا ہے۔ اس خاندان کے لوگوں کو یہودیوں سے نفرت تو انتہا کو پہنچی ہوئی ہونی چاہیے۔ اس کا ایک یہودی کے لیے کام کرنا میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"یہی چیز تو سب سے زیادہ افسوس ناک ہے۔" ڈی فوسٹر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "سب سے زیادہ قلق تو مجھے اسی بات کا ہے کہ جرمن ہونے کے باوجود وہ ایک یہودی کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔"

"آپ سے تو اس کا دہرا تعلق ہے۔ جرمن ہونے کے علاوہ آپ دونوں کا تعلق ایک ہی خاندان سے بھی تو ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"میں سمجھ رہا ہوں، تم اب بھی شکوک و شبہات کا شکار ہو لیکن میں دنیا کا بدقسمت ترین آدمی ہوں۔ میں نے اپنی آدھی سے زیادہ زندگی تو قید میں بسر کی۔ معلوم نہیں تم لوگ کبھی قید و بند کی مشکلات سے گزرے ہو یا نہیں۔ اگر تم پر بھی کبھی ایسا کڑا وقت پڑا ہو کہ تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف قید کر دیا گیا ہو تب تو میری بات تمہاری سمجھ میں آ جائے گی ورنہ شاید تم کبھی میری بات نہ سمجھ سکو۔"

"آپ کو جو کچھ کہنا ہے کہیں مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "ہم کوشش کریں گے کسی نہ کسی طرح آپ کی بات سمجھ ہی لیں گے۔"

"آدمی کو بے شمار نعمتیں میسر ہیں مگر اسے اس بات کا احساس نہیں ہوتا۔ کسی نعمت کی قدر و قیمت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ نعمت چھن جاتی ہے۔ مجھے بھی دوسروں کی قید میں جانے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ آزادی کس قدر بیش قیمت نعمت ہے۔ میں اپنی مرضی کے خلاف اپنے دشمنوں کے لیے اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے کے لیے مجبور تھا۔ اس جبری زندگی میں مجھے اپنوں کی یاد ستاتی تھی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ اگر اپنوں کے درمیان ہوتا تو وہ کس طرح میری قدر کرتے اور میں اپنی تمام صلاحیتیں ان کے لیے استعمال کرتا۔"

"میں آپ کے جذبات کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہوں مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "آپ اپنائیت سے محروم رہے ہیں۔ غیروں کے بعد اب ان لوگوں کا طرزِ عمل بھی آپ کے لیے بہت تکلیف دہ ہے جو آپ کے خاندان کے لوگ ہیں۔"

"تم کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے۔" ڈی فوسٹر نے حقارت سے کہا۔ "تم نے ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے۔ تم صرف میری ہاں میں ہاں ملا رہے ہو تاکہ مجھ سے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکو۔"

میں دم بخود رہ گیا۔ اس نے غلط مطلب اخذ کیا تھا۔ میں اس سے معلومات ضرور حاصل کرنا چاہتا تھا مگر میں نے اس کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی تھی بلکہ میں اس کی بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا لیکن وہ غلط سمجھا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے رام کروں۔ اس کے خیال میں وہ مجھ سے بہت زیادہ تجربے کار تھا اور اس نے بہت اونچ نیچ دیکھی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں انکل۔" تہذیب نے بروقت مداخلت کی۔ "ہم آپ کی کیفیات کا اندازہ ہی کر سکتے ہیں۔ صحیح طور پر سمجھنا تو ظاہر ہے ہمارے بس سے باہر ہے۔"

تہذیب کی بات سن کر ڈی فوسٹر خوش ہو گیا اور میں بھی۔ اس لیے کہ اگر تہذیب بروقت نہ بول پڑتی تو شاید ڈی فوسٹر اتنی آسانی سے راہ پر نہ آتا۔

"ہاں تم ناتجربہ کار لوگ ہو۔ ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ میری عمر کو پہنچو گے تو سب سمجھ میں آ جائے گا۔ ذہانت تم لوگوں کی آنکھوں سے عیاں ہے مگر محض عقل سے کسی کے جذبات کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ جذبات و کیفیات جب تک خود پر نہ گزریں ان کے بارے میں کچھ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس شخص کی حالت کا تصور کرو جس نے ایک بڑا جرم صرف اس لیے کیا کہ اس کے ذریعے اپنے لوگوں کی حالت سدھار سکے۔"

"لیکن آپ نے کوئی جرم تو نہیں کیا مسٹر ڈی فوسٹر!" میں بول پڑا۔

"یہودیوں کو زک دینا جرم ہو ہی نہیں سکتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ تو تم کہہ رہے ہو۔ ہاروت رابیل سے پوچھو جس نے کنگ اٹلس جیسے کتوں کو میرے پیچھے لگا دیا اور اگر امریکا کی حکومت کو علم ہو گیا کہ ان کے کچھ فارمولے چوری ہو گئے ہیں اور وہ میرے قبضے میں ہیں تو پھر مجھے دنیا کے کسی کونے میں پناہ نہیں مل سکے گی۔"

"مگر فارمولے تو ہاروت رابیل نے چوری کروائے تھے۔ آپ کو کس بات کی سزا ملے گی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس کا تو جو بھی حشر ہو لیکن فارمولے میرے پاس ہونے کی صورت میں جان تو میری خطرے میں پڑے گی۔ اس لیے میں چاہ رہا تھا کہ جلد از جلد ان فارمولوں کا سودا کسی ملک سے طے پا جائے۔"

"تو کیا آپ اب یہ نہیں چاہتے کہ ان فارمولوں کا سودا ہو جائے؟" تہذیب حیران ہو کر بولی۔

"ہرگز نہیں۔" ڈی فوسٹر نے سختی سے کہا۔ "مجھے اپنے لیے اتنا خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے فرار ہونے کا موقع مل گیا تھا تو میں بغیر کچھ لیے بھی فرار ہو سکتا تھا۔ اس طرح ہاروت رابیل کو میری زیادہ فکر نہ رہ جاتی۔ زیادہ امکان یہ تھا کہ ایسی صورت میں وہ مجھے واپس بلوانے کے لیے زبردستی کرنے کے بجائے مجھ سے سودے بازی کرنے کو ترجیح دیتا۔ پھر کئی بڑے ملکوں کے خوفناک ایجنٹ بھی میری جان کے درپے نہ ہوتے اور میں اپنی زندگی کے بقیہ دن سکون و اطمینان سے گزار سکتا تھا۔"

"یہ تو آپ اب کہہ رہے ہیں انکل! فرار ہوتے وقت یہ سب باتیں آپ کے ذہن میں کہاں رہی ہوں گی۔"

"اس وقت مجھے اتنا ہوش کہاں تھا کہ یہ سب کچھ سوچ سکوں۔ اس وقت تو مجھ پر بس ایک ہی دھن سوار تھی کہ جیسے بھی ہو شیر رخ خاندان کی بھلائی کے لیے کام کیا جائے لیکن یہاں آ کر پتا چلا کہ جن لوگوں کے لیے میں نے اتنی بڑی قربانی دی وہی میری جان کے درپے ہو گئے۔ دشمنوں کے ساتھ مل گئے اور دولت کے لالچ میں انھوں نے ہر بات نظر انداز کر دی۔ یہ بھی بھول گئے کہ یہودیوں سے جرمنوں کی ازلی دشمنی چلی آ رہی ہے۔ ان لوگوں کا بس چلے تو میری تکا بوٹی کر کے وہ فارمولے مجھ سے حاصل کر لیں۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد ظاہر ہے میرے سارے عزائم خاک میں مل گئے۔ میری ہر امید دم توڑ گئی۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب صرف اپنے لیے سوچوں گا۔ اپنے علاوہ کسی کے لیے بھی نہیں۔"

"تو اس سلسلے میں آپ کا آئندہ پروگرام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی بات بھی میرے ذہن میں واضح نہیں ہے۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ اس کے لہجے سے شدید قسم کی بے بسی جھلک رہی تھی۔

میں سوچنے لگا کہ ڈی فوسٹر نے اتنی بہت سی باتیں کی ہیں مگر ان سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوا کہ کنگ اٹلس یا شیر رخ خاندان کے دیگر افراد واقعی غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس کے خلاف جانے والی سب سے بڑی بات یہ تھی کہ روڈ ایلبو نے ڈی فوسٹر کو پناہ دے رکھی تھی۔

"کنگ اٹلس اور روڈ ایلبو نے تو آپ کو پناہ فراہم کر رکھی ہے مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "اور آپ ان لوگوں کی طرف سے اس قدر بدگمان ہیں۔"

"پناہ! بدگمان!" ڈی فوسٹر تلخ انداز میں ہنسا۔ "نہ تو انھوں نے مجھے پناہ دی ہے اور نہ ہی میں نے کوئی بدگمانی کی ہے۔ میں تو روڈ ایلبو کی قید میں ہوں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں!" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "میرے خیال میں آپ پر تو کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"یہ پابندی کیا کم ہے کہ میں یہاں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ یہ لوگ مجھے باہر نہیں جانے دیتے۔"

"یہ تو آپ کی بھلائی کی بات ہے۔ مختلف ممالک کے جاسوس کتوں کی طرح آپ کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "اور اس بات سے بھی واقف ہوں کہ یہ محض بہانہ ہے ورنہ ان کا مقصد تو کچھ اور ہے۔"

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس معاملے کو کس طرح ہینڈل کیا جائے۔ ڈی فوسٹر اس بات پر مصر تھا کہ روڈ ایلبو اور کنگ اٹلس، ہاروت رابیل سے مل گئے ہیں اور وہ اپنے اس دعوے کی تائید میں کوئی ثبوت پیش کرنے کو بھی تیار نہیں تھا۔ ڈی فوسٹر نے فارمولے چوری کر کے اپنی بساط سے بہت بڑھ کر کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ اس بات کا امکان تھا کہ شدید اعصابی دباؤ کے باعث اس کا دماغ متاثر ہوا ہو اور وہ ہر کس و ناکس پر ہاروت رابیل کا ایجنٹ ہونے کا شبہ کرنے لگا ہو۔ میں نے اس سے براہ راست قسم کے سوال کرنے کا فیصلہ کیا۔ اگر اس کی ذہنی حالت درست نہیں تھی تو اس کی کسی بات پر بھی بھروسا نہیں کیا جا سکتا تھا اور اگر وہ ذہنی طور پر جواب دے چکا تھا تو یہ بات طے تھی کہ فارمولے اس کے قبضے میں ہیں جس کا اعتراف وہ کر چکا تھا۔

"آپ کو یہ علم کیسے ہوا مسٹر ڈی فوسٹر کہ کنگ اٹلس، ہاروت رابیل سے مل گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

ڈی فوسٹر کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ "اس بات کے متعدد ثبوت مل گئے ہیں۔" اس نے ترشی سے کہا۔ اسے میرا سوال گراں گزرا تھا۔

"کچھ کیجیے گا بھی مسٹر ڈی فوسٹر یا یونہی پہیلیاں بجھواتے رہیے گا۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"کنگ اٹلس اور روڈ ایلبو نے یہ معلوم کرنے کی بہت کوشش کی کہ وہ فارمولے میں نے کہاں چھپائے ہیں مگر یہ بات میں نے

انھیں نہیں بتائی۔"

میری کھوپڑی گھوم کر رہ گئی۔ "اس بات سے آپ نے یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا کہ کنگ اٹلس ہاروت رابیل سے مل گیا ہے؟" میں نے کہا۔ کوشش کے باوجود بھی میں اپنے لہجے کی تلخی نہ چھپا سکا۔

"سنو۔" ڈی فوسٹر رازدارانہ انداز میں بولا۔ "ایک روز میں نے ان کی گفتگو سنی تھی۔ کنگ اٹلس، روڈ ایلبو سے کہہ رہا تھا کہ جیسے بھی ممکن ہو معلوم کرے کہ میں نے فارمولے کہاں چھپائے ہیں۔"

"روڈ ایلبو نے اس سلسلے میں کیا کوششیں کیں؟" میں نے اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بہت سی کوششیں کیں۔ یہاں تک کہ مجھے بے ہوش کر کے میرا پورا جسم ٹٹول ڈالا۔"

میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ "اوہ! تو یہ بات ہے۔" میں نے کہا۔ "مگر ہاروت رابیل سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

"میں نے یہاں ہل بیک کو دیکھا ہے۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔

"ہل بیک کا جغرافیہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ایک انسان نما شیطان ہے۔ آدمی کے روپ میں ایک درندہ ہے۔ شیطان بھی اس سے پناہ مانگتا ہوگا۔ ہاروت رابیل کا پروردہ غنڈہ ہے اور امریکا میں ہاروت رابیل کے تمام مفادات کی نگرانی اس کی ذمے داری ہے۔ باہر کے معاملات سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ ایسے شخص کی یہاں موجودگی کو تم کیا کہو گے؟"

"آپ نے یہ پہلی بات کی ہے جس سے صورت حال کی سنگینی پوری طرح سامنے آئی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ بات اتنی آسانی سے تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" ڈی فوسٹر بولا۔ "تم شاید مجھے ایک خبط الحواس بوڑھا آدمی سمجھ رہے تھے۔"

"آپ بوڑھے ضرور ہیں مگر خبط الحواس ہرگز نہیں ہیں۔" میں نے کہا۔ "اور یہ بات تو میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ آپ جیسا ذہین سائنس دان جرمن قوم کے لیے فخر کا باعث ہے۔"

"میرے پاس ایسا کوئی آلہ نہیں ہے جس سے یہ اندازہ کر سکوں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو یا سچ۔" ڈی فوسٹر نے اداسی سے کہا۔

"میں نے تو ایک سادہ سی حقیقت بیان کی ہے۔ اس میں جھوٹ اور سچ کا پہلو کہاں سے نکل آیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"میں اب کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔ جب میرے اپنوں نے ہی مجھے دھوکے دیے تو میں تم سے کیا توقع رکھوں۔"

"اس کے باوجود میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ میری بات پر یقین کرنے سے آپ کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"تمھیں کنگ اٹلس نے یہاں بھیجا ہے۔ کچھ عجب نہیں ہے کہ تم مجھے شیشے میں اتار کر مجھ سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ فارمولے میں نے کہاں چھپائے ہیں؟"

"کنگ اٹلس یا روڈ ایلبو میں سے کسی کے علم میں یہ بات ہے کہ آپ ان کی طرف سے مشکوک ہو گئے ہیں؟"

"نہیں۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "میں نے ان پر اپنے شبہات ظاہر نہیں کیے اور شبہات کیا... مجھے تو یقین ہے کہ یہ لوگ ہاروت رابیل سے مل گئے ہیں۔"

"آپ نے بڑی الجھنیں پیدا کر دی ہیں مسٹر ڈی فوسٹر! جب آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں کنگ اٹلس نے یہاں بھیجا ہے تو پھر آپ نے ہمارے سامنے ان لوگوں پر شبہ کیوں ظاہر کیا جبکہ ابھی تک آپ انھیں اس دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں کہ آپ ان کی اصلیت سے واقف نہیں ہیں؟"

ڈی فوسٹر نے ایک طویل سانس لی۔ "شدید اعصابی دباؤ نے میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو متاثر کیا ہے۔ میری قوت فیصلہ جواب دے چکی ہے اور شاید ذہنی طور پر میں بالکل ہی دیوالیہ ہو گیا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کب کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے سامنے اپنے شبہات کا اظہار کر کے آپ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔" ڈی فوسٹر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "دراصل میں بے یقینی کی اس کیفیت سے عاجز آ چکا ہوں اور اب کوئی ایسا فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہتا ہوں جو چاہے مجھے کسی اندھے کنوئیں ہی میں کیوں نہ گرا دے مگر بے یقینی اور انتظار کی اس کیفیت کو ختم کر دے۔"

"میرا خیال ہے ہم دونوں اب بھی کچھ نہیں سمجھ سکے۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ تم دونوں نے یہی کہہ کر مجھ سے اپنا تعارف کرایا ہے نا کہ تم فارمولوں کی فروخت کے سلسلے میں کنگ اٹلس کی مدد کر سکتے ہو؟"

"ہاں لیکن آپ نے تو ایک لمحے کے لیے بھی ہماری کسی بات پر اعتبار نہیں کیا۔" تہذیب بولی۔

"ہاں اعتبار تو مجھے کسی پر بھی نہیں ہے۔ میں اس دنیا کو بہت اچھی طرح دیکھ چکا ہوں اور اب میرا ایمان ہو گیا ہے کہ پیار محبت اور رشتے ناتے سب بے معنی اشیا ہیں۔ یہ سب محض الفاظ ہیں۔ درحقیقت ان فضول چیزوں کا کہیں کوئی وجود نہیں ہے۔ لوگ اپنی ضرورت کے تحت ان الفاظ کا سہارا لیتے ہیں۔ محض دوسروں کو دھوکا دینے اور اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے۔"

"آپ نے تو محض چند تجربات کی بنیاد پر سارے سچے رشتوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور جذبوں کی نفی کر دی۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔" اس کے بعد باقی ہی کیا بچتا ہے۔"

"دولت۔" ڈی فوسٹر نے فخریہ انداز میں کہا۔ یوں جیسے کوئی بہت اہم انکشاف کر رہا ہو۔" اس وقت دولت کا حصول ہر شخص کے لیے سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

اُس سے بحث کرنا بے کار تھا۔ مجھے بہت اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے نظریات کے خلاف کچھ نہیں سُنے گا۔ اُس سے بحث کرنے سے نہ تو کچھ حاصل ہوتا اور نہ ہی اُسے قائل کیا جا سکتا تھا۔ اس کے برعکس اُس کی ہاں میں ہاں ملا کر کم از کم یہ تو معلوم ہو ہی سکتا تھا کہ وہ چاہتا کیا ہے۔ ڈی فوسٹر کے سلسلے میں جو کچھ میں نے سوچا تھا شاید تہذیب بھی اسی نتیجے پر پہنچی تھی۔

"آپ کی باتیں تلخ ضرور ہیں انکل مگر ٹھوس معلوم ہوتی ہیں۔" تہذیب نے کہا۔" دولت سب کچھ تو نہیں ہوتی مگر لوگ اس کے حصول کے لیے کسی حد تک بھی جانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔"

"یہی تو میں تمھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے خوش ہو کر کہا۔" میں نے سوچا تھا کہ میری تو خیر جیسے تیسے گزر ہی چکی ہے لیکن اب اپنے خاندان والوں کے لیے کچھ کروں لیکن جو کچھ مجھ پر گزری اس کے بعد تو دل جیسے بجھ کر رہ گیا ہے۔ ہر شخص اپنے کھیل میں مصروف ہو گیا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ اگر فارمولوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم ان کے ہاتھ لگ جائے تو کون میری حفاظت کرے گا؟"

"فارمولے جب تک آپ کے پاس ہیں آپ کی جان کو خطرہ ہے۔ ان کے سودے کے بعد تو آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں رہ جائے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"تم نے ہاروت رابیل کو نظر انداز کر دیا۔ اس وقت جو ایجنٹ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں فارمولوں کے سودے کے بعد اُن سے تو جان چھوٹ جائے گی لیکن ہاروت رابیل اپنا انتقام لیے بغیر مجھے ہرگز نہیں چھوڑے گا۔ اتنی بڑی چوٹ اس نے زندگی میں کبھی نہیں کھائی ہوگی۔ وہ اسے کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔"

"بات تو آپ کی درست ہے۔" تہذیب سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولی۔" مگر اب آپ نے کیا سوچا ہے؟"

"چونکہ وہی لوگ میرے خلاف سازشیں کر رہے ہیں جن پر میں نے تکیہ کیا تھا اس لیے میں دنیا میں کسی پر بھی بھروسا نہیں کر سکتا۔ میں نے یہ فیصلہ بھی کر لیا ہے کہ اب وہ فارمولے یا تو صرف میرے لیے منافع بخش ثابت ہوں گے یا پھر اُن سے کوئی بھی فائدہ نہیں اُٹھا سکے گا۔"

"آپ کا فیصلہ سو فیصد درست ہے۔" میں نے کہا۔" آپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو ان حالات میں یہی فیصلہ کرتا لیکن ایک بات مجھے اُلجھا رہی ہے۔"

"کون سی بات؟" ڈی فوسٹر نے پوچھا۔

"آپ اُن لوگوں کی قید میں ہیں۔ وہ چاہتے تو فارمولوں کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے آپ پر تشدد بھی کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟"

ڈی فوسٹر تلخی سے ہنسا۔" ابھی وہ منزل نہیں آئی جہاں انھیں مجھ پر تشدد کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔ انھیں توقع ہے کہ وہ مجھے جھانسا دے کر مجھ سے فارمولوں کے بارے میں معلوم کر لیں گے جب اُن کی توقع دم توڑ جائے گی تو وہ مجھ پر تشدد بھی ضرور کریں گے۔ مجھے پورا یقین ہے۔"

"وہ جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ اگر تشدد پر اتر آئے تو انھیں زبان کھلوانے کے سیکڑوں طریقے آتے ہوں گے۔ اس صورت میں آپ کیا کریں گے؟"

ڈی فوسٹر تن کر بیٹھ گیا۔" میں تم سب کو چیلنج کرتا ہوں۔ کوئی مجھ سے معلوم کر کے بتائے کہ میں نے فارمولے کہاں چھپائے ہیں۔ تشدد کر کے میری جان تو لی جا سکتی ہے مگر مجھ سے فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیا ان فارمولوں کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اُن کی خاطر آپ اپنی جان تک دینے کو تیار ہیں؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" ڈی فوسٹر بولا۔" میری نظر میں اُن فارمولوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ تو میرا پاگل پن تھا کہ میں نے اپنے خاندان کی بہبود کے لیے انھیں چوری کر لیا لیکن اب میری زندگی ان فارمولوں سے مشروط ہو کر رہ گئی ہے۔ اگر میں نے انھیں فارمولوں کا پتا بتا دیا تو مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ اب بھی اگر مجھے یہ امید ہوتی کہ میری جان بچ جائے گی تو میں انھیں فارمولوں کے بارے میں بتا دیتا۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ نوبت واقعی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ لوگ فارمولوں کے حصول کے بعد اسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔

"لیکن مسٹر ڈی فوسٹر! اگر کوئی شخص فارمولے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تو؟" میں نے کہا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ڈی فوسٹر نے بڑے یقین سے کہا۔" میں بے وقوف نہیں ہوں۔ میں نے فارمولے ایسی جگہ چھپائے ہیں کہ کوئی شخص نہ تو اتفاقاً وہاں تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی انھیں تلاش کر سکتا ہے۔ میں نے انھیں بہت خاص طریقے سے چھپایا ہے۔"

ڈی فوسٹر کے لہجے میں جس بلا کا اعتماد تھا اُس سے مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی اس کی رہنمائی کے بغیر فارمولوں تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ بات اطمینان بخش بھی تھی اور تشویش ناک بھی۔

اطمینان بخش اس اعتبار سے کہ فارمولے محفوظ تھے اور تشویش ناک اس لیے کہ اُن فارمولوں کے ہمارے ہاتھ آنے کا بھی کوئی امکان نہیں تھا تاہم یہ ساری باتیں بعد میں سوچنے کی تھیں۔ فی الوقت تو ڈی فوسٹر سے گفتگو کرنے کا مرحلہ درپیش تھا جو بجائے خود ایک مصیبت تھا۔ ایک تو وہ سیدھی طرح کوئی بات نہیں کر رہا تھا دوسرے بے اعتمادی کا شکار الگ تھا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ڈی فوسٹر! یہاں تک تو بات طے ہو گئی۔ فارمولے بالکل محفوظ ہیں اور آپ انھیں کسی کے حوالے بھی نہیں کریں گے۔ آپ کو یہ علم بھی ہو گیا ہے کہ کنگ اٹلس، ہاروت رابیل کے لیے کام کر رہا ہے اور آپ نے ابھی تک کسی پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا ہے کہ آپ حقیقت سے باخبر ہیں لیکن آپ ہمارے سامنے یہ اعتراف کر چکے ہیں۔ یقیناً آپ نے کسی نہ کسی حد تک ہم پر اعتماد کیا ہی ہوگا تبھی تو بلا جھجک ہم سے وہ بات کہہ دی جسے آپ نے ابھی تک سب سے پوشیدہ رکھا ہے۔"

"یہ غلط ہے کہ میں نے تم پر اعتماد کرنے کے نتیجے میں تم سے اتنی باتیں کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب میں جوا کھیلنا چاہتا ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر ڈی فوسٹر!" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔" جوا کھیلنے سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"سنو! وہ بڑے نایاب اور قیمتی فارمولے ہیں۔ تم اُن کی قیمت اور اہمیت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ ایسے کیمیاوی اور جوہری ہتھیاروں کے فارمولے ہیں جن پر امریکا نے اربوں ڈالر خرچ کیے ہیں۔ ان کا استعمال ایسی ہولناک تباہی برپا کر سکتا ہے جس کا اندازہ لگانا بھی قبل از وقت ممکن نہیں ہے۔ امریکا کی حکومت کی تحویل سے انھیں چوری کر کے ڈی فوسٹر نے ایک ناممکن قسم کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ تمھیں شاید علم نہ ہو کہ جلد باز جنگی ممالک ان فارمولوں کے عوض منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہو جائیں گے لیکن ان کا سودا بازی کرنے کے لیے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے اُن سے میں خود تو محروم ہوں ہی کنگ اٹلس اور روڈا ایلبرٹ میں بھی وہ صلاحیتیں نہیں ہیں۔"

"اسی لیے تو کنگ اٹلس نے ہماری خدمات حاصل کی ہیں۔" تہذیب نے بے ساختہ کہا۔

"میں نے بھی تو اسی لیے تم سے اتنی باتیں کی ہیں۔" ڈی فوسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔" ممکن ہے کہ تم لوگ یہ سودا کرانے میں کامیاب ہو ہی جاؤ۔"

"یعنی آپ ہم سے یہ کام لینے کے لیے تیار ہیں۔" تہذیب خوش ہو کر بولی۔

"ہاں۔" ڈی فوسٹر نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔" لیکن یہ کام تم کنگ اٹلس کے لیے نہیں بلکہ براہ راست میرے لیے کرو گے۔"

"او ہو۔" میں نے کہا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔ گفتگو بڑے نازک اور فیصلہ کن موڑ پر پہنچ چکی تھی۔" لیکن وہ تمھیں دس فیصد کمیشن دینے کو تیار ہے۔"

"میں تمھیں پچاس فیصد دوں گا۔" ڈی فوسٹر نے جوشیلے انداز میں کہا۔" جو رقم بھی ملے گی آدھی تمھاری اور آدھی میری۔ بولو، منظور ہے؟"

"اتنی بڑی پیش کش کون ٹھکرا سکتا ہے مسٹر ڈی فوسٹر! لیکن آپ تو کسی پر اعتماد کرنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔" میں نے حتی الامکان پُرسکون نظر آنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ بہت بڑی کامیابی بڑی آسانی سے حاصل ہو گئی تھی۔ اس لیے خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ مارے جوش کے تہذیب کا تو چہرہ ہی سرخ ہو گیا تھا لیکن اُس نے فوراً ہی منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا تاکہ ڈی فوسٹر سے اپنے جذبات چھپا سکے۔ ویسے بھی ڈی فوسٹر نے تہذیب کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ تو پوری طرح میری طرف متوجہ تھا۔

"میں نے تم پر کوئی اعتماد نہیں کیا ہے۔ میں نے تمھیں صرف ایک پیش کش کی ہے۔ اس آدھی رقم کے عوض تم فارمولوں کی فروخت

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں میری مدد کرو گے۔ اس کے بعد کسی پُرسکون مقام تک پہنچنے کے لیے بھی مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہوگی کہ کوئی ایسی جگہ جہاں میں اپنی بقیہ زندگی سکون سے گزار سکوں۔"

"ایسے کاموں میں باہمی اعتماد بہت ضروری ہوتا ہے۔ شکوک و شبہات کی فضا میں اس قسم کے کام سرانجام دینا بہت مشکل ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ خیال بھی ذہن سے نکال دو۔ میرے لیے کام کرنا ہے تو ایسے ہی کرنا ہوگا۔ میں کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہوں۔"

"آپ نے اس بات پر غور کرلیا ہے کہ ہم اس تمام گفتگو سے کنگ اٹلس یا روڈا ایلبو کو بھی آگاہ کرسکتے ہیں۔"

"اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ تم نے جوا کھیلنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم کچھ بھی کرسکتے ہو۔ کوئی نہ کوئی نتیجہ تو ہر حال میں نکلے گا۔ مجھے مثبت یا منفی سے زیادہ غرض نہیں ہے۔"

میں نے سوالیہ نظروں سے تہذیب کی طرف دیکھا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ چند لمحوں بعد اس نے سر اٹھا کر کہا۔

"ابھی تک تو ابتدائی گفتگو ہے اور ہمیں تفصیلات بھی طے کرنی ہیں۔ آپ کو بہت سے معاملات میں ہم پر یقین کرنا ہی پڑے گا۔"

"میں سائنس کی دنیا کا آدمی ہوں جہاں یقین کی سرحدیں نظریات کے تجربات میں ڈھلنے کے بعد شروع ہوتی ہیں۔ میں ٹھوس چیزوں پر یقین کرنے کا قائل ہوں۔ وہ چیزیں جن کا کوئی وجود نہ ہو یا وہ باتیں جن پر مستقبل کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہوں اُن پر یقین کرنا میری فہم سے بالاتر ہے۔"

میرا جی چاہا کہ یا تو اپنا سر پیٹ لوں یا پھر ڈی فوسٹر کا سر پیٹ ڈالوں۔ اُسے اپنی اہمیت کا پورا احساس تھا اسی لیے تو ہر بات میں ایک فلسفہ بیان کر رہا تھا۔ اُسے یہ اندازہ بھی تھا کہ اُس کی ضرورت کے مقابلے میں ہماری ضرورت زیادہ شدید ہے اور وہ جو بکواس بھی کرے گا ہم اسے سننے کے لیے مجبور ہوں گے۔ دفعتاً مجھے غصہ آگیا۔

"سنو ڈی فوسٹر۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "جس طرح تم ٹھوس چیزوں کے قائل ہو، اسی طرح میں بھی ٹھوس چیزوں کا قائل ہوں، جس طرح تمھیں ہم پر اعتماد نہیں ہے، اسی طرح مجھے بھی تم پر اعتماد نہیں ہے۔ جس طرح تم ہماری طرف سے مشکوک ہو، اسی طرح میں بھی تمھاری طرف سے مشکوک ہوں۔" تہذیب نے حیرت سے میری طرف دیکھا مگر میں نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ "جس طرح ہم تمھیں دھوکا دے سکتے ہیں اسی طرح تم بھی ہمارے ساتھ دھوکا کرسکتے ہو۔ بتاؤ، ہم تم پر کیسے یقین کرلیں؟"

میرے لب و لہجے اور میرے انداز سے ڈی فوسٹر بُری طرح بوکھلا گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں اس سے اس انداز میں بھی گفتگو کرسکتا ہوں۔ وہ تو اپنے تئیں ماسٹر آف سچویشن بنا بیٹھا تھا۔ وہ سکتے کے سے عالم میں مجھے دیکھتا رہ گیا۔ چند لمحے کسی بُت کی طرح ساکت و صامت رہنے کے بعد اُس کے لب ہلے۔

"میں تمھاری بات تسلیم کرتا ہوں لیکن مجھے بتاؤ کہ میں تمھارے ساتھ کیا دھوکا کرسکتا ہوں؟"

"پہلے بے اعتمادی کا اظہار تم نے کیا تھا اس لیے پہلے تم بتاؤ گے کہ تمھیں ہماری طرف سے کس قسم کے دھوکے کا خطرہ ہے؟" میں نے زمین پر زوردار گھونسا رسید کرتے ہوئے کہا۔

"تم کنگ اٹلس یا روڈا ایلبو کو یہ ساری باتیں بتا کر میرے لیے مشکلات پیدا کرسکتے ہو۔"

"تم کس قسم کے آدمی ہو ڈی فوسٹر؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "ایک طرف تو عقل مندی کی باتیں کرتے ہو اور دوسری طرف بے وقوفی کی انتہا کردیتے ہو۔ بھلا کنگ اٹلس یا روڈا ایلبو کے علم میں یہ ساری باتیں لاکر ہمیں کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟ چھوٹا موٹا معاملہ ہوتا تو اس کا امکان تھا لیکن اتنی خطیر رقم اپنے ہاتھوں سے ضائع کرنا کون پسند کرے گا؟"

"تم کنگ اٹلس کے نمائندے بن کر یہاں آئے تھے۔ میں نے تمھیں زیادہ بڑی رقم کی پیش کش کی تو تم نے اپنی وفاداریاں تبدیل کرلیں۔ کل تمھیں کسی ملک کے ایجنٹ نے اس سے بھی بڑی پیش کش کردی تو تم میرے ساتھ بھی دھوکا کرسکتے ہو۔"

"اس کا جواب تو میں تمھیں بعد میں دوں گا۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ میں اس بات پر کیسے یقین کرلوں کہ مسروقہ فارمولے تمھارے قبضے میں ہیں؟"

ڈی فوسٹر نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ابھی تک مسروقہ فارمولے میرے قبضے میں ہیں پھر اس بات پر یقین نہ کرنے کا کیا جواز ہے؟"

"کمال ہے ڈی فوسٹر! تم تو ایک سائنس داں ہو، خود ہی کہہ بھی چکے ہو کہ جب تک نظریات کو تجربات کے سانچے میں نہ ڈھال دیا جائے، یقین کی سرحدیں شروع نہیں ہوسکتیں پھر تم دوسرے شخص سے یہ توقع کیسے کرسکتے ہو کہ وہ محض تمھاری کہی ہوئی بات پر یقین کرلے؟"

"پھر اس بات کا فیصلہ کیسے ہوسکے گا؟" ڈی فوسٹر نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"بہت آسان ہے۔ تم یا تو ہمیں اس مقام سے آگاہ کردو جہاں تم نے فارمولے چھپائے ہیں یا پھر ہمیں وہ فارمولے دکھا دو۔ ہمیں یقین آجائے گا۔"

"تم ایک ناممکن فرمائش کر رہے ہو۔ میں بڑی وضاحت سے بتا چکا ہوں کہ یہ بات میں کسی کو بھی نہیں بتا سکتا۔"

"تم اُس سے بھی زیادہ ناممکن فرمائش کر رہے ہو۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "فارمولے دیکھے بغیر کوئی ملک کیسے سودے بازی کرسکتا ہے؟"

"سب جانتے ہیں کہ فارمولے میرے پاس موجود ہیں، اسی لیے تو اُن کے ایجنٹ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

"انھیں توقع ہے کہ فارمولے تمھارے قبضے میں ہیں اِسی لیے وہ تمھارے پیچھے پڑ گئے ہیں لیکن یہ سب وہ لوگ ہیں جو تم سے ویسے ہی فارمولے حاصل کرلینا چاہتے ہیں۔ جب بھی سودے بازی کا مرحلہ آئے گا اور معاملہ ایک خطیر رقم ادا کرنے کا ہوگا اُن میں سے ہر ایک رقم کی ادائیگی سے قبل یہ یقین کرنا چاہے گا کہ جس پارٹی سے وہ سودے بازی کر رہا ہے، فارمولے واقعی اُس کے قبضے میں ہیں بھی یا نہیں۔ محض زبان سے کہہ دینے سے تو کوئی بھی رقم ادا نہیں کردے گا۔"

"تمھاری بات دل کو لگتی ہے۔" ڈی فوسٹر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو اور بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

"اگر زبانی کلامی سودے بازی ممکن ہوتی تو میں یہ مشہور کرادیتا کہ ڈی فوسٹر نے فارمولے میرے حوالے کردیے ہیں۔ اس کے بعد خود ان لوگوں سے سودے بازی کرتا بلکہ تینوں پارٹیوں سے سودے بازی کرکے رقم وصول کرتا اور اس کے بعد فرار ہوجاتا۔ کیسا آئیڈیا ہے؟"

"اس بات پر پہلے ہی میرا یقین بہت پختہ ہوچکا ہے کہ کوئی شخص بھی اعتبار کے لائق نہیں ہوتا۔" ڈی فوسٹر نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم مجھے ڈبل کراس کرنے کے منصوبے بنا رہے ہو تو اس سے مجھے کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔ مجھے تو اس سے بہت زیادہ کی توقع ہے۔"

"تم احمق ہو ڈی فوسٹر! میں نے تو ایک مفروضہ پیش کیا ہے۔ درحقیقت میرا ایسا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جس کا جو حق ہے، وہ اسی کو ملے۔"

"تمھاری سخن طرازیاں مجھ پر اثر انداز نہیں ہوسکتیں۔ محض زیادہ رقم کے لالچ میں اپنی وفاداریاں تبدیل کرکے تم نے خود کو ناقابلِ اعتماد ثابت کردیا ہے۔"

"معاملہ اگر صرف رقم کا ہوتا ڈی فوسٹر تو میں ہرگز آمادہ نہ ہوتا لیکن معاملہ صرف رقم کا نہیں تھا۔ میرے اور کنگ اٹلس کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا۔ تم سے مل کر معلوم ہوا کہ اس نے مجھ سے غلط بیانی کی تھی۔ اس کا اصل مقصد کچھ اور ہے۔ یہ معلوم ہوجانے کے بعد ہم اس کے لیے کام کرنے کے پابند نہیں رہے۔ اس دوران تم نے ہمیں ایک پیش کش کردی۔ ہم نے تمھاری پیش کش اس وجہ سے قبول کرلی کہ کنگ اٹلس نے ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یہ بات کبھی پسند نہیں رہی کہ کوئی شخص مجھے تاریکی میں رکھ کر اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرے۔ بات سمجھ میں آگئی یا مزید وضاحت کردوں؟"

"نہیں، میں بہت اچھی طرح سمجھ گیا لیکن میں وہ فارمولے تمھیں نہیں دکھاؤں گا۔"

"تم نے خود بھی تو اس سلسلے میں کچھ سوچا ہوگا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "تم ہم سے کیا اور کس طرح کام لینا چاہتے ہو؟"

"سب سے پہلے تو تم مجھے یہاں سے رہا کرانے کا بندوبست کروگے۔ مجھے کسی محفوظ مقام پر پہنچانے کے بعد فارمولوں کی سودے بازی کا مرحلہ شروع ہوگا۔ رقم کی وصولیابی کے لیے میں تمھیں پلان دوں گا۔ تمھارے حصے کی آدھی رقم تمھیں فوراً ہی نہیں مل جائے گی بلکہ پہلے تم مجھے کسی ایسی جگہ پہنچاؤ گے جہاں میں سکون سے بقیہ زندگی بسر کرسکوں۔ وہاں پہنچنے کے بعد میں تم سے ایک تحریری معاہدہ کرلوں گا اور اس کے ساتھ ہی تمھارے حصے کی رقم تمھارے حوالے کردوں گا۔"

"تمھارے منصوبے میں کئی سقم ہیں۔ بنیادی بات تو یہ ہے کہ فارمولوں کی موجودگی کے بغیر ان کا سودا کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ اس سلسلے میں کوئی تحریری معاہدہ کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"فرض کرو کہ میں فارمولے تمھیں دکھا دوں اور تم قابلِ اعتبار بھی ثابت ہو یعنی انھیں لے کر نہ بھاگ جاؤ تب بھی اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ جس پارٹی سے تم سودا کروگے، وہ تم سے فارمولے زبردستی چھیننے کی کوشش نہیں کرے گی؟"

"تم نے پہلی بار کوئی معقول بات کی ہے اور معقول باتوں کا جواب دے کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ سب سے پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم نے اُن فارمولوں کو سمجھنے کی کوشش کی تھی؟"

"یقیناً کی تھی۔ اُن فارمولوں کا تعلق میری فیلڈ سے ہے۔ مجھے اُن سے دلچسپی بھی ہے۔ اگر میں نفی میں جواب دوں تو یہ بات تعجب خیز ہوگی۔"

"یہ بتاؤ کہ تم اُن فارمولوں کو سمجھنے میں کس حد تک کامیاب ہوئے؟" میں نے پوچھا۔

"تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟" ڈی فوسٹر ایک بار پھر بھڑک گیا۔

"اس سوال کے جواب پر میرے منصوبے کا دارومدار ہے جو میں تمھیں بتانے والا ہوں۔ مجھے محض یہ بتا دینے سے کہ تم نے ان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فارمولوں کو سمجھ لیا ہے یا نہیں، تمہاری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"تم پہلے آدمی ہو جس نے مجھ سے اس قسم کا سوال کیا ہے۔" ڈی فوسٹر نے مجھے مشکوک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اگر تم نے اثبات میں جواب دیا تو وہ پہلا آدمی بھی میں ہی ہوں گا جو فارمولوں کی سودے بازی کے لیے کوئی قابلِ عمل منصوبہ پیش کرے گا۔ ایک ایسا منصوبہ جو ہمیں یقینی کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔"

"ہاں، وہ فارمولے پوری طرح میری سمجھ میں آ گئے ہیں لیکن وہ اتنے پیچیدہ اور طویل ہیں کہ انھیں یاد رکھنا ناممکنات میں سے ہے۔"

"فارمولے یاد ہوتے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ میرے لیے تو اتنا ہی بہت کافی ہے کہ تم نے انھیں سمجھ لیا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے فارمولوں کی سودے بازی میں کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟" ڈی فوسٹر نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"بتاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "ہمارے سامنے سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ تمھیں یہاں سے کس طرح بحفاظت نکال کر لے جائیں۔"

"یہ سوچنا تمھارا کام ہے کہ مجھے یہاں سے کیسے نکالو گے۔ مجھے تو یہ بتاؤ کہ فارمولوں کی سودے بازی کے لیے کیا کرو گے؟"

"کسی محفوظ جگہ پہنچنے کے بعد ہم اگلا قدم اٹھائیں گے۔ چونکہ تم نے فارمولوں کو سمجھ لیا ہے..." میں بولتے بولتے رُکا پھر میں نے پوچھا۔ "کیا تم ان فارمولوں کو اس طرح تقسیم کر سکتے ہو کہ وہ بے کار ہو کر رہ جائیں اور کسی کی سمجھ میں نہ آ سکیں؟"

"میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" ڈی فوسٹر نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ فارمولے کس شکل میں تمھارے پاس ہیں لیکن سودے بازی کے لیے ہمیں اس کی نقل درکار ہو گی۔ کیا اُن فارمولوں کی نقل تیار ہو سکتی ہے؟"

"نقل تو تیار ہو سکتی ہے لیکن..."

"بس تو ہم جس پارٹی سے بھی سودے بازی کریں گے اُن فارمولوں کی ادھوری نقلیں فراہم کریں گے۔ ایسے ادھورے فارمولے جن سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جا سکے۔"

"ہاں، یہ ہو سکتا ہے۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ یہ خیال میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا؟"

"اس لیے کہ یہ تمھاری فیلڈ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ورنہ درحقیقت یہ بالکل سامنے کی بات ہے۔"

"لیکن چکر تو یہی ہے۔ میں تم پر اعتبار کیسے کر لوں۔ اگر اُن لوگوں کی طرح تم نے بھی مجھے دھوکا دیا تو؟"

"میں تمھیں اس بات کے لیے مجبور کر دوں گا کہ تم مجھ پر اعتبار کر لو۔"

"مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔" ڈی فوسٹر بھڑک کر کھڑا ہو گیا۔ "میں تمھیں فارمولوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا۔"

"بیٹھ جاؤ ڈی فوسٹر۔" میں نے ہاتھ ہلا کر بے پروائی سے کہا۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ مجبور کر دینے سے میری یہ مراد ہرگز نہیں تھی کہ تمھارے ساتھ زبردستی کی جائے گی۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم مجھے اُن لوگوں سے بھی بڑھ کر معلوم ہوتے ہو۔ ضرور تم نے مجھ پر تشدد کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے لیکن یاد رکھو تمھیں اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

"میں تمھارے لیے ایسے حالات پیدا کر دوں گا کہ تم میرے کہنے پر خود بخود عمل کرنے لگو گے۔"

"میں کسی کے کہنے پر عمل نہیں کروں گا۔ کسی کے کہنے پر کیوں عمل کروں۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ جو میرا جی چاہے گا وہی کروں گا۔"

"تمھارا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ تم عدمِ تحفظ کے احساس کا شکار ہو۔ میں تمھیں وہ تحفظ مہیا کر دوں گا جس کے بعد تم سارے اندیشوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ اُس وقت اگر تم میری تجاویز سے متفق ہوئے تو اُن پر عمل کرنا ورنہ تم اس کے لیے مجبور نہیں ہو گے۔"

"اگر تم واقعی مجھے اس قسم کا تحفظ فراہم کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کے بعد مجھے تمھاری طرف سے بھی خطرہ نہ رہ جائے تو میں وہ فارمولے ادھوری شکل میں تمھارے حوالے کر دوں گا۔" ڈی فوسٹر نے مطمئن ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بے فکر رہو ڈی فوسٹر! ہر کام تمھاری مرضی کے مطابق ہو گا لیکن تم بدگمانیوں کو اپنے دل میں جگہ نہیں دو گے۔"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر تہذیب نے مہرِ سکوت توڑی۔

"جن ممالک سے سودے بازی کی جائے گی ظاہر ہے وہ ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ بددیانتی پر اُتر آئیں ادھورے فارمولے لے کر بھاگ جائیں اور اُن پر کام کرنے کے بعد انھیں مکمل کر لیں؟"

ڈی فوسٹر ہنسنے لگا۔ "تم اس فیلڈ سے ناواقف ہو اس لیے ایسی بات کر رہی ہو۔ نہیں، یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ کسی ادھورے فارمولے کو مکمل کرنے سے آسان بات تو یہ ہے کہ نیا فارمولا بنا لیا جائے۔ اس بات سے سبھی واقف ہیں اور ایسی حماقت کا ارتکاب کوئی نہیں کرے گا۔"

"اس کے علاوہ۔" میں نے کہا۔ "ہم جس پارٹی سے بھی بات کریں گے اسے یہ تاثر دیں گے کہ ادھورے فارمولوں کی نقلیں ہم نے دیگر ممالک کے حوالے بھی کی ہیں اور جو ملک بھی بہتر قیمت ادا کرے گا اور پہلے ادائیگی کرے گا فارمولے اسی کے حوالے کیے جائیں گے۔"

"تم واقعی ذہین آدمی ہو۔" ڈی فوسٹر نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "اس طرح وہ دباؤ میں آ جائیں گے اور سودا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"کوئی بھی سودا اپنی مرضی کے مطابق طے کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ مدِمقابل کو سودا کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ یہ تو کاروبار کا بنیادی اصول ہے۔" میں نے کہا۔

"تم کھلے عام سودے بازی کرو گے؟" ڈی فوسٹر نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "کیا اس سے تمھاری زندگی کو خطرہ لاحق نہیں ہو گا؟"

"اتنی بڑی رقم کے لیے تو میں کئی بار اپنی زندگی خطرے میں ڈال سکتا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن تمھیں میری زندگی کی کیا فکر پڑ گئی ہے؟"

"تم لوگ میری پہلی اور آخری اُمید ہو۔ تمھاری گفتگو سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم یہ کام کر سکو گے۔ تمھیں کچھ ہو گیا تو میرا کیا بنے گا؟ میں تو کہیں کا بھی نہیں رہوں گا۔"

"بے فکر رہو ڈی فوسٹر! ہمیں ان لوگوں سے نمٹنے کے تمام گُر آتے ہیں۔ ہم پر ان کا کوئی داؤ نہیں چل سکے گا۔"

"سوال یہ ہے کہ پہلا مرحلہ ہی سب سے زیادہ مشکل ہے۔ کنگ اٹلس اور روڈا لیبو جیسے خبیث لوگوں کے چنگل سے تم مجھے کیسے نکالو گے؟"

"خبیثوں کے لیے میں اُن سے بڑھ کر خبیث ثابت ہوتا ہوں ڈی فوسٹر۔ یہ لوگ تو بچے ہیں۔ تم دیکھتے جاؤ میں بڑی صفائی سے تمھیں ان کے درمیان سے نکال لے جاؤں گا۔"

مجھے اور تہذیب کو وہیں رُکنا تھا اس لیے ڈی فوسٹر کے سامنے کوئی بات کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ تہذیب مجھ سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے مگر ظاہر ہے اُسے اس کا موقع نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد ایک شخص رات کا کھانا لے کر آیا۔ میں نے اس کے ذریعے روڈا لیبو کو پیغام بھجوایا کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص ذرا ہی دیر بعد ہمیں لینے آ گیا۔

روڈا لیبو سے ملنے ہمیں اس کے کیمپ جانا پڑا۔ اُس نے ہمیں دیکھتے ہی بڑی بے چینی سے پوچھا۔ "کہو کچھ کامیابی ہوئی؟"

"کنگ اٹلس سے کوئی رابطہ ہوا؟" میں نے اس کا سوال نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، اس کا پیغام موصول ہوا ہے۔ وہ تمھاری سلامتی پر بے حد خوش ہے۔ تمھارے بارے میں کہہ رہا تھا کہ تم ایسی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہو کر خراب ترین صورتِ حال میں بھی اپنا دفاع کر سکتے ہو۔"

"راستے میں جن لوگوں نے ہم پر حملہ کیا تھا اُن کے بارے میں کوئی اطلاع؟"

"تباہ شدہ ہیلی کاپٹر اور کاروں کا ملبہ ڈھونڈنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔" روڈا لیبو نے کہا۔ "ان لوگوں کی مسخ شدہ لاشیں بھی مل گئی ہیں جو تمھارے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے لیکن ہم نے ساری لاشیں اور ملبہ ٹھکانے لگا دیا ہے تاکہ حکومت کو اس سلسلے میں کوئی واضح سراغ نہ مل سکے اور ہم سکون سے اپنا کام جاری رکھ سکیں۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا لیکن خدشہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھی کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

"یہ کنگ اٹلس کا کیمپ نہیں ہے۔ چپے چپے پر میرے آدمی بکھرے ہوئے ہیں۔ اگر انھوں نے اس طرف کا رُخ کیا تو انھیں پچھتانا پڑے گا۔"

"خیر! تم یہ بتاؤ کہ کیا ڈی فوسٹر تم لوگوں کی طرف سے مشکوک ہو گیا ہے؟"

روڈا لیبو سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "کیا اس نے ہم پر کسی قسم کے شبہے کا اظہار کیا ہے؟" اس نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ ہم سے گفتگو کرتے وقت بے حد محتاط تھا۔ فارمولوں کے لیے اس نے شرط عائد کی ہے کہ وہ اسی وقت کسی کے حوالے کیے جا سکتے ہیں، جب اُن کا سودا اس کے سامنے طے پا جائے۔"

"اس بات پر تو وہ شروع سے ہی اڑا ہوا ہے حالانکہ اس کی یہ ضد مناسب نہیں۔ اسے چاہیے کہ اوّلین فرصت میں یا تو فارمولے ہمارے حوالے کر دے یا پھر ہمیں اس جگہ سے آگاہ کر دے جہاں اُس نے فارمولے چھپائے ہیں۔ دیکھو نا، دشمن کے ہاتھ کسی وقت بھی وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے؟"

"فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم لوگوں نے اسے شیشے میں اُتار لیا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ! تو کیا تم اس سے فارمولوں کے بارے میں معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو؟" روڈا لیبو نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ابھی تو نہیں لیکن مجھے توقع ہے کہ بہت جلد ہم اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایسی منزل تک پہنچا دیں گے جہاں ہم سے کچھ چھپانا اس کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔"

"میں اس بات پر صرف حیرت کا اظہار ہی کر سکتا ہوں" روڈالیبو بولا۔ "ہم لوگ تو تھک ہار کر خاموش ہو بیٹھے تھے۔"

"اب میں اس سلسلے میں کنگ اٹلس سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن اس کے لیے ہمیں واپس جانا پڑے گا اور یہ انتہائی پریشان کن معاملہ ثابت ہوگا۔"

"اتنی سی بات کے لیے واپس جانے کی کیا ضرورت ہے۔" روڈالیبو نے کہا۔ "میں یہیں اس سے تمھاری بات کرائے دیتا ہوں۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ کنگ اٹلس بھی یہاں پہنچ چکا ہے؟" میں نے چونک کر کہا۔

روڈالیبو ہنس پڑا۔ "وہ یہاں نہیں آیا۔ میں ٹرانسمیٹر پر اس سے تمھاری بات کراؤں گا۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ تمھارے پاس ٹرانسمیٹر بھی موجود ہے۔ اس سے تو وقت کی بڑی بچت ہو جائے گی۔"

"فوری طور پر تو رابطہ کرنا ممکن نہیں ہوگا۔" روڈالیبو نے کہا۔ "اس کے لیے تمھیں کم از کم ایک گھنٹا انتظار کرنا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اتنی دیر انتظار کرنے میں تو کوئی حرج ہے ہی نہیں۔ ہم بڑی زحمتوں سے بچ جائیں گے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ میں اس کا انتظام کیے دیتا ہوں۔ اور کوئی کام؟"

"نہیں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اب کنگ اٹلس سے بات کرنے کے بعد ہی ڈی فوسٹ کے پاس واپس جاؤں۔ اور اس دوران ہم آپس میں بھی کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"ارے یہ پورا کیمپ تمھارا ہے، جہاں چاہو گھومو پھرو، کون تمھیں روک رہا ہے۔"

"میں اس وقت کسی چکر میں نہیں الجھنا چاہتا۔ کیا اس طرح ہمارا کھلے عام گھومنا مناسب ہوگا؟"

"یہ روڈالیبو کا کیمپ ہے کنگ اٹلس کا نہیں۔ کس کی مجال ہے کہ تمھاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ تم بے خوف و خطر یہاں گھوم پھر سکتے ہو۔"

میں اور تہذیب باہر کیمپ میں نکل آئے۔ رات بھیگ چکی تھی اور نشے بازوں کے ہنگامے عروج پر تھے۔ خیموں اور جھونپڑیوں کے درمیان ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے آوارہ گرد دھوئیں کے مرغولے اڑا رہے تھے۔ ایک مناسب سی جگہ دیکھ کر ہم بیٹھ گئے۔

"میں تم سے گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہوں علی۔" تہذیب نے کہا۔

"میرا بھی یہی حال ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اسی لیے تو وہاں سے نکل کر یہاں آیا ہوں۔"

"تم نے ڈی فوسٹ سے بڑی عمدگی سے گفتگو کی علی! میں تو مایوس ہو چلی تھی۔"

"دراصل ہم دونوں ہی نے شروع میں کوشش کی تھی کہ نرمی سے کام نکل جائے مگر بعض اوقات جارحیت سے کام لینا ضروری ہو جاتا ہے۔"

"بہرحال اب ہمیں جن مسائل کا سامنا ہے، ان سے کس طرح نمٹیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"اصل مسائل تو اس وقت شروع ہوں گے جب ہم ڈی فوسٹ کو یہاں سے نکال لے جائیں گے۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی!" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "یہ پہلا مرحلہ ہی اتنا کٹھن معلوم ہو رہا ہے کہ سوچ سوچ کر میرا دماغ ماؤف ہوا جا رہا ہے!"

"ڈی فوسٹ کو یہاں سے نکال لے جانا کچھ اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "بس ذرا سی ذہانت کی ضرورت ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہو گئے ہو۔ جانتے ہو ڈی فوسٹ ان لوگوں کے لیے سونے کی چڑیا سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔"

"نہیں، میں ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار نہیں ہوں۔ ڈی فوسٹ ان لوگوں کے لیے بہت زیادہ اہم ہے۔ اسی لیے تو مجھے توقع ہے کہ میں ان دونوں کو بے وقوف بنا کر اسے نکال لے جاؤں گا۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے ذہن میں کوئی واضح لائحہ عمل موجود ہے۔" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میں نے ایک واضح لائحہ عمل ترتیب دے تو لیا ہے جس میں کامیابی کا امکان نوے فیصد سے بھی زائد ہے۔"

"کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تمھارا منصوبہ کیا ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"بتانے میں کوئی حرج تو نہیں ہے لیکن اگر میں نے تمھیں سب کچھ بتا دیا تو مزہ نہیں آئے گا۔"

"تمھاری یہ عادت بہت بری ہے علی!" تہذیب چڑ گئی۔ "تم میرے ساتھ ہمیشہ یہی سلوک کرتے آئے ہو۔ کبھی مجھے کچھ نہیں بتاتے۔"

میں ہنسنے لگا۔ "سب کچھ تو تمھارے سامنے ہوگا۔ پہلے سے معلوم کر کے کیا کرو گی۔ پھر اس بار تو چیف بھی تم ہی ہو۔ میں بے چارہ تو ماتحت کے طور پر کام کر رہا ہوں۔"

"ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ اصل معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میں نے کوشش ضرور کی تھی کہ یہ مہم میری سرکردگی میں انجام پائے مگر معاملات اتنے الجھ گئے ہیں کہ شاید میں ان سے نمٹ پاؤں۔"

"یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جو بات طے ہو گئی، ہم اس پر قائم رہیں گے۔ اس مہم کے لیے تم ہی ہماری چیف ہو۔"

"تمھاری یہی خواہش ہے تو یوں ہی سہی۔" تہذیب نے عجیب سے انداز میں کہا۔ "لیکن یہ تو بتاؤ کہ ڈی فوسٹ کو یہاں سے نکال لے جانے کے بعد کیا کرو گے؟"

"اگر ڈی فوسٹ کو یقین دلایا جائے کہ اس کے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا تو اس سے اپنی مرضی کے مطابق کام لینا مشکل نہیں ہوگا۔"

"اسے یہ یقین دلانا ہی تو اصل مسئلہ ہے جس کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آ رہا۔ وہ ہماری کسی بات پر یقین نہیں کرے گا۔"

"مجھے معلوم ہے وہ کسی زبانی بات پر ہرگز یقین نہیں کرے گا۔ اسے یقین دلانے کے لیے ہمیں عملی اقدامات کرنا ہوں گے۔"

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے ان عملی اقدامات سے آگاہ کرو جو اس سلسلے میں تمھارے ذہن میں ہیں۔"

"سب سے پہلے تو ڈی فوسٹ کو لے کر کسی ایسی جگہ جانا ہوگا جہاں ہم کسی بھی دخل اندازی سے محفوظ رہیں۔"

"جرمنی میں ہی یا جرمنی سے باہر؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ضرورت کے مطابق ہم اسے دنیا کے کسی حصے میں بھی لے جا سکتے ہیں۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ جو لوگ اس کے اور ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں۔"

"اس کے لیے تو ایک بار پھر ہمیں میک اپ کا سہارا لینا پڑے گا۔"

"ہاں، نہ صرف ڈی فوسٹ پر میک اپ کرنا پڑے گا بلکہ ہمیں اپنے میک اپ بھی تبدیل کرنا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ فرض کرو ہم کسی ایسی جگہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جہاں ہم ہر طرح سے محفوظ ہوں، پھر اس کے بعد؟"

"اس کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے ہمیں یہ کوشش کرنا ہوگی کہ ڈی فوسٹ نے جس جگہ فارمولے چھپائے ہوئے ہیں انھیں وہاں سے نکال لے۔"

"یہ تو مشکل ترین مرحلہ ہوگا۔" تہذیب نے کہا۔ "وہ تو کسی کو فارمولوں کی ہوا تک نہیں لگنے دینا چاہتا۔"

"دراصل اس بارے میں کوئی قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ ہم بالکل اندھیرے میں ہیں۔ ممکن ہے بعد میں کوئی صورت نکل آئے۔"

"فرض کرو کسی طرح ڈی فوسٹ اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ فارمولے اس جگہ سے نکال لے جہاں اس نے چھپائے ہیں — پھر؟"

"مجھے ڈی فوسٹ کا اطمینان الجھن میں ڈال رہا ہے۔ میرا خیال ہے فارمولے اس کے پاس ہی ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی؟" تہذیب چونک پڑی۔ "فارمولے اس کے پاس ہوتے تو وہ لوگ اب تک انھیں برآمد کر چکے ہوتے۔ تمھیں یاد نہیں، ڈی فوسٹ نے بتایا تھا کہ اسے بے ہوش کر کے اس کی جامہ تلاشی لی گئی ہے۔"

"مجھے یاد ہے تہذیب! لیکن یہ بات ذہن میں رکھو کہ وہ ایک سائنس داں ہے اور سائنس داں بھی کوئی معمولی درجے کا نہیں ہے۔ اسے موقع ملتا تو اس وقت دنیا کے ذہین ترین سائنس دانوں میں اس کا شمار ہوتا لیکن اس کی تو زندگی ہی دوسروں کی قید میں گزر گئی۔ آزادانہ کام نہ کر سکنے کی وجہ سے اس کی صلاحیتیں دب ضرور گئی ہوں گی مگر فنا نہیں ہوئی ہوں گی۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس نے کسی سائنٹیفک طریقے سے وہ فارمولے اپنے ہی پاس اس طرح پوشیدہ کر لیے ہوں کہ عام آدمی انھیں ڈھونڈ نہ پائے؟"

"اس بات کا امکان تو ہے علی۔" تہذیب نے پرخیال انداز میں کہا۔ "لیکن یہ ضروری تو نہیں ہے کہ فارمولے اس کے پاس ہی ہوں۔ ممکن ہے اس نے انھیں کہیں اور چھپا رکھا ہو؟"

"اگر یہ بات ہوتی تو وہ اتنا مطمئن نہ ہوتا۔ جتنے یقین سے اس نے کہا تھا کہ فارمولوں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فارمولے اس کے پاس ہی ہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی محفوظ مقام پر فارمولے کیوں نہ چھپا دیتا، اسے اس طرف سے تشویش ضرور ہونی چاہیے تھی کہ کوئی شخص کسی بھی وقت تلاش کرتا ہوا فارمولوں تک پہنچ سکتا ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نفسیاتی اعتبار سے تمھاری بات دل کو لگتی ہے۔ جب ہم کوئی قیمتی چیز کہیں چھپاتے ہیں تو ہر وقت اس کی طرف سے فکرمند رہتے ہیں کہ کہیں وہ کسی کے ہاتھ نہ لگ جائے۔"

"شکر ہے تم میری بات سمجھ گئیں۔ ہم اس چیز کو بنیاد بنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر آگے چلتے ہیں۔ جب ہم کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں گے تو ڈی نوسٹر کو موقع فراہم کریں گے کہ وہ ان فارمولوں کی نقلیں تیار کرلے۔ چونکہ فی الحال ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ فارمولے ہیں کس شکل میں لہٰذا یہ اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ اُن کی نقلیں کس طرح تیار ہوں گی لیکن جیسے بھی ہو ہمیں ان فارمولوں کی نقلیں تو درکار ہوں گی ہی....."

"کیا اسے پھر یہ خطرہ لاحق نہیں ہوگا کہ ہم اس سے فارمولے چھین لیں گے؟"

"فرض کرو، ہم کسی کرائے کے مکان میں ہیں۔ ہم اُس سے کہیں گے کہ ہمیں کسی ایسے کمرے میں بند کر جائے جہاں سے ہمارا فرار ہونا بھی ممکن نہ ہو۔ ہمیں بند کرنے کے بعد وہ جائے جہاں اس نے فارمولے چھپائے ہیں وہاں سے انھیں نکالے' ان کی نقلیں تیار کرلے پھر اُن نقلوں کو اس طرح ادھورا کردے کہ وہ کسی کام کی نہ رہیں۔ اس کے بعد دوبارہ اصلی فارمولے چھپا کر واپس آئے اور ہمیں رہا کرے اور فارمولوں کی ادھوری نقلیں، ہمارے حوالے کردے۔ اس طرح کام بھی ہو جائے گا اور وہ محفوظ بھی رہے گا۔"

"واقعی تم جاگتے ہوئے ذہن کے مالک ہو علی۔" تہذیب نے ستائشی لہجے میں کہا۔ "یہی چیز تو تمھیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے کہ تم مشکل سے مشکل اُلجھن کے بھی بڑے آسان حل ڈھونڈ نکالتے ہو۔"

"چیف کی عزت افزائی ہے ورنہ بندہ کس قابل ہے۔" میں نے سر کو قدرے خم کرتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ مت کرو علی! میں اس قابل کہاں کہ تمھارے مقابلے پر آسکوں۔ مجھے سخت شرمندگی ہے کہ میں نے تم سے اپنی ماتحتی میں کام کرنے کی فرمائش کی۔ مجھے یہ بات ہرگز نظرانداز نہیں کرنا چاہیے تھی کہ جو شخص گرے وائلز جیسے ہولناک قید خانوں سے فرار ہو جائے' اور یہوداورڈ جیسے شیطان کو کان پکڑنے پر مجبور کردے اس کے سامنے میں اپنی برتری کیسے قائم رکھ سکتی ہوں۔ مجھے یہ خیال بھی نہیں رہا تھا کہ گرین پول بھی اسی کے ہاتھوں تباہ ہوئی تھی۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ اسی کے ایک ہی وار نے چارلس شلا کو چت کردیا تھا۔ تبھی تو محترمہ تہذیب ہاشم ایکس ایک چھوٹا سا گروہ بنا کر اپنی اوقات بھول گئی تھیں۔"

"یہ اچانک تم نے کیا فضول باتیں شروع کردیں۔" میں نے خفگی سے کہا۔ "تم اور میں کوئی الگ الگ ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے علی! میری گفتگو سے تمھاری دل آزاری ہوئی لیکن میں بھی کیا کروں۔ میں تو اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔ آخر مجھے بھی تو اپنے ذہن سے خوش فہمیاں کھرچ کر نکالنی ہیں۔"

"بے کار باتیں مت سوچا کرو تہذیب! ہم دونوں ایک ہیں اور ہمیں مل جل کر ہر کام کرنا ہے۔ مجھے دیکھو، جو کارنامہ تم سرانجام دے رہی ہو میں اسے اپنا ہی کارنامہ سمجھتا ہوں۔"

تہذیب بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔ "معاف کردو علی! مجھ سے واقعی غلطی ہوئی۔ مجھے تمھارا دل نہیں دُکھانا چاہیے تھا۔" وہ میرے بازو سے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے بولی۔

"معذرت کرکے تم ایک اور غلطی کر رہی ہو تہذیب!" میں نے اس کی زلفیں سہلاتے ہوئے کہا۔ "ہم اس منزل سے تو گزر چکے جہاں کسی غلطی پر معذرت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"ہاں علی! اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے تمھاری محبت میسر ہے۔"

چند لمحے یونہی گزر گئے۔ ہم دونوں ایک دوسرے میں کھو گئے تھے۔ پھر تہذیب نے اچانک ہی کہا۔ "غالباً ہم اپنے موجودہ مشن کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔"

"ہاں، میں تمھیں بتا رہا تھا کہ ڈی نوسٹر سے فارمولوں کی نامکمل نقلیں حاصل کرنے کے بعد ہم کسی بھی ملک کے ایجنٹ سے اس کی سودے بازی کرسکیں گے۔"

"لیکن علی! نامکمل فارمولوں کے عوض تو کوئی بھی رقم ادا نہیں کرے گا۔"

"ادائیگی دو قسطوں میں ہوگی۔ آدھی رقم نامکمل فارمولوں کے عوض اور بقیہ آدھی اس وقت جب ہم فارمولوں کے بقیہ حصے ان کے حوالے کریں گے۔"

"ڈی نوسٹر کو کیسے مطمئن کروگے؟" تہذیب نے کہا۔ "وہ تو کسی بات پر بھی یقین نہیں کرتا۔"

"اس کے لیے ہم رقم کی پہلی قسط ڈی نوسٹر کے حوالے کریں گے۔ یہ اس کا حصہ ہوگا۔ اس کے بعد جو دوسری قسط ملے گی وہ ہماری ہوگی۔"

"ہم تو اس طرح گفتگو کرنے لگے جیسے ہمارا مشن ہی یہ ہو۔" تہذیب نے چونک کر کہا۔

"تو کیا یہ ہمارا مشن نہیں ہے؟" میں نے بھی چونک کر کہا۔ "کہ مسروقہ فارمولے ڈی نوسٹر سے حاصل کریں۔"

"لیکن تمھارے منصوبے پر عمل کرنے سے تو فارمولے کسی اور ملک کے قبضے میں چلے جائیں گے۔"

"فارمولوں کی ان ادھوری نقلوں کی جو ڈی نوسٹر ہمارے حوالے کرے گا' ہم ایک نقل اور بنوالیں گے۔ اس کے بعد جب ڈی نوسٹر فارمولے کے بقیہ حصے ہمارے حوالے کرے گا ہم ان کی بھی نقلیں کروالیں گے۔ اس طرح ہمارے پاس بھی مکمل فارمولا ہوگا اور ان لوگوں کے پاس بھی جن سے ہم سودا کریں گے۔"

"گویا اس طرح ہمیں دونوں پارٹیوں سے رقم مل جائے گی۔" تہذیب نے خوش ہوکر کہا۔ "لیکن اوشیل میکائیل کو معلوم ہوگا تو کیا ہوگا؟"

"مجھے اوشیل میکائیل سے ایسی کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔"

"اب کیا سوچنے لگے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"کچھ نہیں تہذیب۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "یہ تو ایک منصوبہ تھا۔ میرے ذہن میں اور بھی بہت کچھ ہے لیکن وہ ابھی پوری طرح واضح نہیں ہے۔"

"کس سلسلے میں علی؟"

"انھی فارمولوں سے متعلق تہذیب! میں اس منصوبے سے پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔"

"تم جزئیات میں نہیں گئے علی! لیکن اس منصوبے کا خاکہ سُن کر میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ ایک بہترین اور مکمل منصوبہ ہے۔"

"یہ ایک ایسا منصوبہ ہے تہذیب، جو کوئی بھی ایجنٹ بنا سکتا ہے لیکن کام کی ابتدا کرنے کے لیے یہ بُرا منصوبہ نہیں ہے۔"

"آخر کچھ پتا بھی تو چلے کہ تمھارا منشا کیا ہے؟ تم تو پھر اسرار کے رستے پر اُتر آئے۔"

"سب کچھ تو بتا چکا ہوں مگر وہ باتیں کیسے بتادوں جو ابھی خود میرے ذہن میں بھی صاف نہیں ہیں۔"

اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے اُٹھ گئے اور کیمپ میں گھومنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد ایک شخص ہمارے نزدیک آکر رکا۔

"چیف نے آپ دونوں کو یاد کیا ہے۔" اس شخص نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "انتظام ہوگیا ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ ٹرانسمیٹر پر کنگ اٹلس سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں اور تہذیب، روڈ ایلبو کی طرف چل پڑے۔ وہ ایک بڑا سا چوکور بکس اپنے سامنے رکھے بیٹھا تھا۔ جیسے ہی ہم اندر داخل ہوئے اس نے کہا۔ "وہ دونوں آگئے ہیں کنگ۔"

"گڈ، ان سے بات کراؤ۔" ٹرانسمیٹر سے کنگ اٹلس کی آواز ابھری۔

میں اور تہذیب ٹرانسمیٹر کے نزدیک پہنچ گئے جس پر سرخ رنگ کا جلتا ہوا بلب ظاہر کر رہا تھا کہ رابطہ ملا ہوا ہے۔

"ہیلو انکل۔" میں نے کہا۔ "ہم آپ سے بات کرنے کے لیے بہت بے چین تھے۔"

"ہیلو بچو! کہو کیسے ہو؟"

"ہم خیریت سے ہیں انکل! مسٹر روڈ ایلبو سے آپ کو ہمارے بارے میں پتا چل ہی چکا ہوگا؟"

"ہاں، مجھے معلوم ہوا تھا۔ راستے میں تمھیں جن خطرات کا سامنا کرنا پڑا اُس پر مجھے بہت افسوس ہے۔"

"ارے نہیں انکل۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "ہم نے جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے' اس میں تو خطرات ہی خطرات ہیں۔"

"لیکن اس معاملے میں غلطی بہرحال میری ہے۔ تمھاری حفاظت کے لیے مجھے تمھارے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی کردینا چاہیے تھا۔"

"اس محاذ پر تو ہمیں کامیابی نصیب ہوئی انکل! لیکن اب یہاں جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے' وہ خاصا مشکل ہے۔"

"اوہ، کیا تم مجھے کوئی بُری خبر سُنانا چاہتے ہو؟" کنگ اٹلس کی آواز سے تشویش جھلک رہی تھی۔

"جی ہاں انکل' مجھے افسوس ہے لیکن میں وہ بُری خبر آپ کو سُنانے کے لیے مجبور بھی ہوں۔"

"کہو، کہو۔" کنگ اٹلس کی مضطربانہ آواز سُنائی دی۔ "میں ہر بُری خبر سُننے کے لیے تیار ہوں۔"

"میرا خیال ہے انکل۔" میں نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "ڈی نوسٹر آپ لوگوں کی طرف سے بددل ہوگیا ہے۔"

"یعنی میری اور روڈ ایلبو کی طرف سے!" کنگ اٹلس کی آواز میں تحیّر تھا۔

"جی ہاں انکل! مجھے اس کی بات سُن کر افسوس تو بہت ہوا لیکن میں اس کے خیالات کو تبدیل نہیں کرسکتا تھا۔"

"کھل کر بات کرو۔ اس نے ہمارے بارے میں تم سے کیا کہا ہے؟"

"اُسے شبہ ہے کہ آپ ہاروت راہیل سے مل گئے ہیں۔" میں نے کہا۔ میری نگاہیں روڈ ایلبو کے چہرے پر مرکوز تھیں میں نے اس انکشاف پر اسے واضح طور پر چونکتے دیکھا۔ کنگ اٹلس پر یہ خبر کس طرح اثر انداز ہوئی ہوگی' اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اس لیے کہ وہ میرے سامنے موجود نہیں تھا۔ تہذیب بھی میری اس حرکت پر مضطرب سی نظر آنے لگی تھی۔ میں نے اُسے اپنے لائحہ عمل سے آگاہ نہیں کیا تھا اس لیے وہ بھی روڈ ایلبو سے کم حیران نہیں تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" دوسری طرف سے کنگ اٹلس کی تحیّر میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس کا خیال ہے کہ ہارورت رابیل کی کسی بڑی پیش کش پر آپ لوگ پھسل گئے ہیں اور فارمولوں کی سودے بازی میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں تاکہ...." دفعتاً ٹرانسمیٹر پر جلتا ہوا سرخ بلب بجھ گیا۔ "ہیلو ہیلو۔" میں نے ٹرانسمیٹر میں کہا اور نظریں اٹھا کر روڈ ایلبو کی طرف دیکھا۔

روڈ ایلبو ٹرانسمیٹر کے قریب آ گیا۔ "رابطہ منقطع ہو گیا۔" اس نے ٹرانسمیٹر پر جھکتے ہوئے کہا۔

"کیا کوئی خرابی ہو گئی؟" میں نے پوچھا۔

"معلوم نہیں۔ دیکھنا پڑے گا۔" روڈ ایلبو ٹرانسمیٹر کے بٹنوں سے الجھا ہوا تھا۔ چند لمحے بعد سر اٹھا کر بولا۔ "شاید کوئی خرابی ہی ہو گئی۔" اس نے کہا۔ "مکینک کو بلانا پڑے گا۔"

"اس وقت مکینک کہاں سے آئے گا؟" میں نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "وہ تو صبح کو ہی آئے گا۔"

"میرے آدمیوں میں ایک مکینک ہے، اسے بلوا لیتا ہوں۔" روڈ ایلبو نے کہا اور ایک آدمی کو بھیج کر مکینک کو بلوا لیا۔ مکینک نے بتایا کہ خرابی دور کرنے میں ایک گھنٹے سے زائد وقت لگ جائے گا۔

"ہم لوگ چلتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "خرابی ٹھیک ہو جائے تو ہمیں بلوا لینا۔"

"چلو۔" روڈ ایلبو نے کہا اور ہمارے ساتھ باہر نکل آیا۔ "تم کنگ کو کیا بتا رہے تھے؟" باہر آ کر اس نے مجھ سے پوچھا۔

"تم نے سن ہی لیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اصل بات تو میں اسے بتا ہی چکا ہوں۔"

"تم شاید تفصیل سے کچھ بتانے جا رہے تھے۔ میں وہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹرانسمیٹر کی خرابی دور ہونے کے بعد میں کنگ اٹلس سے دوبارہ بات کروں گا۔ اسی وقت سن لینا۔"

"آخر مجھے بتانے میں تمھیں کیا اعتراض ہے؟" روڈ ایلبو نے اصرار کیا۔

"اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم اتنا اصرار کیوں کر رہے ہو۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کی تو بات ہے۔ تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"میں اس معاملے سے متعلق ہوں اور کنگ اٹلس کا ساتھی ہوں۔ تمھارے انداز سے یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے میں کوئی ناقابلِ اعتبار آدمی ہوں۔"

"میرا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے۔ میں کنگ اٹلس کے لیے کام کر رہا ہوں اس لیے اس کے علاوہ کسی اور کو جواب دہ بھی نہیں ہوں۔"

میرے جواب اور اندازِ گفتگو سے شاید روڈ ایلبو کی انا کو ٹھیس پہنچی تھی۔ "تم مجھ سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔" اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتے ہوئے کہا۔ "ورنہ اس انداز میں مجھ سے گفتگو کرنے کی جرأت نہ کرتے۔"

"تم سے واقف ہونے کی مجھے کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے مسٹر روڈ ایلبو! میں ایک کام کے سلسلے میں یہاں آیا تھا اور اسے کر کے واپس چلا جاؤں گا۔"

"جو مجھے میری باتوں کا جواب دینے سے گریز کرتے ہیں وہ پچھتاتے ہیں۔" روڈ ایلبو نے ایک قدم میری طرف بڑھایا۔

میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ "تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے روڈ ایلبو۔" میں نے تنبیہی انداز میں کہا۔ "تم میرے آنجہانی باپ کے دوست ہو۔ میرے دل میں تمھارا جو احترام ہے اسے ختم کرنے کی کوشش مت کرو۔"

"تیری یہ جرأت۔" روڈ ایلبو بہت زور سے دہاڑا اور اس نے ہاتھ گھما دیا۔ میں نے تیزی سے جھک کر اس کا وار خالی دیا۔ اس کی دہاڑ سن کر اس کے کئی آدمی وہاں آ گئے تھے۔

"ہوش میں آؤ روڈ ایلبو۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔

روڈ ایلبو کے آدمیوں نے ریوالور نکال لیے تھے۔

"میں کہتا ہوں تمھیں بتانا پڑے گا ورنہ یاد رکھو تم میرے آدمیوں کی زد پر ہو۔"

"بس انتہا ہو گئی روڈ ایلبو۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تم ایک ایسے شخص کو دھمکیاں دے رہے ہو جو دنیا کے خوفناک ایجنٹوں سے ٹکرانے کا عزم لے کر نکلا ہے۔ تمھاری اور تمھارے ان آدمیوں کی میری نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں روڈ ایلبو! اگر تم نے ہمیں روکنے کی کوشش کی تو اس کے بعد جو کچھ بھی ہو گا اس کے ذمے دار سراسر تم ہو گے... آؤ۔"

روڈ ایلبو کے بعد میں نے تہذیب کو مخاطب کیا اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ روڈ ایلبو مجھے گھورتا رہ گیا لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ مجھ سے ان کا ایک بڑا مالی مفاد جو وابستہ تھا۔ اگر وہ گرم دماغ کا مالک نہ ہوتا تو مجھ سے الجھنے کی حماقت بھی نہ کرتا۔

"یہ تو اچانک بہت خراب صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔" ان لوگوں سے کچھ دور نکلنے کے بعد تہذیب نے مجھ سے کہا۔

"احمق آدمی ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ زیادہ آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے کنگ اٹلس کو جواب دہی کرنا مشکل ہو جاتا۔"

"لیکن علی! یہ تم نے کیا حرکت کی؟ ڈی نوسٹر کی باتیں

کنگ اٹلس سے کہنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے تہذیب! مگر مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ ٹرانسمیٹر میں خرابی کی وجہ سے اب مزید انتظار کرنا پڑے گا۔ ورنہ اب تک ہمیں معلوم ہو چکا ہوتا کہ میرے منصوبے کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے۔"

"میں تو اتنا جانتی ہوں کہ تمھاری اس حرکت نے میرے ہوش اڑا دیے ہیں۔ پتا نہیں تم نے کیا ٹھان رکھی ہے؟"

"ارے تو کیا اب مجھ پر اتنا اعتماد بھی نہیں رہا؟" میں نے خفگی سے کہا۔

"اعتبار نہ ہوتا تو خدا جانے تمھارا کیا حشر کرتی۔" تہذیب نے کہا۔ اس کی آواز سے تھکن ہویدا تھی۔ کیوں نہ ہوتی، ہم نے ایک طویل اور تھکا دینے والا سفر کیا تھا۔ خود مجھ پر بھی تھکن سوار ہونے لگی تھی اور تھکن کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ہمیں فی الحال کوئی کام نہیں تھا۔ رات آدھی کے قریب گزر گئی تھی۔ فضا میں خنکی پیدا ہو چلی تھی مگر ناگوار نہیں گزر رہی تھی۔ کیمپ میں پھولداریوں کے گرد ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے نشے بازوں پر بھی نشہ غالب آنے لگا تھا۔ جا بجا روشن الاؤ کی روشنیاں بھی مدھم ہو چلی تھیں لیکن اب بھی کہیں کہیں سے کسی ٹولی کی ہنگامہ آرائی کی آواز آ جاتی تھی۔

میں اور تہذیب ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹہلتے ہوئے چل رہے تھے۔ "جی چاہتا ہے کہیں سکون سے لیٹ کر سو جائیں۔" دفعتاً تہذیب نے کہا۔

"کوئی مناسب سی جگہ دیکھ کر کچھ دیر بیٹھیں گے۔" میں نے جواب دیا پھر کیمپ کے سرے پر ایک جگہ دو بڑے بڑے پتھر نظر آئے اور ہم نے اس طرف رخ کیا۔ یہاں نسبتاً زیادہ سکون تھا۔ نشے باز ٹولیاں ہم سے ذرا ہی فاصلے پر موجود تھیں مگر اب وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو چکے تھے۔

ہم ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ تہذیب نے میرے شانے سے سر ٹکا دیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس طلسماتی ماحول کا اس پر کچھ زیادہ ہی اثر ہو رہا تھا۔ جب کہ میں ارد گرد کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ دفعتاً میں نے ایک ٹولی میں سے دو افراد کو اٹھتے دیکھا۔ وہ دونوں نشے میں بری طرح دھت تھے۔ ان کے سر اور داڑھیوں کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ کپڑے بھی میلے اور بوسیدہ تھے۔ ان میں سے ایک کے گلے میں لٹکا ہوا گٹار صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھے ضرور مگر ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ انھیں جانا کس طرف ہے۔ انھوں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی جیسے اپنی پھولداری تلاش کر رہے ہوں پھر انھوں نے لڑکھڑاتے ہوئے ہماری طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

"ذرا انھیں دیکھو تہذیب۔" میں نے کہا۔ "نشے نے ان کی کیا حالت کر دی ہے۔ اپنی پھولداری تک بھول گئے ہیں۔"

تہذیب نے آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا مگر اس کا سر بدستور میرے شانے سے ٹکا ہوا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ "میں تمھارے علاوہ کچھ دیکھنا نہیں چاہتی علی!" تہذیب نے سرگوشی میں کہا اور اپنے دونوں بازو میرے گرد حائل کر دیے۔ میری توجہ بھی ان دونوں کی طرف سے ہٹ گئی۔

"میں کب تمھارے علاوہ کسی اور کو دیکھنا چاہتا ہوں جانم۔" میں نے اسے خود سے مزید نزدیک کرتے ہوئے کہا۔

"تو مت دیکھو نا علی! آنکھیں بند کر لو۔"

"کیسے بند کر لوں جان! ان آنکھوں سے تو تمھیں دیکھ رہا ہوں۔"

"لیکن تمھیں دیکھنے کے لیے مجھے آنکھیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تمھارا چہرہ تو میرے تصور میں رچا بسا ہوا ہے۔" تہذیب کی آواز سرگوشی سے آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔

یہ کیف آگیں لمحات خدا جانے کتنے طویل ہو جاتے لیکن ایک اور آواز نے سارا سحر توڑ دیا۔

"ادھر دیکھو، یہ ریوالور ہے۔ تم دونوں اس کی زد میں ہو۔ جس حالت میں ہو اسی میں بیٹھے رہو۔ ذرا بھی ہلنے جلنے کی کوشش کی تو ہم بے دریغ گولی چلا دیں گے۔"

تہذیب نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ میں بھی چونک پڑا مگر ہم دونوں میں سے کسی نے بھی اپنی جگہ سے ہلنے جلنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ ہم جس حالت میں تھے اسی میں ساکت ہو کر رہ گئے۔ تہذیب مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ میرے شانے سے ٹکا ہوا تھا اور دونوں بازو میرے گرد تھے جب کہ میرا ایک ہاتھ اس کی کمر پر تھا۔ میں نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ ملگجے اجالے میں وہی دونوں آوارہ گرد ہمارے نزدیک موجود تھے۔ اب وہ بالکل الرٹ تھے۔ اور ان میں سے ایک بھی نشے میں معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور دبے تھے جب کہ ایک شخص کے گلے میں بدستور گٹار جھول رہا تھا۔

پھر مزید دو آدمی ہمیں اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ بغیر کچھ کہے سُنے ہماری پُشت کی جانب آئے اور اُنھوں نے ہماری تلاشی لی لیکن ہمارے پاس اسلحے کے نام پر ایک چاقو تک نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم دونوں کھڑے ہو جاؤ۔"

ہمیں حکم دیا گیا اور ہم کھڑے ہو گئے۔

"اپنے ہاتھ بلند کر لو اور اس طرف چلنا شروع کر دو۔ خیال رہے کہ تم چار ریوالوروں کی زد میں ہو۔"

ہم نے خاموشی سے چلنا شروع کر دیا۔ میرے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ ایک لمحے کی غفلت بھی مجھے راس نہیں آتی تھی۔ وہ لوگ ہمیں کیمپ کی مخالف سمت میں لیے جا رہے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ میری طرح تہذیب کے ذہن میں بھی یہی سوال چکرا رہا ہوگا کہ ہمیں اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں۔ کیا روڈ ڈایلبو کے آدمی؟

ممکن ہے تہذیب کے ذہن میں یہی سوال جڑ پکڑ گیا ہو مگر مجھے یقین تھا کہ روڈ ڈایلبو ہمارے ساتھ اس حد تک نہیں جا سکتا تھا۔ تو پھر وہ لوگ کون تھے؟ یقیناً ان کا تعلق کسی ایسی ہی پارٹی سے رہا ہوگا جو فارمولوں کے چکر میں تھے۔

ہم اندھیرے میں چلتے رہے مگر اس اندھیرے سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں تھا۔ عقب سے ہم پر ٹارچ کی روشنی مستقل پڑ رہی تھی۔

ہمارا سفر آدھے گھنٹے سے زیادہ جاری نہیں رہا۔ اختتام ایک فارم ہاؤس پر ہوا تھا جو بظاہر متروک معلوم ہوتا تھا۔ ایک شخص نے اندر داخل ہو کر موم بتی روشن کر دی جو غالباً پہلے سے وہاں موجود رہی ہوگی۔ اس کے بعد مجھے اور تہذیب کو بھی اندر لے جایا گیا۔

"تم دونوں یہاں بیٹھ جاؤ۔" ایک شخص نے بھوسے کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ہم دونوں نے چُپ چاپ اس کے حکم کی تعمیل کی۔

"اب یہ بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟" اس شخص نے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا یہی پوچھنے کے لیے یہاں لائے تھے؟" میں نے بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

"اب اگر ایک بھی فاضل لفظ زبان سے نکلا تو بے دریغ گولی مار دوں گا۔" اس نے سفاکی سے کہا۔ "جو پوچھا جائے صرف اس کا جواب دو۔"

میرا خون کھول کر رہ گیا مگر ہماری طرف دو ریوالور اٹھے ہوئے تھے اور دونوں ریوالور بردار نہ صرف مجھ سے فاصلے پر تھے بلکہ وہ مختلف سمتوں میں تھے۔ میں اگر ایک پر حملہ کرتا تو اتنی دیر میں دوسرا گولی چلا دیتا اور پھر بقیہ دونوں افراد بھی مسلح تھے۔ یہ اور بات تھی کہ انھوں نے اپنے ریوالور جیبوں میں ڈال لیے تھے مگر کسی بھی وقت ریوالور اُن کی جیبوں سے برآمد ہو سکتے تھے۔

میں نے خون کا گھونٹ پی کر ایک طویل سانس لی اور تہذیب کی طرف دیکھا۔ وہ میرا اشارہ سمجھ گئی اور اس نے آنجہانی فیریگس والی کہانی شروع کر دی۔ کنگ اٹلس کے کیمپ میں ہم پر ہونے والے حملے پر اس نے اپنی کہانی ختم کر دی۔

"پھر کیا ہوا؟" تہذیب کے خاموش ہونے پر اس شخص نے پوچھا۔ اس نے بڑی توجہ سے تہذیب کی باتیں سُنی تھیں۔

"کنگ اٹلس کو پتا چلا کہ ہم اس کے آنجہانی دوست کی اولاد ہیں تو اس نے ہماری بہت پذیرائی کی۔" تہذیب نے کہا۔

"اور یہاں کس خوشی میں بھیج دیا؟" اس شخص نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ ہماری بہتری کا خواہاں تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اِدھر اُدھر بھٹکنے سے بہتر ہے کہ ہم کوئی مستقل کام کر لیں اور یہ کہ اس مقصد کے لیے روڈ ڈایلبو زیادہ بہتر رہے گا۔ یہاں ہمارے لیے زیادہ امکانات ہیں۔"

"ویسے تم لوگوں کا پیشہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"غلط بیانی کرنے سے کیا فائدہ۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہم کوئی اچھے لوگ نہیں ہیں۔ حصولِ دولت کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

"یہاں آتے ہوئے پہاڑی راستے پر تمھارا کسی سے تصادم ہوا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے چونک کر کہا۔ "لیکن تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" میرے لہجے میں ستائش آمیز حیرت تھی۔

"وہ جدید ہتھیاروں سے لیس تھے اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔" اس نے کہا۔ "اس کے بعد تم پر ہیلی کاپٹر سے بھی حملہ ہوا۔"

"تمھاری معلومات حیرت انگیز اور قابلِ رشک ہیں۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا پھر دفعتاً چونکتے ہوئے کہا۔ "تمھارا تعلق خفیہ پولیس سے تو نہیں ہے؟"

"بچوں جیسی باتیں مت کرو۔" اس نے مُنہ بگاڑ کر کہا۔ "کیا پولیس والے ہماری طرح ہوتے ہیں؟"

"میں نے سُنا ہے خفیہ پولیس والے کسی بھی حلیے میں ہو سکتے ہیں۔" میں نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"نہیں، ہمارا تعلق پولیس سے نہیں ہے لیکن تم لوگ اتنے بھولے تو نہیں ہو سکتے جتنا ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں بہت خطرناک آدمی ہوں مسٹر!" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "یہ ریوالور ہٹاؤ، پھر بتاؤں گا کہ میں کتنا بھولا ہوں۔ تم نے ہمیں دھوکے سے گھیرا ہے ورنہ تمھیں بھی مزہ ہی آ جاتا۔"

"مجھے معلوم ہے تم دونوں نے جتنے افراد کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے، وہ معمولی آدمیوں کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ بہترین تربیت یافتہ لوگ تھے۔"

"ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کون تھے۔ بس انھوں نے ہم پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ وہ تو اچھا ہوا کہ کنگ انکل نے ہمیں ہتھیار فراہم کر دیے تھے ورنہ ہم تو مارے ہی گئے ہوتے۔"

"کنگ نے کسی خاص وجہ سے ہی تمھیں یہاں بھیجا ہوگا؟"

"سب کچھ تو بتا دیا ہے۔" میں نے بے بسی ظاہر کرتے "یہ تو وہی جانیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ظاہر ہے وہ ہمارا بُرا تو سوچ نہیں سکتے۔"

"تو روڈ ڈایلبو سے تمھاری ملاقات ہو چکی ہے؟"

"ہاں۔" تہذیب نے کہا۔

"اس نے تمھیں کیا کام سونپا؟"

"اس کا کہنا ہے کہ وہ ہمارے لیے کچھ سوچے گا۔ اس وقت تک ہم اس کے مہمان رہیں گے۔" تہذیب نے کہا۔

اس شخص کی آنکھیں ہم پر مرکوز تھیں مگر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ "میں تمھاری بات پر کس حد تک یقین کروں؟"

"ہم نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے۔" میں نے کہا۔ "جھوٹ بولنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی، نہ ہے۔ بس ایک خوف ہے کہ کہیں آپ کا تعلق پولیس سے نہ ہو۔"

"بس بہت ہو گیا۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں تم لوگوں کو آخری موقع دے رہا ہوں۔ اپنی یہاں آمد کا مقصد بیان کر دو۔"

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ہوئے کہا۔ "اب مسٹر رو وڈا یلبو کوئی کام سونپیں گے تبھی تو پتا چلے گا۔"

"ہمیں شبہ ہے کہ تم لوگ فارمولوں کے چکر میں ہو۔" وہ غرّایا۔

"فارمولوں کے چکر میں!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "براہِ کرم وضاحت سے گفتگو کرو تاکہ ہم بھی وضاحت سے جواب دے سکیں۔"

"میں زیادہ رعایت برتنے کا قائل نہیں ہوں۔" اس شخص نے سفاکی سے کہا۔ "اگر تم سے اس سلسلے میں کام لیا جا رہا ہے تو بتا دو۔"

"کچھ سمجھ میں آئے تو بتائیں بھی، معلوم نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"چونکہ ہمیں شبہ ہے کہ تم فارمولوں کے چکر میں کام کر رہے ہو اس لیے تمھیں زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ہمیں ایسے کسی بھی شخص کی زندگی منظور نہیں ہے جو فارمولوں کی تلاش میں ہو۔" اس نے کہا۔ "لیکن اگر تم یہ اعتراف کر لو کہ تم اسی سلسلے میں کام کر رہے ہو تو تمھاری جان بچنے کا امکان ہے۔"

"ایک لفظ بھی پلے نہیں پڑ رہا۔" میں نے اپنے لہجے میں بے چارگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہم تمھیں واپس چلا جانے دیں گے لیکن اس کے بعد تم بظاہر اُن لوگوں کے ساتھ مگر درحقیقت ہمارے لیے کام کرو گے۔"

"جان بچانے کے لیے تو کسی بات کا بھی اعتراف کیا جا سکتا ہے۔" میں نے اس انداز میں کہا جیسے زندگی سے بالکل ہی مایوس ہو گیا ہوں۔

"نہیں۔" وہ درندگی سے ہنسا۔ "صرف اعتراف کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ تمھیں فارمولوں کے بارے میں تفصیل سے بتانا ہوگا۔"

"تب تو ہم مارے گئے۔ ہمیں جس چیز کے بارے میں کچھ علم ہی نہیں ہے اس کے بارے میں تفصیل کیا خاک بتائیں گے۔"

"اگر نہیں بتاؤ گے تو یقیناً مارے جاؤ گے۔" اس نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رُخ میری طرف کر دیا۔ "میں صرف تین تک گنتی گنوں گا۔ اس دوران اگر تم زبان کھولنے کا فیصلہ کر لوگے تو تمھاری زندگی بچ جائے گی ورنہ نہیں۔"

"میری بات تو سنو۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہلنے جلنے کی کوشش کی تو اپنی زندگی کا عرصہ اور مختصر کر لوگے۔" اس نے خوف ناک انداز میں کہا۔ "ایک..." اس نے گنتی شروع کر دی۔

تہذیب ساکت و صامت بیٹھی تھی۔ میرے ہوش اُڑے ہوئے تھے۔ اس شخص کا انداز بتا رہا تھا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے اس پر عمل کر گزرے گا۔ یوں بے بسی سے مر جانا مجھے ہرگز گوارا نہیں تھا مگر مشکل یہ تھی کہ کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں تھا۔ دونوں ریوالور بردار پوری طرح چوکس نظر آ رہے تھے اور اب تو اس شخص کے ہاتھ میں بھی ریوالور تھا جو ہم سے گفتگو کر رہا تھا اور اُن لوگوں کا لیڈر معلوم ہوتا تھا۔

"دو..." لیڈر نے گنتی آگے بڑھائی اور اس کے ساتھ ہی اس کا ریوالور والا ہاتھ ذرا سا بلند ہوا۔

میری اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہو گیا۔ وقت بالکل بھی نہیں تھا اور مجھے جو کچھ بھی کرنا تھا فوراً کرنا تھا ورنہ میں اور تہذیب ہاتھ پیر ہلائے بغیر ہی مارے جاتے لیکن سوال یہ تھا کہ میں کیا کرتا؟ اگر تنہا ہوتا تو لیڈر پر ہی حملہ کر بیٹھتا۔ وہ میرے سامنے بھی تھا اور مجھ سے نزدیک ترین بھی وہی تھا۔ اگر میں پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے لپٹ جاتا تو ایک طرف تو اس کے اپنے ریوالور سے محفوظ رہ سکتا تھا دوسرے اس کے ساتھی بھی گولی نہ چلا پاتے۔ اس لیے کہ اس صورت میں گولی ان کے لیڈر کو بھی لگ سکتی تھی۔ لیکن خطرہ یہ تھا کہ اگر میں لیڈر پر حملہ کرتا تو اس کے ساتھی تہذیب پر فائرنگ شروع کر دیتے۔

"تین..." لیڈر نے گنتی پوری کر دی اور اس کے ساتھ ہی اس کا ریوالور والا ہاتھ پوری طرح بلند ہو گیا۔ ریوالور کا رُخ اب فارم ہاؤس کی چھت کی طرف تھا۔ ٹریگر پر اس کی انگلی کا دباؤ بڑھ گیا تھا۔

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات آٹھویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

2267 Phone : 61940
Shaheen Library
SAHIWAL.

Courtesy www.pdfbooksfree.pk